الندوہ

نمبر ۳ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق اپریل ۱۹۰۷ء جلد ۴

مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے۔

مرتبۂ

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	مآثر رحیمی اور عبد الرحیم خان خانان	شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی	۱ — ۱۶
۲	[illegible] رانی	مسٹر معشوق حسین بی اے	۱۷ — ۲۵
۳	فلسفۂ تاریخ کا موجد کون تھا	مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی	۲۶ — ۳۱
۴	غزل	شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی	۳۲ —

باہتمام احقر انام محمد عبد الولی خلف علامۂ آسی مولوی محمد عبد العلی صاحب مدراسی

آسی پریس لکھنؤ میں باہتمام [illegible] طبع ہوکر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شایع ہوا

Accession Number

اشتہار

پٹنہ کے مشہور کتب خانہ مین مرزا کامران (اکبر شاہ کا چچا) دیوان، شاہی کتب خانہ کا نسخہ ہی،

اس کی لوح پر جہانگیر، اور شاہجہان کے ہاتھ کی تحریرین ہین، ہم نے اسکا فوٹو لیا، اور دفتر

ندوہ سے عہ پر مل سکتا ہی. یادگار چیز ہی، اور دیکھنے کے قابل ہی۔

موازنۂ انیس ودبیر

مصنفۂ

شبلی نعمانی

تقطیع بڑی، کاغذ نہایت عمدہ، ضخامت تقریباً ۳۰۰ صفحے، قیمت عہ/ - درخواستین

حسب ذیل پتے سے آئین -:

ندوہ

لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

مآثر رحیمی

اور

عبد الرحیم خان خانان

اسلاف کی تصنیفات کا ذخیرہ بچا کھچا جو کچھ رہگیا ہی، اسکی بنا پر ہم ایک رائے قائم کرتے ہین، اسکو اپنی تحریر و تقریر مین دُہراتے ہین، سلسلہ بسلسلہ اسکی روایتین چلتی ہین، رفتہ رفتہ وہ ایک مسلمہ واقعہ بن جاتا ہی اور لوگون کے دل و دماغ مین سرایت کر جاتا ہی، اتفاقاً کہین سے کوئی سڑی گلی کتاب یا کسی کتاب کے کچھ بوسیدہ اجزا ہات آجاتے ہین جس سے دفعتہً وہ تمام خیالات، بدل جاتے ہین، اور ایک نئی تھیوری قائم ہوتی ہی۔

پروفیسر سید یتو نے جو فرانس کا بہت بڑا مشہور عربی دان فاضل گذرا ہی، اپنی کتاب تاریخ عرب مین لکھا ہی کہ "اہل یورپ نے بہت سی چیزون کے متعلق یہ رائے قائم کرلی تھی کہ وہ حال کی ایجادات سے ہین لیکن عربی نایاب کتابون کے بہم پہونچنے نے ثابت کیا کہ ان کا خیال غلط تھا، آج سے پہلے، اہل عرب نے اُن چیزون کے اختراع کی عزت حاصل کی تھی،، پروفیسر مذکور نے اس بنا پر فضلاے یورپ سے خط کتابت

اور ایک خاص سوسائٹی اس غرض سے قائم کی کہ **عرب** کے گم شدہ اسرار کا پتہ لگایا جائے چنانچہ یہ تمام
نقشہ کتابت اسنے کتاب مذکور مین درج کی ہی لیکن پروفیسر موصوف کا خیال اسکے ساتھ گیا، اور پھر کہین سے
کچھ صدا نہین اٹھی، آپ پچھلے دنون یورپ مین جو اورنٹیل کانفرنس قائم ہوئی تھی، اسمین یہ رزلیوشن پاس
ہوا کہ ایک خاص کمیٹی اسلام کی انسائیکلوپیڈیا طیار کرنے کے لیے قائم کیجائے جسمین مسلمانون کے تمام
علوم وفنون، صنائع، ایجادات وغیرہ وغیرہ درج کیے جائین ہمارے محترم اُستاد مسٹر آرنلڈ بھی اس کمیٹی کے
ممبر ہین، لیکن پھر ہمکو کوئی اطلاع نہین ملی کہ کمیٹی نے اب تک کیا کیا کیا،

یہ ظاہر ہے کہ یہ کام یورپ کے فرائض مین داخل نہین تاہم اس وقت تک یورپ نے ہماری یادگارون
کے زندہ کرنے مین، اور جو جو کام کیے وہ کیا کم ہین، انھین کی بدولت **فن حرب** کی وہ کتاب شائع ہوئی
جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانون نے اس فن کے علمی اصول مرتب کیے تھے اور اُن کا فن جنگ، موجودہ
فن جنگ کا مکمل خاکہ تھا، یورپ ہی کی بدولت **زہراوی** کی کتاب، فن **تشریح** کے متعلق چھپکر شائع
ہوئی جسمین کئی سو آلات تشریح کی تصویرین، اور ان کے استعمال کے طریقے درج کیے ہین پیٹ مین مرے ہوے
بچے کے نکالنے کے بیسیون آلات، کے نقشے دیکر ان کے استعمال کے طریقے بتائے ہین، یورپ ہی کی
بدولت، تاریخ طبری، طبقات ابن سعد، اور تاریخ الحکما وغیرہ کا پتہ لگا جو گویا دنیا سے ناپید ہوگئی تھین۔

اسلام آج دنیا کے تمام حصون مین پھیلا ہوا ہی کرورون مسلمان موجود ہین، بڑی بڑی حکومتین اور
سلطنتین قائم ہین، عربی علوم وفنون اسی زور شور کے ساتھ پڑھے اور پڑھائے جارہے ہین، اس بنا پر دنیا
کو ہم سے اس کام کی توقع تھی، لیکن ابھی ہم کو اور ضروری کامون سے فرصت کہان ہی۔ حمد اللہ کے بعض ضروری
مقامات اب تک ناحل شدہ ہین، شرح مُلّا کی ایک ضمیر کا مرجع اب تک متعین نہین ہوا، میر زاہد کی بعدیّت
زمانی اور مکانی کا ابتک فیصلہ نہین ہوچکا اور خیر یہ سب کام تو اٹھا بھی رکھے جا سکتے ہین لیکن **شیعون**
کی تکفیر تو بہرحال مقدم ہی اور گو وہابیون کا استیصال اُس قدر ضروری نہو، لیکن آخر اسکی اہمیت سے تو

انکار نہین ہوسکتا۔

افسوس ہی دردِ دل نے ایک چھوٹی سی تمہید کو کسقدر لنبا اور خارج از بحث کردیا لیکن کیا کیا جائے

عاشق ست و شبِ افسانۂ دیار دو ہزار — قصّۂ گریہ و پس بر سرِ افسانہ رود

کہنا یہ تھا کہ اب بھی بہت سی علمی یادگارین ایسی موجود ہین، جن سے مسلمانون کی تصنیفات کے متعلق جو رائے قائم ہوچکی ہی دفعۃً بدل جاتی ہی۔ ہمارا خیال تھا کہ فارسی مورخون نے صرف سلاطین اور رؤسا کے حالات قلمبند کیے ہین، وزرا، امرا، سپہ سالار، اور فوجی افسرون کے حالات مستقل تصنیفون مین اسطرح نہین لکھے تھے جس سے ظاہر ہو کہ انھون نے کسطرح تعلیم و تربیت پائی، کیا کیا فن حاصل کیے، کیا کیا کارنامے دکھائے، رفاہ عام کے کیا کیا کام کیے، کن کن چیزون کو رواج دیا۔ کون کون سی باتین ایجاد کین، ذاتی شوق کی کیا کیا چیزین تھین، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء مین جب مین کلکتہ گیا تو ایشیاٹک سوسائٹی مین **مآثر رحیمی** کا ایک نسخہ نظر سے گذرا، یہ کتاب، **عبدالرحیم خان خانان** کے حالات مین ہی جو اکبر شاہ کا سپہ سالار تھا مصنف کا نام عبدالباقی ہی جو ایران کا باشندہ اور ایک معزز خاندان کا ممبر تھا، کتاب خود خان خانان کی زندگی مین لکھی گئی ہی، اور سرمایہ معلومات زیادہ تر ذاتی مشاہدہ، اور سرکاری کاغذات ہین، یہ نسخہ مصنف کا اصلی مسودہ ہی جو کسی کاتب سے لکھوایا ہی لیکن الحاقات اور اضافے مصنف نے اپنے ہات سے لکھے ہین، بعض جگہ سادے صفحے چھوڑ دیے ہین اور لکھا ہی کہ مزید اطلاع کے لیے صفحے خالی چھوڑ دیے گئے تھے لیکن چونکہ حالات نہ مل سکے اسلیے جگہ سادی کی سادی رہ گئی سرورق پر اُمراے شاہی کی مہرین ہین جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ نسخہ اکثر امرا کے کتب خانون مین رہ چکا ہی مولوی غلام علی آزاد نے خزانۂ عامرہ مین لکھا ہی کہ "مین نے اس کتاب کا اصلی مسودہ دکن مین دیکھا تھا جسپر الحاقات خود مصنف کے ہاتھ کے تھے" غالباً یہ وہی نسخہ ہی جو دکن سے کلکتہ پہونچ گیا۔

کتاب کی ضخامت، دوہزار صفحون کی ہی نصف کے قریب، خان خانان کے اسلاف، اور

سلاطین تیموری کے حالات ہین، باقی نصف خود خان خانان کے کارنامے ہین، جسمین حسب ذیل معلومات ہین،

(۱) خان خانان کی ولادت اور تعلیم و تربیت، تعلیم کا حال تفصیل سے لکھا ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ کتنے بڑے کاملین فن سے تعلیم پائی تھی،

(۲) دربار شاہی کے تعلقات اور فتوحات،

(۳) خان خانان کی علمی لیاقت، عربی فارسی، ترکی مین، انشا پردازی اور شاعری، نثر اور نظم دونون کے نمونے درج کیے ہین،

(۴) فضائل اخلاق

(۵) فن سپہگری، اور تیغ بازی وغیرہ بازی کے کمالات،

(۶) خان خانان کے رفاہ عام کے کام،

(۷) فن زراعت کی ترقی،

(۸) خان خانان کے دربار کے صناعون اور کاریگرون کا ذکر اور ان کے حالات و ایجادات،

(۹) خان خانان کا کتب خانہ،

(۱۰) خان خانان کے دربار کے شعرا،

(۱۱) علما، اطبا اور خوشنویس،

اتنی بڑی ضخیم کتاب کا مختصر سے مختصر خلاصہ بھی اگر کیا جائے تو اچھا خاصہ رسالہ بن جائے گا، اسکے علاوہ اردو زبان کے مشہور رجادو طراز، مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری مین خان خانان کا تذکرہ دل کھول کر لکھا ہی، اور بہت سی کتابون کو کھنگالا ہی گویہ کتاب اُن کو ہات نہین آئی ہی، ان وجوہ سے ہم نہایت اختصار کے ساتھ کتاب مذکور کے کچھ کچھ مقتبسات، اس غرض سے درج کرتے ہین کہ ہمارے

ملک کے ارباب دولت، اسکی طبع و اشاعت کی طرف متوجہ ہون، ہماری نگاہین خلیفہ سید محمد حسین صاحب وزیر پٹیالہ نواب علی حسن خان صاحب بھوپال، نواب مزمل اللہ خان صاحب بھیکن پور اور حبیب صادق مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی کی طرف بلند ہین۔

خان خانان کی فتوحات اور معرکہ ہاے جنگ، درصل مرقع اکبری کے نقش و نگار ہین اسلیے اُن کو چھوڑ کر، ہم اور قسم کے واقعات اور حالات کو لیتے ہین،

شاعری اور انشا پردازی خان خانان مختلف زبانون مین کمال رکھتا تھا، مصنف نے اسکی عربی، فارسی، ترکی، کلام کا نمونہ دیا ہی، ترکی، اور فارسی تو اسکی مادری زبانین تھین، لیکن عربی کی تحریر بھی کم درجہ کی نہین البتہ چونکہ اس زمانے مین عموماً انشا پردازی لفاظی اور قافیہ بندی کا نام تھا اسلیے خان خانان کا بھی یہی انداز ہی۔ افسوس اور سخت افسوس یہ ہی کہ مصنف نے چونکہ ایرانی تھا، بھاشا زبان کے نمونے نہین دیے ورنہ اسبات کا سراغ لگتا کہ اردو نے بھاشا پر کیا تصرف کرنا شروع کر دیا تھا،

خان خانان کو عربی زبان مین یہ مہارت تھی کہ کہین سے کوئی عربی تحریر آئی تھی، تو بغیر اسکے کہ اصل عبارت پڑھے، اسطرح ترجمہ پڑھتا چلا جاتا تھا کہ گویا کوئی لکھی ہوئی تحریر یات مین ہی جسکو دیکھکر پڑھتا جاتا ہی ایک دفعہ شریف مکہ نے **اکبر** کو خط لکھا اور عبارت آرائی کے لیے بڑے بڑے مغلق اور دقیق الفاظ بھر دیے اکبر نے ابو الفضل، فتح اللہ شیرازی، اور خان خانان کو حکم دیا کہ فارسی مین ترجمہ کر کے لائین، ابو الفضل اور فتح اللہ شیرازی، دونون نے اس خیال سے کہ ترجمہ کرنے کے لیے لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوگی، تحریر کو ساتھ لیگئے لیکن **خان خانان** نے وہین، روشنی کے سامنے لیجا کر خط پڑھنا شروع کیا اور ساتھ کے ساتھ ترجمہ کرتا گیا،

فارسی زبان مین آج بھی اسکی ایک تصنیف موجود ہی، یعنے تزک بابری کا ترجمہ، بابر شاہ نے اپنے

۱؎ جہانگیر نے بھی تزک مین اسکی عربی، فارسی، ترکی، اور ہندی کی مہارت کی تصدیق کی ہی۔

حالات اور واقعات ترکی مین قلمبند کیے تھے، اور تزک بابری نام رکھا تھا، اکبر کے فرمایش سے خان خانان نے اسکا ترجمہ کیا، نہایت سادہ شستہ اور صاف فارسی ہی۔

خان خانان نے فارسی کا پورا دیوان مرتب کیا تھا لیکن یہ صرف مصنف مآثر رحیمی کی شہادت ہی، کہین اسکا نسخہ نظر سے نہین گذرا، البتہ اشعار کثرت سے جا بجا پائے جاتے ہین، مصنف نے بھی اکثر غزلین اور رباعیان درج کی ہین، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ خان خانان خود کوئی مصرع طرح کرتا تھا، اور تمام دربار کے شعرا طبع آزمائیان کرتے تھے، لیکن جس معرکہ مین **نظیری، عرفی، شکیبی**، جیسے شعرا کا سامنا ہو، کلام کا سرسبز ہونا، آسان بات نہین تاہم ہم دیکھتے ہین کہ اکثر معرکون مین خان خانان ہی کے ہاتھ میدان رہا، چنداست، بنداست، فرزنداست، خان خانان کی دی ہوئی طرح ہی، جسپر تمام شعرائے اکبری نے غزلین لکھین، لیکن کیا ان شعرون کا جواب ہوسکتا ہی،

حدیث شوق نہ دانستہ ام کہ تا چنداست	جز این قدر کہ دلم سخت آرزومنداست
نہ دام دانم و نہ دانہ این قدر دانم	کہ پائے تا بسرم ہرچہ ہست دربنداست
مرا فروخت محبت ولے نہ دانستم	کہ مشتری چہ کس است و بہای من چنداست
ازان بخوشم بسخنہاے دلکش تو رحیم	کہ اندکے بہ اداہاے دوست مانند است

ترکی کلام جو مصنف نے نقل کیا ہی چونکہ ہم اسکو سمجھ نہین سکتے، اور نہ ناظرین مین کوئی ترکی دان ہی اسلیے ہم نے قلم انداز کردیا ہی،

مصنف نے لکھا ہی کہ فارسی مین جس قدر کہا تھا اس سے کئی گونہ ہندی مین کہا ہی (لیکن اُن کا کھوج کون لگائے) ایک حیرت انگیز بات یہ ہی کہ خان خانان نے یورپ کی زبانون مین بھی مہارت پیدا کی تھی، اسکی ضرورت یہ پیش آئی کہ **اکبر** کو سلاطین یورپ سے مراسلت رہتی تھی، اسی بناپر اسنے خان خانان کو یورپین زبانون کے سیکھنے کا حکم دیا، مصنف لکھتا ہی۔

چون اکثر بنادر ہندوستان در تصرف مسیحیہ است ، ، و مکاتبات و مراسلات درمیانہ سلاطین
از نجہ و خواقین ہندوستان بسیار واقع می شود بادشاہ ظل اللہ اکبر شاہ، این سپہ سالار را
بہ فراگرفتن زبان عیسوی و بہم رسانیدن سواد و خط این قوم، فرمان داد بہ انشکے اختلاط جستے
کہ باخاصان آن قوم کہ در پاے تخت بادشاہی بودند و تجار و متردین ایشان نمود بہ دستورے
تتبع آن خط و زبان آن قوم کرد کہ بے شایبہ ریا بہتر از ان قوم می داند ،

خان خانان کی ہفت زبانی کا اور مورخین نے بھی اعتراف کیا ہے آثر الامرا مین لکھا ہے کہ دنیا کی اکثر مروج زبانون مین وہ بات چیت کر سکتا تھا،

کتب خانہ | خان خانان کی علمی فیاضیون کی ایک بڑی مثال، اسکا بے نظیر کتب خانہ تھا، یہ کتب خانہ اس درجہ کا تھا اور اس قدر علمی ذخیرے اسمین مہیا کیے گئے تھے کہ بجاے خود ایک اکاڈمی یا دار الحکمت کا کام دیتا تھا، عرفی، نظیری، ظہوری، شکیبی، غرض اکثر شعراے اکبری نے اپنے دیوان خود اپنے ہاتھ سے لکھکر اس کتاب خانہ مین داخل کیے تھے، دربار اکبری کے اکثر باکمال، اسی کتب خانہ کے تربیت یافتہ ہین اکثر شعرا، خوشنویس، صناع، جن کو خان خانان تربیت دینا چاہتا تھا، کتب خانے کے کام پر مقرر ہوتے تھے اور ترقی کرتے کرتے نادرۂ روزگار ہو جاتے تھے، کتب خانہ کا جو اسٹاف تھا اسکے مشہور ممبر ملا محمد امین جدول ساز ملا عبد الرحیم عنبرین قلم، ملا محمد مومن، محمد حسین اکامی نبرداری، بقائی بہرآبادی، غنی ہمدانی تھے، کتب خانہ کی ترتیب و انتظام کے لیے اہل کمال کا ایک بڑا عملہ مقرر تھا، جو نا تمام نسخون کی تکمیل کرتے تھے، تصویرین و شبیہین کھینچتے تھے، مرقع طیار کرتے تھے، کتابون کی لوح وغیرہ پر طلاکاری کا کام انجام دیتے تھے ان مین سے بعض کے مختصر حالات ہم درج کرتے ہین،

شیخ عبد السلام | بہرایچ کے رہنے والے تھے ان کے والد بھاشا زبان کے مشہور شاعر تھے، اور برہمی تخلص کرتے تھے، وہ حج کو جانے لگے تو عبد السلام کو خان خانان کی خدمت مین دیتے گئے،

خان خانان نے کتب خانے مین ان کی تعلیم و تربیت کرائی، رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کی کہ کتب خانے کے داروغہ مقرر ہوئے، پھر مصاحب خاص کا رتبہ ملا، ہندی زبان کی شاعری مین بے نظیر تھے،

شجاع | شیراز وطن تھا، خط نسخ و ثلث مین نہایت کمال رکھتے تھے، ۹۹۹ھ ہجری مین بمقام ٹھٹھ، خان خانان کے دربار مین آئے، اور ترقی کرتے کرتے، کتب خانے کی افسری حاصل کی۔

ملا عبد الرحیم عنبرین قلم | ہرات کے باشندے تھے، نسخ اور نستعلیق مین کمال حاصل کیا، اور ہرات سے خان خانان کے دربار مین آئے، خان خانان نے ان کی تربیت پر خاص توجہ کی، رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کی کہ محمد حسین کشمیری کے سوا اس زمانے مین، خوشنویسی مین کوئی شخص ان کا مقابل نہ تھا، خان خانان کے کتب خانے مین اکثر کتابین ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین، بالآخر انکا شہرہ اسقدر بڑھا کہ اکبر نے اپنے یہان بلا لیا،

ملا محمد امین | خراسان کے رہنے والے تھے، طلا کاری مین اُستاد تھے، مشہد مقدس مین امام ضامن علیہ السلام کے نام سے جو کتب خانہ ہے مدت تک اس مین کام کرتے رہے جب ازبکون نے خراسان پر قبضہ کر لیا تو یہ وہان سے نکلے، اور خان خانان کے دربار مین آئے چار ہزار روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا، کتب خانے کی اکثر کتابین ان کی طلاکاری سے مزین تھین ابری کاغذ انھین کی ایجاد ہے،

ملا محمد حسین | ملا محمد مومن کے بھائی تھے، جلد سازی کے فن مین کمال رکھتے تھے، عکس کا کام بھی اعلیٰ درجہ کا کرتے تھے، ۳۵۔ برس کتب خانے کے ملازم رہے، مصنف ماثر رحیمی کے زمانے مین کتب خانہ کا تمام کاروبار انھین کے ہاتھ مین تھا،

میر باقی ماوراء النہری | ترکستان کے رہنے والے تھے، خاندان کے سید تھے، کتب خانے مین تربیت پائی اور بالآخر افسری کی خدمت حاصل کی،

میان ندیم | میان فہیم جنکی نسبت یہ مثل مشہور ہے کہ کمائین خان خانان اور اُڑائین فہیم، یہ اُن کے بھائی تھے، نقاشی اور مصوری مین ان کا جواب نہ تھا، کتب خانے ہی مین تربیت پائی تھی،

بہبود | میرزا باقر ایک مشہور خوشنویس تھے، جو میر علی خوشنویس کے بھائی تھے، بہبود ان کا غلام تھا، نقاشی اور خوشنویسی مین کمال پیدا کیا، اور کتب خانے مین ملازم ہوا،

مولانا مشفق | فن نقاشی مین یکتاے روزگار تھے، اور کتب خانے مین اسی کام پر متقرر تھے،

مادھو | ہندو بچہ تھا، تصویر، طراحی، مصوری، شبیہ سازی مین نادرہ روزگار تھا، کتب خانے کی اکثر کتابین، اسکے ہات کی بنائی ہوئی ہین،

دربار کے علما اور اطبا | علما اور اطبا کے حالات ہم تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتے ہین،

شعرا | مصنف نے شعراے دربار کا تذکرہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے، کلام کا انتخاب بھی کثرت سے لیا ہے، البتہ یہ خصوصیت ملحوظ رکھی ہے کہ صرف وہ قصائد یا قطعے نقل کیے ہین جو شعرا نے خان خانان کی مدح مین لکھے ہین، اسپر بھی کتاب کا بڑا حصہ اسمین صرف ہو گیا ہے، تخشیں سلطنت کا اثر دیکھو کہ تمام خان خانانی شعرا اکبر کے دربار سے منسوب ہین، حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے کے تمام شعرا جنکے نام سے ابو الفضل نے دربار اکبری کا مرقع سجایا ہے، بجز دو ایک کے، سب کے سب، خان خانان یا ابو الفتح گیلانی کے پروردہ اور تربیت دادہ ہین، مصنف نے نہایت صحیح لکھا کہ

> ہر کہ تازہ از ولایت آمدہ بندگی و مصاحبت ایشان (ابو الفتح گیلانی) اختیار می نمودہ
> چنانکہ خواجہ حسین ثنائی و مرزا قلی میلی و عرفی شیرازی و حیاتی گیلانی و سائر
> مستعدان در خدمت او بودہ اند،،

مصنف کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ خان خانان کے انتساب سے اُسنے تمام مشہور شعرا مثلاً **عرفی، شکیبی، حیاتی، ظہوری، ملک قمی، نظیری نیشاپوری، محتشم کاشی رسمی، نوعی شیرازی** کے حالات اس تفصیل سے لکھدیے کہ جو تذکرے مخصوص تیموری شعرا کے حالات مین لکھے گئے ہین، ان مین بھی یہ تفصیل نہین مل سکتی،

یہ موقع شعرا کے حالات لکھنے کا نہیں ہے، لیکن خان خانان شعرا کو جس طرح تربیت کرتا تھا اور جس طرح ان پر فیاضیون کا مینھ برساتا تھا، اسکے متعلق بعض واقعات لکھنے ضرور ہین،

خان خانان کی فیاضیون کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ نوعی شیرازی کو سونے مین تلوا دیا، نظیری نیشاپوری جب حج کرکے آیا ہے تو ایک دفعہ کسی موقع پر اسکی زبان سے نکل گیا کہ مین نے لاکھ روپیہ کا ڈھیر نہین دیکھا خان خانان نے لاکھ روپیہ منگوا کر ڈھیر لگوا دیا، نظیری نے شکریہ ادا کیا کہ آپ کی بدولت مین نے آنکھ سے لاکھ روپیہ کا انبار دیکھ لیا. خان خانان سے زیادہ حسن طلب کا اداشناس کون ہوسکتا تھا، حکم دیا کہ روپے نظیری کے گھر پہونچا دیے جائین،[1]

فیضی اگرچہ شاہی تقرب کے لحاظ سے خان خانان کا ہمسر تھا چنانچہ خود کہتا ہے **مصرع**

ہم با امرا انفس گشتم پہ.... اسی وجہ سے اسنے عرفی وغیرہ کی طرح امرائے شاہی مین سے کسی کی مدح نہین کی تاہم اسکو کہنا پڑا کہ **ع**

خان خانان عہد کا نعامش	طبع را رخصت شگفتن داد
داشت چون اعتماد بر شعرا	صلہ پیش از مدیح گفتن داد

فیضی پھر بھی شاعر تھا، اسلیے خان خانان جو بے وجہ بھی شعرا کو صلہ اور انعام دیتا رہتا تھا فیضی نے اسکی وجہ یہ قرار دی کہ خان خانان کو شعرا پر اعتماد تھا یعنے روپے لیکر مفت نہ کھا جائین گے بلکہ مدح و ثنا سے اسکا معاوضہ ادا کرین گے، لیکن فیضی کو یہ معلوم نہ تھا کہ خان خانان شعرا کے ساتھ جو فیاضی کرتا تھا، اس سے ادب اور انشا کی ترقی مقصود تھی،

ان فیاضیون کے چرچے، عرب و عجم تک پھیلے ہوئے تھے مصنف نے لکھا ہے کہ **شکیبی اصفہانی** جب حج کرنے کی غرض سے **عدن** پہونچا تو بچے گیت گا رہے تھے کہ، **خان خانان** آیا جسکی دولت،

---

[1] خزانہ عامرہ تذکرہ نوعی و نظیری

گنواریون نے شور برپا کیے، تاجرون نے اسباب نیچے، بادل برسے جل تھل بھر گئے، شکیبی بے ساختہ بول اُٹھا اور اسی وقت یہ رباعی موزون کی،

زین دانہ کہ از نام تکو کاشتۂ	از اختر سعد خرمن افراشتۂ
زان گونہ جہان بجود انباشتۂ	کز مور کفاف دانہ برداشتۂ

ان فیاضیون کے قصے گو عجیب ہین، لیکن سچ یہ ہی کہ ان سے مزہ اُٹھانا گدا طبعی کی دلیل ہی، خدا بخشے عرفی کو، کس قدر سچ کہا ہی

بیا بہ ملک قناعت کہ در دو سر نہ کشی	ز قصہ پاک بہ ہمت فروشش طی بستند،

البتہ یہ نکتہ لکھنے کے قابل ہی کہ خان خانان اسکے ساتھ شعرا کی تربیت کرتا تھا، ان کے کلام کی تنقید کرتا تھا کبھی کبھی اصلاح دیتا تھا جس کا یہ نتیجہ تھا کہ شعرا کا کلام روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا خود شعرا کو بھی اس بات کا اعتراف تھا، رسمی اپنے مشہور قصیدہ مین لکھتا ہی

زمین مدح تو آن نغمہ سنج شیرازی	رسید صیت کلاش بروم از خاور
بطرز تازہ ز مدح تو آشنا گردید	چو روے خوب کہ یابد ز ماشطہ زیور

اکثر شعرا کے دیوان، خان خانان ہی کی توجہ سے مرتب اور شائع ہوئے، عرفی جب مرنے لگا تو دیوان کا مسودہ، خان خانان کے یہان بھیجدیا، لیکن مسودہ نہایت ابتر تھا اور کاٹ چھانس کی وجہ سے بیکار ہوگیا تھا، خان خانان نے محمد قاسم مشہور بہ سراج خلف خواجہ محمد علی صفہانی کو اسکی ترتیب پر مامور کیا، سال بھر کی شبانہ روز محنت کے بعد، مسودہ صاف ہوا، خان خانان کو نہایت مسرت ہوئی، محمد قاسم کو بہت انعام واکرام دیا، چنانچہ محمد قاسم نے ایک نظم مین یہ واقعات ادا کیے، چند شعر یہ ہین۔

عرفی آن واضع سخن کہ بر او	رشک دارد روان شروانی

بعد چندے چو جاے بودن نیست — رفت ازین دیر ششدر فانی
ماند ازو درّ شاہوارے چند — کش قرین نیست بحرے و کانی
لیک آن جملگی پراگندہ — ہمہ از بے سری و سامانی
آن قدر فرصتش ندا اجل — کہ بہ ترتیب شان بود بانی
گفت با دوستان بگاہ وداع — کاے عزیزان جسمی و جانی
برسانید زادہاے مرا — بہ جناب معلّم ثانی
ہیچ دانی کہ چیست آن مرکز — کہ تو عمان و کانیش خوانی
صاحب سلم و علم و سیف و قلم — خان خانان سکندر ثانی
دید چون زادہاے عرفی را — ہمہ محسود لکل یگانی
بعد یک چند بندہ را فرمود — کہ دہم شان نظام دیوانی
مدتے چند خون دل خوردم — تا کہ جمع آمد از پریشانی
از خرد خواستم چو تاریخش — گفت ترتیب دادہ نادانی

یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ عرفی، نظیری، شکیبی، وغیرہ نے اکبر اور جہانگیر اور مراد کی مدح مین اکثر قصیدے لکھے ہین، لیکن ان قصیدون کو خان خانان کے مدحیہ قصیدون سے ملاؤ تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہی، خان خانان کے مدحیہ قصائد مین صاف نظر آتا ہی کہ شاعر جوش اور اخلاص سے لبریز اور بادۂ کرم کے نشہ مین چور ہی، یہ بھی اندازہ ہوتا ہی کہ اس سرمستی مین اس سے بھی غافل نہین کہ مخاطب کی نظر ایک ایک لفظ پر ہی اور اسیلیے شاعری اور استادی کی اصول سے بال برابر بھی، تجاوز نہین کرسکتا، خان خانان کے بیٹا پیدا ہوا ہی، **عرفی** تہنیت کا قصیدہ لکھکر لیے جاتا ہی، تمہید جوش، زور طبیعت، اور شاعرانہ معشوق پن کا ناز دیکھو؎

بود در کتم عدم، اکبر طبیعت را جاے	کہ خرد بر سرش استادہ ہمی گفت برآے،

عقل کی درخواست کے بعد، دوشیزہ طبیعت، جواب دیتی ہی،

گوشۂ گیر و جگر می خور و تلخی می کش	تا بہ عہدے کہ شود صاحب تو نک آرائے
خلق از مژدہ بہ و مژدہ شنو جمع شوند	ہمہ گوہر طلب گوہری و گنج تمنائے
چرخ آمادہ شود، زہرہ مہیا گردد	او کشد بند نقاب من، و من بند قبائے
من بصد ناز و کرشمہ ہمہ رنگ و ہمہ بوے	پردہ جملۂ ارکان ہمہ ... خلوت پائے

رفاہ عام اور صنعت و زراعت کے ترقی کے کام

ہندو تو آج یہ شکایت کر رہے ہین کہ مسلمانون نے ہندوستان مین آکر ملک کو تباہ کردیا تھا، لیکن ان کوتاہ نظرون کو معلوم نہین کہ مسلمانون نے ہندوستان کی افتادہ زمین کو چمنستان بنادیا تھا، دنیا جانتی ہی کہ ہندو پہلے پتون پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے، ننگے پانون رہتے تھے، زمین پر سوتے تھے، بن سلے کپڑے پہنتے تھے تنگ مکانون مین بسر کرتے تھے، مسلمانون نے آکر ان کو کھانے پینے، رہنے، سہنے، وضع لباس، فرش فروش، زیب و زینت، کا سلیقہ سکھلایا، لیکن یہ موقع ان مضمونون کے پھیلانے کا نہین ہی۔

البتہ یہ بات یہان بتانے کے قابل ہی کہ باوجود اسکے کہ ہندوستان زراعتی ملک ہی، جتنے عمدہ قسم کے پھل اور میوے ہین سب مسلمانون کے لائے ہوئے ہین، سیب، ناشپاتی، انگور، خربزہ، سنترے وغیرہ وغیرہ کا یہان پہلے نام و نشان بھی نہ تھا، ان چیزون مین سے خربزہ کی پیداوار کا فخر، خان خانان کو حاصل ہی، مصنف مآثر رحیمی لکھتا ہی کہ ہندوستان مین خربزہ نہین ہوتا تھا، ایران اور خراسان سے آتا تھا، سب سے پہلے خان خانان نے، عراق اور خراسان سے تخم منگوائے، اور بلکوارہ علاقہ گجرات مین آب وہوا کی مناسبت کے لحاظ سے ایک قطعہ انتخاب کرکے اسکی کاشت کرائی، دو تین سال مین ایسے اچھے خربزے پیدا ہونے لگے کہ ولایت کی برابری کرتے تھے،

عمارات | خان خانان نے تمام مشہور مقامات دہلی، لاہور، آگرہ، گجرات مین باغ، مکانات، سرائین، تعمیر کرائی تھین مصنف نے ان کا حال تفصیل سے لکھا ہی

حمام | ہندوون کے حمام، دریا کے گھاٹ ہین، جو آجتک موجود ہین، مسلمانون کے عہد مین، امرا اور روسا اپنے گھرون مین حمام بنواتے تھے لیکن پبلک حمام مطلق نہ تھے، سب سے پہلے خان خانان نے گجرات مین محمد علی معمار کے زیر اہتمام حمام بنوایا اور وقف عام کردیا، اس وقت سے حمام کا عام رواج ہوگیا،

جہازات | خان خانان نے تین جہاز طیار کرائے تھے جنکا نام رحیمی، کریمی، اور سالاری رکھا تھا، یہ جہاز صرف اس غرض سے تھے کہ حج کے موسم مین غریب حاجیون کو مُفت حج کرنا نصیب ہو،

ابری و عکس کا کاغذ | جلد بندی کے کام کے لیے ابری کا کاغذ، خان خانان کے کاریگرون کی ایجاد ہی عکس کا کاغذ پہلے بھی تھا لیکن عکس ہفت رنگ اسکے عہد کی ایجاد ہی[1]

ذاتی ہنر اور اخلاق و عادات | خان خانان نے علوم و فنون کے علاوہ سپہگری کی نہایت اعلی درجہ کی تعلیم پائی تھی، اُسکے جنگی کارنامے گجرات، اور سندھ کے فتوحات ہین جنکے لیے تاریخی دفتر دیکھنے چاہین یہان روزمرہ کی باتین لکھی جاتی ہین،

تیراندازی مین قدر انداز تھا، گجرات مین جب مظفر پر فتح حاصل کی ہی تو ایک دفعہ میدان مین گیند کھیل رہا تھا۔ ایک کوا ہوا مین اُڑتا جاتا تھا، خان خانان نے پے درپے اسکے چارون طرف تیرون کا دائرہ بنادیا، چنانچہ بارہ تیر مارے تھے، بالآخر تیرھوین تیر مین، مار کر گرادیا، سنجر کاشی مشہور شاعر موقع پر موجود تھا، برجستہ یہ رباعی موزون کرکے پڑھی،

در عرصہ دست بردت ای زرین چنگ	بسیار چنان بود کہ یک جعبہ خدنگ
از جلدی بازوے تو در روے ہوا	دنبالہ ہم گرفتہ چون خیل کلنگ

[1] افسوس ہی عکس کے کاغذ کا ہم مفہوم نہین سمجھ سکے، معلوم نہین کیا چیز تھی،

یعنے تو اس تیزی سے تیر پھینکتا ہی کہ ہوا مین تیرون کی اسطرح قطار قائم ہو جاتی ہی جسطرح کلنگ قطار باندھکر اُڑتے ہین،

ایک دفعہ ایک شیر کی پیشانی پر تیر مارا کہ سوفار تک اُترگیا، اسی شاعر نے ایک قطعہ مین اس واقعہ کو ادا کیا ہی جسکا ایک شعر یہ ہی،

ناوکے ولد وز بر پیشانی آن شیر زد	کز سر سوفار آن بنمود زخم این دہان

بارہا شیرون اور بھیڑیون کو تلوار سے مارا ہی، چنانچہ مصنف نے متعدد واقعات نقل کیے ہین،

ورزش — ورزش مین عجیب عجیب مشقین پیدا کی تھین، ایک رومال چار آدمیون کے ہاتھ مین دیدیا تھا کہ چارون کونے تھامکر تانے کھڑے رہین، خود دور سے دوڑتا ہوا آیا، قریب پہونچکر اُچھلا، اور رومال پر قدم رکھتا ہوا اس صفائی سے نکل گیا کہ رومال پر آسیب نہ آنے پایا، مصنف نے لکھا ہی کہ یہ اس زمانے کا واقعہ ہی جب خان خانان کی عمر ستر برس کی تھی، ہم نے کرناٹک کے بازیگرون کو اکثر یہ تماشہ کرتے دیکھا ہی، خان خانان نے انھین لوگون سے تعلیم پائی ہوگی،

اخلاق حلم و عفو — باوجود اس اقتدار، اور عظمت کی حُسن اخلاق کے مجسم تصویر تھا جس زمانے مین خانخانان کا خطاب ملا ہی، چند نصیحت آمیز فقرے، ایک کاغذ پر لکھکر، نوکرون کو دیے، کہ جب مجھے کسی بات پر کسی شخص پر غصہ آئے تو اسکو پیش کر دینا، چنانچہ کتنا ہی غیظ و غضب مین ہوتا تھا اس کاغذ کے پیش ہونے کے ساتھ، ٹھنڈا ہو جاتا تھا،

ایک دفعہ، پاؤن مین زخم ہو گیا تھا مدت تک، دربار نہ کرسکا، زخم ابھی آلے تھے، کہ کسی ضرورت کی وجہ سے باہر نکلا ہجوم عام مین ایک نوکر کا پاؤن، اسکے پاؤن پر پڑگیا، اور زخم پھٹ گیا، مصاحبون نے نوکر کو سزا دینی چاہی، خان خانان نے روکا کہ اسکا کیا قصور ہی ایک اتفاقیہ بات تھی،

مصنف نے اور بہت سے واقعات نقل کیے ہین، ہم اس لحاظ سے قلم انداز کرتے ہین کہ

خان خانان کو نظر نہ لگ جائے،

اس کتاب (ماثر رحیمی) میں تمام خوبیوں کے ساتھ یہ بہت بڑا عیب ہے کہ خان خانان کی خوبیاں ہی خوبیاں گنائی ہیں، نکتہ چینی کا نام نہیں، حالانکہ آج کل کے مذاق کے موافق، سوانح عمری اور لائف کی یہ ضروری شرط ہے، لیکن اس طریقہ کو ہم آج کل کے پرفریب طریقے سے زیادہ پسند کرتے ہیں جس میں راست نویسی اور تنقید کا بہت کچھ دعوی کر کے بھی سوانح عمری کے بجائے مناقب کی کتاب بن جاتی ہے، اور کوئی عیب اور وہ بھی خفیف کر کے لکھا جاتا ہے تو اس غرض سے کہ محاسن کے یقین دلانے کے کام آئے، یعنے جب عیب نہیں چھپایا ہے تو محاسن کیوں غلط لکھے ہونگے، بہتر سے بہتر سوانح عمری جو ہماری زبان میں لکھی گئی ہے اس طریقے کی عمدہ مثال ہے،

اب ہم **خان خانان** سے رخصت ہوتے ہیں، خدا نے چاہا تو **شعر العجم** میں پھر نیاز حاصل ہوگا،

یاد کا رزمانہ ہیں ہم لوگ، سُن رکھو تم فسانہ ہیں ہم لوگ،

شبلی نعمانی

۱۷- اپریل ۱۹۰۷ء

باباطاہر ہمدانی

یہ مضمون، ہم اس لحاظ سے چھاپتے ہین کہ لوگون کو اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ یورپ کو
ہمارے علوم و فنون اور لٹریچر کے ساتھ کس قدر اعتنا ہی، باباطاہر کو یہان کوئی جانتا بھی نہین
لیکن یورپ کے فضلا نے اسکے حالات اور تصنیفات کے متعلق کس قدر جد و جہد کی ہی،
ایڈورڈ ہیرن الین نے اُن کی رباعیات کا ایک مجموعہ شائع کیا ہی اسکے دیباچہ مین بڑی تلاش سے
وہ کچھ حالات باباطاہر کے ہم پہونچا سکے ہین، یہ مضمون انھین کے دیباچہ سے ماخوذ ہی،

باباطاہر کے واقعات زندگی ایسے زاویۂ خمول مین ہین کہ اُنکا تفحص، یہود مصر کے قدیم طریقۂ خشت سازی کو یاد دلاتا ہی کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن کے بعد بھی، درحقیقت یہ نہین کہا جا سکتا کہ ہمین اُن حالات پر کچھ بھی اطلاع حاصل ہوئی، اُنکا نام صرف اُنکی رباعیات کی وجہ سے جو آج تک ایران مین ستار پر گھر گھر گائی جاتی ہین باقی رہگیا ہی، اُنکے اشعار کا ایک چھوٹا سا مجموعہ بھی ہی جو ایران مین چھپ گیا ہی، اس مجموعہ مین انکی بعض رباعیات بھی نہین ہین اور خود شاعر کے حالات تو بالکل ہی نہین ہین،

باباطاہر پر سے اس پردۂ گمنامی کے ہٹانے کی اسوقت تک جو کوشش کی گئی ہی اُسکا پتہ کسی قدر رضا قلی خان کے مجمع الفصحا[1] سے ملتا ہی، جہان اُسنے طاہر کی صرف دس رباعیان نقل کی ہین اور اُنکے عنوان مین تمہید کے طور پر یہ بیان کیا ہی،

"طاہر عریان ہمدانی، انکا نام باباطاہر تھا یہ اپنے زمانے کے صوفیۂ کرام مین سے تھے،
بعض مصنفین کا یہ بیان ہی کہ یہ سلاطین سلجوقیہ کے زمانے مین تھے، مگر یہ غلط ہی یہ دیلمیون کے

---

[1] مطبوعۂ طہران ۱۲۹۵ھ جلد اول صفحہ ۳۲۶۔

زمانے مین گذرے ہین قدماے شیوخ مین انکا بھی شمار ہے انکا زمانہ ۴۱۰ھ ہجری مین ہے اور عنصری فردوسی

اور تمام اپنے معاصرین سے پہلے ہے انھون نے انتقال فرمایا انکی رباعیان قدیم زبان مین ہین اور اپنی

خوبی فصاحت کے لحاظ سے آجتک مقبول ہین،

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انکی تصنیف سے چند سالے بھی ہین جو اب تک باقی ہین اور علما نے انکی بڑی

بڑی بڑی شرحین لکھی ہین،

رضا قلی خان اپنی دوسری تصنیف ریاض العارفین مین پھر لکھتے ہین۔[۱]

باباطاہر ہمدانی نے ۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۰۱۹ء و ۱۰۲۰ء مین انتقال فرمایا، اسوجہ سے جیسا کہ

بعض مصنفین کا قول ہے آپ نہ تو عین القضاۃ[۲] ہمدانی المتوفی ۵۲۵ھ ہجری یا ۵۳۳ھ ہجری اور نہ نصیر الدین

طوسی المتوفی ۶۷۲ھ ہجری کے ہم عصر ہو سکتے ہین

افسوس ہے کہ رضا قلی خان نے یہ نہین بیان کیا کہ یہ حالات اُنھین کہان سے ملے، باوجودیکہ اپنے بعد کی

ایک تصنیف مین انھون نے باباطاہر کی چوبیس رباعیان نقل کی ہین، اگر اس تاریخ یعنے ۴۱۰ھ ہجری کا اعتبار

کیا جائے تو باباطاہر، فردوسی کے ہمعصر، اور عمر خیام سے کسی قدر متقدم کہے جا سکتے ہین،

مسٹر ای، جی، برون نے ذیل کے چند واقعات اور اضافہ کیے ہین جو ابھی تک کہین طبع نہین ہوئے ہین،

"سلجوقیون کی ایک بالکل ہی نادر تاریخ مین مجھے باباطاہر کے حالات کسی قدر ملے، اس تاریخ کا نام

"راحۃ الصدور و آیۃ السرور" ہے اور نجم الدین ابو بکر محمد بن علی بن سلیمان بن محمد بن احمد بن حسین بن

حمۃ الراوندی کی تصنیف سے ہے جس نے سلجوقی سلطان، ابو الفتح کیخسرو بن علاء الدولہ و عز الدین

قلیج ارسلان بن سلیمان کے حکم سے ۵۹۹ھ ہجری یا ۶۰۰ھ ہجری (۱۲۰۲ء تا ۱۲۰۳ء) مین لکھی تھی"

۱- مطبوعہ طہران ۱۳۰۵ھ — صفحہ ۱۰۲۔

۲- حاجی خلیفہ جلد سوم صفحہ ۲۰۹ و ۵۳۶ - اور نفحات ملا جامی صفحہ ۴۷۵ تا ۴۷۷۔

اسکا صرف ایک نسخہ اب تک دستیاب ہوا ہے، جو شیفر کلکشن پیرس مین موجود ہے، خود اس نسخہ پر تاریخ ۸۴۸ھ ثبت ہے، اسلیے اسکی سند بہت کچھ وقیع کہی جا سکتی ہے، اُس مین تحریر ہے کہ جس وقت طغرل بیگ سلجوقی ۱۰۵۶ء مین ہمدان آیا تو باباطاہر کی خدمت مین حاضر ہوا، انھون نے طغرل کو نصیحت کی اور دعا دی، اور اپنے وضو کی بدھنی کا ٹوٹا ہوا حلقہ عطا کیا، بادشاہ، درویش کے اس تحفہ کی بے انتہا قدر کرتا تھا اور لڑائیون کے موقعون پر ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا

میرے خیال مین یہ پرانی اور قابل وقعت شہادت اس امر کے ثبوت کے لیے کافی ہے کہ باباطاہر گیارھوین صدی کے وسط مین تھے اور بہت بڑے مجذوب مشہور تھے،،

اس سے زیادہ کوئی اور قابل وقعت سند ہمین باباطاہر کے زمانے کی تعیین کے لیے نہین مل سکی، افسوس ہے کہ نہ تو انکے مجموعۂ اشعار مطبوعۂ بمبئی ۱۲۹۷ھ ہجری (مطابق ۱۸۸۰ء) اور ۱۳۰۹ھ ہجری (مطابق ۱۸۹۱ء) اور مطبوعہ طہران ۱۲۷۴ھ ہجری (مطابق ۱۸۵۷-۱۸۵۸ء) مین اور نہ مناجات خواجہ عبداللہ انصاری، مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۱ھ ہجری (مطابق ۱۸۸۳-۱۸۸۴ء) مین کچھ بھی اُنکی رباعیات کے عنوان مین تحریر نہین جس سے کچھ حال معلوم ہو سکتا،

لیکن آتشکدۂ لطف علی بیگ آذر مطبوعۂ بمبئی ۱۲۷۷ھ ہجری کے صفحہ (۲۲۷) مین بیشک صرف پچیس رباعیان نقل ہین اور اُنکے عنوان مین یہ الفاظ لکھے ہین،

> عریان جنکا نام باباطاہر تھا ہمدان کے ایک مجذوب تھے، یہ ایک عالم اور ہمہ دان شخص تھے، بعض تصانیف مین انکے حالات بیان کیے گئے ہین، اور علما مین ہر شخص انھین اچھی طرح جانتا ہے ان کی حالت عاشق دیوانہ کی سی تھی، جسکے روحانی جذبات اُس کے اشعار سے ٹپکے پڑتے ہون۔
>
> زبان راجی مین انھون نے بہت سی رباعیان لکھی ہین، جو ایک خاص بحر مین لکھی ہین جسکی خوبی

انھین رباعیات کے ساتھ مخصوص کی جاسکتی ہین، یہ خاص دو بیتی بحر، عام رباعی کی بحر
نہین ہے، مگر ایرانیون نے ان اشعار کو رباعیات مین شمار کیا ہے، یہ بحر ہزج مسدس محذوف
ہے اور اسطرح پڑھی جاسکتی ہے [1] ....''

سب سے قدیم نسخہ ایڈورڈ ہیران الین صاحب کے اپنے کتب خانہ مین ہے جسمین ستائیس رباعیان ہین
دوسرا نسخہ ''بلیا تھیک نیشنل'' شیفر کلکشن پیرس مین ہے جسمین ایک سو چوہتر رباعیان ہین جو موجودہ زمانہ
کے معمولی نیم شکستہ خط مین تحریر ہین، انھین سنہ ۱۲۶۰ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۴ء مین ایک شخص مسمیٰ بہ علی بن طالب
بخش علی قراباغی نے تحریر کیا ہے اور اس نسخہ مین ساڑھے تین صفحہ کا ایک دیباچہ بھی ہے جو محض تعریف و توصیف
سے مملو ہے، یہ نسخہ نہایت بے ربطی کے ساتھ ختم کردیا گیا ہے گویا کہ ابھی غیر مکمل ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ قصداً غیر مکمل رکھا
ہے کیونکہ مرتب کتاب نے دیباچہ مین بیان کیا ہے کہ ''باباطاہر کی وہ تمام رباعیان جو سنہ ۱۲۶۰ ہجری تک اُسے
دستیاب ہو سکین جمع کردین اور باقی اگر ہو سکین تو بعد مین بڑھا دیجائینگی'' ناظرین کتاب سے بھی اُسنے یہ
امید ظاہر کی ہے کہ اگر کسی قسم کی غلطی ہو تو براہ کرم صحیح فرمادین، اس دیباچہ مین مصنف کے حالات کے
متعلق ایک حرف بھی نہین ہے۔

مسٹر برادن کا بیان ہے کہ برلن مین (ملاحظہ ہو فہرست پرش صفحہ ۷۲، نمبر ۶۹۷) رباعیات باباطاہر
کے چھ اوراق ہین، مسٹر ہیرن الین کو ان اوراق کے دیکھنے کی نوبت نہین آئی مگر ''کونی غلیچ بیلیا تھیک''
کے ایک ممبر ہرا اسٹرن صاحب فرماتے ہین کہ ان اوراق مین چھپن رباعیان ہین اور کسی کا دیباچہ یا مقدمہ
نہین ہے اور گو ان کے اوراق مین کوئی تاریخ درج نہین ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ شاید سنہ ۱۸۲۰ء کی لکھی ہوئی ہین،

---

[1] مسٹر اے۔جی۔ برادن فرماتے ہین اگر نسخہ ''بزبان راجی'' صحیح ہے تو اسکے معنے ''بزبان متمنی یا مستدعی'' ہونگے کیونکہ راجی آرزو مند معنی امید
اور اگر ''رازی'' پڑھا جائے تو اسکے معنے ہونگے ''بزبان رے'' میرے علم مین راجی کوئی زبان نہین ہے موسیو ہارٹ بھی اسی زبان
''رے'' تسلیم کرتے ہین اس زبان مین ''نے'' اکثر جیم سے بدلجاتی ہے۔

موسیو کلیمنٹ ہارٹ اپنی کتاب "رباعیات باباطاہر بزبان سلمانان پہلوی" بیان کرتے ہین کہ محمد بن شوقی الشوفی نے ۹۶۳ھ ہجری مطابق ۱۵۵۵ء کی کتاب "نزہتہ القلوب" کے ایک فقرہ سے انھون نے یہ بات نکالی ہی کہ باباطاہر اس زمانے کے پہلے گذرا ہی فقرہ مذکور کا مضمون یہ ہی،

"بابا طاہر کی قبر اس تاریخ یعنے ۱۵۵۵ء سے دس برس پہلے کی ہی ہمدان مین لوگ اسکی بہت عزت کرتے ہین"

موسیو موصوف، کاسنی یوی گوبینو کی کتاب "تین برس ایشیا مین" صفحہ ۳۴۴- کی سند دیکر فرماتے ہین،

"باباطاہر کو اسوقت لوگ ایران مین بزرگان اہل حق (یا فرقہ نصیری) کے زمرہ مین شمار کرتے ہین اور انکی بہن بی بی فاطمہ کی بھی اُسی قدر منزلت کرتے ہین،

بہر حال وہ اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے مجذوب تھے اور جیسا کہ "عریان" انکا تخلص تھا ہمدان کی گلیون اور کوچون مین برہنہ پھرا کرتے تھے، اور لفظ "باباطاہر" سے معلوم ہوتا ہی کہ قلندری فرقے سے انکو تعلق تھا، اور اہل سلوک مین انکا شمار نہ تھا،

موسیو بلوکے، نے "ببلیاتھیک نیشانیل" مین ایک عربی کی قلمی کتاب مجھے دکھائی، اسپر مصنف کا نام نہ تھا اور تاریخ ۸۰۹ھ ہجری مطابق ۱۴۰۵ء ثبت تھی، اسمین صفحات (۴۷) سے لیکر صفحہ (۱۰۰) تک تصوف کا ایک رسالہ ہی، اس کے شروع کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہی، کہ ابوالبقا الاحمدی ایک صاحب تھے، اُن کے ارشاد کے موافق یہ لکھا گیا ہی مضامین بالکل صوفیانہ ہین، اور بہت ممکن ہی کہ یہ رسالہ اُن رسالجات مین سے ایک رسالہ ہو جسکا تذکرہ رضا قلی خان نے اپنے دیباچہ مین کیا ہی،

کپتان چارلس کمبل ریزیڈنٹ انگریزی متعین بوشہر نے ایک ایرانی سے دریافت کرکے باباہمدانی کے حالات بعنوان "حالات طاہر المتخلص بہ عریان چنانکہ یافتہ شد در روایات" حسب ذیل لکھے تھے ناظرین کے لیے وہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہونگے، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہین،

"بیان کیا جاتا ہی کہ طاہر عریان ایک اَن پڑھ لکڑ ہارا تھا، دن کے وقت ایک مدرسہ مین جاکر

طلبہ کو سبق پڑھتے سنا کرتا تھا، طلبہ اس سے دل لگی مذاق کیا کرتے تھے، ایک دن طاہر نے ایک طالب علم سے کہا کہ مجھے حیرت ہے کہ یہ طالب علم کیا کیا کرتے ہین جو مولویون کے لکچر انکی سمجھ مین آجاتے ہین، ایک طالب علم نے دل لگی سے جواب دیا کہ آدھی رات کو یہ سب اس حوض مین چالیس مرتبہ اپنے سرون کو غوطہ دیتے ہین، پھر ہر چیز انکی سمجھ مین آنے لگتی ہے، طاہر نے اسے باور کرلیا، اور گو کہ جاڑے کڑاکے کے پڑ رہے تھے، مگر آدھی رات کے وقت اپنے سر کو اس حوض مین چالیس بار غوطے دیے کہ ناگہان ایک نور ظاہر ہوا اور اسکے منھ مین غائب ہوگیا، دوسرے روز یہ مدرسہ آیا اور طلبہ سے ایک فلسفیانہ بحث شروع کی جسکے جواب سے وہ لوگ قاصر رہے انھون نے پوچھا کہ آخر یہ انقلاب کہان سے ظہور مین آیا اسنے اپنا قصہ بیان کیا اور کہا بتُ کالکر ود واصبحت کالعرب جنھون نے اس واقعہ کو سنا کمال تعجب کیا،

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُسکے جسم مین بے انتہا گرمی تھی حتی کہ اُسکے بدن سے آنچ تک نکلتی تھی اور کوئی شخص اُسکے قریب نہین بیٹھ سکتا تھا اُسکا وقت برابر دشت وکہسار مین گذرتا تھا، اور بہت کم لوگون سے ملتا جلتا تھا،

طاہر عریان کے حالات اس سے زیادہ اور نہین معلوم ہوسکے، اور جبتک کسی قدیم کتاب سے جو اب تک دستیاب نہین ہوی ہے اور حالات معلوم ہون انھین پر اکتفا کرنا چاہیے، موسیو بلوک نے پیرس مین ڈاکٹر راس نے لندن مین مسٹر برون نے کیمبرج مین اور مسٹر ایلس نے برٹش میوزیم مین تمام بایوگرفیون کا ایک ایک ورق اُلٹ ڈالا مگر اس سے زیادہ نہین معلوم ہوسکے،

ان حالات کے علاوہ وہ زبان جسمین باباے ہمدانی کی رباعیات ہین ایک عجیب زبان ہے اسے اکثر لوگ ،، لوری،، کے نام سے تعبیر کرتے ہین، اسٹین لکاس صاحب فرماتے ہین کہ لوریون کے ایک قبیلے کا بھی نام ،، سوای طاہر تاتی ،، ہے اسی بنا پر کامٹی دی گوبنو کا خیال ہے کہ یہ رباعیات لوری زبان مین ہین لیکن چارلکو صاحب نے اپنی کتاب ،، فارس کی مقبول عام نظمین ،، مطبوعہ لندن ۱۸۴۲ء

صفحہ ۲۲۳ مین تحریر کیا ہی کہ یہ رباعیات مازندرانی زبان مین ہین، ہماری راے مین آتشکدۂ آذر کی راے زیادہ قابل وقعت ہی کہ یہ رباعیان لُرے کی زبان مین لکھی گئی ہین، یہ زبان شمالی ایران کے قبائل کی ہی جنہین موسیو ہارٹ ،، پہلوی مسلمان ،، کے نام سے تعبیر کرتے ہین

کرمان کے ایک علامہ شیخ نے مسٹر ای جی برون کو اپنے ۳۰ جولائی ۱۸۹۵ء کے خط مین اس زبان کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہی،، وہ زبان جسکے متعلق آپ نے دریافت فرمایا ہی شیراز و صفہان کے لوگون کی زبان ہی جسے پہلوی کہتے ہین اکثر شاعرون نے مثلاً **سعدی**، ابواسحاق، **حافظ** و خاجو کرمانی نے بھی اس زبان مین اشعار کہے ہین،

ان رباعیات کو اب قریب نوسو برس کے ہوتے آتے ہین، اور کسی قدر تغیر جس سے کوئی اشعار جو گاے بجاے جاتے ہون اور اتنی مدت تک برابر زبان زد خلائق ہون بچ نہین سکتے، ان رباعیات مین بھی ضرور اثر پذیر ہوا ہی، وحشی قبائل نے جو ان رباعیات کی خوبیون اور تاریخی حیثیت سے بالکل ناواقف تھے کے بادیگرے ان اشعار کو ہم تک پہنچایا ہی اسیلیے یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ہی سے تمام نسخے ہوتے تاہم جو کچھ بھی مختلف فیہ مین بہت ہی کم ہین، مرزا حبیب اصفہانی کا نسخہ جس سے موسیو ہارٹ نے اخذ متن کیا ہی اکثر خالص اور ٹھیٹ زبان مین ہی مگر علی بن ابی طالب کا نسخہ جو پیرس مین ہی صاف معلوم ہوتا ہی کہ فارسی مین ترجمہ کیا گیا ہی اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے اب ہم ہمدانی کی چند رباعیان درج ذیل کرتے ہین

خرتم آنان کہ ہرزامان تہ وینن، (دان ترا بینند)	سخون واتہ کردن واتہ نشینن (سخن با تو کنند نشینند)
گرم بائے بورے کائم تہ وینم (اگربیا بود بینم)	بشم آنون بونیم کہ تہ وینن (بشوم آنان ببینیم)

یعنے خوش ہین وہ لوگ جو ہر وقت تجھے دیکھتے رہتے ہین تجھسے باتین کرتے ہین اور تیرے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہین، اگر مجھے اتنی قدرت نہو کہ تیرے پاس آکر مین تیری زیارت کرون تو انھین لوگون کو دیکھ کر تسلی کر لیا کرون گا جو تیری زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہین،

بلایه (بلاست) دل بلایه دل بلایه
گنه چشمون (چشان) کردن (کرد) دل مبتلایه
اگر چشمون نوینن (نه بینند) روی زیبا
چه ذونو (داند) دل که خوبون (خوبان) در کجایه

اگر چشمان نکرسی دیده بانی
چه دانستی دلم خوبان کجائی

ز دست دیده و دل هر دو فریاذ (فریاد)
که هرچه دیده وینه (بیند) دل کنه یاذ (یاد)
بسازم خنجری نیشش ز پولاذ (فولاد)
زنم بر دیده تا دل گردد آزاذ (آزاد)

دلی دیرم (دارم) که بهبوذش (بهبود) نمیبو (نمیبود)
نصیحت می‌کرم (کردم) سوذش (سودش) نمیبو
بباذش (بباد) میدیهم نشس (او را) می‌بره باز
برآتش می‌نهم دوذش نمیبو

اگر دل دلبره (است) دلبر چه نومه
وگر دلبر وله دل ازچه نومه
دل و دلبر بهم آمیته (آمیخته) دیرم (دارم)
ندونم (ندانم) دل که (کیست) و دلبر کرده (کدام است)

هزارت دل بغارت برده ویشه (بیش است)
هزارانت جگر خون کرده دیشه
هزاران داغ ویش (بیش) از ویشم اشمرت
همین (هنوز) نشمرة (نشمرده) از اشمرة (اشمرده) ویشه (بیش است)

نسیمی کز بن آن کاکل آیو (آید)
مرا خوشتر ز بوی سنبل آیو
بشو (بشب) گیرم خیالش را در آغوش
سحر از بسترم بوی گل آیو (آید)

اگر آئی بجانت وانوازم — وگرنائی زہجرانت گدازم
(نوازم) (گدازم)

بیراون درسڈے کہ داری بردلم تہ — ابسیرم یا بسوجم یا بسازم
(بسوزم) (بسازم)

دلم از درد تو دائم غمینہ — ببالین خشت و بستر زمینہ
(غمین است) (زمین است)

ہمین جرمم کہ موتہ دوست دیرم — نہ ہرکت دوست دارہ حالش اینہ
(مت) (دارم) (ہرکہ ترا) (دارد) (این است)

ترکہ نا خواندہ علم سموات — ترکہ نا بردہ سپے درخرابات
(ترکہ نہ)

ترکہ سود و زبان خود ندونی — بمردون کے رسہ ہیہات ہیہات
(ندانی) (بمردان)

یہ رباعی طرز اور وزن دونون لحاظ سے عمر خیام سے ملتی جلتی ہے زبان صاف ہے۔

دردست اجل کہ نیست درمان اورا — برشاہ و وزیر ہست فرمان اورا

شاہی کہ بحکم "دوش" گریان می خورد — امروز ہمین خواند گریان اورا
(شب گذشتہ) (نام شہر) (گیرڈ)

محمد معشوق حسین خان بی۔ اے۔

"فلسفہ تاریخ کا موجد کون تھا"

عموماً لوگون کا یہ خیال ہے کہ فلسفہ تاریخ کی ضرورت کی صدا یورپ ہی سے بلند ہوئی اور ومین اس فن کی داغ بیل پڑی۔ اور نشو ونما پاکر یہ فن یورپ ہی کے علوم و فنون مین شمار کیا گیا۔ غالباً یہ خیال زیادہ تر اس وجہ سے پھیل گیا کہ یورپ نے اس زمانے مین جو کچھ

اس فن کو ترقی دی ہی اسکو دیکھکر یہ نتیجہ نکالا گیا کہ دراصل اسکے موجد بھی اہل مغرب ہین۔ ذیل

کے مضمون مین مسئلہ جبر الاسلام پر ایک محققانہ و مورخانہ نظر ڈالنی مقصود ہی

یورپ کا یہ خیال ہی کہ سب سے پہلی تصنیف جو فلسفہ تاریخ پر کی گئی ہی وہ چوتھی صدی عیسوی مین

دین مسیحی کے مقتدا اور اَئمہ دین چرچ کے چار مشہور آبا مین سے ایک کے قلم سے نکلی ہی اس مقدس

بزرگ کا نام سینٹ اگسٹن ہی اس کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ابتدا سے عمر مین وہ ایک

فلسفیانہ خیال کا آدمی تھا۔ اور اپنی تعلیم کے ابتدائی مراحل مین فلسفہ افلاطون کی اسنے اچھی طرح سیر کی

تھی اس دلچسپی نے یہ اثر دکھایا کہ سینٹ اگسٹن کو فلسفہ افلاطونیہ کا بہت بڑا مؤید بنا دیا۔ چونکہ قدرتاً اسکا

دماغ فلسفیانہ تھا اور ہر چیز کی چھان بان وہ محققانہ طرز پر کرتا تھا جب ایک مدت کے بعد وہ بے دینی و الحاد

کے مناظر سے سیراب ہو کر دینداری کی طرف متوجہ ہوا ہو تو اسنے ان مسائل مین بھی تحقیق و دقت نظر سے کام لیا

اسکے دائرہ تحقیقات مین دنیا کے اس زمانے کے ممتاز مذاہب داخل ہین۔ اسی تلاش حق مین وہ برسون

مجوسی رہا۔ آخرکار مذہب مسیحی کی تجلیات و انوار نے اسپر ایسا اثر ڈالا کہ وہ انکے سامنے ششدر و حیران

ہو کر عجز سر اطاعت خم کرنے کے اور کچھ نہ کر سکا۔ مورخین کا بیان ہی کہ اسنے اپنی عمر کے اکیسوین برس مین

قدم رکھا تھا کہ اسکو حلقہ بگوشان مسیح مین داخل ہونا پڑا۔ اپنے اصطباغ کے بعد اسنے ایک کتاب شائع کی

جسمین اسنے اپنے ان تمام کیفیات و مشاہدات کو بیان کیا ہی جو اسپر عالم تحقیقات مین گذرے ہین۔ اسکے علاوہ

اپنی مسیحیت کے قبول کرنے کے بھی اسباب گنائے ہین۔ جو بجائے خود بوجہ ایک فلسفی مصنف کے قلم سے

نکلنے کے مذہب عیسوی کی تائید مین پرزور دلائل ہین۔ اس خدمت کو انجام دے چکنے کے بعد اب اسکا

فرض یہ تھا کلیسیان قدیم اور مسیحی مشنری پر جو الزامات لگائے گئے تھے انکا جواب دے چنانچہ اس موضوع

پر اسنے قلم اٹھایا اور ایک کتاب سیٹی آف گاڈ کے نام سے شائع کی جسمین اسنے ان تمام واقعات پر جو ان الزامات

کی تائید مین پیش کیے گئے ہین ایک تنقیدانہ نظر ڈالی ہی اسی کتاب کے متعلق یورپ کا دعوی ہی کہ وہ فلسفہ

تاریخ کی پہلی تصنیف ہی ظاہر ہی کہ کسی واقعہ کی تنقید کرتے وقت ناقد کے ذہن مین کچھ اصول ایسے ہوتے ہین
جنکے مطابق اسکے قلم کی رفتار ہوتی ہی اور انھین کی بناپر وہ کسی واقعہ کے صحیح وسقیم ہونے کو ثابت کرتا
اسیطرح اگر کچھ اصول سینٹ اگسٹن کے مرکوز ذہنی اصول تھے جنکو اسنے استعمال کیا ہی تو وہ آج ناپید
ہین - ہان وہ کتاب جسمین ان اصولون کو برتا ہی ہمارے سامنے ہی جو بیان کیا جاتا ہی کہ اگسٹن کی تیرہ برس
کی محنت کا نتیجہ ہی - لیکن اگر اسی کا نام فلسفہ تاریخ ہی تو مسلمانون نے بہت پیشتر فلسفہ تاریخ ایجاد کرلیا تھا
گویا یون کہنا چاہیے کہ تمدن کے ابتدائی مراحل مین وہ فلسفہ تاریخ کے موجد بنگئے تھے - سینٹ آگسٹن تو
صرف غلط واقعات کی تنقید ہی کرتا ہی مگر مسلمان مورخین نے ان واقعات کو جنکے متعلق شک تھا ترک ہی
کردیا اسطرح انھون نے اپنے لٹریچر کو مملو از کذب واقعات سے پاک وصاف کردیا - ہم جو معنے فلسفہ تاریخ
کے سمجھتے ہین وہ یہ ہین کہ ان اصول و قواعد کو مدون کرنا جنکی بناپر کسی واقعہ کی صحت وسقم پر نظر ڈالی جاسکے
اس تعریف کے مصداق حقیقی دنیا مین چودھوین صدی اور یورپ مین اٹھاروین صدی تک جہان تک
تاریخ ہمارا ساتھ دیتی ہی کوئی کتاب نظر نہین آتی -

شروع اٹھاروین صدی مین ایک شخص وِ اسونامے گذرا ہی جو اس زمانہ کا بہت بڑا مقنن تھا
اسی نے اصول قانون کی بنا یورپ مین ڈالی - سب سے پیشتر یہ خیال اسنے ظاہر کیا کہ جب ہماری طاقتون نے
نیچرل سائنس مرتب کرلیا جسکا دوسرا نام نیچرل ہسٹری ہی تو کیا وجہ ہی کہ سائنس آف ہسٹری ہم مدون کرسکین
واسُو صرف یہ خواہش اپنے ساتھ لیکر چل بسا اور اس موضوع پر جہانتک ہمکو معلوم ہی اسنے قلم نہین اُٹھایا -
اسکے بعد ہی چند برس مین ایک شخص لابرائنڈ نامے نمایان ہوا جسکے اصلی نام کی بہ نسبت اسکے عرف
مان ٹسکیو سے لوگ زیادہ واقف ہین - اسنے البتہ ایک رسالہ فلسفہ تاریخ کے موضوع پر شائع کیا
اسنے ایک ضخیم کتاب سلطنت روم کے عروج و زوال پر لکھی ہی - اسمین اسنے یہ دکھایا ہی کہ روم کی ترقی
کے خاص خاص کیا اسباب تھے اور وہ کونسی خصوصیتین تھین کہ جنکے جاتے رہنے کے بعد اس عظیم الشان

سلطنت کو زوال آیا۔ یہ کتاب ۱۲۴۲ء میں شائع ہوئی ہے اسی مین فلسفہ تاریخ کا رسالہ بھی شامل ہے جو موقع
۱ باب مین تقریباً دو سو صفحون کا ہے۔ اس رسالہ کا ترجمہ عربی زبان مین ہو گیا گو یہ رسالہ اسوقت ہمارے
پیش نظر نہین ہے لیکن یہ معلوم ہے کہ عربی نسخہ چونکہ لفظی ترجمہ ہے لہذا عبارت مین شگفتگی نہین ہے اور مطلب خبط
ہو جاتا ہے۔ مگر یہ خصوصیت کچھ عربی ترجمہ کی نہین ہے بلکہ علمائے یورپ کی بھی یہ رائے ہے کہ گو مضامین اس
رسالے کے اچھوتے ہین۔ لیکن طرز بیان اسوجہ سے ناقص ہے کہ الفاظ پورے پورے معانی نہین ادا
کرتے ہین۔ کتاب کے عنوان حسب ذیل ہین،

(۱) قانون کی تعریف اور اسکی توضیح۔

(۲) نظام حکومت۔

(۳) فوجی قوانین و انتظامات و قواعد ٹیکس۔

(۴) امور اقتصادی اور اسکی توضیح۔

(۵) مذہبی مباحث۔

(۶) رومن و فرانسیسی اقوام کا مقابلہ۔ فیوڈل سسٹم[۲] کی تحقیق۔

(۷) رسم و رواج اور انکا اقلیمی کیفیات پر منحصر ہونا۔

ہم اوپر لکھ آئے ہین دنیا مین فلسفہ تاریخ کا وجود چودھوین صدی مین ہو گیا تھا اس تعمیم کی تخصیص
اسلامی دنیا ہے۔ ابن خلدون نے دنیا مین سب سے پہلے فلسفہ تاریخ کا سنگ بنیادی رکھا۔ ابن خلدون کی
محنت کا اندازہ اسکے کام سے ہو سکتا ہے۔ گو ہمکو اسوقت علامہ ابن خلدون کا مقابلہ دوسرے مصنفین سے کرنا

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برطانیہ حالات مان ٹسکیو ۱۲

[۲] فیوڈل سسٹم اس نظام حکومت کو کہتے ہین جسمین ملک کو امرا مین تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور امرا کا کام یہ ہوتا ہے کہ وقت پر فوج
مہیا کرین۔ انگلستان مین یہ طریقہ ولیم فاتح نے سب سے پہلے جاری کیا ۱۲ منہ

ضرور نہین ہو اور اسکو ہم دوسرے عنوان کے لیے اُٹھائے رکھتے ہین صرف ان شکوے سے مقابلے کے لیے اسکے بعض چیدہ ابواب عنوانات کی ایک فہرست ذیل مین درج کرتے ہین جس سے ناظرین خود اندازہ کرلین گے کہ علامہ نے خطبۂ اجتماعیہ پر کیا احسان کیا ہو۔ اور وہ عنوان یہ ہین،

(۱) تاریخ کی تعریف اور اسکی وقعت، اور مورخین کی غلطی اور اوہام پرستی کے اسباب۔

(۲) دنیا مین اجتماع انسانی کی حقیقت اور اسکے عوارض۔ تمدن و وحشت۔ علوم و فنون کسب معاش اور ان سب کے علل و اسباب۔

(۳) دنیا کے شمالی حصہ کا بہ نسبت جنوبی حصہ کے زیادہ آباد ہونا اور اسکا سبب اور دنیا کا جغرافیہ۔

(۴) کونسی اقالیم معتدل ہین اور کونسی منحرف اور انکا اثر انسان کے رنگ مین اور بہت سے اور حالتون مین کیا ہو۔

(۵) زمین کی سرسبزی و شوریت کے باعث اجتماع انسانی کا اختلاف اور اسکا انسان کے بدن اور اخلاق پر اثر۔

(۶) وحشی اقوام کے حالات اور انکے مختلف مدارج و مناظر۔

(۷) دولت و ملک و مراتب شاہی اور انکے حالات۔

(۸) ملکون شہرون اور اجتماع انسانی کے حالات پر بحث ان کے موجودہ گذشتہ حالات کی نظر۔

(۹) معاش و آمدنی کے طریقے بذریعہ کسب یا صنائع۔

(۱۰) علوم فنون اور انکے اقسام تعلیم اور اسکے طریقے۔

اسکے بعد اب کسی فیصلہ یا تقریب کی ضرورت نہین محسوس ہوتی ہو اور ناظرین کے دلون مین اگر کچھ شکوک ہونگے تو ہم انکو خود علامہ کی زبان سے ادا کرائے دیتے ہین علامہ کا بیان ہو کہ یہ انکی تصنیف

ہی سے ماخوذ نہین ہے بلکہ یہ ایک فن ہی علحدہ ہے اسکے ساتھ ہی یہ غلط فہمی بھی اٹھا دینا چاہیے کہ نہ تو یہ فن خطابت ہی ہے اور نہ سیاست مدن اور اسکا موضوع ایک ہی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہین۔

اعلم ان الكلام في هذا البحث مستحدث الصنعة	یہ بحث بالکل نئی اچھوتی اور بیحد مفید ہے جسپر غور و فکر نے مطلع
وغريب النزعة عزيز الفائدة اعثر عليه البحث	کیا ہے نہ تو یہ علم خطابت ہے جو علوم منطقی کی ایک شاخ ہے کیونکہ
وادى اليه الغوص وليس من علم الخطابة	خطابت کا تو موضوع ایسے چپ کر دینے والے اقوال ہین جو لوگون
الذي هو احد العلوم المنطقية۔ فان موضوع	کو کسی رائے کی طرف متوجہ کرنے یا اس سے روکنے مین کام آتے
الخطابة انما هو الاقوال المقنعة النافعة في	ہون۔ اور نہ علم سیاست مدنی ہی ہے جو اخلاق و حکمت کے
استمالة الجمهور الى رأي وصدهم عنه ولا هو ايضاً	اقتضا کے مطابق ملک کے انتظام کرنے کا نام ہے تاکہ پبلک
من علم سياسة المدنية هي تدبير المدينة بما يجب بمقتضى	اسی مرتبہ پر پہونچ جائے جسمین فقط نوع انسان اور اسکی
الاخلاق والحكمة لحمل الجمهور على منهاج يكون	بقا ہو پس اسکا موضوع ان دونون فنون کے موضوع سے
فيه حفظ النوع وبقاؤه فقد خالف موضوعه لا	مخالف ہے جو اس سے مشابہ ضرور ہے گویا یہ علم اس زمانے کا
موضوع هذين الفنين ربما يشبهانه كانه مستنبط النشأة	مستنبط کیا ہوا ہے اور قسم ہے کہ مین نے اس طرز پر کسی کی تصنیف
ولعمري لم اقف على الكلام في منحاه لاحد من الخليقة	دنیا مین نہین دیکھی۔

اسکے بعد بوجہ اپنی فطری انکساری کے اولیت کا فخر کسی اور کو دینا چاہتے ہین اور لکھتے ہین کہ ممکن ہے کہ اورون نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہو مگر اسکا کلام ہم تک نہ پہونچا ہو۔

ليس الظن بهم لعلهم كتبوا في هذا الغرض واستوفوه	انسے بدگمان نہونا چاہیے۔ شاید انھون نے تمام و کمال اس
ولم يصل الينا۔ فالعلوم كثيرة والحكماء في	موضوع پر لکھا ہو۔ اور ہم تک نہ پہونچا ہو کیونکہ علوم بکثرت ہین
امم نوع الانساني متعددون وما لم يصل	اور حکما نوع انسانی کے اقوام مین متعدد ہین اور جو کچھ
الينا من العلوم اكثر مما وصل	ہم تک نہ پہونچا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جتنا کہ ہمکو ملا ہے۔

لیکن تاریخ آج کسی اور تصنیف کا پتہ دینے سے قاصر ہے،

ایک دوسرے مقام پر ارسطو کی کتاب سیاست مدن پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

ثم اذا تاملت کلامنا فی فصل الدول والملک	جب تم ہماری تقریر جو دول و ملک کے باب میں ہے سونچو گے
واعطیته حقه من التصفح والتفهم عثرت فی	اور اسکی چھان بین اچھی طرح کروگے۔ اسمین تم ان کلمات
اثنائه علی تفسیر الکلمات وتفصیل اجمالها	کی تفسیر اور اس اجمال کی تفصیل اچھی عبارت اور صاف
مستوفی بیناً باوعب بیان واوضح دلیل وبرهان اطلعنا	دلائل مین پاؤ گے جسپر خدا نے ہمکو بغیر ارسطو کی تعلیم اور
الله علیه من غیر تعلیم ارسطو ولا افادة موبذان ..	موبذان کے افادہ کے مطلع کیا ہے۔

غالباً اب یہ مسئلہ بالکل طے ہو گیا کہ موجودہ سرمایہ معلومات کے لحاظ سے یہی کہنا پڑے گا کہ علامہ ابن خلدون ہی فلسفہ تاریخ کا موجد ہے۔ رہ گئی یہ بحث کہ یورپ مین اٹھارھوین صدی کے مورخین نے علامہ سے مدد لی یا نہین اسکا نفیاً یا اثباتاً کوئی جواب ہم نہین دینا چاہتے ہین لیکن اتنا ضرور کہین گے کہ رازی وابن رشد کی تصانیف کا درس یورپ مین مدتون دیا گیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ضیاء الحسن

علوی

Accession Number.
84682
Date 26.6.86

غزل

چرخ کین فتنہ گریہاے تو آغاز گرفت — مگر این شیوہ ازان چشم فسون ساز گرفت

ہر کہ یکبار نظر بر رخ خوب تو کشاد — بایدش دیدہ ز دیدار جہان باز گرفت

خبرش نیست ز دامان تر خلوتیان — آن کہ او خردہ بہ رندان نظرباز گرفت

ماجراے من رسوا شدہ ہر جا فاش است — ابلہ آن بود کہ این واقعہ را راز گرفت

روزگارے است کس این قصہ بپایان نرساند — گرچہ صد بار فرو خواند و ز سر باز گرفت

من بہ انجام رہ عشق گرفتم در پیش — ای خوش آن کس کہ خود این شیوہ ز آغاز گرفت

طلبی بود کہ مرغ دل من رم دادی — این ہما بود کہ از دست تو پرواز گرفت

مژدہ گوئید بہ رندان می آشام کہ باز — صحبت محتسب شہر بہ من ساز گرفت

بزم را دید کہ از نغمۂ دوشینہ تہی است
شبلی آن زمزمہ را باز ز آغاز گرفت

شبلی نعمانی

حکمت عملی

مولوی سجاد میرزا بیگ صاحب دہلوی

حکمت عملی یہ ایک مبسوط اور جامع کتاب ہے۔ اردو میں اس فن پر کوئی کتاب ایسی جامعیت سے نہیں لکھی گئی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کو اس زمانہ اور اس ملک کی ضرورتوں کے قابل بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور افراد انسانی اس ملک کی مسلمانوں کی تدابیر کے ساتھ قومی ترقی اور عزت حاصل کرنے کے اصول بھی بیان کیے ہیں۔ اور مشرقی و مغربی قابل کتابوں سے وہ مضامین اخذ کر کے درج کیے ہیں جو انسان کی ذات میں جوہر شرافت پیدا کرنے والے اور اسکو زندگی کے مختلف مدارج۔ مختلف زمانوں اور مختلف حالتوں میں اصول حکمت پر کاربند رکھنے والے ہیں کہ نفوس انسانی میں حکمت کی ماہیت کے بعد اُسپر عمل کرنے کی قوت پیدا ہو

چونکہ معاشرت اور تمدن کی اصلاح کے لیے عورتوں کی اصلاح اور حقوق کی نگہداشت ضروری ہے، موقع بموقع اسکا ذکر بھی کیا ہے، اسلیے اس کتاب کا مطالعہ مردوں اور عورتوں دونو کو ضرور اور مفید ہے

اس کتاب کی عبارت نہایت صاف شستہ اور روان ہے اور چونکہ مغربی و مشرقی خیالات کا مجموعہ ہے مضامین میں متانت و دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ اگرچہ نہایت دقیق مسائل پر بحث کیگئی ہے لیکن طرز بیان ایسا شگفتہ اور دلنشین ہے کہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی۔ بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انسان کو آزاد، دلیر، غیرتمند باحوصلہ، پرجوش ہونے اور مہمات امور پر نظر رکھنے، جائز آرام اور لذائذ کا حظ اُٹھانے کی تعلیم دی گئی ہے، لیکن قوت فاعلہ کی ترقی سے انسان میں بلند حوصلگی پیدا ہوتی ہے اور اگرچہ قوت منفعلہ کی خوبیاں بھی جا بجا بیان ہوئی ہیں لیکن اس اندازے سے ہیں کہ اُن کا میلان پست ہمتی کیطرف نہ ہو۔ اور اس خصوصیات میں یہ کتاب دوسری اخلاقی کتابوں سے فائق ہے

کتاب بھی طبع کے لحاظ سے بھی عمدہ ہے

حجم ۔ تقریباً ساڑھے چار سو صفحہ **قیمت** تین روپیہ

پتہ ۔ سجاد مرزا بیگ : بازار حسینی میاں : حیدرآباد دکن

دستور العمل

(۱) یہ رسالہ ہر عربی مہینے کے پہلے ہفتے مین شائع کیا جائیگا۔

(۲) اِس رسالہ کی ضخامت معمولاً ۳۲ صفحے ہو گی۔

(۳) اِس رسالہ کا مقصد علوم اسلامیہ کا احیاء، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے اِس کے ساتھ حسب ذیل مضامین ہونگے :

(الف) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(ب) ممالک اسلامیہ مین آجکل جو کتابین لکھی جارہی ہین اُنپر تقریظ۔

(ج) اکابر سلف کی سوانح عمریان جن مین زیادہ تر اُن کے اجتہادات سے بحث ہو گی۔

(د) نصاب التعلیم مروجہ پر بحث۔

(ہ) ندوۃ العلما کے متعلق حالات۔

(و) علمی خبرین۔

(۴) چونکہ دقیق مضامین سے عام لوگون کو دلچسپی نہین ہوسکتی اسلیے ہر پرچہ مین ایک یا دو دقیق مضامین اور باقی عام فہم و آسان ہونگے۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت مع محصول ڈاک دو روپیہ سالانہ ہو گی۔ نمونہ کا پرچہ تین آنے وصول ہونے پر روانہ کیا جائیگا۔

(۶) کل خط و کتابت منیجر رسالہ کے نام "دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ" کے پتے سے کی جائے اور روپیہ بھی اِسی پتے سے بھیجا جائے۔

(۷) جسکے پاس کسی مہینے مین رسالہ نہ پونہچے تو اُسی مہینے مین اطلاع دینی چاہیے ورنہ تعمیل نہ ہوسکے گی

(۸) جو صاحب خط لکھین وہ اپنا نام صاف اور واضح لکھین اور قیدک کا نمبر بھی ضرور درج کرین

(۹) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ آنا چاہیے ورنہ دفتر جوابدہ نہوگا۔

سید عبدالحمد امینوی رسال[illegible]

الندوہ

الف ۳۰۵

نمبر ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق مئی ۱۹۰۷ء جلد ۴

مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

(سید سلیمان اسسٹنٹ اڈیٹر الندوہ)

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	حضرت خضر علیہ السلام	مولوی حبیب الرحمن خان شروانی	۳ ــــ ۱۱
۲	علم ہئیات اور مسلمان	مولوی سید سلیمان صاحب	۱۱ ــــ ۲۱
۳	مولانا بحر العلوم	ایضاً ایضاً	۲۲ ــــ ۳۰

باہتمام احقر انام محمد قادر علیخان بن احمد خان صوفی مرحوم و مغفور اعلی اللہ مقامہ

مفید عام پریس آگرہ میں کمال حسن و زیبائش طبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شایع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

مولانا شبلی نعمانی

۱۰ مئی کی صبح بھی کس قدر منحوس صبح تھی جس نے صرف ندوہ اور الندوہ کو چند مہینوں کے لئے رنج و غم کا نشانہ بنایا بلکہ علم کو، فن کو، ملک کو، قوم کو، اخبارات کے ذریعہ سے یہ خبر تمام ملک میں پھیل چلی ہے کہ مولانا شبلی کے پاؤں میں بندوق کی ضرب لگی اور نصف پنڈلی سے پاؤں الگ کر دیا گیا،

بعض اخبارات نے "مولانا شبلی پر حملہ، اور قاتلانہ حملہ" کی سرخی سے اس خبر کو شایع کیا ہے یہ بالکل جھوٹ اور غلط، اور بے بنیاد خبر ہے،

واقعہ صرف اتنا ہے کہ مولانا کسی پرائیوٹ تقریب سے اپنے وطن (اعظم گڈھ) تشریف لے گئے، ۱۰ مئی سنہ قریب ۱۱ بجے شعر العجم کی تالیف میں مشغول تھے شاہنامہ، فردوسی پر ریویو کر رہے تھے اور اتفاق دیکھو کہ ریویو کا اختتام اس شعر پر تھا ؎

بریدو درید و شکست و ببست — یلاں را سر و سینہ و پا و دست

دواخانہ مین تشریف لاے، وہان تخت بچھے تھے، دونون پاون لٹکا کر بیٹھ گئے تخت پر ایک کارتوس کی بھری ہوئی بندوق رکھی تھی، مولانا نے بندوق اُٹھا کر ایک دوسرے شخص کو دی اُسکا ہاتھ بندوق کے گھوڑے پر پڑ گیا، گھوڑا گرا بندوق سر ہو گئی پیچھے قدم بڑھنے لیے پاون پر پڑے، بائین پنڈلی کی ہڈی چور چور ہو گئی، ایڑی کٹکر الگ ہو گئی، خون کا فوارہ جاری ہو گیا یہ سب کچھ ہو گیا مگر مولانا کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی، نوکرون نے کہا پاون پر پانی ڈالو، پانی ڈالنے سے پاون سے بھک بھک دھوان نکلتا تھا جسطرح کسی بجھی ہوئی آگ سے، بڑی غلطی یہ ہوئی کہ بدحواسی مین کسیکو اتنا بھی خیال نہ رہا کہ پاون کو مضبوطی سے باندھ دیا جائے کہ خون رکے، تھوڑی دیر کے بعد سول سرجن اور اسسٹنٹ سرجن آئے مولانا نے متبسم ہو کر فرمایا کہ اگر پاون جوڑ دیا جائے تو بہتر ورنہ سرے سے الگ کر دیا جائے ڈاکٹر نے کہا کہ پاون الگ کیے بغیر کوئی چارہ نہیں بیہوشی کی دوا دی گئی اور بائین پاون کی نصف پنڈلی سے پاون الگ کر دیا گیا،

مولانا کی بیہوشی مین بھی ایک نادر واقعہ پیش آیا جو اس مسئلہ کو ثابت کرتا ہے کہ ممتاز دماغون کی قوت اور جمعیت حواس عام دماغون سے کہین بالاتر ہوتی ہے عموماً لوگ پچاس ساٹھ تک گننے مین بیہوش ہو جاتے ہین مگر اس ضعف اور ناقابل برداشت صدمہ پر بھی سستانوے تک مولانا گنا، پاون الگ کر دینے کے بعد ٹانکے دیدے گئے تھے جن مین سے دو ٹانکے کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی کہ اگر گرمی کیوجہ سے کچھ مادہ فاسد جمع ہو جائیگا تو وہ اس راہ سے باہر کر دیا جائیگا، مگر الحمد للہ کہ زخم روبصحت تھا اور مادہ فاسد نہین جمع ہوا تھا صرف انھین دو ٹانکون کی جگھون مین کچھ مادہ آ گیا تھا، ۲۶ مئی سنہ کو اُس مادہ کی ذراسی کھال تراش دی گئی اور ٹانکے کھولدئے گئے، ڈاکٹر ایک روز بیچ دیکر آتا ہے زخم کی پٹی کھول کر زخم دھوتا ہے اور پھر پٹی باندھ دیتا ہے ڈاکٹر کا بیان تھا کہ دو ہفتہ مین زخم بالکل خشک ہو جائیگا مگر افسوس ہے کہ یہ تیسرا ہفتہ ہے اور ابتک زخم مندمل نہین ہوا، مواد آ رہے ہین، زخم مین درد، ٹپک اُٹھتی ہے جس سے شب بھر نیند نہین آتی، اور بیچینی رہتی ہے،

بدنصیب قوم اور خصوصاً ناظرین الندوہ سے امید ہے کہ وہ مولانا کی صحت کے لئے دست دعا اُٹھائینگے،

بقیہ مضمون

حضرت خضر علیہ السلام

نمبر	نام راوی	خلاصہ روایت	جرح
۱۲	ابوعمرو بن سماک (فوائد)	حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو خضر کہا	راویون مین علی بن عاصم ہین جو بقول ابن الجوزی ضعیف وسیئ الحفظ ہین۔ ابن الجوزی کا قول ہے کہ اس روایت کو احمد بن محمد بن مصعب نے بھی بیان کیا ہے۔ یہ منجملہ وضاعین حدیث ہے۔ اور اُسکی روایتون مین مجہول راویونکا ایک سلسلہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہین کہ مین نے اس روایت کا ایک جید طریقہ پایا ہے جو بیہقی کے دلائل النبوۃ مین ہے لیکن اُسکے اخیر مین راوی کہتا ہے کانہم کانوا یرون انہ خضر والیاس یعنی لوگونکا ایسا خیال تھا کہ شاید وہ خضر یا الیاس تھے۔
۱۳	ابن ابی الدنیا۔ و	حضرت علیؓ کو طواف مین خضرؑ ملے	

		اُنھوں نے حال سنکر ایک دعا بتائی وہ دعا پڑھکر سلیمان کے سامنے گئے تو وہ ملائم ہو گیا تبدیل حالت پر اُسکو تعجب ہوا تو قصہ پوچھا اس شخص نے تمام ماجرا جنگل کا بیان کیا۔ سلیمان نے سنکر کہا کہ وہ بزرگ خضر تھے۔
۲۱	ابو نعیم (حلیہ) بسند تاریخ سراج دبروایت محمد بن ذکوان	رجا بن حیواۃ تابعی مشہور سلیمان بن عبدالملک کے پاس تھے کہ ایک بزرگ نے آکر انکو حاجت روائی خلق کے متعلق نصیحت کی پھر غائب ہو گئے۔ تابعی ممدوح کی رائے تھی کہ وہ خضر تھے۔
۲۲	زبیر بن بکار	ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے ملے خاتمہ روایت میں بزرگ اول کا قول ہے کہ فظننتہ انہ الخضر (میں نے گمان کیا کہ وہ خضر تھے۔

۲۳	ابو الحسن المنادی	ابو عمر نصیبی سلمہ بن مصقلہ سے (جنکا شمار ابدال مین کیا جاتا ہے) ملے اُنھون نے ایک بزرگ کو دیکھکر حضرت الیاس خیال کرنے پھر اُنسے ملکر گفتگو کرنے ساتھ کھانا کھانے پھر اُنکے غائب ہوجانیکا قصہ بیان کیا۔	ابن الجوزی اس روایت کے ایک سے زائد راویون کو غیر معلوم بتاتے ہین۔
۲۴	داؤد بن ہمدان	ایک بزرگ سے ملکر اُنھون نے سوال کیا تو اُنھون نے کہا مین خضر ہون۔	
۲۵	"	ابو جعفر منصور نے طواف مین ایک شخص کو دیکھا جو ظہور فساد کا شکوہ کررہا تھا پھر اُسنے مباحثہ سے ابو منصور کو نصیحت و پند کی اُسکے بعد چلا گیا۔ اور باوجود تلاش نہ ملا منصور نے کہا یہ خضر تھے۔	
۲۶	ابن عساکر	ابراہیم تیمی کو حضرت خضر نے ایک ملے یہ دیکر کہا کہ مین خضر ہون	
۲۷	ابو الحسن بن المنادی	حضرت عمر بن العزیز نے حضرت	

نمبر	راوی	روایت	کیفیت
	و	خضر سے ملاقات کی۔	
	دینوری (مجالسہ)		
	ویعقوب بن سلیمان (تاریخ)		ابن حجر کہتے ہین کہ اس باب مین جسقدر روایتین مینے دیکھی ہین اُن سب سے یہ روایت بہتر ہے۔
	وابو عروبہ وابو نعیم (حلیہ) وابن حجر (فوائد ابو عبد اللہ الرازی)		
۲۸	ابو عبد الرحمن	بلال الخواص حضرت خضر سے ملے اور امام شافعیؒ وامام حنبلؒ و بشر بن الحارث کی بابت سوال کیا۔	
۲۹	ابو نعیم (حلیہ)	بلال الخواص نے خواب مین حضرت خضر کو دیکھا اسمین بھی امام احمد و بشر بن الحارث کی نسبت وہی سوال و جواب ہین جو اوپر کی روایت مین ہین۔	
۳۰	ابو الحسن بن جهضم	حضرت بشر بن الحارث نے حضرت خضر کو اپنے حجرہ مین دیکھا۔	

۳۱	عبدالمغیث	عن بن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال ما منعکم ان تکفروا ذنوبکم بکلمات اخی الخضر فذکر نحو کلمات المذکورۃ فی بشر	
۳۲	ابو نعیم	ابو اسحق مرستانی نے خضر کو دیکھا اور اُنسے دس کلمات کی تعلیم لی	
۳۳	ابو الحسن بن جہضم	ابو عمران الخیاط سے حضرت خضر علیہ السلام کی ایک گفتگو نقل کرتے ہیں۔	ابن جہضم معروف بالکذب
۳۴	حسن بن غالب	اپنا ملنا حضرت خضر سے بیان کرتے ہیں۔	ابن الجوزی کا قول ہے کہ حسن بن غالب کی تکذیب محدثین نے کی ہے۔ (حسن بن غالب کذبوہ)
۳۵	ابن عساکر (بسند صحیح)	ابو زرعہ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام ابو زرعہ کے الفاظ ہیں "خیل لی انہ الخضر"	
۳۶	ابن ابی حاتم رازی۔ (جرح و تعدیل) دا نعیم بن میسرہ	عبداللہ بن بحر نے کتاب الزہد میں ایک شخص کا کلام نقل کیا ہے جسکو اُنہوں نے دیکھا اور جو کلام کرکے غائب ہو گیا شخص مذکور کا خیال ہے کہ وہ خضر تھے "فکان یری انہ الخضر"	

۳۰ ابن حجر (اخبار ابراہیم بن ادہم) بروایت ابراہیم بن بشار خادم حضرت ابراہیم بن ادہم کیفیت ملاقات حضرت خضرؑ

۳۸ عبدالمغیث بن زہیر (فی الکتاب الذی جمع فی اخبار) تین روایتین امام احمد بن حنبل کی ملاقات خضری کی بابت عبدالمغیث کی روایتین امام احمد سے ثابت نہین۔ ابن الجوزی (خضر)

۳۹ " حضرت معروف کرخی نے کہا مجھسے خضرؑ نے گفتگو کی۔ ومن این یصح ہذا عن معروف ابن الجوزی

ابوحیان اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ اہل صلاح مین سے بہت سون نے مبالغہ کیساتھ بعض صلحا کی ملاقات خضر کو بیان کیا ہے امام ابوالفتح قشیری اپنے ایک شیخ کے حضرت خضر کو دیکھنے اور انسے کلام کرنیکا تذکرہ کیا کرتے تھے جب ان سے کسینے کہا کہ انکو یہ کسنے بتایا کہ یہ خضر ہین اور تم اسکو پہچانتے ہو تو وہ خاموش ہو گئے (فقیل لہ من اعلمہ انہ الخضر وانت عرفت ذالک فسکت) انھون کہا ہے کہ بعض کا قول ہے کہ ہر زمانہ کے لئے ایک خضر ہے مین (ابن حجر) کہتا ہون کہ اسمین یہ تسلیم ہے کہ خضر مشہور رحلت کر گئے۔

ابوحیان کہتے ہین کہ عبدالواحد حنبلی کے شاگردونکو اعتقاد تھا کہ وہ خضر سے ملتے ہین۔ ابن حجر سے انکے شیخ ابوالفضل عراقی نے نقل کی کہ شیخ عبداللہ یافعی کا عقیدہ تھا کہ حضرت خضر زندہ ہین مین نے جب کہا کہ امام بخاری انکی وفات کے قائل ہین تو وہ غصہ ہوئے اور کہا کہ جو انکو مردہ بتائیگا مین اسپر غصہ ہونگا۔ یہ سنکر شیخ نے اعتقاد فوت خضر سے رجوع کیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہین کہ بعض ایسے لوگ مینے دیکھے جو حضرت خضر سے ملنے کا دعوی رکھتے تھے منجملہ انکے قاضی علم الدین تھے جو عہد سلطان ناظاہر برقوق مین مالکیون کے قاضی تھے

خلاصہ مافی الباب ملاقات حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ بنص قرآنی ثابت

انکی نبوت بقول اصح محقق ہی۔ ذوالقرنین کی وفات و ابحیات کا ذکر ضعیف روایتون مین ہی۔ درازئ عمر مین بہت بحث ہے اُسکی موید روایات اکثر ضعیف اور مشکوک ہین محققین (جنکے سرگروہ حضرت امام علی رضا و امام بخاری ہین) اُنکی وفات کے قائل ہین۔ نیز انکی حیات جاوید بقول ابن منادی خلاف نص قرآنی ہے امام ابوالقاسم قشیری نے ایک گروہ اہل باطن کا یہ قول لکھا ہے کہ ہر زمانہ کے لیے ایک حضرت ہوتے ہین جب وہ وفات پا جاتے ہین دوسرے انکی جگہ ہوجاتے ہین

شروانی

علم ہیأت اور مسلمان

دنیا کے تمام علوم و فنون کا وجود، مدبرین عالم کی دماغ سوزیون کا نتیجہ ہے لیکن صرف علم ہیأت اپنے وجود مین ایشیا کے صحرانشین چرواہون کا ممنون احسان ہی، جو ایشیا کے کھلے میدانون مین اپنی پرمصیبت راتین اختر شماری مین بسر کرتے تھے، بے شغلی سے گھبرا کر صفحۂ افلاک کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے، مزید مطالعہ کے بعد ستارون کی ہر سطر مین انھین یہ عبارت نظر آنے لگی "کہ اس دائرہ افلاک کا ہر نقطۂ کوکب ایک مستحکم قانون کی سطح پر ساکن ہے، یا حرکت کرتا ہے کواکب کا سکون و حرکت ہماری زراعت پر خاص اثر کرتی ہی، ان ستارون کا تغیر و تبدل کسی خاص اصول پر ہے"

دماغ مین ان خیالات کے آتے ہی انھون نے ستارون کے نام رکھے، اُنکی حرکت کا اندازہ کیا، اُنکے منازل مقرر کیے ثوابت کی امداد سے خاص خاص سمتون کی علامتین قرار دین، رفتہ رفتہ یہی معمولی قواعد زراعت کے فصول

اور ریگستان صحرا اور بے پایان دریا کی دلیل راہ بنے،

مدت تک یہ چند سادہ اصول جو صحرا نشینوں کے مشاہدوں کے نتیجے تھے خلفاً عن سلف ایشیا کے جنگلو نمیرہ گشت کرتے رہے، لیکن امتداد زمانہ کا اثر ان معمولی اصولوں کا دائرہ وسیع کر رہا تھا جنکو آج علم ہیات (اسٹرانومی) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، مگر اب تک اس علم نے فن کی حیثیت نہین پیدا کی تھی، سب سے پہلے ہندوستان مین ان چند معمولی اصولون نے جو اب تک معلوم ہو چکے تھے فن کا قالب اختیار کیا علم ہیات کے سرپرستون کی فہرست مین ہندوستان کے بعد مصر کا نام ہے،

یہان پہونچکر مورخین مین ایک بڑا اختلاف یہ ہوتا ہے، کہ مصر مین یہ علمی فیض ہندوستان سے آیا، یا جسطرح ہندوستان کو مستقل ہونیکا اسکے موجد ہونے کا حق حاصل ہے، مصر کو بھی ہے لیکن صحیح فیصلہ یہ ہے کہ دنیا کے دونون قدیم حصون مین اس علم نے مستقل زندگی حاصل کی تھی، نہ ہندوستان اسکے لئے مصر کا ممنون ہے نہ مصر ہندوستان کا، کیونکہ اگر مصری ہیات کا ماخذ ہندوستان ہوتا تو دونون کے اصول مسائل طریقہ بحث ایک ہوتا یا کم از کم مشابہ ہوتا حالانکہ دونون کے اصول مین اتنا ہی بعد ہے جتنا مصر کو ہندوستان سے، تاریخی طور سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ قدیم الایام مین ان دونون ملکون مین سلسلۂ آمد رفت تھا، مصر و ہندوستان کا تعلق حملہ سکندریہ سے شروع ہوتا ہے اور علم ہیات کا وجود مصر مین اس سے پہلے ہو چکا تھا ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کو اپنے علوم کیساتھ جو بخل تھا وہ کیونکر اجازت دیسکتا تھا کہ ہندوستان مصر کے لئے اپنے خزانہ کا دروازہ کھولدے، اسلئے یہ بالکل صحیح ہے کہ ہندوستان اور مصر مین الگ الگ یہ فن پیدا ہوا، ہان یہ ضرور ہے کہ ہندوستان کی سرزمین اور آب و ہوا سے علم ریاضی کو ایک قدرتی مناسبت تھی، ہندسہ، موسیقی، علم نجوم کا گہوارہ طفولیت یہی ہندوستان ہے لیکن ہم کا پایہ بھی علم اقلیدس کی ایجاد ہندوستان سے کچھ زیادہ نسبت نہین دیسکتی،

علم ہیات نے مصر اور ہندوستان مین نشو و نما پاکر اپنے حدود سے جب باہر قدم نکالا، تو ختا، بابل،

ایران میں داخل ہوا، شاہان پارس میں سے ضحاک اور جاماسپ نے اسکی زیادہ قدر کی، ان متمدن ملکوں کی سیر کرتا ہوا فینقیہ، اور یونان پہونچا اور گو اسیطرح علم ہیأت اپنی ترقی کے منازل طے کرتا جاتا تھا لیکن اسکی حقیقی ترقی کا پہلا دن وہ تھا جسدن مصر مین مدرسہ اسکندریہ کی بنیاد ڈالی گئی، اب یہ مدرسہ دنیا مین علم ہیأت کا سب سے پہلا مدرسہ ہے، اس مدرسہ کے ساتھ ایک کتبخانہ بھی قائم کیا گیا تھا جسمین علم ہیأت کی تمام کتابین بقدر امکان جمع کی گئین تھین ہیپارک یونانی اور بطلیموس مصری جو علم ہیأت کے سب سے پہلے مدون ہین اسی مدرسہ کی تعلیم کے نتائج اور اسی پراگندہ بزم کے دولہن ہین، اور گو ان سے پہلے اور انکے بعد بہت سے اس فن کے ماہرین پیدا ہوے جیسے ارشمیدس Archimedes سنہ ۲۵۰ ق م ابسقلاوس، سنہ ۱۶۰ ابلونیوس ثاون Theon فالیس رومی، ثاذنیس، تکلوس بابلی، فرابا دبخت نصر کا منجم ابیون وغیرہ پیدا ہوے جن کی کوششون سے ہیأت نے ایک حدتک ترقی کی مگر ہیپارک اور بطلیموس دو ایسے شخص ہین جنکے ذکر سے علم ہیأت کی تاریخ کبھی بے نیاز نہین ہوسکتی۔

ہیپارک سنہ مسیحی سے چند سال پہلے شہر روس مین پیدا ہوا تھا جغرافیہ کا طول و عرض سب سے پہلے اسی نے دریافت کیا ستارون کی ایک فہرست طیار کی جسمین انکے چالون کی تفصیل تھی اسکی زندگی کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ اسنے نقطہ اعتدال کی رجعی حرکت دریافت کی[1]۔

بطلیموس دوسری صدی عیسوی مین تھا مدرسہ اسکندریہ مین اسنے ہیأت کی تعلیم پائی، اس فن مین اتنا کمال پیدا کیا کہ مدرسہ اسکندریہ کی تاریخ مین سب جلی نام بطلیموس کا لکھا گیا، علم ہیأت کے معلومات مین معتدبہ اضافہ اسوقت سے ہونے لگا جب سے آلات رصد ایجاد ہوئے، آلات رصد کی ایجاد اور ستارون کی ترصید سب سے پہلے بطلیموس نے کی بطلیموس نے ہیأت کی ایک گران بہا خدمت یہ کی کہ اسنے علم ہیأت کے منتشر معلومات ایک کتاب کی صورت مین منتظم کردی جو مجسطی کے نام سے مشہور ہے[2]۔

[1] علم الہیأت ص ۴ [2] فہرست ۲۶۰

چونکہ اسلامی علم ہیأت کی تاریخ مجسطی سے شروع ہوتی ہے اس لئے اسکے متعلق ہم کچھ تفصیل سے لکھنا چاہتے ہین جس سے یہ قیاس ہوگا کہ جب صرف ہیأت کی ایک کتاب مجسطی کے متعلق مسلمانون نے اتنی جانکاہ کوششین کی ہین تو نفس علم ہیأت کے متعلق سلمانون نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا،

مجسطی ایک یونانی لفظ ہے جسکے معنی ترتیب کے ہین چونکہ بطلیموس نے اسی کتاب کے ذریعہ سے ہیأت کے پراگندہ معلومات کو یکجا کیا تھا اسلئے مجسطی سے بڑھکر اس کتاب کا کوئی موزون نام نہین ہوسکتا تھا یہ ہیأت کی سب سے پہلی جامع کتاب ادریانوس Adrain اور انطونیوس Antoninus کے عہد مین انھین دونون مین سے ایک کے لئے لکھی گئی تھی[1] ملا کاتب چلپی کا دعوی ہے کہ یہ کتاب ہیأت کی اعلی ترین تصنیف ہے بلکہ یہ کتاب اصل تھا ہیأت کی تمام تصنیفات اسکی خوشہ چین ہین،

سب سے پہلے یحیی ابن خالد برمکی کی فرمایش سے چند لوگون نے ملکر اس کتاب کو عربی عباو دستار سے آراستہ کیا یحیی کے خاطر خواہ یہ ترجمہ نہوا اسلئے اُسنے بیت الحکمت کے مشہور مترجمین ابوحسان اور سلم کو اس خدمت کے انجام دینے کا حکم دیا، ان دونون نے ماہرین فن کی ایک جماعت کو اسکے ترجمہ کے لئے مقرر کیا جب یہ سب ترجمہ کرچکے، ان تراجم مین جو سب سے زیادہ صحیح اور بامحاورہ تھا اُسکا انتخاب کیا، اسپر بھی شوق کی آگ ٹھنڈی نہوئی، حجاج بن مطر نے مامون کے عہد مین اسکا دوبارہ ترجمہ کیا، تبریزی نام ایک شخص نے اسکا تیسرا ترجمہ کیا ثابت بن قرہ (مترجم بیت الحکمت) نے اس ترجمہ کی اصلاح کی، اسحاق نے اسکا چوتھا ترجمہ کیا جسکی اصلاح پھر ثابت نے کی، مامون اس کتاب کا عاشق تھا، مامون کے عہد مین حجاج بن یوسف ثابت بن قرہ نے پھر اسپر نظر ثانی کی،

اس کتاب مین تیرہ مقالے مین صرف پہلے مقالہ کی ظرفیوس اور عمر بن الفرحان اور ابراہیم بن صلت نے تفصیل کی ہے ابوریحان بیرونی نے حشو و زوائد سے پاک کرکے اسکو مختصر کیا، فاضل نظام الدین حسن بن محمد

---

[1] فہرست ۲۶۷

نیشاپوری نے اسکی شرح لکھی، قاضی زادہ رومی نے اس شرح پر حاشیہ لکھا، فاضل جمال الدین ابو الفرج کے ایما سے محی الدین یحیی اندلسی نے اسکا خلاصہ کیا اور مجسطی پر کچھ ایزاد کیا، محقق نصیر الدین طوسی نے مجسطی کے اشکالات ایک خاص تصنیف کے ذریعہ سے حل کیے، محقق شمس الدین سمرقندی نے اسکی شرح لکھی ہے، بعض علمائے متاخرین نے بھی مجسطی کی شرح کی ہے[1]

مجسطی کے سوا اور کسی خاص ہیأت کی کتاب کا ترجمہ مسلمانون نے نہین کیا، دنیا کے اہل علم قومون کے معلومات سے فائدہ اٹھایا انکو اپنی تصانیف مین جگہ دی اور صفحۂ عالم پر آج یونانی تالیفات کا نشان نہوتا اگر مسلمانونکی علمی قدردانی کا ہاتھ انکو نہ تھامتا، ایک انگریز مصنف کہتا ہے،

خدم علماء ابناء العرب علم الریاضة خدمة کلیة ولولاها لضاع کثیر من مصنفات الیونان لانها حفظت فی تراجم عربیة بعد فقدان الاصل الیونانی[2]

علمائے عرب نے ریاضیات کی پوری پوری خدمت کی اگر انکی توجہ نہوتی تو یونانی ریاضی تصنیفات کا اکثر حصہ برباد ہوگیا ہوتا لیکن اصل یونانی نسخون کے ضائع ہوجانے پر عربی تراجم مین محفوظ رہا،

منالاوس اسکندرانی جو سنہ ع مین تھا ہیأت کا بہت بڑا عالم تھا بطلیموس نے مجسطی مین اسکا تذکرہ کیا ہے اسکی تصنیفات یورپ نے عرب کے ہاتھون سے پائی[3]،

مسلمانون نے صرف اتنا ہی نہین کیا قدیم تصنیفات کو معدوم نہین ہونے دیا بلکہ اپنی خاص تحقیقات اور معلومات سے علم ہیأت کی تجدید کردی، علم ہیأت کیطرف مسلمانونکی توجہ ابو جعفر منصور دولت عباسیہ کے دوسرے تاجدار کے وقت سے شروع ہوتی ہے، ابو جعفر کے بعد ہارون کے عہد تک اس علم کی ترقی ایک معمولی انداز سے ہوئی، مامون جب سریر آرا ہوا تو اسنے ہیأت پر ایک خاص لطف کی نگاہ ڈالی وہ اسلامی ہیأت کی ترقی کا دیباچہ تھا، مسلمانون نے اس علم کو تقلیدی طور سے نہین سیکھا بلکہ بجائے خود بھی اسکی تحقیق

[1] کشف الظنون ص ۲۲۶ [2] اکتفاء القنوع ص ۲۲۴ [3] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا،

بنو موسیٰ مامون کے زمانہ مین محمد، احمد، حسین تین بھائی تھے جنکو فلسفہ اور ہیأت کے ساتھ خاص شغف تھا، عربی میں اکثر تراجم انھین کی مدد سے ہوئے ہین، علم ہیأت مین انکو کامل دستگاہ تھی مامون کی ایما سے خط نصف النہار کے ایک درجہ کی پیمائش اس غرض سے کی تھی تاکہ محیط ارض دریافت کیاجائے اور اسکی تحقیق کیجائے کہ یونانی مصنفین نے جو محیط ارض بتایا ہے وہ کہانتک صحیح ہے[۱]

اور اک اور ستارون کی تحقیق کے لئے مامون نے رصد بنوائی تاکہ یونانی مسائل کی جرح و تعدیل کیجائے۔

مسلمانون نے اپنی ہیأت کی بنیاد صرف یونانی تصنیفات پر نہین ڈالی، بلکہ دنیا کے تمام اہل علم ملک مصر، ایران، ہندوستان کے منتخب مسائل پر بیرونی نے قانون مسعودی مین اہل پارس کی علم ہیأت کو سب سے زیادہ قریب صحت بتایا ہے۔ کتاب الہند اور نیز قانون مسعودی مین ہندوستان کی علم ہیأت کے مبسوط مسائل لکھے ہین قانون کو بیرونی نے سلطان غزنوی مسعود بن محمود بن سبکتگین کے لئے لکھا تھا لیبزک اور لندن مین چند بار یہ چھپ چکا ہے، ابوالقاسم غرناطی المتوفی ۴۲۶ھ نے ایک ضخیم کتاب ہندوستان کی ہیأت پر لکھی[۲]

شاہان اسلام نے اس علم کیطرف جتنی نگاہ توجہ کی اُس سے زیادہ کسی دوسرے فن کیطرف نہین کی، اسکا اندازہ اس سے کرو کہ فرمانروایان اسلام مین سب سے زیادہ علم کا دشمن وحشی خونریز جاہل، کون تھا؟ چمنستان بغداد کو تاراج کرنے والا تاتاری ہلاکو، مگر اُس نے بھی مراغہ کی رصدگاہ اپنی یادگار چھوڑی،

کسی قوم مین کسی چیز کی حسن قبول اور کثرت کی کیا دلیل ہے؟ یہ ہے کہ اس قوم کا اعلیٰ سے اعلیٰ فرد اور ادنیٰ سے ادنیٰ فرد اسکو قبول کرے، ہیأت کے حسن قبول کا یہ حال تھا کہ سلاطین تک اس علم کے ماہر ہوتے تھے الوغ بیگ المتوفی ۸۵۳ھ اس علم کا ایک کامل الفن صاحب تصنیف استاذ تھا اسکی یہ کتاب لندن مین ۱۶۵۰ء مین اور اوکسفورڈ مین ۱۶۶۵ء مین چھپکر شایع ہوگئی ہے، کثرت کا یہ حال تھا کہ سلمانون کے غلام تک ہیأت مین کمال رکھتے تھے، ابوالمعشر فلکی المتوفی ۲۷۲ھ جو مسلمانون مین ایک ماہر ہیأت دان گذرا ہے، اس شوق کو

---

[۱] ابن خلکان ج ۲ ص ۱۰۴ [۲] فہرست ص ۲۷۷

دیکھو کر بیا ایک مشہور محدث تھا، ہیات کا جو شوق ہوا تو ۴۰ برس کی عمر میں ہیات سیکھی، اور ایسی سیکھی کہ اب اس فن کے ماہرین میں اسکا شمار ہے[۱]۔

اسی ابو معشر کا ایک غلام تھا، آقا کے اس شوق کو دیکھکر یہ بھی ہیات کیطرف متوجہ ہوا مرتے وقت، کتاب مطرح الشعاع، کتاب تحاویل سنی العالم والحکم الیہا کتاب تحاویل سنی الموالید یادگار چھوڑی، ابو الفتح عبد الرحمن علی خازن مروزی نام ایک شخص کا غلام تھا اُسنے علوم ہندسہ کی تکمیل کی اور ایک زیج تصنیف کی اسکا آوازۂ شہرت جب سلطان سنجر کے کانوں تک پہونچا تو اُسنے ہزار دینار عبد الرحمن کو نذر بھیجے[۲]۔

مسلمانونکی رصد گاہیں

اسی سلسلہ میں مسلمانوں نے رصد کے متعلق جو ترقیاں کیں ان وہ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہیں شمس الدین علی خواجہ نے چالیس برس تک ترصید کی مختلف مقاصد کے لئے مسلمانوں نے آلات رصد ایجاد کئے اور جو بنائیں جنمیں سے اکثر آج یورپ میں چھپ گئی ہیں یا قلمی محفوظ ہیں، آلات رصد کے نام اکثر تاریخ میں ملتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ انکا استعمال ایک مدت سے چونکہ متروک ہے اسلئے یہ دقت سے دریافت ہو سکتا ہے کہ یہ آلے کس مقصد کے لیے بنائے گئے تھے، ذیل میں ہم صرف ان آلوں کے نام بتائینگے جنکے موقع استعمال سے ہمکو کسیقدر واقفیت ہوئی ہے بشرطیکہ اسکی ایجاد کا شرف مسلمانوں کو ہوا ہو،

نمبر	نام آلہ	کیفیت	کس کام کے لئے ہے	موجد
۱	لبنہ	مربع مستوی	اس سے میل کلی و عرض البلد اور ستارہ ... دریافت ہوتا ہے دور ربع [illegible]	مسلمان
۲	حلقۃ الاعتدالیۃ	ایک قسم کا حلقہ ہوتا ہے جو دائرہ معدل کی سطح میں نصب کیا جاتا ہے	اس سے تحویل اعتدالی دریافت کیجاتی ہے	ایضاً
۳	ذوات الاوتار	چار مربع اسطوانی ہیں اسکی ایجاد نے حلقہ اعتدالیہ سے مستغنی کر دیا	تحویل اعتدالی و تحویل لیل دریافت ہوتی ہے	علامہ تقی الدین

[۱] فہرست ص ۲۷۷ [۲] کشف الظنون ۲۳۲ ج ۱

نمبر	نام آلہ	کیفیت	کس کام کے لیے	موجد
۴	ذات السمت والارتفاع	ایک نصف حلقہ جسکا قطر چند متوازیہ اسطوانوں کی سطح ہے	اس سے سمت اور اسکا ارتفاع معلوم ہوتا ہے	مسلمان
۵	ذات الجیب	"	"	"
۶	المشبہة بالناطق	"	اس سے دو ستاروں کے درمیان کا بعد معلوم ہوتا ہے	علامہ تقی الدین صد
۷	الربع التام	"	"	ابن الشاطر دمشقی المتوفی سنہ

ابن الشاطر مسلمانوں میں ایک بہت بڑا ہیئت دان گذرا ہے، النفع العام اُسنے ایک کتاب لکھی ہے جسمیں ایک موقع پر آلہ الربع التام کی ایجاد کی یہ وجہ لکھی ہے کہ اب تک میں نے جتنے آلات رصد دیکھے ہیں اُن سب میں کچھ نہ کچھ فروگذاشت ہی تھی اسکی اصلاح کے لیے میں نے الربع التام بنایا جو آسانی سے اور تمام آلاتوں کے برخلاف کرۂ ارض کے ہر حصہ پر استعمال کیا جاسکتا ہے[1]۔

رصد گاہوں کا وجود مسلمانوں سے پہلے تھا، ارسطرخس سکندرانی نے ۲۳۰ق م[2] میں بطلیموس فلاڈلفس نے ۲۸۲ق ع میں اسکندریہ میں ابرخس نے ۱۶۱ق م میں مالاؤس نے روم میں ۹۸ءء میں بطلیموس نے ۱۲۲ء میں رصد گاہیں قائم کی تھیں، عہد اسلام میں سب سے پہلے مامون نے رصد بنوائی،

(۱) جب مامون کے زمانہ میں مجسطی کا ترجمہ ہوا تو اُسنے اُن سب آلات کے بنانے کا حکم دیا جنکا مجسطی میں ذکر کیا گیا تھا، دنیا کے ہر گوشہ سے ماہرین ہیئات جمع کیے گئے، جنکے ہاتھوں سے شماسیہ بغداد اور دمشق میں ۲۱۴ھ میں رصد گاہیں طیار ہوئیں، ان رصد گاہوں نے صرف چار برس کی عمر پائی ہے کیونکہ بدقسمتی سے ۲۱۸ھ میں مامون کا انتقال ہوگیا، مگر اس قلیل عرصہ میں بھی چند نئی باتیں دریافت ہوئیں جو ایک کتاب کی صورت میں

[1] کشف الظنون ج ۱ ص ۱۵۹ [2] قبل از حضرت عیسی،

زیج ماموتی کے نام سے مشہور رہے یہ رصدگاہیں یحییٰ ابن منصور، خالد بن عبد الملک مروزی، سند بن علی عباس بن سعید کے زیر اہتمام تھیں،

(۲) رصد ابی حنیفہ دینوری، ۲۳۵ھ میں اصفہان میں قائم کی گئی، اس رصد میں ستارون کے متعلق جو معلومات ہوئے تھے انکو ابو حنیفہ المتوفی ۲۸۱ھ نے ایک کتاب میں ترتیب دیکر رکن الدولہ دیلمی کے نام معنون (ڈیڈیکیشن) کیا تھا۔

(۳) رصد حاکمی، حاکم بامر اللہ مصر کا چھٹا فاطمی خلیفہ تھا اس نے مصر میں ایک رصد[1] بنوائی تھی، ابن یونس المتوفی ۳۹۹ھ میں سکا مہتمم تھا، ابن یونس نے حاکم کے نام سے ایک زیج بھی لکھی تھی اس زیج کو ۱۸۰۴ء میں فرنچ ترجمہ کیساتھ کون ساڈی برسفال نے چار جلدون میں شایع کیا ہے اُسکے قلم سے اور کتابیں بھی نکلی ہوچکی ہین جنمین سے بعض خدیوی کتب خانہ مصر میں موجود ہے۔

(۴) رصد بنو الاعلم، یہ رصد بغداد میں ۲۵۰ھ میں بنائی گئی تھی،

(۵) رصد بیرونی، ابو ریحان بیرونی المتوفی ۴۳۰ھ اسکا بانی تھا،

(۶) رصد طوسی، ہلاکو خان نے نصیر الدین طوسی المتوفی ۶۷۲ھ کے درخواست پر مراغہ میں یہ رصد بنوائی تھی اس رصد کی طیاری میں ہلاکو نے بیشمار روپے صرف کیے، رصد کے ماہانہ اخراجات کے لیے بیس ہزار اشرفیان مقرر تھین، اسکے اہتمام کے لیے دور دور ملکون سے اس علم کے ماہرین طلب کیے گئے، موید عرضی دمشق سے فخر مراغی موصل سے فخر فلاطی تفلیس سے نجم الدین قزوین سے بلائے گئے، ماہ جمادی الاول ۶۵۷ھ سے یہ رصد بنی شروع ہوئی تھی، یہان ایک کتبخانہ بھی تھا جو بغداد شام جزیرہ کی تاراج کردہ کتابون سے آراستہ کیا گیا تھا،

(۷) رصد الوغ بیگ، الوغ بیگ بن شاہ رخ بن تیمور لنگ، المتوفی ۸۵۳ھ اسکا دار السلطنت

[1] اس رصد کی تاریخ بنا کاتب چلپی نے ۳۸۵ھ لکھی ہے مگر یہ کسیطرح صحیح نہین ہے کیونکہ اسکا مہتمم ابن یونس تھا درحالانکہ خود یونس کی ولادت

سمرقند میں خود بھی علم ہیأت کا ماہر اور علماے ہیأت کا ایک مجمع بھی اپنے پاس رکھتا تھا موسیٰ بن محمود قاضی زادہ رومی بھی مصنف شرح چغمینی اس رصد میں تھا اور غیاث الدین جمشید کا شاگرد تھا انھیں دونوں کے مشورہ سے الغ بیگ نے سمرقند میں اس رصد کی بنیاد ڈالی مگر اسکی بدقسمتی سے ہیأت کے یہہ دونوں آفتاب وماہتاب اختتام رصد سے پہلے ہی غروب ہوگئے لیکن ملک ابھی باکمالوں سے خالی نہ تھا جمشید کے لائق جانشین فرزند علی قوشچی کے اہتمام سے یہ رصد کامل تکمیل کو پہونچی ،

ان مذکورہ بالا رصدوں کے علاوہ اور بہت سی رصد گاہیں تھیں جیسے رصد ابن الشاطر، رصد نانجو رصد تبریز، رصد طلیطلہ، مگر ان کے واضح حالات چونکہ دستیاب نہو سکے اسلئے افسوس کے ساتھ انکو ترک کرنا پڑا ،

اس موقع پر یہاں ہر مسلمان کو بھی غور کرنا ہے کہ یورپ کی گردن میں اسلامی ہیأت کا طوق تلمذ اسی زمانہ سے ہے جسکا ثبوت تاریخ میں ملتا ہے جرمن کا علم دوست بادشاہ فریڈرک دوم ایک طرف اسی زمانہ میں مسلمانوں سے خون پیاسا ہو رہا تھا اور دوسری طرف مسلمانوں کے علوم سے سیراب ہورہا تھا اور میدان جنگ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے صف آرا ہی ہے اور ریاضی کے مسائل طلائی فوج کے سپہ سالار سے حل بھی کرتا ہے

ابن یونس المتوفی ۳۹۹ھ جو حاکم بامر اللہ خلیفہ فاطمی کا مشہور فلکی تھا جسکی کتاب الجداول الحاکمیہ پیرس میں چھپ گئی ہے اسکے حالات میں اڈورڈ ڈین کرنیلس فانڈیک لکھتا ہے

استعمل ابن یونس طرقا للحسابات الفلکیۃ	ابن یونس نے رصد میں ہیأت کے چند طریقے استعمال کئے جنکو
اخذھا عنہ فیما بعد اھل الھیئۃ فی اوربا	ابن یونس کے بعد یورپ کے ہیئت والون نے اخذ کیا۔

(اکتفاء القنوع ص ۲۲۵)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹ سنہ ۲۱۸ میں کی اور حاکم بامر اللہ جو چوتھی صدی میں تھا سنہ ۴۱۱ میں وفات پائی ہے،

سب سے بین دلیل اس دعوی کی ہیأت کے اُن عربی اصطلاحات سے ملتی ہے جو یورپ مین آجتک مستعمل ہیں جس سے یہ ظاہر نتیجہ اخذ ہوتا ہے، کہ یورپ مین عربونکی بدولت علم ہیأة پھیلا ہے

نمبر	عربی	انگریزی	کیفیت
۱	اسطرلاب	Astrolabe	گو لفظ عربی یونانی سے آیا ہے مگر یورپ مین عربون ہی سے پھیلا
۲	العضاده	Alidada	اسطرلاب کا ایک پرزہ
۳	الدبران	Aldebaran	ایک ستارہ کا نام ہے
۴	الرجل	Regel	"
۵	النسر الطائر	Altair	"
۶	النسر الواقع	Wega	"
۷	آخر النہر	Acorner	"
	راس الغول	Alghol	"

سید سلیمان

مولانا بحر العلوم

اور

اُنکی ایکصدی کی یادگار

فن تاریخ دیگر گو مسلمانون کا خاص فن ہی، لیکن گمنام ملک بھی جہان انکا قدم پہونچا ہے اُنکی تاریخی روشنی سے منور ہوگیا ہے، مگر ہندوستان کی فطرت کچھ ایسی اوآدہ پڑی ہو کہ ابتدا سے آج تک تراجم اور سیر کے متعلق ایک حرف نہین لکھا گیا،

ہندوستان نے قدیم الایام سے سیکڑون ریاضی اور موسیقی دان، طبیب اور فلسفی، اہل زبان اور اہل قلم پیدا کئے مگر کبھی کوئی مورخ اسکی خاک سے پیدا نہین ہوا چند جھوٹے سچے افسانے شبہہ منظوم ہوئے جھون نے چند راجاؤن کے نام ایک حد تک روشن کر دے،

آب وہوا کی خاصیت نے اون مسلمانون کے فنون کے دفتر سے بھی جو یہان آباد ہوگئے تراجم و سیر کا نام محو کر ڈالا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسے ہزارون فضلا اور ارباب کمال پر پردۂ گمنامی پڑ گیا جو قطب الدین رازی، شیرازی، میر باقر، قاضی زادہ، سید شریف کے مقابلہ مین ترجیح کیساتھ پیش کئے جاسکتے تھے۔

ہندوستان کے مطلع پر چھ سو برس تک اسلامی ہلال چمکتا رہا اس عرصہ مین آسمان علم کے سیکڑون ستارے نکلے اور ڈوبے اور سیل علوم بڑھے اور گھٹے، مگر

بحرالعلوم اس شان سے معقولات کے افق پر طلوع ہوا کہ اکثر ستارے اُسکے آگے

ماند پڑ گئے اور اس جوشش منقولات کے ساحل پر اُڈلاک تحقیق کے ذرے ہنہ تمام

فرنگی نام شاداں لے سنہ ۱۲۲۵ مین بحرالعلوم نے وفات پائی اور سنہ ۱۳۲۵ہ اس تقریب سے

یہ مضمون بحرالعلوم کی ایکصدی کی سالگرہ کی یادگار رہے جسکے لکھنے کا حق سب سے

زیادہ ندوہ اور الندوہ کو ہے۔

مولانا کا نام، نسب، خاندان، | عبدالعلی محمد نام، ابو العیاش کنیت، بحرالعلوم اور ملک العلما خطاب، انسب نامہ

یہ ہے عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد بن قطب الدین بن عبدالحکیم بن عبدالکریم بن احمد بن حافظ بن فضل اللہ بن

بدہ بن نظام الدین بن علاء الدین انصاری یہ سلسلہ نسب شیخ الطائفہ خواجہ عبداللہ انصاری کے واسطے سے

جو شیخ علاء الدین کے دادا تھے، مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری تک پہونچتا ہے، مولانا کا خاندان

علمیت کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہا، خواجہ عبداللہ انصاری ایک مرتاض صوفی تھے، ہرات مین انکا مزار اب تک

مرجع خاص و عام ہے،

مولانا کے بزرگونکا اصلی وطن ہرات تھا، شیخ علاء الدین پہلے شخص ہین جنھون نے ہندوستان کا رخ کیا انکا

مزار قصبہ باندہ مین ہے جو متھرا اور دہلی کے درمیان واقع ہے شیخ علاء الدین کے بیٹے شیخ نظام الدین

قصبہ سہال مین جو مضافات لکھنؤ سے ہی آکر آباد ہوئے، اور یہین وفات پائی، انکے جانشینون نے بھی

مستقل سکونت کا شرف اسی بستی کو بخشا شیخ حافظ[۱] ایک صلح کل صوفی تھے، دربار اکبری سے انکو تعلق تھا اکبر

شیخصاحب کا احترام کرتا تھا، چنانچہ بعض دیہاتون کے فرامین معافی اوقاف اون مین شیخصاحب کا

[۱] یہ روایت الاغصان الاربعہ کی ہی لیکن مولوی عبدالحی صاحب نے موت العالم فی وفاۃ بحر العالم مین لکھا ہے کہ شیخ حافظ

لاہور مین پیدا ہوئے اور وہین نشو ونما پائی ان دونون روایتون مین تطبیق ممکن ہو کہ حافظ اپنے دادا نظام الدین ہی کے زمانہ مین

پیدا ہو چکے ہون اور تب تک یہ خاندان لاہور ہی مین ہون اسکے بعد شیخ نظام الدین سہال آئے ہون ۱۲

عزت سے نام لیتے ہیں، شیخ صاحب کا سہالی مین ایک مدرسہ بھی تھا جہان طلبا آپکی تعلیم سے فیض اٹھاتے تھے، مولانا بحر العلوم کے دادا ملا قطب الدین ایک مشہور یگانہ روزگار تھے یہین سے اس خاندان کی شہرت کا پایہ چند زینہ اور بلند ہو جاتا ہے، ملا دانیال چوراسی اور قاضی گھاسی کے شاگرد تھے، شرح عقائد جلال الدین دوانی پر ایک دقیق حاشیہ لکھا تھا،

قصبہ سہالی مین دو خاندان آباد تھے ایک عثمانی یعنی انکو حضرت عثمان کی اولاد ہونے کا دعوی تھا دوسرا انصاری جسکے جلیل القدر سرگروہ ملا قطب الدین تھے، دونون خاندانون مین مساویانہ رقابت تھی، انتقام وکینہ، عداوت کی چنگاریان سینون مین سلگ رہی تھین، آخر ایک دن بھڑک اٹھین عثمانیون نے ملا صاحب کے دولتخانہ کا محاصرہ کرلیا تیغ ستم کی آندہی نے ملا صاحب کی شمع حیات گل کردی اس معصوم خون سے بھی جب آتش حسد ٹھنڈی نہ ہوئی مکان مین آگ لگادی ملائے شہید کے اوراق تصنیف بھی مفارقت کا صدمہ نہ اٹھا سکے وہ بھی جلکر خاک ہوگئے، یہ حسرتناک واقعہ سنہ ۱۱۰۳ھ مین واقع ہوا،

ملا صاحب نے چار بیٹے چھوڑے ملا محمد اسعد[1]، ملا محمد سعید[2]، ملا نظام الدین[3]، ملا محمد رضا[4]، ملا محمد اسعد جو ملا صاحب کے بڑے صاحبزادہ تھے وہ عالمگیر کے ساتھ دکن مین تھے باپ کی خبر شہادت سنی اور وہین وفات پائی، ملا صاحب کے دوسرے صاحبزادہ ملا محمد سعید معصوم خون کی دادخواہی کے لئے دکن روانہ ہوئے عالمگیر نے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا اور ملا صاحب کے قاتلون کے لیے مناسب احکام صادر فرمائے اور ملا محمد سعید صاحب کو حکام لکھنو کے نام یہ فرمان لکھکر دیا کہ ملا صاحب کے خاندان کے لئے فرنگی محل خالی کرا دیا جائے، اس زمانہ مین بڑے بڑے شہرون مین ایسٹ انڈیا کمپنی کی دکانین تھین ایک دکان لکھنو مین بھی تھی یہی دکان فرنگی محل کے نام سے مشہور تھی چھوٹا سا محل اتبک دستبرد زمانہ سے محفوظ ہے،

ملا محمد رضا ایک سیاحت پسند صوفی تھے زیارت حرمین کا شوق ان کو ہندوستان سے لے گیا

ی عالم سیاحت مین بغداد مین وفات پائی،

ملا صاحب کے مجھلے بیٹے ملا نظام الدین اپنے باپ کے سب سے زیادہ لائق جانشین تھے تمام ہندوستان انکا ممنون احسان ہے اسی باغ سے تمام ہندوستان مین علم کی بو پھیلی ہے، اسی لئے علماے ہند نے ملا نظام الدین کو استاذ الاساتذہ کا خطاب دیا ہے، درس نظامی انھین کی طرف منسوب ہے، مولوی غلام علی آزاد بلگرامی سنہ ۱۱۴۸ھ مین ملا صاحب سے ملے تھے سبحۃ المرجان مین لکھتے ہین "مین ملا نظام الدین سے ملا ہون مینے انکو بالکل سلف کی طرز پر پایا، تقدس کی روشنی پیشانی پر چمکتی ہے،"
شیخ عبد الرزاق بانسوی المتوفی سنہ ۱۱۳۶ھ کے مرید اور خلیفہ تھے اور شیخ غلام نقشبند صاحب لکھنوی اور ملا امان اللہ بنارسی وغیرہ سے درسیات مین تلمذ تھا سنہ ۱۱۶۱ھ مین وفات پائی چند تصنیفات ملا صاحب کی یادگار ہین،

بحر العلوم کی پیدایش اور ابتدائی حالات

مگر ملا صاحب کی سب سے بڑی یادگار ملا صاحب کی سب سے کم سن اولاد عبد العلی محمد ہے، ملا صاحب کی دو شادیان ہوئین محل اول سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس نے صغر سنی ہی مین باپ کو داغ مفارقت دیا، پھر کوئی اولاد اس بیوی سے نہین ہوئی، ملا صاحب کی زندگی کی آخر بہار تھی گو ہندوستان کے اس سرے سے اوس سرے تک ملا صاحب کی باطنی اولادین پھیلی ہوئین تھین جن سے ملا صاحب کا نام قیامت تک کے دامن سے وابستہ تھا، مگر ظاہری اولاد نہونے کیوجہ سے دلگیر رہتے تھے آخر سید محمد اسمعیل بلگرامی کے مشورہ سے سترکھ ضلع بارہ بنکی مین ایک دوسری شادی کی جس سے عبد العلی محمد اور ایک لڑکی پیدا ہوئی،

عبد العلی محمد بحر العلوم سنہ ۱۱۴۴ھ مین لکھنؤ فرنگی محل مین پیدا ہوئے، چونکہ ملا صاحب کی قرۃ العین اولاد ذکور مین سے صرف بحر العلوم تھے اسلئے بحر العلوم نے ابتدائی زندگی لاڈ پیار مین بسر کی اور اسی پیار سے ملا صاحب نے بیٹے کو پڑھانا شروع کیا، مگر چونکہ بحر العلوم کی تربیت اس انداز سے ہوتی تھی کہ جسکا لازمی نتیجہ

لہو لعب مین زیادہ مصروف ہوتا تھا، لوگ ملا صاحب سے بحرالعلوم کی شکایت کرتے تھے مگر ضعیف العمر باپ کے دل مین محبت کا اتنا گہرا رنگ تھا کہ نصیحت سے اپنے اکلوتے بیٹے کے شیشہ دل کو غبار آلودہ نہین کرسکتا تھا

خاندانی رسم کے مطابق بحرالعلوم سرسری طور پر تعلیمات کی مسافتین قطع کرتے جاتے تھے، ۱۱۶۸ھ مین یہ منزل تمام ہوئی اور ۱۷ برس کی عمر مین باپ سے سند فراغ حاصل کی، ملا صاحب نے اسی سال کاکوری ضلع لکھنؤ مین بحرالعلوم کی شادی کردی ابھی ملا صاحب عزیز بیٹے کی بہار زندگی بھی نہ دیکھنے پائے تھے کہ شادی کے چھ ہی مہینہ کے بعد بحرالعلوم کو ایتیمی کا غم کرنا پڑا،

باپ کی مسند درس خالی دیکھکر بحرالعلوم کو تحصیل کمال کا شوق پیدا ہوا، لوگون کا طعن وطنز اشہب شوق کے لئے ایک اور تازیانہ ہوا، تمام اشغال سے فارغ ہوکر ہمہ تن کتب بینی کیطرف مصروف ہوگئے، ہم نے بعض ثقات سے سنا ہے کہ بحرالعلوم رات کو کتابونکی سیر کرتے تھے ایک بڑا فتیلہ سوز منسٹر روشن رہتا تھا جسمین اس انداز سے تیل ڈالا جاتا تھا کہ فتیلہ کی خاموشی اختتام شب کی خبر دے جب تک چراغ بجھ نہ جاتا بحرالعلوم کے استغراق کا تار نہ ٹوٹتا ۱۳۱۲ھ مین جب ندوہ کا اجلاس لکھنؤ مین ہوا تھا اُن علما کے سامنے جنکو ندوہ کی کشش لکھنؤ کھینچ لائی تھی اس خاندان کے علمی تبرکات پیش کئے گئے تھے، انھین باقیات صالحات مین یہ چراغدان بھی تھا،

بحرالعلوم کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ کسی عید کی شب کو سرشام ایک نایاب کتاب ملی اسکو یون ہی ایک نظر دیکھنے کو چراغ کے سامنے کھڑے ہوگئے کھڑے کھڑے پوری رات گذر گئی اور اسوقت تک نہ چونکے جب تک شعاع آفتاب کے ہاتھون نے قوت باصرہ کے شانے کو جنبش نہ دی،

جلوہ اد نگذارد کہ برم بہرہ زخواب	شب شبے در صبح، وہمان محو تماشا باشم

برسون اسیطرح مطالعہ کتب مین مصروف رہے مشکل مقامات اور دقیق مسائل مین ملک الکمال دشاگرد

لہ سبحۃ المرجان

نظام الدین) سے معاصرانہ مذاکرہ و مباحثہ کرتے تھے۔ ملاکمال کے اور شاگردوں کو بحر العلوم کا یہ مساوی ہونا پسند نہ آیا ملاکمال سے شکایت کی کہ عبد العلی کو اسکے گستاخانہ مباحثہ پر کیوں نہیں چشم نمائی کرتے ملاکمال نے کہا، یہ کم سن بچہ میرا آقازادہ (استاد کا بیٹا) ہے اگر وہ مجھسے استفادہ کرتا ہے تو میرا احسان ہے وہ مجھ پر گران بار نہیں یہ دولت علم اسکے باپ کی امانت تھی جسے مین واپس کرتا ہون، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عبد العلی کا سینہ اس کم سنی مین اتنے علوم کا مخزن ہے جن سے بڑے بڑے علما کا خزانۂ دماغ خالی ہے

بحر العلوم کی ایک بڑی خصوصیت جو انکو متاخرین علما سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ بحر العلوم کے سر پر فضل و کمال کا تاج بحر العلوم کے اساتذہ نے نہیں رکھا بلکہ بحر العلوم کی خود جان گداز محنتون نے شب بیداریون نے تحقیق طلب مباحثون نے، ضخیم کتابونکی ورق گردانیون نے،

چند سالونکی کتب بینی کے بعد بحر العلوم باپ کی جگہ مسند درس پر بیٹھ گئے، ایک تو اس خاندان کو پہلی ہی حسن قبول حاصل تھا دوسرے بحر العلوم کی طلبا کے ساتھ ہمدردی، اور شوق علم مین انکی محویت، درس تدریس مین محنت نے طلبا کی تمامتر توجہ بحر العلوم کیطرف مبذول کردی اور ایک قلیل عرصہ مین بحر العلوم کے معلومات کا باغ اوگا، بڑھا، پھولا، پھلا، اور لوگ مستفید ہوکر اطراف ملک مین پھیلے،

درس تدریس کے مشغلہ کیساتھ تصنیفات کا سلسلہ بھی شروع کیا بڑے اطمینان و رشتان کے ساتھ تصنیف و تدریس کے تخت پر جلوہ آرا ہوا تھا کہ ناگہان ایک ہنگامہ نے بحر العلوم کی جمعیت خاطر کے شیرازہ کو درہم برہم کردیا، اور غالبًا یہ ۱۱۷۲ھ یا ۱۱۷۳ھ کا واقعہ ہے اس حساب سے اسوقت بحر العلوم کی عمر ستائیس ۲۷ اٹھائیس ۲۸ سال کی تھی،

بحر العلوم جس زمانہ مین پیدا ہوئے یہ وہ عہد تھا کہ دہلی کی سلطنت کے ٹکڑے پرزے ہوچکے تھے۔ ملک کے ہر گوشہ سے خود مختاری کی صدا بلند ہو رہی تھی ہندوستان کے صوبہ صوبہ کا ایک نیا

علم نہ تھا، اودھ کی عنان حکومت شجاع الدولہ کے ہاتھ مین تھی، روہیلکھنڈ نواب عبد اللہ خان اور حافظ رحمت یار خان کے زیر تصرف تھا، رامپور مین نواب فیض اللہ خان فرمانروائی کر رہے تھے بنگالہ پر قاسم علی خان عالیجاہ کا قبضہ تھا، کرناٹک، مدراس کے تخت پر والاجاہ جلوہ آرا تھا، گو رفتہ رفتہ ہر صوبہ انگریزی کمپنی کے زیر نگین ہوتا جاتا تھا،

لکھنؤ مین جسکی خمیر مین مذہبی تعصب و تفرقہ اندازی شامل ہے بحر العلوم کے ایک فتوی پر سنی شیعون مین اختلاف پیدا ہوا اور نوبت یہان تک پہونچی کہ سلطنت کے اشتعال سے شیعی خون کی حرارت بحر العلوم کے مقدس خون کے بغیر ٹھنڈی نہین ہونی چاہتی تھی مگر ایک دنیاوی جاہ وجلال کے شہنشاہ کا سر بہت آسانی سے اتارا جاسکتا تھا لیکن بحر العلوم کا خون بہانا آسان نہ تھا سنیون کی انگریزی فوج نے اپنے علم و مذہب کے تاجدار کی ہر طرح حفاظت کی لیکن بحر العلوم نے یہ خیال کیا کہ فوری جوش مین استقلال کی خاصیت نہین ہوتی شاہجہانپور چلے گئے، شاہجہانپور کا گورنر اسوقت حافظ الملک حافظ رحمت خان تھا، اسنے بڑے احترام سے بحر العلوم کا خیر مقدم کیا، عبد اللہ خان نواب شاہجہانپور کو جب یہ معلوم ہوا کہ بحر العلوم نے میری حدود سلطنت کو شرف قدوم بخشا ہے وہ بحر العلوم کی ملاقات کو شاہجہانپور آیا، اور قلعہ کے اندر اپنی خاص حویلی مین اسنے بحر العلوم کو ٹھہرایا اور ایک مدرسہ قلعہ کے باہر لب دریا بنوادیا جسکے شکستہ آثار کچھ اب بھی موجود ہین،

حافظ الملک جبتک زندہ رہا بحر العلوم نے وہان قیام کیا، تدریس و تالیف کا سلسلہ پھر شروع ہوا طلبا دور دراز مسافتین قطع کرکے آتے تھے اور بحر العلوم کے ہاتھون سند فراغ حاصل کرتے تھے بحر العلوم کا مرغ شہرت یہین سے اوڑکر ہندوستان کے مغرب و مشرق مین پہونچا، تصنیفات کا بھی زیادہ تر حصہ یہین مکمل ہوا، اوران تصنیفات کی نقلین یہین سے اطراف ملک مین پھیلین، بحر العلوم یہان تقریباً دو برس رہے،

۱۱۸۸ھ مین حافظ الملک شہید ہوا اور وزیر الممالک شجاع الدولہ اور نواب فیض اللہ خان دونون نے ملکر حافظ الملک کی سلطنت تقسیم کر لی، شاہجہانپور، فرخ آباد، بریلی، مرادآباد، پیلی بھیت، شجاع الدولہ کے حصہ مین آیا، اور رامپور ریہڑ نواب فیض اللہ خان کی قسمت مین آیا، لیکن نواب فیض اللہ خان نے اپنے ناقص حصہ کی اسطرح پوری کر لی کہ حافظ الملک کے پاس جو علما کا گلدستہ تھا اسکو رامپور اٹھا لایا، بحر العلوم اس گلدستہ کے گل سرسبد تھے یہ بھی رامپور آئے،

بحر العلوم نے پھر تدریس کا سلسلہ شروع کیا بعض تصنیفین یہان بھی کین اور ذرا فرصت جو ملی تو گذشتہ تصنیفات پر نظر ثانی کی، باوجود اسکے کہ ملک مین عام بداسنی تھی طلبا کی کثرت کا تار نہین ٹوٹتا تھا ایک دریا تھا جو امڈا آتا تھا، آخر نواب فیض اللہ خان اتنے طلبا کے بار کا متحمل نہ ہو سکا، وظائف مین کمی شروع کی، طلبہ کو تکلیف ہونے لگی، بحر العلوم یہان سے برداشتہ خاطر ہو گئے اور مصمم ارادہ کر لیا کہ اب یہان سے کسی اور طرف رخ کرنا چاہیے، اتفاق سے منشی صدر الدین نے بنگالہ مین آنے کی درخواست کی، بردوان مین ایک مقام بُہار ہے جہان منشی صدر الدین کا وطن تھا، منشی صدر الدین نے یہین ایک مدرسہ بنوایا تھا، بحر العلوم نے درخواست قبول کر لی اور رامپور سے روانہ ہو گئے، راستہ مین راہ بریلی پڑا، جہان ملا نظام الحق بحر العلوم کے داماد تھے اُن سے ملنے کے لئے بریلی مین ٹھہر گئے، اور ملا نظام الحق کو ساتھ لئے ہوئے تقریباً سو ڈیڑھ سو طلبا کے جلو مین بریلی سے آگے بڑھے اور پیہم کوچون کے بعد یہ چھوٹا سا کاروان بُہار پہونچا،

منشی صدر الدین بڑے تزک و احتشام سے استقبال کو نکلے اور بحر العلوم کو ساتھ لیکر اپنے مدرسہ مین داخل ہوئے، چار سو روپیہ ماہوار بحر العلوم کے لئے اور سو روپیہ ملا نظام الحق کے لئے اور ہر ایک طالبعلم کا وظیفہ مقرر ہوا،

بہار کا مدرسہ کمپنی گورنر جنرل کے اشارہ سے اسلئے بنا تھا کہ علما اُن دنون حکام ہوتے تھے اور ایسے علما جو دستار فضیلت کے ساتھ عنان حکومت بھی سنبھال سکتے ہون مشکل سے دستیاب ہوسکتے تھے اس غرض سے یہ مدرسہ قایم کیا گیا تھا۔ بحر العلوم کے فیض اثر سے طلبا تیغ و قلم دونون کے مالک ہو کے نکلین اس زمانہ مین ہندوستان کے اکثر شہرونمین بحر العلوم ہی کے شاگرد اور شاگرد شاگرد قاضی قاضی القضاۃ، صدر الصدور وغیرہ ہوتے تھے ۱۱۷۳ھ مین قاسم عالی جاہ ناظم بنگالہ نے کمپنی سے شکست کھائی تھی اور بنگال کا نظم و نسق کمپنی نے اپنے ہاتھ مین لیا تھا اس لحاظ سے یہ مدرسہ ۱۱۷۳ھ کے بعد قائم ہوا ہوگا اور بحر العلوم اُسی سال بہار کے مدرسہ مین مسند نشین ہوئے اس حساب سے بحر العلوم تقریبا پانچ برس رامپور رہے،

ایک مدت تک بہار مین بحر العلوم کا فیض جاری رہا تصنیفات کین سیکڑون علما پیدا کیے جنھون نے خدمتین کین لیکن قسمت مین ابھی صحرا نوردی اور باقی تھی، چند فرمایونکی مذموم کوشش سے بحر العلوم اور منشی صدر الدین مین رنجش ہوگئی، بحر العلوم کا دل گھبرا گیا اور یہ فکر ہوئی، کہ یہان سے اب کسی اور سمت چلنا چاہیے اسی فکر مین آنکھ لگ گئی دل کی آنکھون سے مقدس باپ (ملا نظام الدین) کی زیارت کی، ملا صاحب نے بیٹے کو تسکین دی، اطمینان دلایا اتفاق سے اسکے کچھ ہی دنون کے بعد مدراس سے والا جاہ نے بحر العلوم کی درخواست کی، بحر العلوم مدراس روانہ ہوئے،

باقی

سید سلیمان

علمی خبرین

فکر اور دماغ ،، یہ ہر شخص جانتا ہے کہ فکر دماغ کا کام ہے ، دماغ کے دو حصے ہوتے ہین ایک مغز اور دوسرا اُسکے اوپر لپٹا ہوا ، پہلے حصہ کا رنگ سپیدی مائل ہوتا ہے اور دوسرا حصہ مائل بہ زردی ہوتا ہے دماغ کے ان دو حصونکی تشبیہ نارنگی کے مغز اور چھلکے سے زیادہ مناسب نہین ملسکتی ہے ،

جسطرح انسانکی دو آنکھین ہر چیز کی الگ الگ دو تصویرین کھینچتی ہین مگر وہ دونون تصویرین تجویف دماغ مین ملکر ایک ہوجاتی ہین اور صحیح آدمی کو ایک چیز ایک ہی نظر آتی ہے ، مگر احول جسکے تجویف دماغ مین دونون تصویرین ایک نہین ہوجاتین ، وہ ایک چیز کو دو دیکھتا ہے ، اسیطرح دماغ کے دونون حصے دو عمل کرتے ہین پھر وہ دونون عمل ملکر فکر کی صورت مین ظاہر ہوتے ہین ،

دماغ کے دوسرے حصہ مین تیڑھی تیڑھی کچھ شکنین ہوتی ہین جس حیوان مین شکنونکی تعداد جتنی زیادہ ہوگی اُتنی ہی اُنکے دماغی اعمال زیادہ صحیح ہونگے تمام ذی روحون مین انسان کے دماغ مین یہ شکن زیادہ ہے

فکر دراصل ایک حرکت دماغی کا نام ہے ، دماغ کے ترکیبی ذرات جلد جلد حرکت کرنے لگتے ہین لیکن حرکت اور فکر مین اتنا فرق ہے کہ حرکت ایک محسوس شے ہے اور فکر غیر محسوس ،

گم شدہ سلسلہ ، جو لوگ ڈارون کی تھیوری صحیح تسلیم کرتے ہین ، اور عالم کی تدریجی ترقی کے قائل ہین انھون نے سب کم درجہ کے حیوان سے انسان تک حیوانات کا ایک تدریجی سلسلہ قائم کیا ہے جسکی انتہائی سرحد بندر ہے ، بندر اور انسان کے درمیان جو حد فاصل حیوان تھا اُسکا پتہ انکو نہین لگا تھا اور مدت سے انکو اسکی جستجو تھی ،

سنہ ۱۹۰۱ء میں جاوہ (ایک ملک) مین ایک قسم کے حیوانات کی ہڈیان ملی ہین، جنکے اعضا کی ساخت بندر اور انسان دونون کے بین بین ہے، علمائے طبعیہ کو یقین ہے کہ یہ وہی بندر اور انسان کے درمیان کا گمشدہ سلسلہ ہے، جسکی نوع اب دنیا سے مفقود ہو گئی ہے،

سمالی آسٹریلیا کے ساحل مین ایک عورت پائی گئی ہے جسمین ابتک فطرتی توحش باقی ہے، اُسکے خصائل بندر سے بہت مشابہ ہین، درخت پر بڑی آسانی سے چڑھ سکتی ہے جست کر سکتی ہے جسطرح ایک بندر، اسکے پاؤن بالکل حبشیون کی طرح ہین، اس سے پہلے کبھی یہان کوئی انسان نہین پایا گیا تھا، انثرالوجی (علم الانسان) کا ایک پروفیسر کہتا ہے، کہ یہ بندر سے ترقی کردہ حیوان ہے۔

انگلستان کے ایک شہر مین علم ہندسہ کی ایک تصویر ہے جسمین موسم، سنہ، ہفتہ، دن کے خاکی نقشے ہین، یہ تصویر ایک مکان ہے اس مکان کے چار موسم کے لحاظ سے چار بازو ہین، اور ایک سال کے حساب سے ۳۶۵ دریچے ہین، اور ایک برس کے ہفتون کی مناسبت سے ۵۲ دودکش ہین، اور ہفتہ کے سات دن کے لئے سات دروازے ہین،

ہندوستان کی ایک ناعاقبت اندیش جماعت نے آزادی نسوان اور پردہ دری کی آرزومند ہے مگر اسکو اُس ملک کے علماے تمدن کی واقفیت نہین ہے جسکی صرف عامیانہ تقلید کو وہ ملک اور قوم کی نجات کا باعث سمجھتے ہین،

یورپ کے علماے متمدن مین مدت سے یہ بحث تھی کہ یورپ کی مردم شماری مین کیون روز بروز کمی ہوتی جاتی ہے، اسکی علت صرف یہ ثابت ہوئی کہ لوگ شادی نہین کرتے اور تجردانہ زندگی بسر کرتے ہین لیکن یہ علت خود ایک دوسری علت سے پیدا ہوئی ہے چونکہ وہان کی بے پردگی اور عام مجمع مردون کو عورتون سے ملنے کا کافی موقع دیتا ہے اسلئے یورپ مین ازدواجی تعلقات کم ہوتے جاتے ہین۔

اشتہار

پٹنہ کے مشہور کتبخانہ مین مرزا کامران (اکبر شاہ کے چچا) کا دیوان، شاہی کتبخانہ کا نسخہ ہے، اسکی لوح پر جہانگیر، اور شاہجہان کے ہاتھ کی تحریرین ہین، ہم نے اسکا فوٹو لیا، اور دفتر ندوہ سے عہ پر ملسکتا ہے، یادگار چیز ہے، اور دیکھنے کے قابل ہے۔

موازنہ انیس و دبیر

مصنفہ

مولانا شبلی نعمانی

تقطیع بڑی، کاغذ عمدہ، ضخامت تقریباً ۳۰۰ صفحے، قیمت عہ، درخواستین حسب ذیل پتہ سے بھیجی جائین،

ندوہ لکھنؤ

کتبخانہ المعین

ندوہ مین ہر قسم کی اردو، فارسی، عربی، کی کتابین مطبوعہ ہند، مصر، بیروت، قسطنطنیہ بہ کفایت ملسکتی ہین۔

منیجر فضل الرحمن

الندوہ

نمبر ۵ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ مطابق جون ۱۹۰۷ء جلد ۴

مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبۂ

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

(سید سلیمان اسسٹنٹ اڈیٹر الندوہ)

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات		۱ — ۲
۲	فلسفۂ یونان اور اسلام	شمس العلما مولانا شبلی	۳ — ۲۶
۳	بحر العلوم	مولوی سید سلیمان اسسٹنٹ اڈیٹر	۲۶ — ۳۴

باہتمام احقر انام محمد قادر علی خان بن احمد خان صوفی مرحوم و مغفور اعلی اللہ مقامہ

مفید عام پریس آگرہ میں بہ کمال حسین بسرط فرساست طبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شایع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

ندوہ کا کتبخانہ یورپ مین بیسیون عربی کتب خانہ ہین جو نادر الوجود قلمی کتابون کے مخزن ہین اور جن کے سایہ مین ایسی سیکڑون کتابین زندہ ہین جنکو ہم مردہ سمجھ چکے ہین، اور جن کا صرف نام قدیم فہرستون مین دیکھتے ہین مستشرق علما اون سے فائدہ اوٹھاتے ہین۔ اونکو حلیہ طبع و تحشی سے آراستہ کرتے ہین، اور پبلک اون سے فائدہ اُٹھاتی ہے ارباب قلم اون سے مستفید ہو کر قدیم معلومات مین جدید اضافہ کرتے رہتے ہین۔

یہ نہین کہ ہندوستان ان خزانون سے خالی ہے، بلکہ یا تو وہ شخصی تصرفات کی بدمذاقی سے برباد ہو رہے ہین، یا جاہل وارثون کے صندوقون مین کیڑون کی خوراک بن رہے ہین، بعض نادر کتب خانے ایسے بھی ہین جو شاہی انتظامات سے اسطرح محفوظ ہین کہ مشتاق نگاہین سیکڑون جد و جہد پر بھی وہان تک نہین پہونچ سکتین،

ہندوستان مین صرف **ندوہ** کا کتبخانہ ایک ایسا کتبخانہ ہے جسکو قومی کتبخانہ کہ سکتے ہین اور جس سے ہر شخص بغیر کسی مزاحمت کے مستفید ہو سکتا ہے، بعض دیگر قومی انجمنون کے شاندار قصرون مین بھی عربی کا کتب خانہ موجود ہے مگر عربی کی بیقدری سے کبھی وہان کا دروازہ بھی نہین کُھلتا۔

ندوہ نے بار بار قوم کو ایک قومی کتب خانہ کیطرف توجہ دلائی، مگر اوسکی کم اثری کا ہمیشہ گلہ رہا۔ **مولانا شبلی** کا نادر کتب خانہ آج ندوہ کے وسیع ہال مین ہوتا اگر کوئی قومی سرمایہ اوسکے حسب رتبہ ایک عمارت

بنوادیتا نواب علی حسن خان صاحب بہادر کا مشہور کتب خانہ آج ندوہ کے لئے باعث زینت ہوتا اگر گذشتہ سال بعض ہمدردقوم پر جونکی طرح تمام قومی اخبارات جناب نواب صاحب کو اسطرف توجہ دلاتے کتب خانہ ندوہ کا سنگ بنیاد ہندوستان کے ایک قدیم شہر عظیم آباد پٹنہ سے نے رکھا تھا اور ہم نہایت مسرت سے اظہار کرتے ہین کہ وہ آمین اضافہ بھی کرتا جاتا ہے، حال ہین نواب حافظ احمد رضا خان سکندر نواز جنگ نے جو عظیم آباد کے ایک مشہور رئیس ہین، اپنا کتب خانہ ندوہ کے لیے وقف کر دیا ہے، کتابین دفتر مین پہونچ گئین ہین، تقریباً چہ سو کتابین ہین، جن مین زیادہ تر مطبوع اور درسی کتابین ہین، ان کتابون مین سے دیوان فغانی، دیوان حسن، فرائد ملا محمود جونپوری کا ل قابل ذکر ہین،۔

مولوی غلام محمد صاحب شملوی، وکیل ندوہ - بنگلور مین کچہ دنون سے ندوہ کی امداد کے لئے کوشش کر رہے تہے، خوشی کی بات ہے کہ مولوی حکیم عبد الباسط خان ناظم معین الندوہ بنگلور اور مولوی حکیم سید حسن صاحب نائب ناظم اور دیگر اعیان شہر کی حسن سعی سے ۶۸۰ چہہ سو اسی روپے چندہ جمع ہوگیا اور روپے بذریعہ نوٹ دفتر مین پہونچ گئے ہین چندہ کی تفصیل ابھی تک موصول نہین ہوئی ہے،

جناب مولوی محمد عیسیٰ خان صاحب رئیس دتاولی ضلع علیگڈہ نے ندوہ کے لئے سو روپے بمد زکوۃ عنایت کئے ہین۔

مولانا شبلی نعمانی الحمد للہ کہ مولانا کو روز بروز صحت ہوتی جاتی ہے، زخم مندمل ہوچکا ہے۔ پٹی کہولدیگئی ہے، مگر ابھی تک پاؤن بار سنبھالنے کے لایق نہین ہوا ہے، ضعف باقی ہے،



فلسفۂ اسلام

مسئلہ ارتقا، اور ڈارون،

ڈارون کی ۲۰ برس کی پیہم کوشش اور غور و محنت کی داد ہمارے ملک نے تو یہ دی ہے کہ "وہ انسان کی اصل، بندر قرار دیتا ہے اسلئے خود بندر ہے" لیکن ایک ایسا مسئلہ جسکو قریباً یورپ کے تمام حکما تسلیم کرتے جاتے ہین، اس قابل نہین کہ اسکو ہنسی مین اُڑا دیا جائے اسلئے ہم ضروری سمجھتے ہین کہ یہ پہلے۔ (بتا ئین کہ اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے۔ ڈارون کا کیا دعویٰ ہے۔ اسکے کیا اصول ہین؟ پھر یہ دیکھین کہ حکماے اسلام کا اِسکے متعلق کیا خیال تھا؟

جب کسی نئے مسئلہ کا ثابت کرنا مقصود ہو تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ باتین استدلال مین پیش کی جائین جن کو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے۔ پھر وہ باتین جو ان تسلیم کردہ باتون سے خود بخود لازم آتی ہین اسطرح رفتہ رفتہ اصل مطلب تک آئین ہم بھی یہی طریقہ اختیار کرتے ہین۔

اسقدر مسلم ہے کہ اکثر جانورون کی بہت سی مختلف قسمین ہوتی ہین کبوتر کے سینکڑون اقسام ہین کتّے سینکڑون قسم کے ہوتے ہین گھوڑون کی بہت سی نسلین ہین، ان اقسام کی صورت شکل رنگ روپ، ڈیل ڈول عادت و خاصیت مین بھی نہایت فرق ہوتا ہے، باوجود اسکے سب لوگ بھی مانتے ہین کہ وہ ایک ہی جانور ہین، اور ایک ہی خاندان سے ہین، طوطے سبز بھی ہوتے ہین، سفید بھی نہایت چھوٹے بھی چیل کے برابر بھی۔ بعضون کے سرون پر کلغی بھی ہوتی ہے، لیکن سب کے سب طوطے ہین، سفید کلغی والا طوطا چیل کے یا باز

نہین کہلاتا۔

ان مختلف قسم کے طوطون کی صورت شکل رنگ ڈیل ڈول کا اسقدر باہم مختلف ہے پھربھی تم سب کو ایک ہی جانور اور ایک ہی نسل بتاتے ہو، صرف اسلئے کہ ان مین کچھ چیزین مشترک بھی ہین، سنو کر و فاختہ اور کبوتر مین کیا اس سے زیادہ اختلاف ہے کیا ان مین اسقدر مشترک باتین نہین ہین؟ جتنا طوطون کے اقسام مین ہین اس بنا پر یہ کیا مناسب نہین کہ فاختہ کے مفہوم کو، ذرا اور وسیع کرو کہ کبوتر بھی اسکے دائرہ مین آجاے اتنی وسعت پیدا کرو، تو ذرا اور آگے بڑہو کہ کچھ اور جانور بھی فاختہ کی ذیل مین آجائین، آگے اور بڑھنا ہوگا، لیکن ابھی ہم یہین تک رکے جاتے ہین۔

اب ایک اور بات پر غور کرو، تم نے تمام موجودات کی ۴ قسمین کی ہین، جمادات یعنی زمین پہاڑ وغیرہ۔ نباتات۔ حیوانات، انسان۔ ان مین تم نے فرق یہ رکھا ہے کہ جمادات وہ چیزین ہین جن مین نمو یعنی بڑھنے کی طاقت نہین ہوتی، نباتات وہ ہین جو بڑھتے ہین جیسے درخت وغیرہ۔ حیوانات وہ جو چل پھر بھی سکتے ہین اور انسان جسمین ان سب باتون کے ساتھ عقل بھی ہوتی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ حدین جو تم نے مقرر کی ہین کیا ہر جگہ قایم رہتی ہین، حال کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ بعض جزایر مین ایسی بیلین ہوتی ہین جو درختون پر لپٹی رہتی ہین۔ لیکن جب کوئی جانور سامنے آجاتا ہے تو جھپٹ کر اس سے لپٹ جاتی ہین، اور ان کا خون اس طرح چوس لیتی ہین کہ وہ جانور مردہ ہو کر گر پڑتا ہے۔ بعض مقامات مین ایک پھول ہوتا ہے، اسکی پتیان کھلی رہتی ہین، جب کوئی مکھی اسپر آبیٹھتی ہے تو فوراً پتیان سمٹکر اسکو بند کر لیتی ہین، اور اسکا خون چوس کر چھوڑ دیتی ہین، یہ تو حال کے تجربے ہین، لیکن چھوئی موئی کا درخت تو تم نے بھی دیکھا ہو گا، اسکو چھوو تو اسکی پتیان خود بخود سمٹنی شروع ہوتی ہین اور ہات اٹھا لینے پر بھی سمٹتی رہتی ہین۔ یہان تک کہ بالکل سمٹ جاتی ہین، کیا ان مثالون سے یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ بعض نباتات

مین بھی حرکت کی قوت ہوتی ہے۔ اِس صورت مین نباتات اور حیوانات مین تم نے جو
سرمقایم کی تھی، وہ ٹوٹ جاتی ہے۔

۳ - تم دیکھتے ہو کہ جمادات ۔ نباتات، حیوانات ہر ایک قسم مین کتنی قسمین اور ان مین کس قدر
مدارج کا اختلاف ہے، گھوڑے ٹوٹو بھی ہوتے ہین - ترکی بھی عرب بھی، ویلر بھی، اُن کے افعال
مین آثار مین، اوصاف مین، صورت شکل مین، کس قدر فرق ہوتا ہے یہ اختلاف مراتب، آب وہوا
زمین، تربیت، موسم وغیرہ کی اختلاف سے پیدا ہوتا ہے، ان ملکون کا معمولی کتا، برفانی پہاڑ و نیر
جاکر، دو ایک نسل کے بعد اسکے بدن پر ریچھ کی طرح بال نکل آتے ہین، ولایت کے انگور،
سیب وغیرہ. ہمارے ملک مین بوئے جاتے ہین، تو اُن کی لطافت مزہ بالیدگی مین فرق
آجاتا ہے ۔ یہان کا گھوڑا عرب مین جائے تو دو چار پشتون کے بعد اُسمین عربی گھوڑے کے
اوصاف پیدا ہو جائینگے، کبوتر پالنے والے، ایک قسم کے کبوترمین دوسری قسم کے کبوترون کے
اوصاف پیدا کرنے چاہتے ہین، تو اُن کا میل دے کر پیدا کر لیتے ہین - غرض ہر چیز کے
مختلف مدارج ہین، اور یہ مدارج آب وہوا وغیرہ کے اختلاف سے پیدا ہوتے ہین۔

۴ - یہ بھی نظر آتا ہے کہ تمام چیزین ترقی، اور تنزل کرتی رہتی ہین، آم جنگل مین خودرو تھے،
آبادی مین آکر ترقی کی، رفتہ رفتہ ا بمبئی، لنگڑا - ثمر بہشت، فجری اور شاہ پسند ہو گئے۔

۵ - اب ابتدا سے چلو، سب سے کم درجہ کے نباتات وہ ہین جو گھورے وغیرہ پر اُگتے ہین یہ
دراصل محض خاک کا ابھار ہین، پانی پڑا، بالیدگی پیدا ہوئی تازہ ہوئے دہوپ کھائی مرجھا کر خشک ہو گئے
دو چار دن پھر ہوا چلی، پھر پیدا ہوئے ۔ اور حسب معمول خشک ہو گئے ۔ ان سے بڑھ کر - سبزہ
ہے جو دیر تک رہتا ہے ۔ زمین سے غذا بھی حاصل کرتا ہے لیکن پھل پھول تخم نہین اسلئے
اسکی نسل نہین چل سکتی، ان سے بڑھکر، جو گیہون وغیرہ ہین، جن کے تخم ہوتے ہین اور اس سے

اُن کی بقاے نسل ہوتی ہے، ان سے ترقی یافتہ، درخت ہین، جن مین غلہ سے کچھہ زیادہ اوصاف ہوتے ہین بڑھتے بڑھتے خرما تک پہونچتی ہے جس مین حیوانات کے بعض اوصاف پائے جاتے ہین، حیوانات جس طرح نر و مادہ ہوتے ہین، خرما مین بھی نر و مادہ ہوتے ہین اور جب تک، نر کے پھول کے زیرے مادہ پر نہ چھڑکے جائین، وہ بار ور نہین ہوتے۔ اسی کو عرب کی اصطلاح مین تلقیح اور ہندی مین شادی کرنا کہتے ہین۔ نباتات کا قاعدہ یہ ہے کہ اوپر سے ان کو کاٹ لو تو انکو نقصان نہین پہنچتا، جب تک اُن کی جڑ قایم ہے، وہ زندہ رہین گے، بخلاف اسکے حیوانات اور انسان کا یہ حال ہے کہ اگر اُن کا سر کٹ جاے تو گو تمام اور اعضا سلامت رہین، لیکن وہ زندہ نہین رہ سکتے، خرما کے درخت کا بھی یہی حال ہے اگر اُسکے اوپر کے حصہ کو کاٹ ڈالین تو وہ باقی نہین رہ سکتا۔

اس سے آگے بڑھ کر چھوئی موئی کے پتے جنمین حرکت کی خاصیت ہے جو خاص حیوانات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس حرکت کی نسبت، یہ خیال ہوسکتا ہے کہ وہ طبعی اور فطرتی ہے ارادی نہین ہے اسلئے اس درجہ سے بڑھ کر وہ نباتات ہین جن کا ذکر اوپر گذرا، اور جن مین صاف ارادے حرکت کے پائے جاتے ہین۔

اب حیوانات کو لو سب سے کم درجے کا حیوان ایک کیڑا ہے جو سمندر مین پیدا ہوتا ہے یہ گویا فالودہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے کسی قسم کا کوئی عضو اسمین نہین ہوتا چمڑا گوشت پٹھہ رگ، کوئی چیز نہین ہوتی، اسکے اندر سے دھاگے کی طرح تار نکلتے ہین، انھی تارون کے ذریعہ سے غذا کو جذب کرتا ہے۔ پھر یہ تار سمٹ کر اسکے جسم کے اندر چلے جاتے ہین۔

اس حالت سے آگے بڑھ کر وہ جانور پیدا ہوتے ہین جنکے موتھ ہوتا ہے، لیکن اور اعضا نہین ہوتے، اور چھونے کے سوا، اُن مین اور کوئی قوت نہین ہوتی وہ سونگھ نہین سکتے سُن نہین

[illegible] نہین سکتے ، مثلاً کچھوے وغیرہ - رفتہ رفتہ اور اعضا پیدا ہوتے جاتے ہین یہانتک کہ
[illegible] جانورون کا وجود ہوتا ہے ، جنکے کان ، آنکھ ، ناک ، سب ہین ، ہر قسم کے حواس ہین لیکن
[illegible] قد آدمی کی طرح ، سیدھا نہین ہوتا ، اس سے بھی بڑھکر ، وہ جانور ہین جنکو لوگ بن مانس کہتے
ہین ، ان جن کی بعض قسمین مثلاً گوریلا وغیرہ لاٹھی لیکر بالکل آدمیون کی طرح چلتے ہین ، اور ایک خاندان
[illegible] مل جل کر رہتا ہے جس طرح آدمی رہتے ہین ، اور اُن مین وہ تمام اوصاف پائے جاتے
ہین جو افریقہ کے وحشی آدمیون مین پائے جاتے ہین - اب ان تمام گذشتہ مقدمات کو مختصراً
پیش نظر رکھو یعنی -

---

(۱) موجودات کے جو انواع ہین ، جمادات - نباتات - حیوانات ، انسان ، ان مین سے ہر ایک
کی سینکڑون ہزارون قسمین ہین ، جنکو سب لوگ ایک ہی نوع شمار کرتے ہین ، مثلاً کبوتر - گھوڑے
وغیرہ کے اقسام ،

(۲) ایک قسم کی ترقی کرکے دوسری قسم مین داخل ہوجاتی ہے -

(۳) جمادات ، نباتات ، حیوانات ، ان مین سے ہر ایک کی ترقی یافتہ قسمین اوپر کی نوع سے
مل جاتی ہین یعنی - جماد مین نمو پیدا ہوجاتا ہے اسلئے وہ نباتات کہلایا جاسکتا ہے - نباتات
مین ارادی حرکت ، پیدا ہوجاتی ہے اسلئے اسکو حیوان کہہ سکتے ہین ، حیوانات مین ، عقل و ہوش
اور اعلیٰ درجہ کا تمدن پیدا ہوجاتا ہے -

یہ امور تو قطعی ثابت ہوچکے ہین اب گفتگو صرف یہ رہ جاتی ہے - کہ
یہ قومین ، ابتدا ہی سے ایک ہی زمانہ مین الگ الگ پیدا ہوئی تھین ، جماد الگ پیدا ہوا
نباتات الگ وجود مین آئے - حیوانات ، جدا پیدا ہوئے - انسان ، علیحدہ مخلوق ہوا یا یہ کہ اسی
[illegible] سے ادنیٰ درجہ کی نوع ترقی کرکے اعلیٰ ہوئی پھر اس سے اعلیٰ ہوئی پھر اس سے

اعلیٰ تر ہوئی یہان تک کہ انسان وجود مین آگیا۔

عام لوگون کا خیال ہے کہ دنیا جب پیدا ہوئی تو جمادات، نباتات، حیوانات سب

ایک ہی زمانہ مین پیدا ہوئے اور الگ الگ پیدا ہوئے ڈارون کی راے ہے کہ

پہلے صرف نوع پیدا ہوئی، وہی ترقی کرتے کرتے، انسان کی حد تک پہنچ گئی۔

یہ ظاہر ہے کہ دونون احتمالون مین سے کوئی قطعی نہین، یون بھی ہوسکتا ہے، اور ڈون بھی

اسلئے اتنا تو بہرحال مان لینا چاہیئے کہ ڈارون جو کچھ کہتا ہے وہ ایسی چیز نہین جسکی ہنسی اُڑائی

جائے وہ بھی ایک احتمال ہے اور تم جو کہتے ہو وہ بھی احتمال ہے اور دونون مین کوئی قطعی

اور یقینی نہین۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونون احتمالون مین سے، زیادہ قرین قیاس کون ہے اور روزمرہ

کے تجربے کیا شہادت دیتے ہین، یہ ظاہر ہے کہ ہم رات دن دیکھتے رہتے ہین کہ تمام چیزین

ترقی کرتی رہتی ہین، گلاب کی صرف دو تین قسمین تھین آج کئی سو قسمین ہین جن پھولون مین سو سو پتیان ہوتی تھین کئی کئی

ہزار تک ہو گئین، آب و ہوا، موسم اور ملکی ترقی نے جانورون کے اقسام کو کہان سے کہان تک پہنچا

دیا، یہ بھی آنکھون سے نظر آتا ہے۔ کہ اعلیٰ قسم ابتداءً خود بخود نہین پیدا ہوئی بلکہ وہی ادنیٰ چیز ترقی

کرتے کرتے اعلیٰ بن گئی خود ہم نے، ایک ادنیٰ چیز کو ترقی دیکر اعلیٰ کر دیا اسیطرح، فطرۃً ادنیٰ چیزین

اعلیٰ ہوتی رہتی ہین اس بنا پر بھی زیادہ قرین قیاس ہے کہ جمادات، نباتات، حیوانات بھی اسی طرح

ترقی پا پا کر، ایک نوع، دوسری نوع ہوتی گئی۔

اس احتمال پر بڑے سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ اب کیون بند ہو گیا، آج کیون

کوئی گھاس ترقی کر کے جانور نہین بن جاتی اسکا جواب یہ ہے کہ ایک نوع سے دوسری نوع مین

جو انقلاب ہوتا ہے یہ سو دو سو برس کا کام نہین ہزارون برس مین یہ انقلابات، وقوع مین آتے ہین۔

اسکے علاوہ، جو چیزین ایسی ہین جن مین اور کسی نوع کی بعض خاصتین پائی جاتی ہین یہ وہی ہین جو ابتک کی حالت مین ہین اور رفتہ رفتہ اور کسی نوع سے مل جاینگی، جن نباتات مین حرکۃ ارادی کی قوت ہے تم کہتے ہو کہ ابتدا ہی سے اسکی یہ حالت ہے، لیکن یہ کیون نہ مانا جائے کہ ابتدا وہ محض نباتات تھے، ترقی کرکے اس حالت پر پہنچے کہ ان مین حیوان کی بعض خاصیتین آئین اس سے بھی بڑھکر ترقی کرینگے اور پورے حیوان بن جائینگے، اس قسم کی چیزون کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اپنی جگہ سے چل چکے ہین کسی قدر رستہ طے ہوچکا ہے لیکن ابھی پوری منزل طے نہین ہوئی۔ تشریح نے علانیۃً ثابت کردیا ہے اور ہم نے خود فوٹو دیکھے ہین کہ آدمی کا بچہ، جب مان کے پیٹ مین مہینہ دو مہینہ کا ہوتا ہے، تو اسکی صورت مین، اور بعض دوسرے جانورون کے جنین دو پیٹ کا بچہ، مین ذرہ برابر فرق نہین ہوتا کیا یہ اسبات کا کافی ثبوت نہین کہ انسان کا بچہ، ترقی کرکے اخیر منزل تک پہنچ جاتا ہے اور جانور ابھی تک، اس منزل پر نہین پہنچے ہین۔

اگر کوئی شخص کہے کہ کبوتر کی جو سینکڑون ہزارون قسمین ہین، ان مین سے ہر ایک قسم، ابتداءً پیدا ہوتی ہے تو تم بے تکلف کہدوگے کہ یہ غلط ہے۔ بلکہ خدا نے کبوتر کو پیدا کردیا اور ترقی و تنوع کا ایک قاعدہ مقرر کردیا اسکے موافق کبوترون کی مختلف اقسام پیدا ہوتی رہتی ہین اسیطرح یہ کیون نہ مانو کہ خدا نے ایک نوع پیدا کردی اور ترقی کا قاعدہ مقرر کردیا، اسکے موافق ایک نوع سے دوسری نوعین پیدا ہوتی رہتی ہین۔



حکمائے اسلام کا اسکے متعلق خیال

رسایل اخوان الصفا مین اس بحث کو تفصیل سے لکھا ہے اہم جستہ جستہ مقامات کا اقتباس کرتے ہیں

ترتیب موجودات | بیّنا فیہا بان اخر مرتبۃ المعدنیۃ متصلۃ باول مرتبۃ النباتیۃ نرید ان نتبعہا رسالۃ النبات ونبیّن فیہا ایضا طرفا من کیفیۃ نشوء النبات وکمیۃ اجناسہا وفنون انواعہا و خواصہا ومنافعہا ومضارّہا ونبیّن فیہا ایضا ان اخر مرتبۃ النبات متصلۃ باول المرتبۃ الحیوانیۃ وان اخر مرتبۃ الحیوانیۃ متصلۃ باول المرتبۃ الانسانیۃ

ہمنے پہلے رسالہ مین بیان کیا کہ جمادات کا انتہائی درجہ نباتات کے ابتدائی درجہ سے ملا ہوا ہے ہم چاہتے ہین کہ اسکے بعد نباتات پر ایک رسالہ لکھین جسمین مختصراً بتائین کہ نباتات کیونکر پیدا ہوتے ہین، ان کے کتنے اقسام ہین اور انواع ہین؟ ان کے خواص، فوائد اور نقصانات کیا ہین؟ اسمین ہم یہ بھی بیان کرینگے کہ نباتات کا انتہائی درجہ حیوانیت کی ابتدائی درجہ سے متصل ہے، اور حیوانیت کا انتہائی درجہ انسانیت کے ابتدائی درجہ سے ملا ہوا ہے۔

کھجور حیوانی نبات ہے | ان النخل نبات حیوانی لان بعض احواله مباین لاحوال النبات وان کان جسمہ نباتا۔ بیان ذلک ان القوۃ الفاعلۃ منفصلۃ من القوۃ المنفعلۃ والدلیل علی ذلک ان اشخاص الفحولۃ منہ مباینۃ لاشخاص الاناث ولاشخاص فحولتہ لقاح فی اناثہا کما یکون ذلک للحیوان فاما سائر النبات فان القوۃ الفاعلۃ منہ لیست بمنفصلۃ من القوۃ المنفعلۃ بالشخص

کھجور حیوانی نبات ہے اسلئے کہ اسکے بعض خواص نباتات کے خواص کے متباین ہین، گو اس کا جسم نباتی ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ کھجور مین قوت فاعلہ قوت منفعلہ سے ممتاز اور جدا ہے۔ چنانچہ نر کھجور اور مادہ کھجور کے درخت ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہین نر کھجور، مادہ کھجور کو حاملہ کرتی ہے جیسا کہ حیوانات کرتے ہین ورنہ اور تمام نباتات مین قوت فاعلہ اور قوت منفعلہ الگ الگ نہیں ہوتین۔

ل اخوان الصفا و ساتوان رسالہ نباتات کے متعلق بتمہید۔

باعتبار ثبات ان النخل نباتي بالجسم
حيوي بالنفس اذ كانت افعاله افعال
النفس الحيوانية -
وفي النبات نوع آخر فعله ايضا فعل النفس الحيوانية
لكن جسمه جسم النبات وهو الكشوث وذلك ان هذا
النوع من النبات ليس له اصل ثابت في الارض
كما يكون لسائر النبات ولا له اوراق كاوراقها
بل انها تلتف على الاشجار والزروع والشوك
فتمتص من رطوبتها فتغتذي بها كما يتغذى
الدود الذي يدب على ورق الاشجار وقضبان
النبات ويقرضها فيأكلها ويتغذى بها
نباتات میں بھی قوت لامسہ ہوتی ہے ان النبات له
قوة اللمس فقط والدليل على ذلك انها
بعروقها نحو المواضع الندية وامتناعه
من ارسالها نحو الصخور واليبس ايضا فانه متى
اتفق منبته في مضيق مال وعدل عنه طالبا
للفسحة والسعة فان كان فوقه سقف متغير
من الذهاب علوا وكان له ثقب من جانب مال
الى نحو تلك الناحية حتى اذا طال

اس دلیل سے ثابت ہوا کہ کھجور جسم کے لحاظ سے نباتی ہے
اور نفس کے اعتبار سے حیوان ہے کیونکہ اسکے افعال
حیوانات کے افعال ہیں،
نباتات میں ایک اور قسم ہے جسکا فعل بھی نفس حیوانی
کا فعل ہے لیکن اسکا جسم نباتی ہے - وہ اکاس بیل ہے
اسکی جڑ نہیں ہوتی جسطرح اور نباتات کی جڑیں ہوتی ہیں،
اور نہ اسمیں پتے ہوتے ہیں، بلکہ وہ درختوں پر کھیتوں پر
کانٹوں پر لپٹی ہے، اور ان کی رطوبت کو چوستی ہے اور
اس سے غذا حاصل کرتی ہے جسطرح وہ کیڑے جو
درختوں کے پتوں اور نباتات کی شاخوں پر رہتے ہیں
اور ان کو کتر کر کھاتے ہیں، اور اس سے غذا حاصل کرتے ہیں
نباتات میں صرف قوت لامسہ ہوتی ہے اسکی دلیل یہ ہے
کہ نباتات اپنی ریشوں کو مرطوب زمین کی طرف جانے دیتے
ہیں، اور پتریلی اور خشک زمین کی طرف جانے سے
روکتے ہیں جب کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی گھاس
کسی تنگ جگہ میں اگتی ہے تو ہٹکر دوسری طرف رخ
کرتی ہے اور وسیع جگہ تلاش کرتی ہے. اگر اسکے اوپر
چھت ہے جسکی وجہ سے وہ اوپر نہیں چڑھ سکتی اور چھت
میں کسی طرف سوراخ ہے تو وہ اسی سوراخ کی طرف مائل

طلع من هناك۔ فهذه الافعال تدل
على أن له حسا وتمييزا بقدر
الحاجة۔

[سب سے کم درجہ کا حیوان] فادون الحیوان
وانقصه هو الذی لیس له الاحاسة
واحدة فقط ×× ولیس لها سمع
ولا بصر ولا شم ولا ذوق الا الحس
واللمس فقط وهکذا اکثر الدیدان اللتی
تتکون فی الطین وفی قعر البحار

[اس درجہ کا حیوان بھی ہے اور نبات بھی] فهذا النوع حیوان نباتی لانه
ینبت جسمه کما ینبت بعض
النبات ویقوم علی ساقه قائما وهو من اجل
انه یتحرک جسمه حرکة اختیاریة حیوان ومن
اجل انه لیست له الاحاسة واحدة فهو انقص
الحیوان رتبة فی الحیوانیة وتلک الحاسة
ایضا فقد یشارکها النبات۔

ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب خوب بڑھ جاتی ہے تو اسی
سوراخ میں سے ہوکر باہر نکل آتی ہے ان باتوں سے
ثابت ہوتا ہے کہ نباتات کو بھی بقدر ضرورت حس و تمیز ہے

سب سے کم درجہ کا حیوان وہ ہے جسکے صرف
ایک حاسہ ہوتا ہے، اسکے کان، آنکھ، شامہ
ذائقہ کچھ نہیں ہوتا صرف چھونے کی حس
ہوتی ہے۔ چنانچہ اکثر کیڑے جو مٹی میں، اور
دریاؤں کی تہ میں پیدا ہوتے ہیں اسی قسم کے
ہوتے ہیں۔

اس قسم کا حیوان، نباتی حیوان ہے۔ کیونکہ اسکا
جسم بھی نبات کی طرح نمو کرتا ہے اور اپنے
بل پر کھڑا ہوتا ہے۔ یہ حیوان اس اعتبار سے
کہ اختیاری حرکت کرتا ہے۔ جانور ہے۔ اور اس
لحاظ سے کہ صرف ایک حاسہ رکھتا ہے، سب سے
کم درجہ کا حیوان ہے اور نبات ہے کیونکہ بعض
نباتات میں بھی یہ حاسہ ہوتا ہے۔

علامہ ابن مسکویہ المتوفی ۴۲۱ھ نے بھی الفوز الاصغر میں اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے، لیکن
ابن مسکویہ کائنات کا سلسلہ نباتات سے شروع کرتا ہے۔

[کم درجہ کے نباتات] فنقول ان مرتبة النبات — نباتات کا درجہ احساس کے قبول کرنے میں اسطرح شروع ہوتا کہ

النبات ... الاثر الشريف هو ما نجم من الارض
ولم يحتج الى البذر ولم يحفظ نوعه بيذره كانواع
الحشيش ... ذلك انه يوافق الجماد والفرق
بينهما ... وهذا القدر اليسير من الحركة
الضعيفة في قبول اثر النفس ولا يزال هذا
الاثر يقوى في نبات اخر يليه في الشرف
الى ان يصير له من القوة في الحركة الى
ان يتفرع وينبسط ويتشعب ويحفظ نوعه
بالبذر ويظهر فيه من اثر الحكمة اكثر
مما يظهر في الاول ولا يزال هذا
المعنى يزداد في شيء بعد شيء ظهورا
الى ان يصير الى الشجر الذي له
ساق وورق وثمر يحفظ به
نوعه

وهذا هو الوسط من المنازل الثلاثة الا ان اول
هذه المرتبة متصل بما قبله في افقه وهو ما
كان من الشجر على الجبال وفي البراري المنقطعة
وفي الغياض وجزائر البحار لا يحتاج الى غرس
بل ينبت لذاته وان كان يحفظ نوعه

کہ دستے ادنی درجہ کا نبات ا جب زمین سے اوگتا
ہے تو وہ تخم کا محتاج نہین ہوتا اور نہ وہ تخم کے ذریعے سے
اپنی نوع کی حفاظت کرتا ہے جیسے گھاس ا ور یہ
جماد کا آخری درجہ ہے، اس قسم کے نباتات اور جمادات
مین صرف تہوڑی سی حرکت کا فرق ہے اور یہ قوت
ان دوسرے نباتات مین جو اسکے اوپر ہین بڑہنی شروع
ہوتی ہے یہان تک کہ قوت حرکت اتنی ہوجاتی
ہے کہ اوسکی شاخین ہوتی ہین پہیلتا ہے تخم کے
ذریعہ سے اپنی نسل کی حفاظت کرتا ہے، اور حکمت
کے آثار اسمین اس سے کم درجہ کے نباتات سے
زیادہ ظاہر ہوتے ہین، اور یہ قوت رفتہ رفتہ بڑہتی جاتی
ہے یہان تک کہ وہ درخت پیدا ہوتے ہین جنکے
تنے پتیان پہل ہوتے ہین جن سے وہ اپنی نوع کی
حفاظت کرتے ہین۔

یہ درجہ، متوسط منزل ہے لیکن اسکا ابتدائی درجہ اپنے
اوپر کے درجہ سے ملا ہوا ہے، اور اس سے اوپر کے
نباتات وہ ہین جو پہاڑ، جنگل، جہاڑی جزائر مین ہوتے
ہین، جنکو بالقصد لگانے کی کچہہ ضرورت نہین
ہوتی بلکہ خودبخود اوگتے ہین اگرچہ وہ تخم کی وساطت سے

ب لبذر وهو ثقيل الحركة
بطيء النشوء،
ثم يتدرج من عنده المرتبة
ويقوى هذا الاثر فيه ويظهر
شرفه على ما دونه حتى ينتهي الى
الاشجار الكريمة التي تحتاج الى
عناية من استطابة التربة
واستعذاب الماء والهواء لاعتدال
مزاجها الى حياتها ثمرتها التي تحفظ
بها نوعها كالزيتون والرمان والسفرجل
والتفاح والتين واشباهها
ويتدرج ايضا في قبول هذا الاثر من ظهوره
الشرف الى ان ينتهي الى رتبة الكرم والنخل
فاذا انتهى الى ذلك صار في الافق الاعلى
من النبات وصار بحيث ان زاد قبوله
لهذا الاثر يبق له صورة النبات وقبل
حينئذ صورة الحيوان وذلك ان النخل
قد بلغ من شرفه على النبات الى ان حصل فيه
نسبة قوية من الحيوان شابهة كثيرة منه

اپنی نسل محفوظ رکھتے ہین اور اس قسم کے درختون مین
دیر مین نمو اور بہت کم حرکت ہوتی ہے۔
پھر نبات اس درجہ سے آگے قدم رکھتا ہے اور حیات
کے آثار اوسمین قوی ہوتے جاتے ہین اور اپنے
سے کم رتبے کے حیوانات پر امتیاز خاص رکھتے ہین
یہان تک وہ درخت پیدا ہوتے ہین جنکی نشو ونما کے
لئے اعتدال مزاج کی وجہ سے عمدہ زمین خوشگوار
آب وہوا کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس بات کے
محتاج ہوتے ہین کہ اونکے پھل محفوظ رکھے جائین جنپر
اونکی بقاے نوع موقوف ہے، جیسے زیتون، انار،
بہی، سیب، انجیر وغیرہ۔
پھر نبات ترقی کرکے، انگور کھجور تک پہونچتا ہے
یہان پہونچکر نبات اپنی انتہائی منزل پر پہونچ جاتا ہے
کہ اگر اسمین ذرا قوت اور پیدا ہوجاے تو نباتات
کی سرحد سے آگے بڑھکر حیوانات مین داخل ہوجاے
اور یہ اسلئے کہ کھجور یا تنا تمام نباتات سے ممتاز ہوگیا
ہے کہ اوسکو حیوانات کے ساتھ بہت مشابہت ہوگئی
ہے۔ اول یہ نر کھجور مادہ کھجور سے ممتاز ہوتا ہے
اور حیوانات کی طرح مادہ کو نر سے حاملہ ہونے کی ضرورت

...الذكر منها مستغنٍ من الانثى
...محتاج الى التلقيح ليتم حمله و
...الفساد في الحيوان، وله مع
...ذا المبدء آخر غاية وقفه
واصله اعني الجمار الذي هو
كالدماغ من الحيوان فان عرضت
له آفة تلف ...... وقد حصيت للنخل
كثيرة تشابه الحيوان ليس هذا موضع احصائها
...الرتبة الأخيرة من النبات وان كانت في شرفه
...اولى افق الحيوان وهو دون مرتبة واخسها

سب سے کم درجہ کا حیوان

فذلك اول الحيوانات النبات
من منزلته الأخيرة وهو ان ينقلع من الارض
...يحتاج الى انبات العروق فيها بما يحصل من
التصرف بالحركة الاختيارية وهذه الرتبة
الاولى من الحيوانية ضعيفة لضعف اثر الحس
فيها وانما ظهر بجهة واحدة اعني حاسة اللمس
...هو الحس العام الذي يقال له حس اللمس
وذلك كالصدف وانواع الحلزون الذي
...شطوط الانهار ان اخذ باليد لزم

ہوتی ہے اور کھجوروں میں جڑ اور عروق کے سوا ایک اور چیز
بھی ہوتی ہے جس پر اوسکی حیات موقوف ہوتی ہے یعنی
گابھا جو انسان کے حیوانات کے دماغ کے قائم
مقام ہوتی ہے اگر کھجور میں گابھا کو کوئی صدمہ نہ
ہو پہنچے تو کھجور ہی خشک ہو جاتی ہے اور میں نے
کھجور اور حیوانات میں بہت سی مشابہتیں دریافت
کی ہیں جنکی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

یہ نبات کی ترقی کا سب سے آخری زینہ ہے اگرچہ نبات کا
یہ اعلی درجہ ہے مگر یہ حیوانیت کا دیباچہ ہے اور
حیوانیت اوس سے بالاتر ہے۔

نباتات جب اپنی منزل سے آگے بڑھتا ہے تو اوسکا
پہلا زینہ یہ ہے کہ زمین سے الگ ہو جائے اور اوسکو
اوسکی ضرورت نہ رہے کہ اوسکی جڑیں زمین میں گڑی ہیں
تاکہ وہ اختیاری حرکت کر سکے اور حیوانیت کا یہ ابتدائی
درجہ ہے جو قوت حاسہ کی کمی کی وجہ سے ابھی
کمزور ہے اور ابھی صرف اسمیں ایک ہی قسم کا
حاسہ پیدا ہوا ہے یعنی چھونے کی قوت، جیسے
صدف اور اور کیڑے جو لب دریا پیدا ہوتے ہیں
اگر انکو ہاتھ سے پکڑو تو یہ زمین سے بالکل چپٹ

موضعه وتمسك فيه وان كان قد انقطع من الارض وصارت له حياة ما لانه في الافق القريب من النبات وفيه مناسبة منه۔

ثم ينتقل عن هذه المرتبة الى ان ينتقل وتحرك ويقوى فيه قوة الحس كالدود وكثير من الفراش والدبيب

ثم يرتقي من هذه الرتبة ايضا ويقوى اثر النفس الى ان يصير منه الحيوان الذي له اربعة حواس كالخلد وما اشبهه۔

ثم يرتقي من ذلك الى ان يصير له من حس البصر ضعيف كالنمل النحل -

ثم يرتقي ذلك الى ان يصير منه الحيوان الكامل في الحواس الخمس وهي مع ذلك متفاوتة المراتب منها البليدة الجافية الحواس ومنها الذكية اللطيفة الحواس التي تستجيب للتاديب وتقبل الامر والنهي

جاتے ہیں گویہ زمین سے الگ ہیں، اسلئے نباتات سے یہ بالکل مشابہ ہیں کہ ابھی تک بیخ مین سے بالکل بے نیاز نہیں ہیں۔

پھر حیوان آگے بڑہتا ہے یہان تک کہ اوسمین حرکت پیدا ہوتی اور وہ چلنے پھرنے لگتا ہے، قوت احساس زیادہ ہوجاتی ہے جیسے کیڑے، پتنگے اور رینگنے والے کیڑے، پھر ترقی کرتا ہے اور اوسمین فیضان روح زیادہ ہوتا ہے یہانتک کہ وہ ایسا حیوان ہوجاتا ہے جسمین چار قسم کے حاسّے ہوتے ہیں جیسے چھچھوندر وغیرہ، پھر ایک قرینہ اور قدم رکھتا ہے اور اوسمین تھوڑی سی بصارت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے چیونٹی اور شہد کی مکھیان۔

پھر آگے بڑہتا ہے یہانتک کہ حیوان کامل الحواس پیدا ہوتے ہیں اور گویا نہیں حواس خمسہ موجود رہتے ہیں، لیکن باعتبار سمجھ کے اونکے مختلف طبقات ہوتے ہین بعض بے سمجھ ناقص الحواس ہوتے ہین بعض سمجھدار لطیف الحواس ہوتے ہین جنمین تعلیم کی صلاحیت ہوتی ہے امر ونہی کو سمجھتے ہین، عقل انسانی کے قبول کرنے کی اونمین

...لى اخر النطق كالفرس

...والبازى من الطير،

...به من اخر مرتبة البهائم ويصير

فى افقه الاعلى وفى مرتبة الانسان

...ه المرتبة وان كانت شريفة فهى

خسيسة دنيه بعيدة من مرتبة الانسان

وهى مراتب القرود واشباهها

من الحيوان التى قاربت الانسان فى خلقة

الانسانية وليس بينها وبينه الا اليسير الذى

ان تجاوزه صار انسانا،

انسان کے مدارج

فاذا بلغه انتصبت

قامته ويظهر فيه قوة التميز اليسير

فضل تميز واهتداء الى المعارف

ويقوى فيه اثر النفس....

وهذه المرتبة القريبة من الانسان

هى فى افق البهيمة وهى فى اقصى

المعمورة من الارض وفى اطرافها...

كالزنج وغيرهم فان هؤلاء ليس بينهم

وبين المرتبة الاخرة من البهائم

صلاحیت ہوتی ہے جیسے چوپایون مین گھوڑا - اور

پرندون مین باز،

پھر حیوان ترقی کرکے حیوانیت کے انتہائی درجہ

پر پہونچ جاتا ہے اور انسان کی سرحدمین داخل

ہونا چاہتا ہے گویہ درجہ باعتبار حیوانیت کے

اعلیٰ ہے مگر بہ نسبت انسانیت کے بہت نیچے

ہے اور یہ درجہ بندر وغیرہ کا ہے جو انسان سے

بالکل مشابہ ہین اور ان مین اور انسان مین ایک

تھوڑا ہی سا فرق ہے جسکو بندر اگر طے کرین تو بالکل

انسان ہوجائین،

جب حیوان اس درجہ پر پہونچتا ہے اوسکا قد سیدھا

ہوجاتا ہے اوسمین تھوڑی ہی تمیز کی قوت اجاتی

ہے مگر ابھی اونمین علوم کی استعداد نہین ہوتی اور نہ

اونکی روحانی قوت کچھہ زیادہ زور آور ہوتی ہے،

اور یہ انسان کامل سے قریب کا درجہ حیوانیت

کی انتہا ہے یہ حیوانی انسان زمین کے انتہائی

آباد حصہ مین اودھر اودھر پائے جاتے ہین جیسے

حبشی اور وحشی قومین، کیونکہ انمین اور آخری حیوانون

مین کچھہ زیادہ فرق نہین ہوتا، نہ تو ان سے کوئی

كثير فرق وليس تؤثر عنهم حكمة ولا يقبلونها من الامم المجاورة ثم لا يزال الاثر المنطق يزيد الى ان يصير في وسط المعمورة في الاقليم الثالث والرابع والخامس فحينئذ يكمل هذا الاثر ويصير بحيث تراه من الذكاء والفهم والتيقظ من الامور والكيس في الصناعات واستخراج غوامض العلوم واتساع المعارف

حکمت اخذ کی جاتی ہے اور نہ یہ اپنی ہمسایہ قوموں سے اخذ کرتے ہیں، اس طرح عقل انسان درجہ بدرجہ بڑھتی جاتی ہے یہان تک کہ زمین کی وسطی آبادی مین یعنی تیسری چوتھی پانچوین اقلیم مین عقل انسانی کمال کو پہونچ جاتی ہے اور اون مین ذہانت (دیکھیما بیدار مغزی) صنایع مین درک ہوتا ہے علوم کی باریکیان حل کرتے ہین فنون کو وسعت دیتے ہین۔

احمد نظامی عروضی سمرقندی جو چھٹی صدی کا ایک بلند پایہ حکیم ہے اپنی تصنیف چہار مقالہ مین اسی مسائل کی اسی طرح تشریح کرتا ہے۔

چون مدار این کواکب و توسط این عناصر تاثیر کرد... از میان خاک و آب بمعونت آتش و باد این جمادات پدید آمد... اما چون روزگار بر آمد و ادوار افلاک متواتر بود و مزاج عالم سفلی نضجی یافت و نوبت انفعال بدان فرجه رسید که درمیان آب و هوا بود ظهور عالم نبات بود... تا در عالم جماد اول چیز که... ترقی همی کرد و شریف تر همی شد مرجان رسید یعنی بسّد که آخرین عالم جماد است تا پیوسته بود

ستارونکی تاثیرات نے جب عالم عنصری مین اثر کیا، تو مٹی اور پانی سے آتش اور ہوا کی مدد سے جمادات پیدا ہوئے... جب مدت گذر گئی اور فلک کے دورے پیہم جاری تھے اور عالم عنصری مین کسیقدر استعداد پیدا ہوئی اور تاثر کی نوبت اوس فضا تک پہونچی جو درمیان پانی اور ہوا کے ہے تو عالم نبات کا ظہور ہوا... یہانتک کہ عالم جماد مین سب سے پہلے جس چیز نے ترقی کی اور سب سے اعلی مرتبہ پہونچی وہ مرجان ہوا یعنی عالم جماد کی آخری نوع بنا جو عالم نبات کی اول نوع سے ملا ہوا ہے

؎ الفوز الاکبر لابن مسکویہ المتوفی سنہ ۴۲۱ھ صفحہ ۷۸ تا ۹۱۔

باولین چیزے از نبات واول عالم خار بود وآخر
نخل تا که تشبیه کرده اند بعالم حیوان .... وآن از
دشمن بگریزد که تاک از عشقه بگریزد۔
وعشقه گیاهیست که چون برتاک پیچد اورا خشک کند
پس در عالم نبات هیچ چیز شریفتر از نخل و تاک
نبود بجهت آنکه بعالم فوق نسبت کردند وقدم
از دائره عالم خود بیرون نهادند وبجانب اشرف
ترقی کردند،
اما چون این عالم کمال یافت واثر آبا راز عالم علوی
در امهات سفلی تاثیر کرده مزاج لطیف تر گرفت
ونوبت بفرجه هوا وآتش افتاد فرزند لطیف تر آمد
ظهور عالم حیوان بود وآن قوتها که نبات داشت
با خود آورده وقوت آنرا افزود یکے .... قوت
مدرکه ... که حیوانی چیزها بدو دریابد دوم قوت
جنبیدن باراده خود ......"
هر حیوانے این قوة مدرکه ومحرکه را داده وآن ده که اینان
منشعب شوند حیوان کامل خوانند وهرچه کم بود ناقص
چنانکه مار گوش ندارد وموش چشم ندارد ...... واما هیچ ناقص
از خراطین نبود که آن کرمیست که در گل جوی پیدا می شود

انہ نباتات کا ابتدائی درجہ کانٹا ہے اور انتہائی کھجور ہے
جسکو لوگون نے عالم حیوان کے ساتھ تشبیہ دی ہے کھجور
اپنے دشمن سے بھاگتا ہے جسطرح عشق پیچان سے انگور کا درخت بھاگتا ہے
عشق پیچان ایک قسم کی گھانس ہے جو انگور کے درخت پر لپٹنے سے درخت کو
خشک کر دیتا ہے تو عالم نبات مین کھجور اور انگور سے کوئی چیز زیادہ ترقی یافتہ
نہین ہے اسلئے کہ یہ دونون عالم حیوان سے مشابہ ہین اور نباتات کے
دائرہ سے ان کا قدم آگے ہے اور انہون نے درجہ اعلی
کی طرف ترقی کی ہے۔
لیکن جب عالم عنصری کی استعداد کامل ہوگئی، اور گردش فلکی اور
کواکب نے، عالم عنصری پر اثر کیا تو عناصر کا مزاج زیادہ لطیف ہو گیا
اور اوس فضا تک نوبت پہونچی جو ہوا و آتش کے درمیان ہے تو عالم حیوان
پیدا ہوا، اور نباتات مین جو کچھ قوتین تھین اونکو بھی اپنے
ساتھ لایا اور دو قوتون کا اور بھی اضافہ کیا، ایک قوت مدرکہ
جسکے ذریعہ سے انسان علم حاصل کرتا ہے، دوسری قوت محرکہ
جسکی وجہ سے حرکت ارادی کرتا ہے۔
جب سا حیوان ہین کہ قوت مدرکہ اور قوت محرکہ اور دوسرے حواس سے پائے
جاتے ہین جیسی قوت مدرکہ کی شاخین ہین یعنی حواس ظاہرہ خمسہ، حواس
باطنہ خمسہ، تو وہ حیوان، حیوان کامل ہوتا ہے اور جس قدر اس سے کم
ہونگے اوتنا ہی کم درجہ کا وہ ناقص حیوان ہوگا جیسے سانپ کے کان نہین ہوتے
چیونٹیونکی آنکھین نہین ہوتین، لیکن کیچوے سے زیادہ کوئی ناقص

اصل حیوان اہست و آخر نسناس و آن حیوانیست در بیابان ترکستان منتصب القامۃ العی القدد عریض الاظفار آدمی را بسیار دوست دارد .... و اوبعد از انسان از حیوان شریف تراست ، ....

اما چون گرور طوال دہور، و زمان لطف مزاج زیادہ شود نوبت بفرجہ رسید کہ میان عناصر و افلاک است انسان در وجود آمد و ہر چہ در عالم جماد و نبات و حیوان بود با خویشتن بیاورد و قبولات معقولات بر آن زیادت کرد و بعقل بر ہمہ بادشاہ باشد۔

حیوانیت کا ابتدائی نمونہ کیچوا ہے اور انتہائی بن مانس بن مانس ترکستان کے صحرا مین ایک قسم کا جانور ہوتا ہے جسکا قد سیدھا ۔ ناخن چوڑا ہوتا ہے انسان سے اوسکو بہت الفت ہوتی ہے ، بن مانس انسان کے بعد تمام حیوانات سے ترقی یافتہ ہے ،

جب اس عالم پر ایک مدید زمانہ گذر گیا اور عناصر کے مزاج بہت زیادہ لطیف ہو گئے تو اوس فضا کی نوبت پہونچی جو عناصر اور افلاک کے درمیان ہے تو انسان کا وجود ہوا ، جو جمادات ، نباتات ، حیوانات ، کے تمام قوی کا جامع ہوا اور معقولات کے سمجھنے کی قوت مزید بر آن پیدا کی ، اور عقل کے ذریعہ کر اس نے سب پر بادشاہت کی۔

شبلی ، نعمانی ،

مولانا بحر العلوم

مدراس مین

والاجاہ ، گوپامئو کا رہنے والا تھا ، گوپامئو وہ مردم خیز بستی ہے جہان کی خاک سے قاضی مبارک ، اور قاضی ارتضا علی جیسے نامور علما پیدا ہوئے تھے ، گوپامئو ، لکھنو کے اطراف مین ہے اسلئے والاجاہ ، بحر العلوم کے خاندانی اور ذاتی دونون فضیلتون سے واقف تھا۔

بحر العلوم کا چھوٹا سا قافلہ جب مدراس کے قریب پہونچا ، تو والاجاہ نے ارکانِ دولت اور شاہی خاندان

سے پہونچا لک مین تک استقبال کو بھیجا، بحر العلوم یہان سے پالکی پر سوار ہوکر شہر مین داخل ہوئے، اس جاہ وجلال سے شہر مین داخلہ ہوا کہ تماشائی محو حیرت ستے، لوگون کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ ہنسی بے اختیار ہونٹون سے گری پڑتی تھی، اسی شان سے بحر العلوم کی سواری باب الامیر تک پہونچی، یہان والاجاہ اپنے باقی شاہی شاف اور شاہزادون کے ساتھ استقبال کو کھڑا تھا، بحر العلوم نے پالکی سے اُترنا چاہا لیکن والاجاہ نے آگے بڑھ کر منع کیا، اور شاہزادون کو ساتھ لیکر بحر العلوم کی پالکی کے ساتھ چلنے لگا، خود بھی پالکی کو کاندھا دیا، اب تک مسلمان سلاطین میں علمی قدردانی کا جوہر باقی تھا، کہارونکو ہٹا دیا، اور جوشِ خلوص مین بادشاہ خود اپنے اور شاہی ممبرونکے کاندھے پر ملک العلما کی پالکی تخت تک لایا، بحر العلوم کو تخت پر بٹھایا اور خود امرا کے ساتھ نیچے بیٹھ گیا،

ہمنے دنیا کی اور قدردان قومون کی علمی قدردانیون کی داستانین تاریخون مین پڑھی ہین، سنی ہین، مگر اون مین ایک واقعہ ایسا نہین ہے جو مسلمانون کی اس آخری دور کے قدردانی کا مقابلہ کر سکے، جب مسلمانون کا علمی ذوق انتہائی پستی تک پہونچ چکا تھا، اسلاطین عباسیہ، صفویہ، سلجوقیہ کی جوہر شناسی اور قدردانیون کے واقعات اگر دوہرائے جائین تو ایک دوسرا مضمون ہوجائے، مگر خیر، اسلاف کی استخوان فروشیون سے کیا فائدہ؟ دیکھنا یہ ہے کہ ہم کیسے ہین؟ ؎

ان الفتی من یقول ھا انا ذا		لیس الفتی من یقول کان ابی
جوان وہ ہے جو کہے ہان مین ہون		وہ جوان نہین ہے جو کہے میرا باپ ایسا تھا

بحر العلوم معمولی مزاج پرسی اور شوق ملاقات کے اظہار کے بعد دربار سے اوٹھکر فرودگاہ پر چلے آئے پھر جب کبھی بحر العلوم والاجاہ سے ملنے جاتے تو والاجاہ تخت سے اُتر جاتا اور بحر العلوم کو بعد اصرار تخت پر بٹھا دیتا اور بحر العلوم کو مجبوراً بیٹھ جانا پڑتا تھا۔

علما جنکے اعتراض کی زبان کبھی خاموش نہین رہ سکتی اعتراضاً کہنے لگے کہ بحر العلوم کو پالکی سے اُترنا چاہیئے تھا، اور بادشاہ کی جگہہ تخت پر قدم رکھنا بحر العلوم کو لازم نہ تھا، کیونکہ اس سے اولوالامر کی توہین ہوتی ہے جنکی تعظیم کا قرآن مجید مین حکم ہے، اور خود اپنے نفس مین بھی کبر پندار، نخوت پیدا ہوتی ہے

مگر شاید اس فکر انجام کا اونکو دماغ نہ تھا کہ اگر والاجاہ ایسا نہ کرتا، تو اس عظمت سے بحر العلوم کی لائف
مین اونکو جگہ نہ دی جاسکتی اور نہ اس آب حیات کا ایک قطرہ اوسکے منہ مین جاسکتا تھا جس سے
اوسکا نام بحر العلوم کے نام کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گا،

بحر العلوم اس احمقانہ اعتراض کا کیا جواب دیتے یہ کہکر ٹالدیا کہ مین نے اسلئے ایسا کیا تاکہ نادان
سمجھین کہ اگر آدمی مین کچھ جوہر ہو تو دنیا ہمیشہ اوسکی قدردانی کے لئے موجود ہے۔

والاجاہ نے اپنے خاص محل مین بحر العلوم کو اتارا، ایک مدرسہ بنوا دیا جسکی آخیر عمر تک بحر العلوم صدارت
کرتے رہے دور دور سے لوگ آکر مستفید ہوے شوق کمال ہر طرف سے طلبا کو مدراس کھینچ لایا یہان آکر اگر وہ اونہی بحر العلوم کی مجلس مین
شریک ہونیکی استعداد پاتے تو شریک ہوجاتے، ورنہ اور مدرسین اور طلبا سے پڑھکر اتنی لیاقت پیدا کرتے کہ وہ بحر العلوم کے سامنے بیٹھ سکین

والاجاہ نے یہین مولانا عبد العلی کو بحر العلوم اور ملک العلما کا خطاب دیا ان خطابون کو یہ حسن
قبول حاصل ہوا کہ مدرسہ کا بچہ بچہ بحر العلوم اور ملک العلما سے واقف ہے اور عبد العلی محمد جو اصلی
نام ہے خاص لوگون کے سوا اوسکو کوئی جانتا بھی نہین ہے اور یہ بھی عجیب حسن اتفاق کا کرشمہ
ہے کہ ان دونون خطابون نے ملک کے دو حصے تقسیم کرلئے، مدراس مین جہان مولانا نے
مدتون قیام کیا زندگی ختم کی کوئی بحر العلوم کو نہین جانتا اور ادہر جہان مولانا پیدا ہوئے، پرورش
پائی بڑے کوئی ملک العلما کو نہین پہچانتا، مدراس کو ملک العلما سے تعارف البتہ ہے اور ہندوستان
بحر العلوم سے بے شبہ آشنا ہے۔

بحر العلوم کو مدراس پہونچکر وہ وقار اور شکوہ حاصل ہوا کہ لوگ ابتک ادب سے نام لیتے ہین، بلکہ یہ کہنا
مبالغہ نہین بلکہ اظہار واقعہ ہے کہ ملا بحر العلوم مدراس پہونچکر، ملا نہین رہے تھے، سلطنت کے ایک
جزو حکومت کے ایک پولٹیکل ممبر ہو گئے تھے، مدراس کی تاریخی زبان اس بحث کی تفصیل کے لئے ہمیشہ
طیار ہے۔ مدراس کی پچھلی تاریخ کبھی بحر العلوم کے ذکر سے بے نیاز نہین ہوسکتی۔

جب تک والاجاہ زندہ رہا بحر العلوم کی اسیطرح خاطر مدارات کرتا رہا والاجاہ کی وفات کے بعد بحر العلوم نے والاجاہ کے بیٹے عمدۃ الامرا کو جو بحر العلوم کا شاگرد بھی تھا تخت پر بٹھایا بحر العلوم کے دباؤ سے تمام امرا اور رعایا نے بھی عمدۃ الامرا کو جایز فرمان روا تسلیم کرلیا، عمدۃ الامرا نے والاجاہ سے زیادہ بحر العلوم کی قدر کی طلبا اور مدرسین کی مقرری مین اضافہ کیا۔

بحر العلوم چونکہ ایک دریا دل، ایثار پسند تھے، اسلئے طلبہ سے بچا کر کبھی کچھ اہل وعیال کو نہین بھیجا، بحر العلوم کے بیٹے تنگ حالی سے گھبرا گھبرا کر بہار، اور مدراس جاتے تھے، لیکن باپ کے ادب سے کچھ بول نہین سکتے تھے، دوسرون سے کہلواتے تھے لیکن اتنا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان عزیزون کے مقابلہ مین جو بحر العلوم کی دنیا تھی اور جو نظرون کے سامنے تھے، (طلبہ) اون عزیزون کو کیون کر ترجیح دے سکتے تھے جو نگاہون سے دور تھے، عمدۃ الامرا نے بحر العلوم کے اہل وعیال کے لئے بحر العلوم کی ذات سے الگ وظیفہ مقرر کردیا، جو مدت تک اس خاندان کو ملتا رہا، جب مدراس کی نوابی گئی تو اونکا یہ وظیفہ بھی گیا۔

عمدۃ الامرا کے بعد لوگون نے چاہا کہ بحر العلوم، اوسکے بیٹے کو باپ کی جگہہ بٹھائین، لیکن چونکہ بحر العلوم اوسکی مذہبی سستیون سے واقف تھے اسلئے نامنظور کیا، امرا نے انگریزون کی مدد سے اوسکو تخت نشین کیا، لیکن اوس نے تخت پر قدم رکھنے کے ساتھ تیموری رسم کے موافق سلطنت کے اور عہدیدارون کو ہر قسم کی تکلیفون سے مٹا دینا چاہا انگریزون کو بھی اوسکی یہ بے اعتدالی پسند آئی، بحر العلوم کو جب اسکی خبر ہوئی تو ایک دن اوسکو نصیحت کرنے گئے، اتفاق سے اسی وقت انگریزون نے محل مین گھسکر اوسکو گرفتار کرلیا، بحر العلوم اس سوء انجام پر افسوس کرتے ہوئے مدرسہ کو واپس چلے آئے۔

انگریزی حکام کے ایما سے بحر العلوم نے اوسکی جگہہ پر نواب محمد علی خان کے بڑے بیٹے

عظیم الدولہ کے ہاتھ مین سلطنت کی باگ دی عظیم الدولہ بھی بحر العلوم کا شاگرد تھا بحر العلوم کا
بڑا احترام کرتا تھا، اسکے ہاتھ سے گو سلطنت نکل گئی تھی مگر پھر بھی حتی الوسع بحر العلوم کی خدمت سے
محروم نہین رہتا تھا، عظیم الدولہ مد اس کا آخری فرمان روا تھا جسکے سر پر بحر العلوم نے اپنے ہاتھ
سے تاج رکھا۔

وفات آٹھوین رجب کو بحر العلوم بیمار پڑے اعضاے رئیسہ ضعیف ہوتے جاتے
تھے نقاہت بڑھتی جاتی تھی، بحر العلوم کو انقطاع حیات کا یقین ہو چکا تھا اکثر اپنے احباب اور
خاص شاگردون سے کہا کرتے تھے کہ اب سلسلۂ حیات منقطع ہونے والا ہے، اور بار بار کہتے
تھے کہ محی الدین بن عربی کی وحدتِ وجود کی گرہ اسوقت بالکل کھل گئی
چار روز تک بحر العلوم کی حالت منٹ منٹ پر بدلتی جاتی تھی، اکثر حصہ بیہوشی مین گذرتا تھا
کبھی کبھی جو ہوش آجاتا تو زبان مبارک پر لا الہ الا اللہ جاری ہو جاتا تھا اور کہنے لگتے تھے کہ اب
نفی و اثبات کا پورا یقین ہو گیا، اور در اصل موجود کا اصلی مصداق ذات باری کے سوا کوئی دوسرا
نہین ہے وہو حی قیوم لایموت۔

بارہوین رجب ۱۲۲۵ھ کو روح نے دار فانی کو الوداع کہا، جسد خاکی جامع مسجد مدراس کے سپرد
کیا گیا، اور علم کا یہ موجزن دریا ہمیشہ کے لئے چند بالشت زمین مین سما گیا، اٹھاسی برس کی عمر پائی ۵

کوس رحلت زد چو مولانا سوے دار البقا	داخل جنت شد آن مقبول درگاہ صمد
گفت ہاتف سال تاریخ وفاتش این چنین	شد نصیب مولوی عبد العلی جنت ا ہ

اولاد بحر العلوم کے تین بیٹے تھے مولوی عبد الاعلی، مولوی عبد النافع، مولوی عبد الرب۔
مولوی عبد الاعلی، نے درسی کتابین بحر العلوم سے پڑھی تھین، فراغ کے بعد درس و تدریس کا شغل
شروع کیا، مگر چونکہ کوئی صورت معاش نہ تھی اسلئے وطن سے اٹھ کھڑے ہوئے، اب تک علما مین

[illegible] اقبال ڈھلنگی، ہمت کا جوہر موجود تھا، عہد کر لیا کہ جب تک اودھ یا اوسکے اطراف کی
[illegible] مجھے نصیب نہ ہوگی مین وطن کا رخ نہ کرونگا، لکھنؤ سے کلکتہ پہونچے، حصول مقصد کے
لئے بہتر تدبیرین کین مگر بدقسمتی سے ایک بھی بن نہ آئی، ناچار وطن واپس آنا پڑا، ابھی کچھ ہی
[illegible] قیام کیا تھا کہ خانہ جنگیون سے گھبرا کر، کلکتہ چلے گئے، بازو نے ہمت ابھی سست نہین
ہوا تھا تقضاءات کے لئے پھر کوشش کی مگر بیکار۔

اسوقت بحر العلوم مدراس مین تھے، کلکتہ سے مولوی عبد الاعلی مدراس گئے، وہان ایسے سخت
بیمار پڑے کہ گھر آنا پڑا، راستہ مین ٢٠ شعبان سنہ ١٢[illegible]ھ مین غریب الوطن نے قضا کی۔

مولوی عبد النافع نے درسیات کا زیادہ حصہ اپنے خاندانکے اور علما سے پڑھا، جب بحر العلوم شاہجہانپور مین تھے تو بحر العلوم
کی خدمت سے بھی کچھ فیض حاصل کیا تھا، تنگ حالی نے تدریس کا موقع نہین دیا، اپنی قوت بازو
سے کچھ حاصل بھی کیا، تو بہت جلد جاتا رہا، ناچار بحر العلوم کی خدمت مین مدراس پہونچے، وہان
بھی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، لکھنؤ چلے آئے، اور ایک مدت تک یہین قیام کیا۔
جب زیادہ پریشان ہوئے **نواب امیر خان** کے معسکر مین جانے کا قصد کیا، اور روانہ بھی ہوگئے
اتفاق سے اندنون ان حدود مین جنگ چھڑی ہوئی تھی، راستہ کے تمام کنوون مین لوگون نے
زہر ڈالدیا تھا، اس گرفتار اجل کو کیا خبر تھی، کہ پانی کا ہر قطرہ پیام موت ہے، راستہ بھر مولوی عبد النافع
وہی پانی استعمال کرتے گئے، نواب امیر خان کے ہان پہونچے تو زہر رگ و ریشہ مین اثر کر چکا تھا، سخت
مریض ہوئے نواب سے رخصت ہوکر، وطن کی طرف مراجعت کی، سفر کی ہر منزل مین، مرض کی
شدت ایک قدم اور آگے بڑھجاتی تھی، وطن پہونچکر ورم معدہ، استسقا ہوگیا خون کی قے ہونے لگی،
اسی حالت مین ٢٨ شعبان سنہ ١٢٢٣ھ کو انتقال کیا۔

مولوی عبد الرب نے، بچپن سے بحر العلوم کے سایۂ عاطفت مین تعلیم پائی بحر العلوم نے بھی دل کھول کر

انکو بیٹا ہالا شاہجہانپور، بہار، مدراس ہر جگہ بحر العلوم کے ساتھ رہے، اگر بحر العلوم صرف کوشش کے مالک تھے فطرت بدلنا اونکا کام نہ تھا درس وتدریس سے انکو ابتدا سے نفرت رہی، سیاحت پسند آزاد مشرب تھے، بحر العلوم کے بعد نواب مدراس نے ان کو مسند درس پر بٹھانا چاہا مگر اونکی طبیعت اسمین نہ لگی، اپنے بھتیجے مولوی عبد الواحد کو اپنا قایم مقام کر کے مکان چلے آئے، جب تک زندہ رہے دو سو روپے نواب مدراس اور ایکسو پچھتر روپے گورنمنٹ انگریزی سے وظیفہ ملتا رہا۔

مولانا بحر العلوم

کی

تصنیفات

علماے اسلام مین چند اشخاص ایسے ہین جنکی کثرت اشغال کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ اتنی دقیق اور کثیر تصنیفات کی انہین کہان فرصت ملی ؟ فلاسفۂ اسلام مین انتہائی شہرت کا درجہ شیخ ابو علی ابن سینا کو ملا ہے، اسکی لائف پر نظر ڈالئے، عمر بھر اس نے مسند وزارت سے نیچے قدم نہین رکھا اور بدقسمتی سے کبھی اطمینان بھی حاصل نہین ہوا، جہان جاتا ہے، اوسکے دشمن کھڑے ہو جاتے ہین، سلطان محمود نے اسکا خون ہدر کر دیا ہے، اور ابن سینا اپنے دوستون کے مکان مین چھپتا پھرتا ہے، درس وتدریس کا شغلہ بھی جاری ہے، ان سب رکاوٹون پر فلسفہ، منطق، طب مین بیسیون ایسی تصنیفات کین جو دائرہ علوم کے وسیع ہو جانے پر بھی اب تک اونکا مرکز ہین۔

ہندوستان کے شیخ الرئیس کا حال بھی اس سے ملتا جلتا ہے، ساری زندگی اطمینان سے ایک جگہ بیٹھنا نصیب نہین ہوا، طلبا کی کثرت کا اس سے قیاس کرو کہ نواب فیض اللہ خان والی رامپور اونکو

مقالات کا بار نہین اٹھا سکتا، ان کثیر التعداد طلبہ کو ہر روز درس دینا، اس مانع اور قلت فرصت پر بہی تحقیقات کا ایک دفتر یادگار چھوڑا۔ بحر العلوم کی تصنیفات کی فہرست یہ ہے۔

اصول فقہ، فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، تکمیل شرح تحریر ابن ہمام، شرح فارسی منار الانوار۔

فقہ، رسائل ارکان اربعہ۔

تصوف، شرح مثنوی مولانائے روم، رسالہ توحید،

منطق و فلسفہ، حاشیہ بر میر زاہد بر شرح مواقف امور عامہ، حاشیہ بر صدرا، حاشیہ میر زاہد ملا جلال، شرح سلم العلوم منہیہ، حاشیہ میر زاہد رسالہ،

مختلف علوم، ہدایۃ الصرف، رسالہ احوال قیامت، عجالۂ نافعہ مع منہیہ۔

ہر کتاب پر تفصیلی ریویو کرنے کے لیے نہ وقت ہے اور نہ ناظرین ان قدیم اور دقیق تحقیقات کو دلچسپی سے دیکھین گے، اسلئے ہم صرف ایک اجمالی نظر ان تصنیفات پر ڈالتے ہین، لیکن اس سے پہلے ہم بحر العلوم کی اون خصوصیات کا ذکر کرنا چاہتے ہین جو اونکی تصنیفات کے مطالعہ کے وقت ہمارے ذہن مین آئے ہین۔

(۱) حکماے اسلام مین ایسے لوگون کی ایک معقول تعداد ہے، جو ارسطو اور اوسکے ہمصفیرون کے ظاہر فریب، پیچیدہ طرز استدلال سے مرعوب ہوجاتے ہین، فلسفہ الٰہیہ (تھیالوجی) کے اون مسائل کی تردید مین جو مذہب سے ٹکراتے ہین اونکا قلم ڈر ڈر کر چلتا ہے، ہر یونانی انسان کا نام ادب سے لیتے ہین امام غزالی، رازی، جنکی زندگی کا اہم موضوع ارسطو اور اوسکے فلسفہ کا مٹا ڈالنا تھا وہ بھی اونکو برا نہین کہتے ہان ابن تیمیہ، ابن حزم بے شبہ اس مرعوب گروہ مین داخل نہین ہین۔

بحر العلوم کو دیکھو کہ معقولات مین پلا، پرورش پائی، بڑہا، اور اسی مین نام پیدا کیا، سر سے پاؤن تک یونانی فلسفہ مین جکڑا ہوا مگر مذہب کے مقابلہ مین دیکھو کہ عقلاے یونان کو کسطرح خطاب کرتا ہے۔

ان الباری لم یعلم جمیع الاشیاء لا وابن ای لم یعزب عنہ مثقال ذرۃ قبل ایجاد العالم وافاضۃ الوجود علیہ ثم افاض الوجود علی حسب علمہ بارادتہ وحکمہ وخلاف من خالفہ من نفی علمہ کالظن بعض جھلۃ الیونان حماقۃ یلتفت فیہ[۵۱]

خداے پاک کو ازل سے ابتک ایجاد عالم اور خلق کائنات سے پہلے ہر چیز کا علم ہے، اوسکے علم سے ذرہ بھر غایب نہین، پھر اپنے علم اور ارادہ کے موافق اوس نے اونکو پیدا کیا، اور اوس خدا کے اس علم سے جس نے انکار کیا جیسے بعض جہلاء یونان کی حماقت ہے جسکی طرف توجہ نہین کرنی چاہیے۔

منطق کی ضرورت ثابت کرتے ہوے مشائین کی نسبت لکھتے ہین،

ولذا تری افلاسفۃ المشائین یغلطون اغلاطا فاحشۃ[۵۲]

اس لئے تم مقلدین ارسطو کو دیکھتے ہو کہ وہ کیسی فاحش غلطیان کیا کرتے ہین۔

(۲) قدما ہر اپنے نئے سے نئے دعوی اپنی طرف سے دلائل قایم کرتے تھے، اونکو ثابت کرتے تھے، اون کے مسائل مین اضافہ کرتے رہتے تھے مگر متاخرین فن پر قدرت اور عبور نہ رکھنے کی وجہ سے اونکا فرض صرف یہ رہ گیا تھا کہ متقدمین کے خیالات ومسائل، دلائل کو اپنے الفاظ مین بیان کردین، اور دوسرون کے اندوختہ خزانہ کو حسن تدبیر سے صرف کرنے دین۔

لیکن متاخرین مین مولانا بحر العلوم، اس کلیہ سے مستثنی ہین، وہ اپنی طرف سے دعوی کرتے ہین دلائل دیتے ہین، قدما کی گرفت کرتے ہین، غلطیان نکالتے ہین متاخرین سے جن مسائل کی تفسیر مین لغزش ہوئی ہے اونکو سنبھالتے ہین، بغیر لفظ پرستی کے معنی تک پہونچتے ہین اکیا بجاے ایک لفظ کے خیر المھرۃ الاحقین بالسابقین کے خطاب کا ایک ایسا شخص مستحق نہین ہے،

بحر العلوم کی اس خصوصیت کی تحقیق کیلئے حاشیہ بر میرزاہد بر شرح مواقف امور عامہ۔ حاشیہ بر صدرا، اچھا

---

۵۱ حاشیہ بر میرزاہد ملاجلال ص ۶۰)

۵۲ حاشیہ بر میرزاہد ملاجلال ص ۱۰۷)

اسے حاشیہ میرزاہد ملا جلال کے بعض بعض مقامات کا مطالعہ کافی ہے؛

(۳) متاخرین شراح کو ایک عادت پڑ گئی ہے کہ وہ غلط سے غلط مسئلہ مین بھی ماتن کی طرفداری اپنا فرض سمجھتے ہین، کوشش کرتے ہین کہ کسی رکیک سے رکیک پہلو سے ہی ماتن کی دلیل ٹھیک اتر جائے مگر بحر العلوم اس عیب سے پاک ہین، قدم قدم پر وہ ماتن اور شارح کی غلطیون پر تنبیہ کرتے جاتے ہین، جس نے میرزاہد ملا جلال کا مطالعہ کیا ہو اور میرزاہد کی عظمت اوسکے دل مین بیٹھ چکی ہو وہ حاشیہ بحر العلوم دیکھے، ایک صفحے کے دیکھنے سے میرزاہد کی وقعت اوسکی آنکھون سے گر جائیگی اور صاف صاف اوسکو میرزاہد کی فاش غلطیان نظر آئینگی؛

(۴) منطق و فلسفہ کے عام مصنفین کا انداز بیان یہ ہے کہ اونکی کوشش ہوتی کہ طرز ادا ایسا پیچیدہ ہو ترکیب الفاظ ایسی ناموزون ہو کہ مطلب بہ آسانی ذہن نشین نہو سکے تاکہ خیالات کی دقت اور مصنف کی جلالت کا اعتقاد ہو جائے، متاخرین مین اس مرض کا سب سے زیادہ بیمار میر باقر ہے (جسکو اس معیوب طرز کے پسند کرنے والے، علما خیرا لمھرۃ اللاحقین بالسابقین اور صاحب الحکمۃ الیمانیۃ کا خطاب دیتے ہین مگر بحر العلوم اوسکو صاحب الافق المبین کہکر پکارتے ہین؛

بحر العلوم کا طرز بیان اس سے بالکل مختلف ہے، وہ دقیق مسئلون کو بھی اسطرح تحلیل کرکے دکھا دیتے ہین کہ اوس مسئلہ کا رگ و ریشہ تک نظر آنے لگتا ہے، مثال کے طور پر ایک دو مسائل کا حوالہ دیتے ہین، بحث مصدر، علم باری، بحث کلی طبعی وغیرہ ان مباحث کو حاشیہ میرزاہد جلالی مین دیکھو پھر اور کتابون سے اُن کا مقابلہ کرو۔

(۵) متعصب مصنفین کی طرح بحر العلوم کا یہ انداز نہین ہے کہ خواہ مخواہ کسی غلط مسئلہ کی طرفداری کی جائے بلکہ بحر العلوم کا ہاتھ ہمیشہ حق کی مدد کے لئے اوٹھتا ہے، اسلئے بحر العلوم کی تصنیفات

سے تقلید جامد کی تو نوبت نہین آتی، بحر العلوم ایک ماتریدی حنفی ہین مگر مسلّم کی مبادی کلامیہ یا رسائل ارکان مین بیسیون جگہہ، ماتریدیہ اور احناف کی مخالفت کی ہے۔

(۶) بحر العلوم مین ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ کچھہ دیر کے لئے بھی مذہبی خیالات کی باگ نہین روک سکتے۔ اونکی تصنیفات کے صفحہ صفحہ پر اونکے خیالات کا عکس موجود ہے، غالباً منطق کی کتاب کو ان مسائل سے مناسبت نہوگی، اور تمہارا خیال ہوگا کہ مذہبی جذبات کا اثر اسمین نہو گا، اچھا منطق کی کوئی تصنیف اٹھالو۔ حاشیہ میر زاہد جلالی ہی اٹھالو،

الف۔ بحر العلوم وحدت الوجود کے قائل ہین شیخ اکبر کے سخت معتقد ہین ایک طرف تو یہ تفریط ہے کہ لوگ شیخ اکبر کو کافر کہتے ہین دوسری طرف یہ افراط ہے کہ بحر العلوم اونکو وارث رسول اللہ کہتے ہین[۵۱]، حمد کی بحث مین بحر العلوم لکھتے ہین۔

فجميع الحامديات والمحموديات له سبحانه فتبارك الله احسن الحامدين والمحمودين وان شئت تستقيم هذا المبحث فعليك بشرح فصوص الحكم[۵۲]	یعنی ہر قسم کی حامدیت اور محمودیت خداے پاک کے لئے ہے، بابرکت ہے وہ خدا جو تمام اور حامد اور محمود سے اچھا ہے، اور اگر تم اس مسئلہ (وحدتِ وجود) کی تنقیح چاہو تو شرح فصوص الحکم دیکھو فصوص الحکم شیخ اکبر کی تصنیف ہے)

ب۔ بحر العلوم کا خیال ہے کہ بندون کے افعال کا خالق، خدا ہے، ہدایت کی تفسیر مین لکھا ہی،

بناءً على ان افعال العباد كلها مخلوقة له تعالى عند اهل الحق القامعين للبدعة[۵۳]	اس بنا پر کہ بندون کے تمام افعال خدا کے پیدا کئے ہوئے ہین جیسا کہ اہل حق کا اعتقاد ہے جو بدعت کے مٹانے والے ہین۔

[۵۱] فواتح الرحموت مطبوعہ نولکشور ص ۴۴
[۵۲] حاشیہ میر زاہد جلال ص ۴
[۵۳] ایضاً ص ۴

یہ مولوی ہے۔

الہدایۃ والارشاد حقیقۃ لا ... حقیقتہا الا بارائۃ المعجزات و ... یات فانہا الطریق الی المطلوب۔[51]	ورحاصل ہدایت اور ارشاد نہین ہوسکتی جب تک معجزات نہ دکھلائے جائین اسلئے کہ یہی معجزے مطلوب دہ ہدایت تک پہونچنے کے وسیلہ ہین۔

و۔ خدا کے افعال اور احکام مصالح پر مبنی ہین۔

وھذا لاباس بہ بل یجب فان افعال اللہ تعالیٰ لا تخلو عن مصالح وفوائد کما بین فی غیر ھذا الفن۔[52]	خدا کے افعال مین بر مصالح ہونے مین کوئی مضائقہ نہین ہے بلکہ ضروری اور واجب ہے اسلئے کہ خدائے پاک کے افعال مصلحت اور فائدہ سے خالی نہین ہوتا، جیسا کہ اور دوسرے فنون مین ثابت ہوچکا

و۔ مذہبی تاثیر سے موثر ہوکر علم باری کی تفصیلی اور اجمالی ہونے کی بحث مین تمام فلاسفہ کے خلاف لکھتے ہین

فنقول قد اتفق من لہ درایۃ وھو مبرؤن عن الغوایۃ علی ان الباری عز اسمہ یعلم جمیع الاشیاء ازلاً وابداً ولم یعزب عنہ مثقال ذرۃ قبل ایجاد عالم[60]	ہم کہتے ہین کہ اس شخص نے جسکو ذرا بھی سمجھ ہے اور جو ضلالت سے مبرّا ہے۔ اسبات پر اتفاق کیا ہے کہ خدا تعالیٰ تمام اشیاء کا علم ازل سے ابد تک ایجاد عالم کے پہلے سے رکھتا ہے اور اسکے علم سے ایک ذرہ غایب نہین ہے۔

و۔ بحر العلوم اسلام کے اور فرقون کو اچھا نہین سمجھتے اسکا اظہار وہ اپنی مصنفات مین بار بار کرتے ہین، بلکہ مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت مین تو صاف صاف کفر کا فتویٰ دیتے ہین حاصل یہ ہے کہ انکی تصنیفات اُنکے دل کا آئینہ ہین جسمین انکے خیالات کے خط وخال کا ہر شخص مطالعہ کرسکتا ہے

---

[51] حاشیہ بر میر زاہد جلالی ص ۱۴

[52] حاشیہ بر میر زاہد جلالی ص ۳۰۔

تصنیفات کی اول حالت ہندوستان مین صحیح عربی علم ادب کا ہمیشہ قحط رہا ہزارون علما مین
مشہور چند نام ایسے ہین جنکی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان مین صحیح عربی ادب کا وجود تھا
شاہ ولی اللہ، قاضی عبد المقتدر دہلوی، ملا محمود جونپوری سید عبد الجلیل بلگرامی، چند ایسے فاضل ادیب
ہین جن سے عربی ادب نے ہندوستان مین زندگی پائی، مولانا بحر العلوم اور انکے خاندان کے
طبیعت کا جولانگاہ اکثر منطق و فلسفہ رہا۔ اور منطق و فلسفہ کے اصول متعارفہ مین پہلا اصول یہ ہے
کہ ہماری تمامتر توجہ معانی کیطرف ہے ہم الفاظ کے پابند نہین ہین یہ اصول ایک حد تک صحیح بھی ہو مگر اسکا اس محسوس نتیجہ سے
انکار نہین ہوسکتا کہ اس نے معقولات پسند طبیعتونکو ہمیشہ پابندی سے محروم رکھا اس کے متاخرین حکما اپنی تصنیفات مین مطالب
سے آگاہ نہین کہل سکتے اور عبارت خبط اور ریگستان رہتی ہے۔ مولانا بحر العلوم کیحالت بھی ایسی ہی ہوتی اگر انکی وسعت نظر
اور کتب بینی انکی رہنمائی نہ کرتی۔ اگرچہ عبارت مین وہ شگفتگی نہین پائی جاتی جو شاہ ولی اللہ کی
حجۃ اللہ البالغہ۔ اور ملا محمود کی شمس بازغہ اور فرائد مین ہے، مگر پھر بھی بحر العلوم کے قلم سے بعض
فقرے ایسے نکل جاتے ہین جیسے ایک ادیب کی قلم سے نکلنے چاہین، مثلاً حمد کی بحث مین لکھتے
ہین فتبارک اللہ احسن الحامدین و المحمودین علم باری کے
مسئلہ مین لکھتے ہین قد اتفق علی من لہ درایۃ وھم مبرؤن من الغوایۃ علی
ان الباری یعلم الاشیاء ازلا وابدا لم یعزب عنہ مثقال ذرۃ (اقتباسات قرآنی)

مبحث علم الباری بحر عمیق لم یسبح
فیہ احد الا کلت اقدامہ وضل
افہامہ الا من تنور بالنور الالہی
وتخصص بالعطاء الرحمانی ... فتحیر العلماء
الاعلام المشار الیہم بالبنان (حاشیہ میر زاہد جلالی)

خدا کے علم کا مسئلہ ایک عمیق دریا ہے جسمین کوئی
تیرا نہین لیکن اوسکے قدم تہک گئے اور اوسکی عقل
گمراہ ہوگئی لیکن جو خدا کی روشنی سے منور ہوا اور خدا
کی مہربانی اوسکے ساتھ ہی ..... بڑے بڑے
علما جنکی طرف انگشت اشارہ اٹھتی ہے اسمین متحیر رہ گئے

کوئی بین اتنی سستی ضرور ہے کہ جب "دریا" اور تیرنے کا استعارہ کیا تھا تو یہ نہ کہنا تھا کہ "دوسکے تھک گئے"، اسبے شبہ یہ فقرہ اوسوقت نہایت بلند تھا اگر "میدان" اور "چلنے" کا استعارہ ہوتا

اسکے علاوہ اور بہت سی ادبی لغزشین بحر العلوم کی تصنیفات مین پائی جاتی ہین، جو استقصاء سے معلوم ہوسکتی ہین ہم نے دو تین کتابون کے صرف دیباچے اس نظر سے دیکھے ہین،

نام کتاب	غلط	وجہ غلطی
دیباچہ حاشیہ میرزاہد جلالی۔	یعرّبه عمانی الضمیر	تعریب کے معنی کسی کی طرف سے حمایتاً بولنے کے ہین، جو یہان مناسب نہین بلکہ اعراب ہونا چاہیے جسکے معنی اظہار مطلب کے ہین، اور اگر اعراب ہی سے اس کو مشتق تسلیم کر لیا جاے تو یعربہ کی ضمیر منصوب کا مرجع کیا ہے،
ایضاً	نشکرہ بما خصّنا	شکر کا صلہ "ب" نہین آتا "علی" آتا ہے دوسرے نشکرہ سے نشکرلہ زیادہ فصیح ہے۔
"	اشہد... نحمد۔	ایک ہی عطفی جملہ مین ایک جگہ واحد متکلم دوسری جگہ جمع متکلم
ص ۱۴	لا تشیم حقیقتها	فعل متعدی کے یہان پر کوئی مناسب معنی نہین ہوتے بلکہ لا تقوم چاہیے
دیباچہ رسائل ارکان	جل مظہر العجائب موتلفة	موتلفة کے یہان نہ کوئی معنی ہین اور نہ ترکیب صحیح ہے،
	نبعث الیهم	الیهم کا مرجع انسان ہے اور انسان کیطرف واحد کی ضمیر راجع ہونا چاہیے
	سید ولد آدم	ولد کی جگہ اولاد چاہیے۔
	تقوم منها الاسلام۔	اگرچہ جملہ ہو بھی تو بین ہو یقوم بہا الاسلام
	دلّنی الی عمل	دلالت صلہ علی آتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سی مثالیں نگاہ شخص پیش کر سکتی ہے مگر اس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ بحر العلوم کی ادبی نظر بہت وسیع تھی، ہر شخص اتنا جانتا ہے کہ مصدر کا حمل غیر مصدر پر مبالغۃً جائز ہے مگر دلیل اور شاہد مانگو تو ہر مصنف کی تصنیف زید عدلٌ کی مصنوعی مثال پیش کریگی، مگر حاشیہ میر زاہد میں جب مولانا بحر العلوم کو اسکی ضرورت پڑی تو زید عدل کی مثال دیکر اپنی کم سرمایگی نہیں ظاہر کی بلکہ عبد القاہر جرجانی کی کتاب دلائل الاعجاز کا حوالہ دیا کہ جرجانی نے لکھا ہے

ع "فانما ھی اقبال وادبار" اقبال اور ادبار دونوں مصدر ہیں اور مبالغۃً یہ دونوں ہیَ کی خبر ہیں جو غیر مصدر ہے، ہاں اتنی لغزش اسمیں بھی ضرور ہے کہ بحر العلوم نے اسکو شاعر کا قول کہا ہے اور محشی حاشیہ اس شعر کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس مصرعہ میں اونٹ کی تیز رفتاری اور سرعت کی تعریف کی ہے حالانکہ یہ عرب کی مشہور مرثیہ گو عورت خنسا کا شعر ہے جسکو اس نے اپنے بھائی صخر کے مرثیہ میں کہا ہے، اس مصرعہ کا مطلب چند شعر سے ظاہر ہو سکتا ہے، ؎

فما عجول علی بو تطیف به	لها حنینان اعلان واسرار
نہیں ہے وہ اونٹنی جسکا بچہ مر گیا ہے اور وہ اپنے مصنوعی بچہ کے چاروں طرف پھر رہی ہے اور جسکی دو قسم کی فریاد ہے ایک زور کی ایک آہستہ سے	
ترتع ما رتعت حتی اذا ادکرت	فانما ھی اقبال وادبار
اور وہ چر رہی ہے جب چر رہی ہے اور جب بچہ یاد پڑا	تو آتی ہے اور جاتی ہے
یوما باوجد منی حین فارقنی	صخر وللدھر احلاء وامرار
کبھی مجھ سے زیادہ غمگین جب صخر مجھ سے رخصت ہوا	اور زمانہ میں کبھی تلخی اور کبھی شیرینی ہے

سید سلیمان
متخرج دار العلوم لکھنؤ

اشتہار

پٹنہ کے مشہور کتبخانہ مین مرزا کامران (اکبر شاہ کے چچا) کا دیوان، شاہی کتبخانہ کا نسخہ ہے، اُسکی لوح پر جہانگیر، اور شاہجہان کے ہاتھ کی تحریرین ہین، ہم نے اُسکا فوٹو لیا اور دفتر ندوہ سے عہ؍ پر مل سکتا ہے، یادگار چیز ہے اور دیکھنے کے قابل ہے۔

موازنہ انیس و دبیر

مصنفہٗ

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

تقطیع بڑی، کاغذ عمدہ، ضخامت تقریبًا ۴۰۰ صفحے، قیمت عہ؍ درخواستین حسب ذیل پتہ سے بھیجی جائین۔

ندوہ لکھنؤ

کتبخانہ المعین

ندوہ مین ہر قسم کی اُردو فارسی، عربی، کی کتابین مطبوعہ ہند، مصر، بیروت، قسطنطنیہ بہ کفایت مل سکتی ہین۔ فرمائش آنے پر بہت جلد حسن معاملہ کے ساتھ تعمیل کی جائیگی۔

مینجر فضل الرحمن
دار العلوم

الندوہ

نمبر ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق جولائی ۱۹۰۷ء جلد ۴

مجلس ندوة العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شیخ محمد طاہر گجراتی	مولوی حبیب الرحمن خان شروانی	۱ — ۵
۲	عربی زبان کی وسعت	سید سلیمان	۵ — ۲۰
۳	غزل	مولانا شبلی نعمانی	۲۰ —
۴	اعجاز القرآن	مولوی ضیاء الحسن علوی	۲۱ — ۳۳

باہتمام احقر انام محمد قادر علیخان صوفی بن احمد خان صوفی مرحوم مغفور اعلی اللہ مقامہ

مفید عام پریس آگرہ میں بکمال فرزند حسین طبع ہو کر

دفتر ندوة العلماء لکھنؤ سے شایع ہوا

دستور العمل

(۱) یہ رسالہ ہر عربی مہینے کے پہلے ہفتے مین شایع کیا جائیگا۔

(۲) اس رسالہ کی ضخامت معمولاً ۳۲ صفحے ہوگی۔

(۳) اس رسالہ کا مقصد علوم اسلامیہ کا احیا اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے۔ اسکے ساتھ حسب ذیل مضامین ہونگے۔

(الف) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(ب) ممالک اسلامیہ مین آجکل جو کتابین لکھی جا رہی ہین اُنپر تقریظ۔

(ج) اکابر سلف کی سوانح عمریان جن مین زیادہ تر اُن کے اجتہادات سے بحث ہوگی۔

(د) نصاب تعلیم مروجہ پر بحث۔

(ہ) ندوۃ العلما کے متعلق حالات۔

(و) علمی خبرین۔

(۴) چونکہ دقیق مضامین سے عام لوگون کو دلچسپی نہین ہوسکتی اسلیے ہر پرچہ مین ایک یا دو دقیق مضامین اور باقی عام فہم و آسان ہونگے۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت مع محصول دو روپیہ سالانہ ہوگی۔ نمونہ کا پرچہ ۲ آنے وصول ہونے پر روانہ کیا جائیگا

(۶) کُل خط و کتابت مینجر رسالہ کے نام دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ سے کی جاے اور روپیہ بھی اسی پتے سے بھیجا جائے۔

(۷) جسکے پاس کسی مہینے مین رسالہ نہ پہونچے تو اوسی مہینے مین اطلاع دینی چاہیے ورنہ تعمیل نہو سکے گی۔

(۸) جو صاحب خط لکھین وہ اپنا نام صاف اور واضح لکھین اور قید یک کا نمبر بھی ضرور درج کرین۔

(۹) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے ورنہ دفتر جواب دہ نہوگا۔

سید عبد الحیٔ مینجر رسالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شیخ محمد طاہر گجراتی رح

خاک ہندوستان سے جو نامور علماے دین پیدا ہوے ہین اونمین شیخ محمد طاہر رحمتہ اللہ علیہ بھی ہین۔ شیخ ممدوح اس ملک کے اون معدودے چند علما مین سے ہین جنکی قسمت مین فن حدیث کی خدمت اور احیاے سنتہ کی سعادت لکھی تھی۔ مغلیہ سلطنت جہان اور بہت سی برکتین لائی تھی وہان۔ حدیث وسنتہ کا رواج بھی تھا۔ اکبری وجہانگیری عہد مین شیخ محمد طاہر اور شیخ عبدالحق دہلوی یہ رحمت کا چشمہ اوسکے سرچشمہ (ملک عرب) سے لاکے اور فیض سے دلون کو شاد و شاداب فرمایا۔ شیخ نورالحق محترم باپ کے ارجمند فرزند تھے۔

مصنف کنز العمال نے اگرچہ عمر عرب مین بسر کی لیکن تھے اسی ملک کے فرزند اور یہین کے دامن فیض کے تربیت یافتہ۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے طریقۂ مجددیہ رائج فرمایا جسمین تمام ترقی کا دارومدار اتباع سنتہ پر ہے۔

مغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام آپہنچا تھا کہ ایک اور آفتاب علم طالع ہوا۔ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم ملک عرب کو گئے اور چشمۂ رحمت کا صاف اور خالص آبحیات دل سے لگا کر لاے ۔ صاحب کا فیض تھا کہ دریا بنکر ملک مین پہیلا معدودون کی خشک کشتزار سرسبز ہو کر لہلہانے لگی

کون ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب کے نام سے نا آشنا ہے مولانا [illegible] صاحب اور مولانا سید احمد صاحب کی کوششین اظہر من الشمس ہین۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

عہد اکبری الحاد اور دہریت کے لئے بدنام ہے۔ لیکن نگاہون سے احیاے سنۃ کی وہ برکتین پنہان ہین جو شیخ محمد طاہر کی کوششون سے ظہور مین آئین ان الحسنات یذھبن السیات (نیکیان برائیون کو محو کر دیتی ہین) کیا عجب ہے کہ اس عہد کی آزادیون کی تلافی اس سعادت سے ہوگئی ہو۔ آگے چلکر تم پڑہو گے کہ اس کوشش مین شیخ کا ہاتھ بادشاہ نے بھی بٹایا تھا۔

ولادت و نسب شیخ محمد طاہر قوم کے بوہرے تھے اور پٹن (گجرات) مین پیدا ہوئے۔ سنہ ولادت نظر سے نہین گزرا[1]۔ بوہرہ قوم آج بھی تمول کے لحاظ سے مشہور ہے۔ اس قوم کو چونکہ تجارت سے تعلق قدیم ہے اس لئے یہ لقب ملا۔ ابتداءً یہ لوگ بت پرست تھے (کوئی چھ سو برس گزرے ہونگے کہ ایک فاضل ملا علی کی ہدایت سے دولت اسلام سے مالا مال ہوئے ملا ئے ممدوح کھنبات مین مدفون ہین۔ چونکہ ملا علی امامیہ تھے انہون نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا جب احمد شاہ کا دور دورہ گجرات مین ہوا اور اسلام کو ترقی ہوئی تو علماے وقت کی تلقین سے (جو اہل سنۃ والجماعۃ تھے) بہت سے بوہرے سنی ہو گئے اختلاف عقیدہ نے اس فرقہ مین بہت سے نزاع پیدا کر دئے۔ نواب صمصام الدولہ لکھتے ہین کہ جو بوہری شیعہ ہین وہ ہمیشہ امور شرعیہ مین ایک فاضل صالح کے ماتحت رہتے ہین۔ مال کا پانچوان حصہ سادات مدینہ منورہ کے واسطے بھیجتے ہین۔ زکوۃ کا روپیہ رئیس مذکور کو دیتے ہین تاکہ محتاج بوہرون مین صرف ہو۔

تحصیل علم شیخ محمد طاہر نے ابتداءً علوم کی تحصیل وطن مین کی[2]۔ اسکے بعد حج اور تکمیل علم کے واسطے حجاز کا قصد کیا۔ وہان خوبی قسمت نے ایک ایسے آستانہ پر پہنچایا جو علوم ظاہر و باطن

[1] سنہ ۹۱۳ھ مین نہروالہ مین پیدا ہوئے [2] محمد بن طاہر نام تھا ہندوستان مین ملا مشہور تھے [illegible]

[illegible] حق عنایت

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم	آستانے بود مطلوب آسمانے یافتم

یعنی حضرت شیخ علی متقیؒ کی خدمت مین حاضر ہوکر شرف بیعت وتلمذ سے مشرف ہوئے
شیخ ممدوح اولیاے کاملین مین سے ہین۔ کمالات باطنی کے ساتھ علوم ظاہر مین بھی باکمال تھے
کنز العمال اونہی کی تصنیف ہے۔ علاوہ اس معرکۃ الآرا تصنیف کے بہت سی کتابین تصوف
مین ہین۔ شیخ عبدالحق ان تصانیف کی نسبت فرماتے ہین کہ ایسی تصانیف اوسی کامل کی
قلم سے نکل سکتی ہین جسکو درجہ استقامت اور مرتبہ ولایت دونو کا کمال حاصل ہو۔

کنز العمال سیوطی کی جامع صغیر اور جمع الجوامع سے ماخوذ ہے۔ شیخ دہلوی نے لکھا ہے
کہ سیوطی کی دونو کتابون کا کنز العمال سے مقابلہ کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ مولف کنز العمال نے
کیا کام کیا ہے۔ شیخ علی متقی اور اونکے خلفا کے حالات اخبار الاخیار مین پڑھو اور دیکھو کہ وہ
کیسے دامن فیض تھے جنکے سایہ مین شیخ محمد طاہر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے شاگرد تربیت
پاتے تھے۔ شیخ محمد طاہر نے شیخ ممدوح سے علم حدیث کی تحصیل کی اور فیض باطن حاصل کیا

رد بدعت

شیخ محمد طاہر جب عرب سے خزانۂ علم سے مالا مال ہوکر وطن مین آئے تو اونہون نے
اول بدعتون کی بیخ کنی پر کمر ہمت باندہی جو اونکی قوم مین پھیلی ہوئی تھین۔ فرقہ مہدویہ کے استیصال
مین بھی سخت کوشش کی۔ احیاے سنتہ کا جو جوش شیخ کے دل مین موجزن تھا اوس کا
اندازہ اس واقعہ سے ہو سکیگا کہ اونہون نے عمامہ سر سے اوتار کر رکھدیا تھا اور یہ عہد کر لیا تھا
کہ جب تک تشیع اور دوسری بدعتون کو جڑ سے اکھیڑ کر نہین پھینکدونگا عمامہ نہین باندہون گا
شیخ اپنی کوششون مین سرگرم تھے کہ ۹۸۰ھ مین خیمۂ شاہی گجرات مین پہنچا۔ بادشاہ نے
شیخ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپکی نذر (منت) کا پورا کرنا میرے ذمہ ہے۔ آپ عمامہ باندہین

[illegible] سید عبداللہ مدنی اور شیخ عبیداللہ حضرمی اور شیخ جاراللہ مکی اور شیخ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ و شیخ علی مدنی اور شیخ

یہ کہکر اپنے ہاتھ سے عمامہ اونکے سر پر باندھا۔

وعدہ شاہی اسطرح پورا ہوا کہ خان اعظم (جو راسخ عقیدہ حنفی تھے) صوبہ دار گجرات مقرر کیے گئے۔ خان اعظم نے شیخ اجل کو پوری مدد دی اور دونون کوششون سے ملک بہت سی بدعتونکی جڑ کاٹ دی۔ اس موقعہ پر یہ نکتہ ہے کہ اکبر نے تالیف قلوب کے لئے ایسا کیا ہوگا۔ کیونکہ جرم عقیدۂ شیخ کے خلاف تہا اور تالیف قلوب کی حکمت عملی دوسرا پہلو اختیار کرنے کا مشورہ دے سکتی تھی نہ شیخ کی تائید کا۔ خان اعظم تقریباً چار برس صوبہ دار گجرات رہے اوسکے بعد اونکا تبادلہ ہوگیا۔ بجائے اونکے ایک ایرانی امیر گجرات پہنچا۔

اس تبدیلی سے بوہرون مین از سر نو شورش اور شیخ کے کام مین رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ شیخ نے عمامہ سر سے اتار کر پہر رکھدیا اور فریادی بنکر دربار کو چلے۔ ہنوز آگرہ نہ پہنچے تھے کہ اوجین وسارنگپور (مالوہ) کے درمیان بعض سیاہ باطنون نے حملہ کر کے شہادت سے سرخرو کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۹۸۶ھ کا ہے۔ لاش پٹن لا کر شیخ کے بزرگون کے مقبرے مین دفن کی گئی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

درس وتدریس | علاوہ استیصال بدعت کے شیخ نے ترویج حدیث مین بھی بہت کوشش کی طلباء کو برابر علم حدیث پڑہاتے رہے۔ اپنے شیخ کی ہدایت کے بموجب طالب علمون کے واسطے سیاہی اپنے ہاتھ سے تیار کرتے تھے۔ پڑہاتے وقت بھی سیاہی گھسنے کا سلسلہ جاری رہتا تھا فرماتے تھے ایک حصہ دوسرے کام سے کیون مانع ہو سول بیار دوست بکار

تصانیف | سب سے زیادہ مشہور تصنیف مجمع بحار الانوار ہے۔ اسمین کلام مجید اور حدیث کے مشکل لغات کا حل اس انداز سے کیا ہے کہ صحاح ستہ کی شرح بھی ضمناً ہوگئی ہے شیخ نے دیباچہ مین لکھا ہے کہ مینے اس کتاب کی بنیاد نہایہ ابن اثیر اور ناظرین الغریبین پر

لکھی ہے۔ کتاب سنہ ۹۸۶ھ مین ختم ہوئی۔ برخلاف متاخرین شیخ ناقل و دل کے اصول پر کاربند ہین۔ اسی سے اونکی تحریر مین زائد و فضول الفاظ کم ملینگے۔ علاوہ مجمع بحار الانوار کی اور تصانیف بھی ہین۔ ایک رسالہ مغنی ہے جو فن رجال مین ہے۔ شیخ محدث دہلوی فرماتے ہین کہ "اس کتاب مین اسماے رجال کی صرف تصحیح کی ہے۔ حال نہین بیان کیا۔ نہایت مختصر و مفید کتاب ہے"۔ مجمع بحار الانوار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک کتاب سیر مین بھی لکھی ہے اوسکے حوالہ سے اکثر فوائد خاتمہ کتاب مذکور مین نقل کئے ہین۔ مجمع بحار الانوار کے خاتمہ مین ایک عالم شوق مین فرماتے ہین کہ غرض اس تصنیف سے یہ ہے کہ "ذکر پاک مین عمر صرف ہو" دیکھو پاک روحین تھین پاکیزہ باتون سے تسلی پاتی تھین اور سرور حاصل کرتی تھین یہ بھی پاک نیت تھی جس سے مقبولیت نصیب ہوتی تھی۔ مجمع بحار الانوار کا چشمہ فیض آج تک جاری ہے۔ پانی کی جگہہ انوار موجین مار رہے ہین فقط

شروانی

"عربی زبان کی وسعت"

آغاز عالم مین جب انسان اپنی طفولیت کے منازل طے کر رہا تھا، تو دلی جذبات و خیالات کا اظہار اشارون سے کرتا تھا۔ پھر مفرد الفاظ کی اعانت سے اظہار مطلب کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ الفاظ مین ترکیب پیدا ہوئی، جملے بنے، ایک مصدر، صیغون کے مختلف شکلون سے طلوع ہونے لگا، عبارت بنی، جسمین فصاحت و بلاغت کا طرہ لگا، لفظی و معنوی صنائع، اسباب آرائش بنے، اور اسطرح بیسیون منزلین طے کرتی ہوئی ایک خوش آواز، شیرین، متمدن زبان طیار ہوئی،

بآ دنیا مین تقریباً کئی ہزار زبانون کے سرسبز درخت لگے ہین، ہر ایک کا رنگ و بو، قد و قامت، ذائقہ دوسرے سے مختلف ہے مگر علم اللسان (فیلالوجی) کے ماہرین نے مستحکم قرائن سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ تمام زبانین دراصل متحد النسل ہین، اور چند درختونکی یہ تمام ڈالیاں ہین، یہ اُسوقت کا قصہ ہے جب دنیا ایک مختصر سی آبادی کا نام تھا، اور یہ مختصر آبادی چند خاندانون سے عبارت تھی، یہ خاندان بڑہے، اور اس کثرت سے بڑہے، کہ وہ چھوٹی سی آبادی انکو اپنے دامن مین پناہ نہ دیسکی اسلئے یہ خاندان، کرۂ ارض کی مختلف سمتون مین پھیل گئے، گو اس سے پہلے اِن سب کی زبان ایک تھی مگر اب، آب وہوا، ضروریات اخلاق کے اختلاف سے اُس زبان مین تراش و خراش ہو کر اوسکی ایسی ہیات بدلی کہ ایک ہی زبان دنیا کے مختلف حصون مین مختلف رنگون مین ظاہر ہوئی،

اِن تمام شاخون کی اصل صرف تین زبانین ہین، سیمیٹک، ٹیورنین، ایرین، اِن تین زبانون نے حسب ذیل شکلین پیدا کین،

ایرین، سنسکرت، ایران، فرنچ، لاطینی، یونانی اور یورپ کی تمام زبانین۔

ٹیورنین، تاتاری، سیام، پیگو، برما، یہ زبانین شایستگی اور علمیت سے محروم رہین۔

سیمیٹک، یعنی سامی، یہ زبان سام بن نوحؑ کے انتساب سے پیدا ہوئی ہے، اس زبان نے تین سامی خاندانون کی گودون مین پرورش پائی ہے جنوبی، درمیانی، شمالی، اسلئے لب و لہجہ کے اختلاف اور رمز و بوم کی خصوصیات سے ایک ہی چیز مختلف جلوون سے نمایان ہو کر چند چیزین بنگئین۔

(۱) جنوبی سامی زبان

عربی، زندہ زبان، یعنی اب تک بولی جاتی ہے۔

حبشی، زندہ زبان۔

(۲) درمیانی سامی زبان

عبرانی، مردہ زبان، یعنی اب بولی نہین جاتی،

نبطی، مردہ زبان۔

تدمری، مردہ زبان۔

(۳) شمالی سامی زبان

ارامی، مردہ زبان۔

کلدانی، مردہ زبان

سریانی، مردہ زبان۔

یہ زبانین بہی ملک کے مختلف صوبون مین، طرز معاشرت اور لب ولہجہ کی نیرنگیون سے مختلف تہین، ایک عرب ہی کو دیکھو! عرب کے اکثر حصص کی زبان عربی تہی، مگر ہر قبیلہ کی زبان، ایک نئے جبہ و دستار مین نمایان تہی، جنوبی عرب شمالی عربی سے ناواقف تہے اور حمیری قبائل، قریشی زبان سے بیخبر تہے، جسطرح اسلام سے پہلے عرب کے قبیلہ قبیلہ، کا الگ خدا تہا، الگ اخلاق تہے، الگ طرز معاشرت تہی اسیطرح اونکی زبان بھی ہزار اختلاف کا مخزن تہی، مگر قرآن مجید نے جہان اونکے خیالات، اخلاق، معتقدات کو متحد کر دیا اونکی زبان کو بہی متحد کر دیا! آج جس زبان کے خزانہ مین تمام اسلامی لٹریچر کے زر و جواہر ہین وہ صرف چند قبائل کی زبان ہے، جسکو اسلام نے اپنی زبان قرار دی، یہ زبان اسلام کی ہمرکابی مین ایک دنیا کی زبان بنکر تمام اطراف عالم مین پہیل گئی، اور آج اوس زبان مین جو کل تک چند مخصوص قبائل کی زبان تہی چین کا رہنے والا، مراکشی سے باتین کرسکتا ہے۔ اور ہندوستان کا رہنے والا جرمن سے اظہار مطلب کرسکتا ہے،

عربی زبان ظہور اسلام سے پہلے ہی اپنے وطن سے نکل کر حوران، عراق عرب، مابین النہرین[۵۱] تک پہنچ چکی تھی، اسلام آیا تو عربی زبان اسلام کے دوش بدوش آگے قدم بڑھاتی گئی، اور جو جو قومیں اسلام کے حلقہ بگوش ہوتی گئیں اونکی زبان، عربی قرار پاتی گئی،

جسوقت اسلام عرب کے افق پر طلوع ہوا تھا، مشرق پر دو عظیم الشان سلطنتیں حکومت کر رہی تھیں، فارس، اور روم، فارس اور مابین النہرین درفش کاویانی کے زیر سایہ تھا ان کا مذہب زردشتی تھا اور انکی زبان فارسی تھی، شام، مصر، بلاد مغرب کی بلندیوں پر رومی نشان لہرا رہا تھا گو انکا مذہب ایک تھا سب کے سب مختلف فرقہ کے عیسائی تھے مگر اونکی زبان ایک نہ تھی، مصر کی زبان قبطی تھی، اہل نوبہ بربری زبان میں باتیں کرتے تھے، شام اور مابین النہرین والے سریانی، نبطی، آرامی زبانیں بولتے تھے، یونانی زبان ان تمام زبانوں سے ممتاز تھی کیونکہ یہ اوس زمانہ کی علمی زبان تھی، ان زبان کے بولنے والوں کی تعداد کئی کروڑ تھی،

عربوں نے ان قوموں پر حملہ کیا، اور فتح و نصرت کا پرچم اوڑاتے ہوئے اُن کے ملکوں میں داخل ہوئے اونکے مذہب اور زبان پر حملہ نہیں کیا گر خدا جانے **عربی زبان** میں کیا کشش تھی جسنے اونکی مادری زبانوں کو بھلا کر مادری زبان کی جگہہ خود آپ لے لی اس سے پہلے ہر قوم اپنی زبان میں گفتگو کرتی تھی اسلامی محکموں میں اپنی اپنی زبان میں درخواستیں بھیجتی تھی یہاں تک کہ خود سلطنت کے دفاتر اور کاغذات اوس ملک کی زبان میں ہوتے تھے، مصر کے کاغذات قبطی زبان میں تھے، شام کے اسلامی محکموں کی زبان یونانی تھی، اور خود عرب اور فارس کے دفاتر فارسی میں تھے، الغرض اسلام کے زیر سایہ، رومی، فارسی، یہودی، سامری، سریانی، نبطی، قبطی، بربری، مختلف اللسان قومیں تھیں جن میں سے کسی کی زبان عربی نہ تھی اور خود خلفاے راشدین تک عربی زبان سلطنت

[۵۱] وہ شہر جو دجلہ اور فرات دونہروں کے درمیان واقع ہیں، "مابین النہرین" کہلاتے ہیں۔

کی زبان تھی،

جب بنو امیہ، اسلام کے حکمران ہوئے، تو انہون نے رفتہ رفتہ تمام مقبوضہ ممالک کے
دفاتر عربی مین کردئے جب سے عربی زبان سلطنت کی زبان قرار پائی، اس انقلاب کی ابتدا
حجاج بن یوسف المتوفی ۹۵ھ سے شروع ہوئی، حجاج بن یوسف، عبد الملک بن مروان
کی طرف سے عراق، اور خراسان کا گورنر تھا یہان کا تمام دفتر فارسی زبان مین تھا ایک فارسی النسل
شخص نام جو عربی اور فارسی دونون زبانون کا ماہر تھا دفتر کا صدر محاسب تھا اس نے ایک مرتبہ
فخریہ کہا کہ حجاج دفتر کے حسابات درست کرنے کے لئے، میرا دستنگر ہے مگر مین اوس سے
بے نیاز ہون، فرخ کا خیال تھا کہ عربی زبان، چونکہ علمی زبان نہین ہے اسلئے وہ کبھی کاغذات
کے خزانہ کا بار نہین اٹھا سکتی اسلئے دفاتر ہمیشہ فارسی لباس مین رہینگے، اور فارسی کے لیے
حجاج مجھ سے مستغنی نہین ہوسکتا،

مگر حجاج کے پاس ایک دوسرا شخص صالح نام موجود تھا جو عربی و فارسی کے ساتھ علم حساب
مین بھی مہارت رکھتا تھا، حجاج نے صالح کو حکم دیا کہ دفاتر کے سر پر فارسی طیلسان کے بدلے عربی عمامہ باندھو
صالح نے آستین ہمت چڑھا کر علم حساب کے اصطلاحات عربی مین وضع کئے اور فارسی سے
کاغذات کا عربی مین ترجمہ کر دیا، فارسیون نے ایک لاکھ درم صالح کو اسلئے دینا چاہا کہ وہ دفتر کا
ترجمہ کرکے فارسی زبان کو برباد نہ کرے مگر حرص و طمع کے ان ہلکی ہواؤن سے اوسکی شمع کوشش گل
ہوئی اسوقت سے عربی زبان مین سلطنت کے کل کاغذات لکھے جانے لگے۔[۵۱]

یہ عربی زبان کی ترقی کا دوسرا زینہ تھا، پہلا زینہ وہ تھا جب خالد بن یزید بن معاویہ کے
حکم سے یونانی اور قبطی سے کیمسٹری اور طب کی کتابین عربی مین ترجمہ ہوئین، یہ عرب مین پہلا ترجمہ تھا[۵۲]

---

۵۱ کتاب الفہرست ص ۲۴۲ - ۵۲ کتاب الفہرست صفحہ ۲۴۲ -

عربی زبان کی ترقی کا تیسرا زینہ ہارون، مامون، معتصم کے عہد کے تراجم تھے، جن سے ایک بدوی زبان، علمی زبان کے قالب مین آگئی،

تصنیف کی حیثیت سے عربی زبان کے سب سے پہلے مصنف حضرت صدیق اکبرؓ تھے، پانچسو حدیثون کا ایک مجموعہ طیار کیا تھا، مگر کسی نامعلوم سبب سے اوسکو جلا ڈالا عربی کی دوسری تصنیف حضرت عمر بن عبد العزیز کے ایما سے ابن شہاب زہری نے کی، یہ بھی احادیث کا ایک مجموعہ تھا جو دست بُردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہا تیسری تصنیف موطاے امام مالک ہے جو اب تک کتب احادیث کی پہلی صف مین موجود ہے، موطا کے بعد عربی زبان کی تالیفات کا وہ سلسلہ شروع ہوا، جو سلسلۂ عالم تک ختم نہین ہوسکتا،

اب عربی، سلطنت، اسلام اور علم کی زبان ہوگئی، غیر عربی مسلمانون کو مذہباً عربی کی ضرورت پڑی، ذمی رعایا سلطنت کی زبان عربی ہونے کی وجہ سے عربی کی محتاج ہوئی، اور اون قومون کو جو مسلمانون کی حریف تہین اسلئے عربی کی حاجت تھی کہ تمام علمی خزانہ عربیت کے صندوقون مین بند تھا، ان وجوہ سے عربی زبان نے اس زور و قوت سے مفتوح زبانون پر حملہ کیا کہ کمزور زبانین بالکل معدوم ہوگئین بلکہ اونکی قومیت بھی انہین کے ساتھ معدوم ہوگئی اونکی زبان عربی ہوگئی اور وہ خود عرب ہوگئے، رومی و سریانی، جو شام و عراق مین آباد تھے اور جنکی زبان سریانی اور آرامی تھی، قبطی جو مصر مین تھے اور جنکی زبان قبطی تھی افریقی اور مغاربہ جو ٹیونس، جزائر اندلس وغیرہ مین آباد تھے اور قومین جو وقتاً فوقتاً اسلام کی زیر حمایت آگئین جیسے ارمن، سرکیشن، سوڈان، کرد، زبان، اخلاق، مذہب، شکل، صورت کی حیثیت سے پوری عرب ہوگئین، اور بجاے اونکی زبانون کے عربی اونکی مادری زبان ہوگئی، اندلس مین جب اسلام آیا تو عربی بھی آئی، اور وہان کی مادری زبان قرار پائی ہزارہا عربی شعرا اور مصنفین یہان پیدا ہوئے مگر افسوس یہان جب اسلام کا چراغ گل ہوگیا تو عربی زبان بھی

یہان کی تاریکی مین گم ہوگئی، لیکن یہ ممکن نہ تہا کہ جس زبان کا ۷۰۰ برس تک کسی ملک پر قبضہ رہا ہو اوسکے تمام آثار یکقلم وہان سے محو ہو جائین اب تک اسپین اور پرتگال مین سینکڑون عربی الفاظ ایسے ہین جو ہیئیات بدل بدل کر اسپینی اور پرتگالی زبانون کے پردہ مین چھپے ہوئے ہین، پروفیسر ڈوزی اور پروفیسر انگلمین نے اون عربی الفاظ کو جو اسپینی اور پرتگالی مین اب تک شامل ہین ایک رسالہ کی صورت مین شایع کیا ہے اس رسالہ کا پہلا اڈیشن ختم ہو چکا تہا دوسرا اڈیشن ۱۸۶۹ء مین ہر لیڈن مین چھپا۔[۵۷]

سودان، مصر، شام، بیت المقدس، ٹیونس، طرابلس الغرب، بیروت، مراکش، بخارا، بجبایہ، بغداد، جنکی مادری زبان عربی نہ تھی، بالکل عربی ہو گئی، مصر، بغداد، افریقہ، اندلس، شام، مین مختلف نسل و شمائل کی قومون نے حکومت کی مگر سب کے ہاتھ مین عربی قلم تہا، گو ترکی، تاتاری تیموری ہاتہون مین فارسی قلم تھا مگر اوسکا قط عربی تہا، مادری زبان کی طرح اسکی خدمت کی، اور اسکو ترقی دی، موجودہ دور مین شام و بیروت کی عیسائی قومون کے بے انتہا احسانون سے بھی عربی زبان کبھی سبکدوش نہین ہو سکتی۔

یہ دیکھکر حیرت ہو گئی کہ صرف چند لاکھ عرب قبیلون کی زبان آج تقریباً ...... ۶ کرور لوگون کی زبان ہے اس شمار کی دیوار صرف اون لوگون کو محیط ہے جو متمدن اور شایستہ ہین اور جنکی تعداد معلوم ہو سکی اسکے سوا اور بہی چند قومین ہین جنکی عربی، مادری زبان ہے مگر بداوت اور وحشت کی تاریکی مین اونکی تعداد نظر نہین آتی،

وہ شہر جنکی زبان عربی ہے	مردم شماری
جزیرہ عرب (تقریباً)	۱۰۰۰۰۰۰

---

[۵۷] الاکتفاء القنوع بما ہو مطبوع ص ۱۴۲۔

وہ شہر جنکی زبان عربی ہے	مردم شماری
بغداد	۶۱۴۰۰۰
بصرہ	۴۳۳۰۰۰
موصل	۳۵۱۰۰۰
دیاربکر	۴۷۲۰۰۰
حلب	۹۹۵۰۰۰
شام	۷۱۹۰۰۰
بیروت	۵۳۳۰۰۰
بیت المقدس	۳۴۱۰۰۰
لبنان	۴۰۰۰۰۰
مصر (خاص)	۱۲۰۰۰۰۰۰
سوڈان مصر	۵۰۰۰۰۰۰
نیغاری	۴۰۰۰۰۰
طرابلس الغرب	۶۰۰۰۰۰
جزائر الغرب	۴۷۳۷۰۰۰
مراکش	۵۰۰۰۰۰۰
ٹیونس	۱۹۰۰۰۰۰
زنجبار	۲۰۰۰۰۰
جزائر کوسورا اور اوسکے اطراف	۲۵۰۰۰۰
میزان	۴۴۹۴۵۰۰۰

پہر کثیر تعداد اون عربون کے سواہے جو صحاری اور فرنچ اور اسٹریلین سوڈان اور شرقی ہندوستان
کے جزائر مین آباد ہین جنکا شمار کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

اس مردم شماری کی انگلی صرف اون لوگون کی طرف اشارہ کرتی ہے جنہون نے عربی زبان کا
دودہ پیا ہے اور اگر اس تعداد پر اون لوگون کا اضافہ کیا جاے جنہون نے تعلیم و تعلم کے
ساغر سے عربی شراب پی ہے تو مذکورہ بالا تعداد کو سہ چند کر دینا چاہیے، کیونکہ مسلمانون کا ایک
بڑا حصہ چاہے کچہہ ہی اوسکی زبان ہو اور کسی ملک کا رہنے والا ہو مذہبی اثر سے عربیت کے
ذائقہ سے آشنا ہے، ہندوستان، افغانستان، چین (مسلمان آبادیان) مالطہ، جادہ،
راس الرجاء، ترکستان، بخارا، زنجبار، فارس اسی قسم کے ملک ہین،

عربی جب اپنے وطن سے نکلی تو اسکو خیر مقدم کہنے والے صرف مسلمان ہی نہ تہے بلکہ
بعض ایسی قومین بہی تہین کہ جن کے دل اسلام کی روشنی سے منور نہ تہے اور نہ اونکی زبان
مین عربیت کا چٹخارا تہا مگر رفتہ رفتہ عربی زبان کی کچہہ ایسی چاٹ اونکو پڑگئی کہ اونکی مادری زبان ہوگئی
اور بے شبہہ فارسی ترکی بعض ایسی قومین بہی تہین اور ہین جو نور اسلام سے منور ہین اور عربی اونکی
مادری زبان نہو سکی لیکن اوسمین بہی شک نہین کہ ہر زمانہ مین نصف عربی والون کا اون مین
وجود رہتا ہے، لیکن اسکو چہوڑ کر بہی جہان عربی مادری زبان بننے مین کامیاب نہو سکی، اوس نے
وہان کی اصلی زبان کی ایسی ہئیت بدلدی ہے کہ اب اصلی زبان کا وجود مشکل سے تسلیم کیا جاسکتا
ہے اور خود اوسکی جگہہ عربی الفاظ، محاورات، اوسکے ارکان بنگئے جنکے علیحدہ کر دینے کے بعد،
زبان زبان نہین رہتی، بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہین کہ بغیر عربی کے وہ زبان بولی نہین جاسکتی، بعض فارسی
انشا پردازون نے ایسے رسالون کے لکہنے کی کوشش کی جن مین عربی الفاظ سے بالکل اجتناب
کیا جاے مگر حق یہ ہے کہ یہ لزوم مالایلزم اون سے نہ نبہہ سکا، بیسیون عربی الفاظ کے ذرے

ان مین جابجا چمک رہے ہین ۔

اس قسم کی زبانون مین دنیا کی وہ تمام زبانین شامل ہین جنکو وہ مسلمان بولتے ہین جو عربی زبان سے محروم ہین، چینی زبان مین تیس فیصدی فارسی مین پچاس فیصدی ترکی مین پچپن فیصدی، اردو مین ساٹھ فیصدی عربی الفاظ شامل ہین ۔

اس سے تو انکار ہو ہی نہین سکتا کہ اردو کی ساری خوبی اور آرایش ان عربی موتیون سے ہے جو اردو جملون مین جابجا ٹکے رہتے ہین، مگر اس سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ اردو نے عربی سے نہ صرف الفاظ استعار لئے ہین بلکہ محاورات اور ضرب المثلین بھی، چنانچہ تتبع سے ہمین کچھ مثالین ملی ہین جنکو ہم اپنے دعوی کے ثبوت مین پیش کرتے ہین،

اردو	عربی محاورے
آبرو	ماء الوجه
آنکھون مین دنیا تاریک ہوگئی	اسودت الارض فی عینه[۵۱]
گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا	کما تلون الحرباء[۵۲]
پیٹ چلنا	مشی البطن،
ع کہ آہن با آہن توان نرم کرد۔	ع ان الحدید بالحدید یفلح[۵۳]،
اوسکی گرد تک نہین پہونچ سکتے	لا یعلق لهم مبار بغباره[۵۴]
آسمان سے باتین کرنا۔	مناغاة السماء[۵۵]
دانت پیسنا۔	احرق علیه انیابه

[۵۱] قال الحماسی لعمری لی ابو المقدام فاسودّ منظره من العین واستکت علی المسا

[۵۲] قال المتنبی۔

[۵۳] کتاب الامثال للمیدانی ج ۱ ص [۵۴] حریری ص ۱۸ [۵۵] صراح ص ۵۹۲۔

اردو	عربی محاورے
ہاتھ ٹوٹ جائین	تبت یدا ابی لہب (قران مجید)
چشم پوشی کرنا	غض الطرف (صراح)
ناخنون تک زور لگانا۔	کددت باظفاری۔[۵]
چار آنسو بہانا	البکاء بارابعۃ[۵۴]
ہوا اکھڑ جانا	تذھب ریحکم (قران مجید)
آسمان ٹوٹ پڑنا۔	تکاد السموت یتفطرن (قران مجید)

نگاہ تفحص اور بہت سے محاورات ایسے ڈہونڈھ سکتی ہے جنکا ماخذ عربی زبان ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن ملکون کی زبان بدلنے پر عربی قادر نہ ہوئی، اونکی زبانون مین اپنے الفاظ اور محاورے اس کثرت سے شامل کر دیئے کہ وہ بگڑی ہوئی عربی کہی جاسکتی ہین عربی نے کچھ مشرق ہی مین برگ و بار نہین پیدا کیے بلکہ عرب سے ہزارون کوس دور مغرب مین بھی،

یورپ اور عربی — یورپ کے قدیم علوم و فنون کا ماخذ چونکہ عربی ہے اسلئے ابتداہی سے یورپ کو عربی سے اعتناء رہا ہے، بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہین، اظہار واقعہ ہے کہ پچھلے دور کے علمای اسلام سے یورپ نے عربی کے زندہ اور اشاعت کرنے مین زیادہ حصہ لیا ہے، یہان تک کہ پندرہوین صدی عیسوی مین چھاپا ایجاد ہونے کے بعد سب سے پہلے جو کتابین حلیہ طبع سے آراستہ ہوئین وہ ابن سینا، رازی، ابن رشد کی عربی تصنیفات تہین، عربی تاریخ و ادب کا ایک بڑا ذخیرہ ہم تک یورپ کی بدولت پہونچا ہے، عربی مین کامل، اغانی کی طرح بعض ایسی کتابین تہین جن سے اونکی ضخامت اور کثرت موضوع کی وجہ سے ہم باسانی فائدہ نہین اُٹھا سکتے تھے، یورپ نے اونکے

---

[۵] نقد الشعراء ابن قدامہ ص ۳۲۔
[۵۴] قال الحماسی فی المراثی، سہ باہین بکی عند کل صباح ؛ جودی بار بعۃ علی الجراح۔

انکا کس بنائے اور اس خوبی سے بنائے، کہ وہ قابل قدر تالیفات بن گئے،

تاریخ، ادب، جغرافیہ، صرف و نحو عربی، طب کی کتابین اگر یورپ نے شایع کین تو یہ کہنا ممکن ہے کہ یہ کچھ تعجب کی بات نہین کیونکہ وہ علمی تصنیفات ہین جس سے مشرق، مغرب دونون برابر بہرہ اندوز ہو سکتے ہین، مگر اسکا کیا جواب ہے جو یورپ، خاص مذہبی عربی کتابون کی تالیف اشاعت اور طبع مین مشغول ہے۔

(۱) قرآن شریف سنہ ۱۶۴۹ء ہامبرگ مین شایع ہوا۔

(۲) " دو جلدون مین سنہ ۱۶۹۰ء مین بیڈوا (اٹلی) مین چھپا،

(۳) " سنہ ۱۷۸۷ء اور سنہ ۱۷۹۰ء اور سنہ ۱۷۹۳ء مین پیٹرسبرگ (روس) مین طبع ہوا۔

(۴) " سنہ ۱۸۳۰ء اور سنہ ۱۸۴۴ء اور سنہ ۱۸۶۷ء مین پیٹرسبرگ مین شایع کیا گیا۔

(۵) نجوم الفرقان فی اطراف القرآن، قرآن شریف کی آیات اور سورتون کی فہرست ہے پروفیسر فلوگل کی تالیف ہے جو سنہ ۱۸۴۲ء مین لیپزگ مین چھپی،

(۶) مفتاح کنوز القرآن، یہ بھی قرآن کی فہرست ہے، میرزا کاظم بک پروفیسر پیٹرسبرگ کالج کی تصنیف ہے سنہ ۱۸۵۹ء مین پیٹرسبرگ مین چھپی،

(۷) انوار التنزیل و اسرار التاویل، للبیضاوی المتوفی سنہ ۶۹۱ھ، چار برس کی متواتر کوششون کے بعد، پروفیسر فلیشر کے اہتمام سے سنہ ۱۸۴۸ء مین طبع ہوئی۔

(۸) فہرست انوار التنزیل، پروفیسر فیل کی تالیف ہے سنہ ۱۸۷۸ء مین لیپزگ مین شایع ہوئی،

(۹) مفحمات القرآن فی مبہمات القرآن، للسیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ لیڈن مین سنہ ۱۸۳۹ء مین طبع ہوئی

(۱۰) بخاری شریف، تین جلدون مین سنہ ۱۸۶۸ء مین لیپزگ مین شایع ہوئی،

اس طبع و اشاعت کے سوا، عربی کا یورپ پر اتنا قبضہ ہے، کہ امریکا، جرمن، فرانس سے عربی

اشتہارات نکلتے ہین، عربی زبان کے لئے یوروپ کے مختلف شہرون مین انجمنین قایم ہین اور لائبریریان
یا کتب خانے ہین جن مین سے مفصلہ ذیل کتب خانے مشہور ہین، یہ صرف وہ کتب خانے
ہین جنکی مفصل فہرستین چھپکر شایع ہوچکی ہین اور انکا حال معلوم ہے،

(۱) کتب خانہ برلن (پروشیا)

(۲) کتب خانہ اسکوریال (اسپین)

(۳) کتب خانہ فلورنس (اٹلی)

(۴) کتب خانہ چوسہ۔

(۵) کتب خانہ کوپنہاگن (ڈنمارک)

(۶) کتب خانہ لیبزگ (سیکس)

(۷) کتب خانہ لیڈن (ہولینڈ)

(۸) کتب خانہ لندن، لندن مین عربی کے دو کتب خانہ ہین ایک برٹش میوزیم مین، دوسرا انڈین کورٹ مین

(۹) کتب خانہ لینڈی۔

(۱۰) کتب خانہ روبسالا۔

(۱۱) کتب خانہ اوکسفورڈ (انگلستان)

(۱۲) کتب خانہ پیرس (فرانس)

(۱۳) کتب خانہ روما (اٹلی)

(۱۴) کتب خانہ پیٹرسبرگ (روس)

(۱۵) کتب خانہ وائنا (آسٹریا)

عربی زبان کی جو شعاعین سرزمین عرب سے نکلکر یورپ پر پڑی ہین، وہ صرف اتنی ہی نہین ہین

کہ چند مطبع اور چند نامہ بریان اون سے روشن ہین بلکہ ان سے بہت سے یوروپین دماغ بھی منور ہین، امریکا، انگلستان، جرمن، فرانس، روس، ہولینڈ، آسٹریلیا، مین عربی کے بعض ایسے ارباب قلم موجود ہین جنکو دیکھکر خود مصر کے اہل زبان متحیر ہین، خصوصاً جرمن مین عربی زبان نے جو وسعت پیدا کی ہے وہ اور یورپ کے ملکون نے نہین پیدا کی،

یورپ کو عربی سے جو شغف تھا اور ہے اوسکا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ یوروپین لنگویج مین عربی الفاظ کثرت سے شامل ہوجائین، کسی اور زبان کے متعلق تو نہین کہا جاسکتا مگر انگریزی مین تقریباً پانچ سو الفاظ ایسے ہونگے جو عربی سے مستعار لئے گئے ہین، جن مین سے چند یہ ہین۔

عربی الفاظ	انگریزی	اردو
القلی۔	Alkali	کھار
القبة۔	Alcove	قبہ، گنبد
القلف۔	Calk	کشتی درست کرنا۔
تمر هندی	Tamarind	املی
شربت	Sorbet	شربت
صفر	Cypher	نقطہ عدد
الکحل	Alcohol	روح شراب
الجبر والمقابلة	Algebra	علم الجبرا
قطن	Cotton	روئی
شراب	Sirop	شراب
الکیمیا	Chemistry.	علم کیمیا

عربی الفاظ	انگریزی الفاظ	اردو
النیل	A nil	نیل (عربی مین سنسکرت سے آیا)
جلاب	Jallop	جلاب
فلك	Felongue	کشتی
الانبیق	Alambic	عرق کھینچنے کا آلہ

قرآن مجید جو مسلمانون کا دین وایمان اور عربی زبان کا سرمایۂ ناز ہے گو خود مسلمانون نے اسکی اشاعت کی طرف توجہ نہین کی اور نہ کسی غیر زبان مین اسکا ترجمہ کرکے اپنا فرض ادا کیا، مگر یا تو عربی زبان کی فطرتی وسعت کا اثر ہے یا قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ بغیر کسی کوشش کے بیسیون زبانون مین اسکے ترجمے کئے گئے، لاطینی مین ۱۱۴۳ء مین اطالیہ مین ۱۵۴۷ء مین جرمن مین ۱۶۱۶ء مین ڈچ زبان مین ۱۶۴۱ء فرنچ مین ۱۷۰۳ء انگریزی مین ۱۸۸۰ء مین ترجمہ الگزنڈر روز انگریزی مین ۱۸۳۰ء مین ترجمہ جارج سیل، بنگالی زبان مین اوسکے ترجمے کئے گئے،

خط عربی: عربی زبان سے زیادہ خط عربی نے عالمگیر وسعت حاصل کی ہے، تقریباً دنیا کی بیس زبانین ہین جنکے خط تھوڑے تھوڑے تغیر کے ساتھ عربی سے ماخوذ ہین،

(۱) عربی	(۷) آذربائجانی
(۲) فارسی	(۸) اوزبکی
(۳) پشتو	(۹) افغانی
(۴) ترکی	(۱۰) کردی
(۵) سندھائی	(۱۱) اردو
(۶) تازانی	(۱۲) کشمیری

(۱۴) اثیبالی	(۱۵) سندی
(۱۴) لنگا	(۱۶) بربری (مغرب)

(۱۷) ریفیه (مراکش)

کیا اس تفصیل کے بعد بھی اس سے انکار کیا جائے گا کہ عربی زبان دنیا کی سب سے زیادہ وسیع زبان نہیں ہے جس کی کرنیں کرۂ زمین کے ہر حصہ کو روشن کر رہی ہین اور دنیا کی اکثر زبانون کے ذرّے جس سے فیضیاب ہین،

سید سلیمان

غزل از تصنیف شمس العلما مولانا محمد شبلی نعمانی

هرجا که روی روشن تو جلوه ساز بود — هر ذرّه را نظر به جمال تو باز بود

هر جا حدیث فتنهٔ ایام کرده ایم — روی سخن به آن نگهٔ فتنه ساز بود

جانا زبان و لب نشود ترجمان دل — مارا امید ها ز نگهه هاے راز بود

مستور و رند هیچ یکے سر برون نبرد — زان حلقه ها که در خم زلف دراز بود

لذت شناس رندی و مستی نبوده است — آن بوالهوس که در گرو عز و ناز بود

آن شوخ را به صومعه ها چون گذر فتاد — یکباره عشق های حقیقی مجاز بود

با هیچ سفله صحبت آن شوخ در گرفت — کو فتنه دوست بوده و این فتنه ساز بود

ما خود سرے به رندی و مستی نداشتیم — زینها گناه دیدهٔ معشوقه باز بود

غمگین مباش اگر سخن از مدعا رفت

شبلی هنوز اهل راز و نیاز بود

اعجاز القرآن

قرآن پاک کی بلاغت پر بحث کرنے کیلئے مین نے اس مضمون کو پانچ حصون مین تقسیم کیا ہے پہلا ٹکڑا جو اسوقت ناظرین کے سامنے ہے فصاحت کے متعلق ہے۔ دوسرا ٹکڑا بلاغتہ کے متعلق ہوگا جس مین یہ دکھایا جائیگا کہ کسی مضمون کو ادا کرنے کے لئے کس قسم کے مقدمات لانا چاہئیں۔ تیسرے ٹکڑے مین تشابیہ و استعارات قرآن، چوتھے حصہ مین صنائع و بدائع سے بحث ہوگی پانچوین ٹکڑے مین نظم قرآن پر جو اعتراضات ہین انکا جواب دیا جائیگا۔

گو پہلے ٹکڑے کے بعض مباحث الندوہ مین نکل چکے ہین لیکن محض سلسلہ کلام کی غرض سے اس موقع پر انکا اعادہ کیا جاتا ہے۔

قل لئن اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً۔

یہ آیت اس امر کی نصی شہادت ہے کہ قرآن مجید متحدی بہ اور معجزہ ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن جیسی کتاب اگر تمام عالم کے لوگ بھی ملکر بنانا چاہین تو یہ امر ناممکن ہے اس نصی شہادت کے بعد کلام مجید کے معجز ہونے مین کسی کو کوئی شک وشبہہ باقی نہین رہتا۔ ہان بحث ہے تو اس حیثیت سے ہے کہ وجوہ اعجاز کیا ہین لیکن جمہور علماے اسلام اس بات کے قائل ہین کہ کلام مجید بہ حیثیت بلاغتہ کے معجزہ ہے لہذا ہم اسوقت اسی حیثیت سے بحث کرتے ہین۔

اگر عرب کی فصاحت و بلاغتہ کے متعلق کچھہ تفصیل کیجاے تو خود بذاتہ ایک وسیع

موضوع ہے کہ جسپر بہت کچھہ کہا جا سکتا ہے۔ اُردو مین عرب کی فصاحت و بلاغت کے اوپر بہت کچھہ زور دیا گیا ہے۔ لیکن عرب کی فصاحت و بلاغت کا کوئی قابل وثوق نمونہ نہین پیش کیا گیا ہے۔ مین اسوقت صرف ایک ایسی مثال پر اکتفا کرتا ہون جو غیرون کو قائل کرنے کے واسطے بہت کافی ہے۔

سیزر اور ایک بدوی | سیزر جو دنیا مین بہت بڑا مدبر جنرل ادیب و فلاسفر گذرا ہے اور جو فصاحت و بلاغت مین ضرب المثل ہے اُسکے تین جملے بہت مشہور ہین اور وہ فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ مثال سمجھے جاتے ہین انہین کا ایک عربی شاعر کے ایک مصرعہ سے مقابلہ کرتا ہے۔ سیزر نے جب وہ ایک فتح کی غرض سے گیا تھا ایک شخص کو یہ تین جملے لکھے تھے ' وینی ویڈی وسی جسکے معنی ہین مین آیا مین نے دیکھا مینے فتح کیا۔ ان لفظون مین خوبی یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی طبیل (حرکت زبان) کے الفاظ ہین اسکے علاوہ اسمین ایجاز و سلاست و روانی کے ساتھہ شان و شکوہ بھی پایا جاتا ہے۔ اب دیکھو عربی شاعر کے مصرعہ کو کہ وہ کسقدر اس تمام جملہ سے عمدہ ہے ؎

یا لہف زیابۃ للحارث		الصابح فالغانم فالآئب	

اس شعر کی شان نزول یہ ہے کہ حارث قبیلہ بنی بکر کی سردار نے زیابۃ کی غیبت مین جاکر اسکے اونٹون کو لوٹ لیا ابن زیابہ نے جب واپس آکر یہ سارا ماجرا سُنا تو اسی جوش و خروش کی حالت مین ایک قصیدہ لکھا جسکا مطلع یہ شعر ہے اس شعر مین حارث کے اسطرح واپس جانے پر افسوس کا اظہار کیا ہے اور دوسرے مصرع مین اسکے آنے اور لوٹ کر واپس جانے کی تصویر کھینچی ہے اس مصرعہ مین سیزر کی اس جملہ سے کہین زائد خوبیان موجود ہین سب سے پہلے تو یہ کہ لفظ صابح غانم و آئب تینون ہم وزن مین ایک ہی صیغہ سے انکو تعلق ہے اور یہ تینون طبیل (حرکت زبان) کے الفاظ ہین دوسری یہ کہ حروف عاطفہ نے ایک دوسرے کو اسطرح

مربوط کردیا ہے کہ اسکو نکال دو تو مطلب خبط ہو جاتا ہے تیسرے یہ کہ باوجود اس روانی وسلاست کے کہ جسکی وجہ سے یہ جملہ شعر بن گیا ہے الفاظ پر عظمت وشان ہین سب سے بڑی خوبی سیزر کے جملے مین ایجاز کی ہے مگر اِس مصرعہ مین جسقدر اختصار و ایجاز ہے وہ سیزر کے جملے مین معدوم ہے ذیل مین ہم دونون کا بحیثیت وسعت معنی کے مقابلہ کرتے ہین۔

الصَّائِح۔ صبح کے وقت لوٹنے آنا۔

وینی وِیڈی آنا اور دیکھنا۔

غانم۔ مال غنیمت کے ساتھ کامیاب ہونا۔

وِیسی۔ کامیاب ہونا۔

آئب۔ واپس جانا۔

اِن لفظون کا مقابلہ کرو دیکھو سیزر کی دو لفظون نے صرف یہ معنی ادا کئے کہ وہ آیا اور اسنے دیکھا مگر عربی کی ایک لفظ نے اتنے معنی ادا کئے۔ آنا، تعین وقت باغرض آمد سیزر کے تیسرے لفظ نے یہ مطلب ادا کیا کہ اسنے ملک فتح کیا اس کے مقابلہ مین غانم نے دو معنی ادا کئے ایک تو مال غنیمت حاصل کرنا دوسرے کامیاب ہونا۔ رہ گیا تیسرا لفظ آئب تو یہ معنی ہی سرے سے سیزر کے جملے مین نہین ادا کئے گئے ہین

غرض اِس تقابل سے ایک نمونہ عرب کی فصاحتہ وبلاغتہ کا پیش کر دیا گیا جس سے اندازہ انکی قادر الکلامی اور بلاغت کا ہو سکتا ہے اسی فصاحتہ وبلاغتہ کو مانتے ہوئے کلام مجید کو بہ حیثیت بلاغتہ کے معجزہ قرار دیا گیا ہے۔

فصاحت کی تحقیق | الفاظ کی فصاحت اور کلام کی بلاغت کی مثال بالکل موتیونکے ہار کی سی ہے۔

میرے نزدیک اس سے عمدہ کوئی مثال اس بحث کے ذہن نشین کرانیکے لئے ہونہیں سکتی
ہار بنانا تین چیزین ہوتی ہین یا ہار گوندہنے والے کے تین کام ہوتے ہین ایک اچھے موتیون
کا تلاش کرنا۔ دوسرے انکو تناسب و موزونیت کے ساتھہ ایک دوسرے کے ساتھہ
پرونا تیسرے۔ ان سب کا حاصل یعنی ہار بنانا اسیطرح ایک منشی کا کام یہ ہے پہلے الفاظ کو
چننے اوراسکے بعد انکی ترتیب ایسی قایم کرے کہ ماقبل و مابعد سے تناسب قایم رہے اسکے بعد
جو قصد اسکا ہوا اسمین وہ انکو استعمال کرے۔

فصاحت کی تعریف | علماے بلاغت نے فصاحت کی تعریف یہ کی ہے کہ جو لفظ بین اور ظاہر
ہون یعنی مستعمل ہون لغت دیکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وہ
الفاظ جو رایج ہونگے اور عام طور پر جاری و ساری ہونگے اور لغت کے دیکھنے کی ضرورت
نہ پڑیگی وہ وہی الفاظ ہونگے جو مانوس ہونگے اور متنافر الحروف نہونگے چونکہ الفاظ کا تعلق آواز سے
ہے اور آواز جو سریلی و خوشگوار ہوتی ہے وہ پسند خاطر ہوتی ہے اور جو قبیح ہوتی ہے وہ بھدی و کریہ
ہوتی ہے اور طبعاً ناگوار ہوتی ہے جیسے طوطے و بلبل کی آواز کہ وہ لطیف، شیرین، و دلآویز
ہوتی ہے بخلاف کوئے اور گدہے کی آواز کے کہ وہ مکروہ و ناگوار ہوتی ہے اسی طرح الفاظ مین بھی یہ فرق
نظر آتا ہے کہ بعض الفاظ بیک شیرین و شستہ ہوتے ہین بعض ویسے ہی ثقیل و بھدے
ناگوار ہوتے ہین۔ مثلاً دیمۃ، مزنۃ، غصن، مدامہ، سیف، اسد، یہ الفاظ تو
لطیف و شیرین ہین لیکن انہین کے مرادف الفاظ بعاق، عسلوج، اسفنط، خنشلیل،
فدوکس، ثقیل و مکروہ ہین۔

معنی و الفاظ کا تناسب | کلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ مضامین کی نوعیت کے لحاظ سے الفاظ استعمال
کیے جائین الفاظ جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہین آواز کی قسمین ہین اور آواز فطرتہً کسی وقت لطیف

شیرین ہوتی ہے اور کسی وقت پر زور، رعب دار، سخت و کریہہ ہوتی ہے مثلاً عاجزی لجاجت کے وقت آواز مین نرمی آجاتی ہے اور غصہ کی حالت مین آواز کرخت و سخت ہوتی ہے۔
اسی طرح الفاظ بھی نوعیت مضامین کے لحاظ سے کبھی مہیب، پراز رعب، وشاندار، سخت ہوتے ہین اور کبھی نرم و شیرین، لطیف یہی سبب ہے کہ قصیدہ کے الفاظ پرشکوہ ہوتے ہین اور غزل کے الفاظ سہل، شیرین، سادہ کیونکہ پہلی صورت مین عظمت، شان، فخر، جلالت کا بیان مدنظر ہوتا ہے اور دوسری حالت مین درد و غم، شوق، ہجر، وصل، بے تکلفی کا اظہار ہوتا ہے، اسلئے فخر و مدح، ذم، رثا، وعظ، غرض ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کیلئے خاص طرز کے الفاظ مناسب حال استعمال کئے جاتے ہین۔ شاعر کی قادر الکلامی اور کلام کی تاثیر اس بات پر منحصر ہے کہ وہ فرق مراتب کا لحاظ رکھے بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ وہ ایک طرز خاص پر قدرت رکھتے ہین اور اسمین انکو کمال حاصل ہوتا ہے اور جب اس طرز سے نکل کر کسی دوسرے میدان مین قدم زن ہوتے ہین تو طفل مکتب معلوم ہوتے ہین اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ فرق مراتب کا لحاظ نہین رکھتے کسی کو قصیدہ گوئی مین کمال ہوتا ہے اور کسیکو غزل سرائی مین یدطولی حاصل ہوتا ہے مگر ایک دوسرے کے میدان مین طفل ابجد ہوتے ہین یہی وجہ ہے کہ سعدی سے رزم اور فردوسی سے بزم نہین بن سکتی۔
بشار بن برد عربی زبان کا نہایت درجہ قادر الکلام شاعر گذرا ہے ایک مرتبہ لوگون نے اس سے پوچھا کہ اسکا کیا سبب کہ کبھی تو تم نہایت پرزور و بلیغ اشعار کہتے ہو اور کبھی پست رد کیے اس نے جواب دیا کہ اچھا کوئی شعر پڑھو ایک شخص نے دو قطعے اس کے مندرجہ ذیل پڑھے

اذا ما غضبنا غضبة مضرية	هتكنا حجاب الشمس او قطرت دما
جبکہ ہم مضری نام قبیلہ، مضر غضب مین ہوتے ہین	تو پردہ آفتاب کو پھاڑ دیتے ہین یا اس سے خون ٹپکتا ہے

اذا ما اعزنا سیدًا من قبیلة		ذرےٰ منبر صلّٰی علینا وسلّما

ربابة ربة البیت		تصب الخل فی الزیت
ربابہ لونڈی کا نام صاحبخانہ (دہقانات دی فیملی) زیتون کے تیل مین سرکہ ڈالتی ہے		
لها عشر دجاجات		ودیك حسن الصوت
ربابہ کے پاس دس مرغیان ہین		اور ایک خوش آواز مرغ

پہلے دو شعرون مین عزت وجلال فخاری وادعا کا اظہار کیا گیا ہے اور آخری دو شعرون مین ربابہ جو شاعر کی لونڈی تھی اسکی خانہ داری کی کیفیت دکھائی گئی ہے۔

بشار نے جواب دیا کہ یہ آپ کی سمجھ کی غلطی ہے جیسا مضمون ویسے ہی اسکے معبر الفاظ کو بھی ہونا چاہیئے۔ پہلے اشعار مین فخر وعزت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسوجہ سے اسمین الفاظ بھی ایسے لائے گئے ہین جو پرشان اور بھاری ہین۔ دوسرے دو شعرون مین صرف ربابہ کی حالت دکھائی گئی ہے جو نہایت معمولی مضمون ہے اسی وجہ سے الفاظ بھی اسکے ہلکے ہین اگر مین پہلے شعرون مین اسی وزن کے الفاظ استعمال کرتا جو دوسرے شعرون مین استعمال کئے گئے ہین تو شعر فصاحت سے گر جاتا اور اگر دوسرے شعرون مین پہلے کے سے الفاظ استعمال کئے جاتے تب بھی فصاحت نہ قایم رہتی اس لئے امیرا اس مین کوئی قصور نہین ہے بلکہ یہ مضامین کا اقتضا ہے اسی فرق مراتب کا لحاظ کلام مجید مین ہر جگہہ رکھا گیا ہے۔ وعظ ونصیحت کے موقع پر دیسے ہی پرشان الفاظ استعمال کئے گئے ہین۔ دعا کے الفاظ مین رقت وسلاست ونرمی ہے۔

جس موقع پر خدا نے اپنی عظمت وجبروت کا تذکرہ کیا ہے یا قیامت کے ہولناک سین کو کھینچا ہے وہان لازمی طور پر ایسے الفاظ آگئے ہین جنسے باوجود نرمی وسلاست کے عظمت وشان ٹپکتی ہے

مثلاً مندرجہ ذیل آیت مین دیکھو جسمین قیامت کا بیان کیا گیا ہے۔

ونفخ فی الصور فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ھم قیام ینظرون واشرقت الارض بنور ربھا ووضع الکتاب وجیئ بالنبیین والشھداء وقضی بینھم بالحق وھم لا یظلمون ووفیت کل نفس ما عملت وھو اعلم بما یفعلون وسیق الذین کفروا الی جھنم زمرا حتیٰ اذا جاؤھا فتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایات ربکم وینذرونکم لقاء یومکم ھذا قالوا بلیٰ ولاکن حقت کلمۃ العذاب علی الکافرین قیل ادخلوا ابواب جھنم خالدین فیھا فبئس مثوی المتکبرین۔ وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمرا حتیٰ اذا جاؤھا وفتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوء من الجنۃ حیث نشاء فنعم اجر العاملین ۵

ایک دوسرے موقع پر جہان نبی صلعم کو مخاطب کرکے ان نعمتون کا تذکرہ کیا ہے جو آپ کے اوپر نازل کی گئی ہین وہان دیکھو الفاظ کسقدر سبک لطیف، سہل شیرین آ گئے ہین۔

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ۔ ما ودعک ربک وما قلیٰ۔ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ الم یجدک یتیما فاویٰ ووجدک ضالا فھدیٰ ووجدک عائلا فاغنیٰ فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر واما بنعمۃ ربک فحدث ط

یہی فرق مراتب ترغیب و ترہیب کے مواقع پر بھی ملحوظ رکھا گیا ہے مثلاً ذیل کی آیات مین دیکھو جو ترغیب کی ہین کسقدر انکے الفاظ سلیس اور شیرین ہین یہ معلوم ہوتا ہے کہ دل مین گھسے

جاتے ہین۔

فلا تعلم نفس، ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔

وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین۔

اسی طرح ان آیتون مین دیکھو جو ترہیب کے موقع پر آئی ہین جہان خدا کو اپنی عزت وجبروت کا اظہار مقصود ہے وہان الفاظ پُرشان اور بھاری آئے ہین۔

فکلا اخذنا بذنبہ فمنھم من ارسلنا علیہ حاصبا ومنھم من اخذتہ الصیحۃ ومنھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا۔

اسی طرح وعظ ونصیحت کے موقع پر ایسے الفاظ لاے گئے ہین جو قلب مین رعب پیدا کرتے ہین۔

افرئیت ان متعناھم سنین ثم جاءھم ما کانوا یوعدون۔ ما اغنی عنھم ما کانوا یمتعون۔

کلام کی فصاحت اسوقت تک یہ تمام بحث مفرد الفاظ سے متعلق ہے جسکی مثال ہمنے موتیون کی دی تھی کہ جسطرح ہار گوندہتے وقت خوبصورت اور سڈول موتی ڈھونڈہ ڈھونڈہکر پروے جاتے ہین اسی طرح مفرد الفاظ بھی کلام مین چنکر لاے جاتے ہین اور جب موقع سبک، سہل، گران دیکھکر ترتیب دیے جاتے ہین۔ اسکے بعد اب موقع ہے کلام کی فصاحتہ کا جسطرح موتیون کو گوندہتے وقت چھوٹے بڑے کا خیال رکھکر ایک ترتیب سے گوندہا جاتا ہے تاکہ ما قبل وما بعد سے تناسب قایم رہے اسی طرح کلام کی فصاحت بھی اس امر کی مقتضی ہے کہ جو لفظ جن الفاظ کے ساتھ لایا جاے انکی ساخت، ہئیت، نشست، سبکی، گرانی کے ساتھ اسکو خاص تناسب و توافق ہو مثلاً دیکھو کلام مجید مین دو مختلف موقعون پر جوف وبطن دو لفظ آئے ہین جو ہموزن اور ہم معنی ہین

لیکن اگر ایک کو دوسرے کی جگہہ رکھدین تو وہ تناسب و توازن نہین قایم رہتا اور پورا جملہ بےپسپا ہوجاتا۔ وہ لطافت اور روانی جو ماقبل و مابعد سے ملنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جاتی رہیگی۔ وہ دونون آیتین یہ ہین۔

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔

رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔

اسی طرح دیکھو ایک دوسری جگہہ قلب اور فواد کا لفظ کہ مختلف آیتون مین آیا ہے یہ دونون لفظ اوجود دیکہ مترادف اور فصیح ہین لیکن اگر فواد کیجگہہ قلب اور قلب کیجگہہ فواد آجاے تو فصاحت نہین باقی رہتی اسکی وجہہ صاف ظاہر ہے کہ ماقبل و مابعد کے ملنے سے جو اسرار ایسے پیدا ہوتی ہے وہ قایم نہین رہتی اور وہ آیتین یہ ہین۔

ماکذب الفواد ما رای۔

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب والقی السمع وھو شہید۔

کلام پاک کا اعجاز یہ ہے کہ جو لفظ جس جگہہ آگیا ہے اُسکی جگہہ اسکا مرادف لفظ نہین آسکتا اور اگر ایسا کیا جاتا تو مرتبۂ فصاحت سے کلام گرجاتا۔ حالانکہ جاہلیت کے قصائد و اشعار پر اگر تفکر کرو تو بہت سے ایسے مواقع ہین جہان ایک دوسرے کے مرادف الفاظ آتے ہین۔ لیکن شعر کی خوبی پر مطلق اثر نہین پڑا یہی وجہ ہے کہ کلام پاک مین الفاظ کا تغیر و تبدل نہین ہو سکا۔ کیونکہ ذوق سلیم نے اسکو گوارا ہی نہین کیا کہ ان الفاظ کیجگہہ دوسرے الفاظ لائے جائین نہ اسوجہ سے کہ وہ فصیح نہ تھے بلکہ اسوجہ سے کہ کلام کی فصاحت جاتی رہتی۔ مثلاً امرء القیس کے مندرجہ ذیل اشعار مین دیکھو غوایۃ، عمایۃ، رحل، کور ہم معنی الفاظ ہین اور اختلاف قرأت کی وجہ سے ایک دوسرے کی جگہہ آتے ہین مگر اشعار پر مطلق اثر نہین پڑا۔

فقانت یمین اللہ مالك حیلة	وما ان اری عنك الغوایة تنجلی
فقالت یمین اللہ مالك حیلة	وما ان اری عنك العمایة تنجلی
ویوم عقرت للعذاری مطیتی	فیا عجبا من کورها المتحمل
ویوم عقرت للعذاری مطیتی	فیا عجبا من رحلها المتحمل

بخلاف کلام پاک کے الفاظ کہ انکے صحیح قایم مقام دوسرے الفاظ نہین ہو سکتے مثلاً دیکھو

مندرجہ ذیل آیتون مین-

وجنی الجنتین دان-	وثمر الجنتین قریب-
وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب-	وما کنت تقرء قبلہ من کتاب-
ذلك الکتاب لاریب فیہ-	ذلك الکتاب لاشك فیہ-
لا تھنوا-	لا تضعفوا-
وھن العظم منی-	ضعف العظم منّی-
اثرك اللہ-	فضّلك اللہ-
خیرٌ لکم-	افضل لکم-
خلق اللہ یومنون بالغیب-	مخلوق اللہ یومنون بالغیب-

کلام مجید کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کوئی لفظ اگر غیر فصیح ہے اور کلام مجید مین آگیا ہے تو ماقبل ومابعد کے تناسب وتوازن نے ہمین خود فصاحت پیدا کردی ہے اور وہی لفظ جب کسی شاعر کے کلام مین آیا ہے تو وہ بھدا اور ناگوار معلوم ہوتا ہے مثلاً دیکھو توذی کا لفظ ہے متنبی کے ایک شعر مین آیا جہان وہ بالکل بے جوڑ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے بعد ایک جملہ مستانفہ لا گیا ہے جسنے شعر کی سلاست اور روانی کو کھودیا ہے اور وہ شعر یہ ہے ؂

تلذ لہ المروۃ وھی توذی	ومن یعشق یلذ لہ الغرام

یہی لفظ دیکھو کلام مجید مین آیا ہے اور کس خوبی سے آیا ہے۔

فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق۔

آیت کی خصوصیت یہ ہے کہ تو ذی بے جوڑ نہین آیا ہے بلکہ سلسلہ کلام مین واقع ہوا ہے اسوجہ سے غیر موزون نہین معلوم ہوتا یہی لفظ ایک حدیث مین آیا ہے وہان کاف خطاب نے آمین جان ڈالدی ہے لبسم اللہ ارقیک من کل داء یوذیک۔

یہی حالت بالکل ایک دوسرے لفظ لی کی ہے متنبی اپنے ایک شعر مین اسکو لایا ہے مگر بے جوڑ ہے اور کلام مجید مین جہان یہی لفظ آیا ہے نہایت مناسب و موزون معلوم ہوتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کلام مجید مین جہان یہ لفظ آیا ہے وہان اسکو ما قبل و ما بعد سے ایک خاص ربط ہے جسکی وجہ سے جملہ مین روانی و سلاست آگئی ہے۔ بخلاف متنبی کے شعر کے اسمین لی کا لفظ بالکل علیحدہ اور منقطع ہوکر آیا ہے۔ متنبی کا شعر یہ ہے ؎

تمسی الامانی صرعی دون مبلغہ		فما یقول لشیٔ لیت ذلک لی

کلام مجید کی آیت یہ ہے۔ ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدۃ

قمل کا لفظ ایک غیر فصیح لفظ ہے اسکو استعمال کرنے والیکا فرض یہ ہے کہ اسکو ما قبل و ما بعد سے اسطرح مربوط کرے کہ جو سُر پیدا ہو اسمین مطلق رکاوٹ نہو۔ فرزدق کو ایک جگہہ یہ لفظ لانا پڑا ہے لیکن یہ ربط و روانی پیدا کرنا چونکہ اسکے اختیار سے باہر تھا لہذا قمل کے لفظ مین جہان اسنے اسکو استعمال کیا ہے فصاحت نہ پیدا ہوسکی ہے۔ کیونکہ قمل شعر کا قافیہ پڑا ہے اسوجہ سے تناسب نہ قایم رہ سکا فرزدق کا شعر یہ ہے ؎

من عزہ اضجرت کلیب عندہ		زربا کانھم لدیہ القمل

اب آیت قرآنی مین دیکھو کہ یہی لفظ کیسا سلیس معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم آیات مفصلات۔
اسکی وجہ یہ ہے کہ ان الفاظ کے درمیان مین یہ لفظ آیا ہے وہ نہایت درجہ فصیح ہین آیت مین پانچ لفظ ہین طوفان، جراد، قمل، ضفادع، الدم۔ ان مین طوفان، جراد دم، یہ تین لفظ بہت فصیح ہین لیکن حسن ترکیب کے معنی یہ ہین کہ یہ الفاظ اسطرح لائے جائین کہ باقی الفاظ بھی فصیح ہو جائین۔ چونکہ طوفان، جراد، فصیح تھے اور دم فصیح تر لہذا طوفان اور جراد کو اول مین لائے تاکہ پہلے کان مین یہی الفاظ پڑین اسکے بعد قمل و ضفادع کو کھپا دیا اور آخر مین دم کا لفظ آیا جو فصیح تر تہا تاکہ آخری لفظ جو سنائی دے وہ اپنی فصاحت کی وجہ سے دل پر اثر قایم رکہے۔
کلام مجید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگر ایسے الفاظ موجود ہون جو کسی نہج سے فصیح نہ ہو سکتے ہون تو اکثر انکو ترک کر دیا جاتا ہے اور محض فصاحت کلام کی غرض سے اس معنی کو ترکیب سے ادا کیا گیا ہے۔ مثلاً اینٹ کی لیے عربی زبان مین دو لفظ تھے قرمید اور آجر اور دونون غیر فصیح اور مبتذل تھے لہذا انکو ترک کر دیا اور اسکے بجائے اس مضمون کو اسطرح ادا کیا یا ھامان اوقد لی علی الطین۔
الفاظ کی شیرینی، لطافت، رقت، سلاست، روانی، تروجت اور ترکیب کی سہولت و سبکی سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گو کسی قسم کا تکلف نہ کیا جائے اور صنائع و بدائع مد نظر نہون تاہم فقرات موزون اور ڈھلے ہوئے نکلتے ہین اور نثر بلا قصد نظم بنجاتی ہے اس خوبی کو انسجام کہتے ہین کلام مجید مین یہ خوبی نہایت کثرت کے ساتھہ پائی جاتی ہے اور ایک نہین بلکہ قریب قریب تمام متعارف بحرون مین مصرعے اور اشعار آ گئے ہین۔

بحر طویل تام۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔

بحر طویل مخزوم۔ منها خلقناکم وفیها نعیدکم۔

بحر بسیط۔ لیقضی الله امرًا کان مفعولا۔

بحر مدید۔ واصنع الفلک باعیننا۔

بحر وافر ویخزهم وینصرکم علیهم + ویشف صدور قوم مومنین۔

بحر کامل مخزوم سیعلمون غدًا من الکذاب۔

بحر ہزج تالله لقد اٰثرک الله علینا۔

بحر رجز۔ دانیة علیهم ظلالها + وذللت قطوفها تذلیلا۔

بحر رمل۔ ووضعنا عنک وزرک + الذی انقض ظهرک۔

بحر سریع الا الی الله تصیر الامور۔

بحر منسرح۔ انا خلقنا الانسان من نطفة۔

بحر خفیف۔ ربنا اننا الیک امینا۔

بحر مضارع مخزوم یوم التناد ویوم تولون مدبرینا۔

بحر مقتضب فی قلوبهم مرض۔

بحر مجتث نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم۔

بحر متقارب لا تبخسوا الناس اشیاءهم۔

بحر متدارک۔ ام تأمرهم احلامهم۔ باقی آئندہ۔

ضیاء الحسن علوی

متخرج دار العلوم

اشتہار

پٹنہ کے مشہور کتب خانہ مین مرزا کامران (اکبر شاہ کے چچا) کا دیوان، شاہی کتبخانہ کا نسخہ ہے، اصلی لوح پر جہانگیر و شاہجہان کے ہاتھ کی تحریرین ہین، ہم نے اسکا فوٹو لیا اور دفتر ندوہ سے عہ پر مل سکتا ہے، یادگار چیز ہے اور دیکھنے کے قابل ہے۔

موازنۂ انیس و دبیر

مصنفہ

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

تقطیع بڑی، کاغذ عمدہ، ضخامت تقریباً ۳۰۰ صفحے، قیمت عہ۸ر درخواستین حسب ذیل پتہ سے بھیجی جائین۔

ندوہ لکھنؤ

کتبخانہ المعین

ندوہ مین ہر قسم کی اردو فارسی، عربی، کی کتابین مطبوعہ ہند، مصر، بیروت، قسطنطنیہ بکفایت مل سکتی ہین۔ فرمایش آنے پر بہت جلد حسن معاملہ کے ساتھ تعمیل کیجائیگی۔

مینیجر فضل الرحمٰن

مدرس دار العلوم

الندوہ

نمبر رجب سنہ ۱۳۲۵ھ مطابق اگست سنہ ۱۹۰۷ء جلد ۴

مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ	
۱	عربی زبان کی وسعت	سید سلیمان اسسٹنٹ اڈیٹر	۱	۱۱
۲	اعجاز القرآن۔	مولوی ضیاء الحسن علوی	۱۲	۲۹
۳	علمی خبرین	سید سلیمان	۲۹	۳۲

کتربن محمد قادر بخش کے اہتمام سے اصح المطابع مین نہایت آب و تاب سے طبع ہوا

مطبع نامی اصح المطابع واقع مقام مولوی گنج لکھنؤ مین طبع گردید

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شایع ہوا

عربی زبان کی وسعت

اور

اوسکی خصوصیات

عربی زبان کی وسعت [illegible] معنی ہین، ایک اسکی ملکی وسعت کہ کس سرعت سے یہ دنیا [illegible] میں پھیل گئی، دوسری اسکے معنوی وسعت، اس سے پہلے کے مضمون مین تم پہلی [illegible] کا تماشا دیکھ چکے، اب آؤ عربیت کے دوسرے [illegible] میدان کی سیر کرین [illegible] قدرت نے اسے کس کس قسم کی چیزون سے آراستہ کیا ہے، اسلام [illegible] تم اسوقت علوم و فنون کا ایک سرسبز باغ دیکھ رہے ہو، ریگستانی [illegible] کے درخت تھے جنکے سایہ مین کچھ پرورش پاتی [illegible] گذرا، مگر [illegible] دیکھکر آبشار اسلام کی ادنی [illegible] سے پہلے گلزار شکلی [illegible]

[illegible] زبان تھی [illegible] سرزمین عرب [illegible] کے سوا عرب اب تک [illegible] علم کے [illegible] الفاظ [illegible]

جنکی ضرورت اہل زبان روزمرہ محسوس کرتے ہین، اسلئے عربی زبان اون الفاظ، تراکیب، طرز بیان سے بالکل خالی تھی جنکی ایک علمی زبان محتاج ہوتی ہے۔ مگر اس کم مائگی پر بھی ایک غیر علمی زبان کی وسعت ہمت کو خیال کرو کہ اس نے کل زبانون کے علوم و فنون کو اپنے دامن مین پناہ دی گرا وسکے ایک لفظ کا بھی بار احسان یہ نہ اٹھا سکی تمدن اور شائستگی کے لیے الفاظ کا ذخیرہ ذہن مین کے سوا اس غیر متمدن زبان نے سب اپنے ہان سے دیئے

صرف، نحو، معانی، بیان، عروض، فقہ، تفسیر، حدیث، تاریخ خود بیسیون علوم عربی مین پیدا ہو گئے اور زیادہ تر عقلی علوم اور زبانون سے عاریتاً مانگ کر آئے۔ مگر عربی نے سب کے لئے الفاظ، اصطلاحات، ترکیبین، اپنے گھر سے دین، طبی اصطلاحات کے لئے اس نے اپنا وسیع مخزن کھول دیا اگر دوا اور بیماریون کے نام کا اتنا بڑا سامان عربی زبان اچھی طرح مہیا نہ کرسکی کیونکہ چند جڑی بوٹیون کے سوا عرب دوا اون سے واقف نہ تھے اس تنگدستی پر بھی اس نے پانچ سو دوا اون کے نام خود اپنے ہان سے دئے، فلسفہ ارسطو کے اتنے بڑے لشکر کو مع سازو سامان کے جگہ دیدی، اقلیدس، ہندسہ، ہیات موسیقی، اور بہت سے علوم و فنون دوسری زبانون سے ترجمہ ہوکر عربی زبان مین آئے اور آن پر وقتاً فوقتاً اضافہ بھی ہوتا رہا مگر اصطلاحات کیلئے کبھی عربی کو دوسری زبان کی دستنگری کی ضرورت نہوئی، کیونکہ عرب کی غیور طبیعت نے یہ کبھی پسند نہ کیا، کہ کسی دوسرے کی ملکیت سے فائدہ اٹھایا جائے، دوسری طرف آن یورپین زبانون کی تنگ ظرفی دیکھو جو اسوقت علوم و فنون کے مخزن ہین مگر اونکی علمی اصطلاحات کی جو کچھ ثروت ہے وہ گریک، لاطن، وغیرہ کی بدولت ہے اوپر کی سطر دن مین اجمال کے قلم سے عربی وسعت کی تصویر کھینچی گئی ہے اب ہم تفصیل سے یہ دکھانا چاہتے ہین کہ عربی زبان کا دامن کتنا وسیع ہے؟ اور اسکی کیا خصوصیات ہین؟

(۱) **ترادف**، عربی زبان کی ایک بڑی وسعت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہر ایک معنے کے ادا کرنے کے لئے اسمین کم سے کم دس بیس الفاظ موجود ہین، فصیح عرب ایک مطلب کو عبارت کے بیسیون قالب مین ڈھال سکتا ہے، پہلی صدی مین سحبان بن وائل کوئی اس دنگل کا مشہور پہلوان گذرا ہے، جو اپنے دوران خطبہ مین کبھی ایک لفظ کو دوبارہ نہین بولا،[۵۱] عبدالرحمان ہمدانی المتوفی ۳۲۰ھ نے الالفاظ الکتابیة کے نام سے خاص اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جسمین ایک ایک معنی کو بیس بیس الفاظ اور جملے بیس دکھلایا ہے یہ کتاب مصر مین آٹھ مرتبہ چھپکر شائع ہو چکی ہے[۵۲]۔ علامہ مجدالدین فیروزآبادی مصنف قاموس نے الروض المسلوف فیما له اسمان الی الالوف نام ایک کتاب لکھی ہے جسمین ان معانی کو جمع کیا ہے جنکے لئے دو سے لیکر ہزار تک الفاظ ہین، ابن خالویہ ہمدانی نے ایک رسالہ صرف شیر اور سانپ کے الفاظ کے لئے لکھا ہے، ابن حسن صغانی کا قول ہے کہ عربی مین صرف "مصیبت" کے لئے چار سو سے زیادہ لفظ ہین، سانپ کے لئے سو لفظ ہین، شیر کے لئے پانچ سو الفاظ ہین، شہد کے لئے عربی مین پچاس لفظ ہین جنکو مصنف قاموس نے ترقیق الاسل لتصفیق العسل نام ایک رسالہ مین جمع کر دیا ہے،[۵۳]

(۲) **اشتراک**، عربی زبان کی ایک دوسری وسعت یہ ہے کہ ایک لفظ کے بیسیون معنی ہوتے ہین عربی کا ہر لفظ تقریباً پانچ، چھ معنی رکھتا ہے، عبارت کے اسباب آرائش مین تجنیس[۵۴] ایک بڑی صنعت ہے، مگر اسی زبان مین یہ آسانی سے پیدا ہو سکتی ہے جسمین ایک

---

۵۱ علم الادب ج ۲ ص ۲۳۶

۵۲ ابھی حال مین ابراہیم یازجی مصری نے اسی موضوع پر نجعة الرائد و شرعة الوارد نام ایک کتاب دو جلدون مین شایع کی ہے جو الفاظ الکتابیہ سے زیادہ کامل ہے۔

۵۳ المزہر للسیوطی ص ۱۵۴ و ۱۷۰۔

لفظ کے کثرت سے معنی ہون، عربی زبان مین ایسے الفاظ کثرت سے پائے جاتے ہین اسی لئے عربی علم ادب مین تجنیس کی بہتات ہے، قاسم حریری المتوفی ۵۱۰ھ کتاب حریری مین ہر جگہ تجنیس لاتا ہے، مثال کے طور پر ہم ایک دو لفظ کے معنی کی تشریح کرتے ہین،

عَین، نقد، سونا، بارشس، آنکھ، کوان کا دہانہ، نیزہ، فوارہ، قبلہ کا داہنا پہلو، ترازو کے پلون کا برابر ہونا، نفس شے، گھٹنا، جاسوس، ابر، نظر لگنا، چشمۂ آفتاب، چشمۂ آب، سُود، مشکیزہ کا دہانہ، دادا (خارشت)، منتخب چیز، صاحب خانہ، مال پیش نظر، ایک پرندہ کا نام، کوہان، ماموں (رشتہ)، ویرانہ، تل، غرور، ایک قسم کی بینی چادر، شک، سخی، جبارٹی تنہا، زانو کا ایک حصّہ، شخص، کوڑے کی شکن،

(۳) اضداد: یعنی ایک لفظ کے دو متضاد معنی ہونا، عربی مین بہت سے ایسے لفظ جنکے معنوں مین رات دن کا اختلاف ہے، غالباً اس قسم کے تعجب انگیز الفاظ صرف عربی ہی ڈکشنری مین پائے جاتے ہین، یہ الفاظ بھی صنائع بدائع مین بہت کام آتے ہین،

جلل	چھوٹا بڑا	دصق	اصلاح، فساد،
صارخ	فریادرس، فریادخواہ	غابر	گذشتہ، موجودہ،
اھماد	چلنا، ٹھہرنا	جون	سیاہ، سپید،
صریم	صبح، شب،	قرء	ناپاکی، طہر،
ظن	شک، یقین،	رھوۃ	بلندی، پستی،

ان تین مذکورہ بالا اقسام کے الفاظ فقہ اللغتہ، لابن فارس المزہر للسیوطی مین کثرت سے ملینگے، کتاب الخصائص لابن جنی مین بھی کہین کہین ایسے الفاظ ہین۔

(۴) اسم آلہ، عربی مین اسم فاعل اور اسم مفعول کی طرح ایک اسم آلہ بھی ہے جسکا وزن

مُفعُول، مِفْعَال، مِفْعَلة ہے یعنی جو لفظ اس وزن پر بنایا جائیگا وہ آلہ کے معنی پیدا کریگا مثلاً۔

مصدر	معنی	اسم آلہ	معنی
فَتْح	کہولنا	مِفْتَاح	کہولنے کا آلہ یعنی کنجی
صبح	روشنی	مِصْبَاح	روشنی کا آلہ یعنی چراغ
قرض	کترنا	مِقْرَاض	کترنے کا آلہ یعنی قینچی
بزغ	نشتر لگانا	مِبْزَغ	نشتر لگانے کا آلہ یعنی نشتر

یورپ اگر اپنی تمام کوشش آلون کی ایجاد مین صرف کردے تو بہی عربی پر اسکا کچہہ اثر نہین ہوسکتا کیونکہ اسم آلہ کا قالب ہمیشہ اونکے لئے نئے نئے الفاظ ڈہالتا جائیگا آج جدید تمدن نے جو نئے نئے آلات پیدا کردئے ہین دیکہو عربی نے اونکے لئے اسم آلہ کی مدد سے کیسے خوبصورت الفاظ پیدا کئے ہین،

پریس	مِطْبعة	نلکائی	منباع
چمنی	مِدْفعة	استری	مکواة
(وین پریس) شراب بنانیکا آلہ	مِعصرة	توپ	مدفع
تہرمامیٹر	مِقْیاس	میکرسکوپ	مجهر
پمپ	مِخراج	فونوگراف	مقول

(۵) اسم ظرف، عربی کی ایک اور عجیب خصوصیت اسم ظرف ہے جسکا وزن مَفْعَل، مَفْعِل، مُفْعَل مَفْعَلة ہے، ابواب مزید کے مفعول بہی کبہی اس کام آتے ہین ان اوزان پر جو الفاظ آئینگے وہ جگہ کے معنی بتائینگے فارسی اور اردو مین اسم ظرف لفظ "خانہ" یا "گاہ" کی ترکیب سے بناتے ہین جیسے کتب خانہ، کارخانہ، غسلخانہ، عربی صرف حرکات سے اسم ظرف پیدا کرلیتی ہے،

مصدر	معنی	اسم ظرف	معنی
مرور	گذرنا	ممر	گذرگاہ
غروب	ڈوبنا	مغرب	جائے غروب
کحل	سرمہ لگانا	مکحل	سرمہ دانی
ملح	نمک	مملحة	نمکدان
اغتسال	غسل کرنا	مغتسل	غسلخانہ

جدید ترقی و تہذیب نے جو نئے مقامات پیدا کر دیئے ہین عربی نے اسم ظرف کی بدولت انکے لئے کیسے اچھے مفرد الفاظ بنا لئے ہین۔

تھیٹر	ملھی	اسٹیشن	محطہ
تھیٹر کا اسٹیج	مسرح	قرنطینہ خانہ	محجر
ہیڈکوارٹر	مقر۔ مرکز	بنک	مخزن
لوہا ڈھالنے کا کارخانہ	مسبک	پرائیویٹ دفتر	مکتبۃ

اسم ظرف اور اسم آلہ یہ دو ایسی چیزین ہین جو غالباً عربیت کے خزانہ کے سوا اور کہین نہین مل سکتین ان دونون کی وساطت سے مقامات اور آلات کے نام کتنے چھوٹے مفرد لفظ مین ادا ہو جاتے ہین،

(۶) ابواب، عربی کے صرف اصلی مصادر اسی ہزار ہین، لیکن انکی تعداد مین ایک بہت بڑا اضافہ، ابواب[۵] سے ہو جاتا ہے، اصلی مادہ مین ایک دو حروف کی کمی بیشی سے نیا باب بنتا ہے ایک ہی لفظ ابواب کے مختلف برجون سے طلوع ہو کر نئی نئی صورت مین ظاہر ہوتا ہے

[۵] عربی مصدر کے بہت سے وزن ہین جیسے، افعال، تفعیل، تفعل، تفاعل، مفاعلت، انفعال وغیرہ جو حرف حرکات کے اختلاف اور چند مخصوص حروف کے الٹ پھیر سے پیدا ہوئے ہین ان مین سے ہر ایک وزن کو باب کہتے ہین،

مثلاً کبر ایک لفظ ہے جو مختلف بابون سے حسب ذیل شکلون مین نمودار ہوگا،

تکبّر۔ اکبار۔ استکبار۔ تکابر۔ تکبیر۔ مکابرۃ قبل ایک لفظ ہے جو نئی نئی ہیئات مین بیسیون صیغے سے سر نکالے گا۔ قبل۔ اقبال۔ اقتبال۔ استقبال۔ تقبل۔ تقبیل۔ مقابلہ۔ تقابل

اس وسعت سے دنیا کی اور زبانین بالکل محروم ہین، اور عربی زبان کا ہر مصدر ان ابواب مین چکر لگاتا ہی

(د) **خاصیت ابواب**، عربی مصادر کے ہر باب کی چند خاصیتین ہین مثلاً افعال کی خاصیت یہ ہے کہ فعل لازم کو متعدی کر دیگا، استفعال کا اثر یہ ہے کہ جب کوئی مصدر اس باب سے استعمال کیا جائیگا تو اوسمین طلب اور خواہش کے معنی پیدا ہو جائینگے، ایک ہی مصدر ابواب کی خاصیتون سے متاثر ہو کر ہر جگہ نئے معنی پیدا کرے گا عربی کی یہ خصوصیت بھی کسی دوسری زبان مین نہ ملیگی،

قطع	کاٹنا	مباکاۃ	ایکدوسرے سے ملکر رونا	تحفظ	تھوڑا تھوڑا کرکے یاد کرنا
اقطاع	علیحدہ کر دینا	قبل	سامنے	محافظت	نگہبانی کرنا۔
تقطع	پاش پاش ہو جانا	اقبال	سامنے آنا۔		
تقطیع	پارہ پارہ کر دینا،	اقتبال	متوجہ ہونا۔		
ھدای	ہدایت کرنا۔	استقبال	آیندہ آنا قبلہ رخ ہونا		
استھداء	ہدایت چاہنا	مقابلہ	سامنا کرنا۔		
اھتداء	ہدایت پانا۔	تقابل	آمنے سامنے آنا۔		
بکاء	رونا۔	شکوی	شکایت کرنا۔		
ابکاء	رولانا۔	اشکاء	شکایت رفع کرنا۔		
تباکی	جھوٹ رونا	حفظ	یاد کرنا۔		

(۸) صلات، عربی زبان مین ایک بڑا کھیل صلات کا ہے، صلات سے مراد ہین وہ حروف، جو افعال کو اسمار سے ربط دیتے ہین۔ عربی مین اکثر فعل کا استعمال کسی خاص حرف صلہ کے ساتھ ہوتا ہے، جسکے خلاف بولنا یا لکھنا آئین عربیت کے خلاف ہے، ان صلات سے بھی عربی زبان بہت وسیع ہوگئی ہے، اکثر فعل کے چند صلے آتے ہین لیکن وہی ایک فعل ہر صلہ کے ساتھ الگ معنے پیدا کرتا ہی، اس خصوصیت مین عربی کیساتھ کلیۃً دوسری زبانین شریک نہین

صَنَعْتُهُ	اسکو مین نے بنایا	ضَرَبْتُهُ	مین نے اوسکو مارا،
صَنَعْتُ	مینے اسکے ساتھ برائی کی	ضربت لہ مثلا	مینے اوس سے مثل بیان کی
صَنَعْتُ	مین نے اوسپر احسان کیا	ضربت عنہ	مینے اوس سے منہ پھیر لیا
رَغِبْتُ فیہ	مین نے اوسکی خواہش کی،	ضربت فی الارض	مین نے سفر کیا،
رَغِبْتُ عنہ	مین نے اوس سے نفرت کی		

(۹) ضرب الامثال، ضرب المثلین ہر زبان مین پائی جاتی ہین، لیکن کسی مین کم کسی مین زیادہ، عربی زبان مین ضرب المثلین بے انتہا ہین جنکی کثرت کا اس سے اندازہ کرو کہ ابو الفضل احمد بن محمد میدانی (میدان، نیشاپور کے ایک محلہ کا نام ہے جہان انکا وطن تھا) المتوفی ۵۱۸ھ نے ضرب امثال عرب کو دو ضخیم جلدون مین جمع کیا ہے، یہ کتاب حروف ہجا کے اعتبار سے الف سے لیکر یا تک کے امثال کی جامع ہے، کتاب الامثال نام ہے مصر مین چھپ گئی ہے اور اب علم ادب کے اکثر کتبخانے اس سے مزین ہین،

ان ضرب الامثال کی کثرت ہی عربی کے لئے باعث امتیاز نہین ہین بلکہ ان عربی ضرب المثلون مین چند خصوصیتین ایسی ہین جو اور زبانون کی ضرب المثلون مین بہت کم پائی جاتی ہین، ان خصوصیات کی تفصیل کے لیے چند صفحے الگ درکار ہونگے،

(۱۰) **تدریج**، عربی زبان کی ایک بڑی وسعت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک شے کو
ادنیٰ سے اعلیٰ تک پہونچنے کے لئے جتنے مدارج طے کرنے ہوتے ہین۔ ادن کے لئے
عربی مین الگ الگ نام ہین، مثلاً صبح سے شام اور شام سے صبح تک پہونچنے کے لئے
زمانہ کو وقت کے بیسیون مراحل طے کرنے پڑتے ہین، دنیا کی کل زبانون مین انکے
لئے صرف صبح، شام، دن رات، دوپہر، یا ایک اور دو الفاظ ہونگے مگر عربی زبان شب و روز
کے ہر گھنٹے کے لئے نیا لفظ رکھتی ہے، جنکو ہم علی الترتیب ذکر کرتے ہین، یہ الفاظ
علی الترتیب صبح سے شام اور شام سے صبح تک کی اوقات کے لئے ہین۔
(صبح) صَبَاح، بُکُور، غَدَاۃ، ضُحیٰ، اِشراق، ضُحَار، شُروق، زوال، ہَاجِرۃ، ظہیرۃ، رَوَاح، اَصِیل،
مَسَاء، عَصر، طَفَل، عَشِیَّۃ، (شام) شَفَق، عِشَاء، عَتَمَہ، سُحرۃ، غَلَس، بلجہ، تنویر، (صبح)
اسی طرح بچپن سے لیکر پیری تک کے ہر مرحلے کے لئے نیا لفظ ہے، شاید اس قسم کی تفصیل
کسی اور زبان مین موجود نہوگی، اور اس پر مزید یہ ہے کہ مردون کے منازل زندگی کے لیے الگ
الفاظ اور عورتون کے لئے الگ، رونا، ہنسنا، چلنا، بارش ہر ایک کی تدریج کے لیے علیحدہ الفاظ
(۱۱) **تفصیل**، عربی مین ایک بڑی وسعت یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی تفصیل ہے اور اسکے
لئے جدا جدا الفاظ ہین مثلاً ہم ہر چیز کی کثرت کو بہت، وافر سے ادا کرتے ہین یعنی ایک ہی لفظ
ہر چیز کی کثرت کو بتاتا ہے مگر فصیح عرب ہر قسم کی بہتات کے لئے کثرت سے الفاظ رکھتا ہے۔

مال کی کثرت	الاثر	چیونٹی کی کثرت	دَیلَم
پانی "	الغمر	بال کی کثرت	جُثال
موج "	مجر	درخت "	غَیطَل
درخت "	عراج	گھاس "	کیسوم

اولاد کی کثرت حشیلة جماعت کی کثرت قبص

ہم ہر قسم کی کشادگی کے لئے صرف ایک دو لفظ رکھتے ہین، مگر عربی ڈکشنری، ہر چیز کی وسعت
مختلف لفظون سے بیان کرتی ہے، زمین کی وسعت کے لئے اور لفظ ہے گھر کی وسعت
کے لئے دوسرا لفظ ہے۔ آنکھ، ظرف، اسنہ، ضرب، جال، دامن، سینہ، عیش، غرض
ہر چیز کی وسعت کے لئے خاص الفاظ ہین، صبح سے شام اور شام سے صبح تک کے
چلنے اور سفر کو ہم صرف ایک ہی دو لفظ سے بیان کرتے ہین، مگر عربی زبان شب روز
کے ہر گھنٹہ کی مسافرت کے لئے الگ الگ الفاظ رکھتی ہے ؛

جسکو تشریح اور تفصیل سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق ہو وہ ثعالبی المتوفی سنہ ۴۲۹ھ
کی **فقہ اللغۃ** کی طرف رجوع کرے ،

(۱۲) **قانون معنی**، عربی زبان کی ایک عجیب وغریب خصوصیت یہ ہے کہ اوسمین
اکثر الفاظ کے معنی علم الاشتقاق کے ماہر محض حروف کی صورت دیکھکر بتا سکتے ہین
مثلاً اگر کوئی لفظ اوسکے سامنے ایسا پیش کیا جائیگا جسمین "ج" اور "ن" جمع ہین تو وہ
فوراً کہدیگا کہ اس لفظ کے معنی ہین "چھپنے" کا لحاظ ضروری ہے، جس لفظ مین "الف"
اور "ز" ہونگے اوسکے معنی مین تنگی کا اثر ضرور پایا جائیگا، جو لفظ "الف" اور "س"
کا جامع ہوگا وہ شدت کے معنی ظاہر کرے گا،

کسی لفظ مین "الف" اور "ب" کا اجتماع "انقطاع" کے معنی پیدا کریگا "ب" اور "ج"
کا ایک جگہ جمع ہونا "روکنا" بتائیگا "ب" اور "ر" کا باہمی اجتماع "ظہور" کے معنی ظاہر
کریگا، وغیرہ اس قسم کی تفصیل **علم الاشتقاق** کے عام رسالون مین ملجائیگی،
گو یہ قوانین معنی کلی نہین ہین مگر اکثری ضروری ہین غالباً دنیا کی اور زبانین اس فیض سے محروم ہونگی

(۱۴) **مختصر گوئی**، مشرقی زبان عموماً مغرب کی زبان سے مختصر ہوتی ہے مگر عربی خصوصیت کے ساتھ تمام زبانون مین سب سے زیادہ مختصر ہے، کسی زبان سے جب عربی مین ترجمہ کروگے تو عربی کالم ہمیشہ اوس سے چوٹا ہوگا، عربی مختصر گوئی کی تین حسب ذیل صورتین ہین،

(۱) عربی جملے دوسری زبانون کے جملے سے ہمیشہ چھوٹے ہونگے، جس مفہوم کو کوئی دوسری زبان پانچ الفاظ مین ادا کریگی عربی اوسے کم الفاظ مین ادا کریگی،

(۲) اسم جامد سے فعل نہین بنتا، اسلئے جب کوئی جملہ اسم جامد کی ترکیب سے بنایا جائیگا تو وہ دو تین لفظ سے کم مین نہین تمام ہوگا عربی کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ وہ اسم جامد کے ساتھ بھی اسم جامد سے فعل بناکر ایک لفظ مین جملہ کامل کردیتی ہے،

أَعْرَقَ	وہ عراق پہونچا	أَشْأَمَ	وہ شام پہونچا۔
أَيْمَنَ	وہ یمن پہونچا	أَنْجَدَ	وہ نجد پہونچا
تَفَرْعَنَ	وہ فرعون بنگیا	تَشَيْطَنَ	وہ شیطان بنگیا۔

(۳) پورا جملہ صرف ایک لفظ مین ادا ہوجاتا ہے۔

اِسْتَرْجَعَ	اوس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔
تَهَلَّلَ	اوس نے لا الہ الا اللہ کہا،
حَيْعَلَ	اوس نے لاحول ولا قوۃ پڑہا،
عَدَبٌ	وہ شاخ جو شام کیوقت درخت سے لٹککر ہرنکی شکل کیطرح ہوگی ہو
صَبَحَ	اوس نے صبح کے وقت کسیکو لوٹ لیا۔
صَفَنَ	گھوڑا تین پاؤن سے زمین پر کھڑا ہوا اور چوتھا پاؤن آہستہ سے اوسنے زمین پر رکھا۔

سید سلیمان

اعجاز القرآن

نمبر۲

گذشتہ حصہ مین کلام مجید کی فصاحت پر مفصل بحث کی جا چکی ہے، اس نمبر مین پہلے بلاغة کے معنی اور اسکی حقیقت سے بحث کی جائیگی اور اسکے بعد کلام مجید کی بلاغة پر نظر ڈالی جائیگی۔

علماے بیان کے نزدیک جو کلام فصیح مقتضی حال کے مطابق ہو وہ بلیغ کہلاتا ہے مقتضی حال ایک وسیع لفظ ہے اور جب تک یہ نہ بتایا جاے کہ کون کون امور اسکے تحت مین داخل ہین اسکا مفہوم صحیح ذہن نشین نہین ہوسکتا۔

علماء اسلام نے جن امور سے ان عنوان کی بحث مین بحث کی ہے وہ یہ مباحث ہین وصل وفصل کہان ہونا چاہیئے۔ ایجاز و اطناب سے کیا غرض ہے؟ تقدیم و تاخیر کہان موزون ہے۔ تشبیہ و استعارہ کی کیا حقیقت ہے۔ چنانچہ ابن خلدون نے مطابقت مقتضی حال کی تفصیل مین انہین امور کو شمار کیا ہے ابن خلدون کے خاص الفاظ یہ ہین۔

ثم اعطاء الكلام حقه في مطابقته لمقتضى الحال فان المقامات مختلفة ولكل مقام اسلوب يخصه من ايجاز واطناب او حذف واثبات او تصريح وكناية واشارة واستعارة

کلام کا پورا پورا ادا کرنا مقتضاے حال کی مطابقت سے ہوتا ہے، اسلیے کہ مواقع مختلف ہین اور ہر موقع کے لیے ایک طرز ادا خاص ہوتی ہے، کہین اختصار مناسب ہے کہین تطویل، کہین بعض الفاظ کا حذف کرنا۔ کہین انکا بیان کرنا، کہین صراحۃً کہنا اچھا ہے کہین کنایۃً، کہین اشارہ موزون ہے کہین استعارہ۔

لیکن بلاغت کے جزئیات مین صرف یہی امور داخل نہین ہین بلکہ بلاغت کے جواہر اور اصلی
عناصر وہ مقدمات ہین جو بلحاظ موقع و مناسبت حال استعمال کئے جاتے ہین اور اصلیت
تو یہ ہے کہ مقتضی حال کا مصداق صحیح اگر کوئی شے بن سکتی ہے تو وہی مقدمات
و قضایا ہین - مثلاً بلاغت کا سب سے بڑا جوہر یہ ہے کہ جس مضمون کو لکھنا یا کہنا ہو اسکے
موافق جذبات پڑھنے والون یا سننے والون کے دلون مین پیدا کرائے جائین * یہ
دیکھا یا جائے کہ رغبت کے پیدا ہونے کے واسطے کون سے مقدمات ضروری
ہین - نفرت کے پیدا کرانے کے واسطے کس نوعیت کے قضایا کی حاجت ہے رقت قلب
یا رحم کے دواعی و اسباب کیا ہین - مگر عربی بلاغت کی کسی کتاب مین بہی اس قسم کے مقدمات
سے نہ تو بحث کی گئی ہے اور نہ یہ اصول و ارکان بلاغت کے قرار دئے گئے ہین،

اس بحث کو قلم انداز کرنیکا سبب وہ دہوکا ہے جو عام طور پر علماے بلاغت کو ہوا - اس دہوکے
کا سبب یہ ہے کہ شیخ نے دلائل الاعجاز و اسرار البلاغت دونون مین اس مسئلہ پر زور دیا ہے
کہ حسن و خوبی دراصل الفاظ مین ہوتی ہے معانی سے اسکو تعلق نہین - اس نے اپنے
اس دعوی کو اس تمثیل سے ثابت کیا ہے کہ الفاظ و معانی کی مثال سونے اور زیور کی ہے
جسطرح زیور مین نقش و نگار کی وجہ سے حسن ہوتا ہے اسیطرح الفاظ مین خوبی ہوتی ہے اور
جس طرح خود سونے مین کوئی حسن نہین ہوتا اسیطرح معنی مین جو سونے کے قایمقام ہین کوئی
خوبی نہین ہوتی - کیونکہ معنی تو ایک عام چیز ہین جو ہر شخص کے ذہن مین موجود ہین - اصلی کمال
تو ان کا خوشنما الفاظ مین آراستہ کرنا ہے *

شیخ کے اس خیال کی تائید عموماً علماے بلاغت نے کی اور اسکی اس غلط بیانی نے لوگون کے
دلون مین ایسا سکہ جمایا کہ پہر کسی کو شیخ کی مخالفت کی جرأت بہی نہ ہوئی سکاکی نے مفتاح

مین مسائل بلاغت کا خلاصہ کر کے لکھدیا تو لوگون نے اسکی کورانہ تقلید شروع کردی اور آج ہمارے فن بلاغت کی سرمایہ ناز جو کتابین ہین وہ تلخیص اور اسکی شروح مختصر المعانی و مطول ہین - یہ خیال لوگون کے دلونمین اسقدر راسخ ہوگیا تھا کہ ابن خلدون جیسے محقق نے شیخ کی تائید کی چنانچہ ساتوین صدین ہین جبکہ اُس نے اس فن پر لولو کیا صاف صاف یہ لکھدیا -

وهو (علم البيان) من العلوم اللسانية لانه متعلق بالالفاظ	علم بلاغت علوم لسانیہ مین سے ہے اسلئے کہ بلاغت کا تعلق الفاظ سے ہے،

لیکن شیخ کا یہ خیال بالکل غلط ہے اور اسکی یہ تمثیل بالکل مغالطہ پر مبنی ہے - شیخ کی غلطی اور اسکی بنا رتو ہم آگے چلکر دکھائین گے لیکن تمثیل کے مغالطہ کو ہم صاف کئے دیتے ہین -

اگر انصاف سے دیکھا جاے تو اصل حسن و خوبی اور قدر و قیمت جو کچھ ہوتی ہے وہ سونے کی ہوتی ہے کیونکہ اسکے کھوٹے کھرے ہونے پر زیور کی قدر موقوف ہے کیا یہی نقش و نگار کسی پیتل کے زیور مین ہون تو وہی خوبی و لطافت جو سونے مین تھی باقی رہیگی ؟

لہذا اصل حسن و خوبی معانی مین ہونا چاہیے الفاظ تو دوسرے درجہ کی چیز ہین بلیغ کے معنے ہین لغت مین پہونچنے والے کے کلام کو بلیغ اسیوجہ سے کہتے ہین کہ وہ دل مین اتر جاتا ہے - شیخ نے کلام بلیغ کی یہ تعریف کی یدخل فی الاذن بلا اذن اب دیکھو دلمین کون چیز اُترتی ہے معنی یا الفاظ ؟ کسی بیہودہ مضمون کو لو اور ہزار طرح سے اسکو شستہ الفاظ مین ادا کرو مگر دل مین کبھی جگہ نکرے گا کیونکہ اس مضمون یا معنی مین کوئی خوبی ہی نہین ہے - بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مضمون فی نفسہ اچھا ہوتا ہے مگر الفاظ کی پیچیدگیونمین پھنس جاتا ہے لیکن اس مضمون کی خوبی پر اسکا مطلق اثر نہین پڑتا اور دلمین جگہ کرلیتا ہے اس بنا پر در اصل

معنی مین بلاغتہ و خوبی ہونا چاہیئے نہ کہ الفاظ مین،

شیخ البلاغتہ نے حسن و خوبی کو الفاظ ہی مین منحصر کر دیا اسکے وجوہ کیا ہین ؟ اور اسکو یہ وہم کیون پیدا ہوا۔ اسکے اسباب یہ ہین ؟

فنون لطیفہ کی تدوین کا یہ عام قاعدہ ہے کہ پہلے ہر فن کے عمدہ نمونے جنکو مذاق سلیم عمدہ سمجھتا ہے جمع کر لئے جاتے ہین۔ اسکے بعد انہین مثالون کا استقصاء کر کے اس فن کے اصول وضوابط مرتب کئے جاتے ہین۔ چنانچہ فن بلاغتہ کی ابتدائی کتابین مثل کتاب الکامل للمبرد والبیان والتبین للجاحظ اسی طرز کی کتابین ہین۔ جنمین محض بلیغ اشعار و اقوال جمع کیے گئے ہین۔

چونکہ مسلمانون نے فن بلاغتہ خود ایجاد کیا اور اس فن مین انہون نے ارسطو سے نہین مدد لی لہذا بلاغتہ کے جو اصول انہون نے مرتب کئے وہ اسی کلام عرب کا استقصاء کر کے مرتب کئے۔ کلام عرب عبارت ہے اشعار عرب سے کیونکہ عربون کے لٹریچر کا بڑا حصہ نظم تھا اور اشعار عرب کے ہزار ہا دفتر و نمین بھی مسلسل واقعہ نگاری کا پتہ نہین چلتا بخلاف یونانی شعراء کے کہ انکا تمامتر کلام قصہ نویسی اور واقعہ نگاری پر مبنی تھا ہیومر کی اوڈیسی والیڈ ہو مکلین کی ٹینگنی مسلسل واقعہ نگاری کا نمونہ ہین اسیوجہ سے ان شعراء کو مختلف مواقع پر مختلف قسم کے مضامین لانا پڑے اور ان کے لئے طرح طرح کے مقدمات تراشنا پڑے لہذا جب ارسطو نے فن بلاغتہ پر قلم اٹھایا تو یہی نمونے اسکے رہبر ہوئے اور اس نے انہین انواع مضامین کے لحاظ سے ترتیب مقدمات کو بلاغتہ کا بڑا اہتم بالشان جز قرار دیا۔ مگر عرب مصنفین کی پہلی نظر جو پڑی وہ الفاظ و استعارہ و تشبیہ پر پڑی۔ کیونکہ مسلسل واقعہ نگاری کے نہ موجود ہونے کی وجہ سے مختلف نوعیت کے مضامین انکے پیش نظر نہ ہوسکے انہون نے یہ دیکھا کہ ایک ہی

مضمون کو اختلاف ترکیب کے ساتھ ادا کیا گیا ہے مثلاً زید کی آمد کے مضمون کو
عربی زبان مین دو طرح سے ادا کرسکتے ہین جاء زید و زید جاء ۔ اب غور کیا کہ اختلاف
ترکیب کی کیا وجہ ہے؟ اس غور و فکر کے بعد جو انہون نے نتیجہ نکالا وہ یہ تھا کہ ایک مین زید کی
آمد پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور دوسرے مین محض زید پر اسلئے یہ تقدیم و تاخیر مقتضی حال کے
بالکل مطابق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقدیم و تاخیر ہی رونق کلام کے ارکان مین سے
ہے اور بلاغۃ کا یہ بھی ایک جزئیہ ہے جسکا تعلق الفاظ سے ہے اور صرف الفاظ ہی کے
الٹ پھیر سے کلام مین یہ خوبی پیدا ہوتی ہے ۔

اسیطرح دوسری شہادت اپنے اس دعوی کی تائید مین انکو یہ ملی کہ انہون نے دیکھا استعارہ
تشبیہ سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے مثلاً یہ جملہ: زید شیر ہے اس جملہ سے زید مثل شیر کے ہے زیادہ بلیغ ہے
اسمین انہون نے دیکھا کہ یہ خوبی استعارہ مین کیون پیدا ہوئی ظاہر کہ پہلے میں ادات تشبیہ حذف کردیے گئے ہین لہذا انہون نے اس سے
بھی یہی نتیجہ نکالا کہ چونکہ یہان بھی حسن کلام باعتبار لفظ کے ہے لہذا کلام کی خوبی بلحاظ لفظ کے ہوتی ہے اور معنی سے اسکو
کوئی تعلق نہین ہوتا۔ یہ ان لوگون کی غلطی ہے کیونکہ اگر استعارہ کی تحلیل کرو تو تشبیہ پیدا ہوتی
ہے اور تشبیہ کیا ہے کوئی الفاظ کا طلسم نہین ہے بلکہ ایک معنی کو بین ظاہر ثابت کرنیکو
اسکی وضاحت کے لیے دوسرے معنی کو لے آتے ہین جسکو پہلے معنی سے مشابہت
ہوتی ہے ۔ یہی مغالطہ تھا جسمین شیخ البلاغۃ پھنس گیا اور آج تک ایشیائی شخص پرستی کی
بدولت تمام علمای بلاغۃ اس غلطی مین مبتلا ہین ۔

گو سلسل واقعہ نگاری کے نہونے سے کلام عرب مین ایک جگہ مختلف نوعیت کے مضامین
نہ ملین لیکن جستہ جستہ تمام خطبات عرب اور اشعار عرب سے ایسی نظیرین نکالی جاسکتی ہین ۔
اس بنا پر اگر کلام عرب کا پورا استقصار کیا جائے تو بلاغۃ کے اصلی ارکان یعنی مختلف نوعیت کے

خطبات حسب موقع لائے جاتے ہیں یا سکتے ہیں،

عرب کے خطبات مشہور خطبات ہیں قس بن ساعدہ، سحبان وائل عرب کے مشہور خطیب تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے قس بن ساعدہ کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے حین خطب فاطنب ورغب ورہب وحذر وانذر، جب تقریر کرتا ہے طول نہیں دیتا ترغیب دلاتا ہے نہ ڈراتا ہے، بچاتا ہے خوف دلاتا ہے۔

خطباء عرب کے متعلق یہ عبارت جاحظ کی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

کل شیء للعرب فانما بداهة وارتجال وکانه الهام ولیست هناک معاناة ولا مکابدة ولا اجالة فکر ولا استعانة انما هو ان یصرف وهمه الی الکلام والی رجز یوم الخصام او حین یمتح علی راس بئر او یحدو ببعیر او عند المقارعة او المناقلة او عند صراع وحرب فما هو الا ان یصرف وهمه الی جملة المذهب الی العمود الذی الیه یقصد فتاتیه المعانی ارسالا وتنثال علیه الالفاظ انثیالا ثم لا یقیده علی نفسه ولا یدرسه احد من ولده کانوا امیین لا یکتبون ومطبوعین لا یتکلفون وکان الکلام الجید عندهم اظهر واکثر وهم علیه اقدر وله اقهر وکل واحد

عرب کی کل باتیں فی البدیہہ ہوتی ہیں، گویا یہی الہام ہوا ہے نہ انکو غور و فکر کی زحمت گوارا کرنی پڑتی ہے اور نہ کسی سے مدد لینے کی، خطیب عرب، اپنا خیال کلام کیطرف متوجہ کرتا ہے، جب وہ مباحثہ کرتا ہے یا کنویں سے پانی بہاتا ہے، یا اپنے اونٹ کی حدی خوانی کرتا ہے، یا دشمن سے مقابلہ کرتا ہے یا جب کوئی جنگ ہوتی ہے، وہ کسی ستون کو ٹیک کر کھڑا ہو جاتا ہے معانی خود بخود آتے جاتے ہیں الفاظ بلا تکلف چلے آتے ہیں، نہ یہ خطبہ وہ اپنے لئے پہلے ہی سے یاد کر لیتے تھے اور نہ وہ اپنے اسلاف سے اسکی تعلیم حاصل کرتے تھے کیونکہ وہ اُمّی لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے فطرتی خطیب تھے انہیں تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ عمدہ کلام انکے ہاں بہت نمایاں اور زیادہ ہے اور انکو عمدہ کلام پر

فی نفسه وانطق ومکانه من البیان ارفع وحظاهم للکلام اجود والکلام علیہم اسہل وھو علیہم الیسر من ان یفتقروا الی تحفظ ویحتاجوا الی تدارس ولیس ھم کمن حفظ علم غیرہ واحتذی علی کلام من قبلہ فما یحفظون الا ما علق بقلوبھم والتحم بصدورھم واتصل بعقولھم من غیر تکلف ولا قصد ولا تحفظ ولا طلب ان ھذا الذی فی ایدینا جزء منہ

قدرت کامل حاصل ہے، اونمین سے ہر شخص بجاے خود ایک بہترین خطیب ہے جسکا پایہ بلاغت بہت بلند ہے میدان بلاغت مین اونکا قدم بہت تیز ہے، تقریر کرنا اونکے نزدیک بالکل سہل و آسان ہے۔ اونکو اسکی حاجت نہین کہ وہ پہلے سے یاد کرین یا کسی کے اوسکو اختیار کرین، اور نہ عرب کے مقابلہ مین وہ لوگ پیش کیے جا سکتے ہین جو دوسرون سے علم حاصل کرتے ہین اور جو اپنے پہلون کے کلام کی تقلید کرتے ہین عرب کسی بات کو یاد نہین کرتے لیکن جو اونکو پسند ہو جاتے اور جو خود بخود بلا تکلف اور قصد کے اونکے دل مین اثر جاتے اور یہ جو کچھ اب ہمارے ہاتھون مین ہے وہ عربی بلاغت وفصاحت کا ایک ٹکڑا ہے،

یہ تو حال خطبات عرب کا تھا اگر اشعار عرب پر نظر ڈالو تو تمکو تعجب ہوگا کہ اوس قسم کے مقدمات جو مقتضی حال کے بالکل مطابق ہون اور جنکا بنی علم النفس کے کلیات پر ہو کیونکر ان عرب کے جاہل وحشی، بدون کے دماغون مین آجاتے تھے۔

ذیل مین چند اشعار نقل کیے جاتے ہین جو ایک عورت کے ہین۔ ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن معدیکرب جو قبیلہ بنی زبید کے سردار عمرو کا بھائی تھا ایکروز قبیلہ بنی مازن کے چند لوگون کے ہمراہ بیٹھا مے نوشی مین مصروف تھا۔ مخزوم مازنی کے حبشی غلام نے اسوقت قبیلہ بنی زبید کی کسی عورت کی تشبیب مین چند اشعار گائے عبد اللہ کو اسپر غصہ آیا اور اوس نے غلام کے ایک

تیر مار دیا اس حرکت سے برافروختہ ہوکر مازنی عبداللہ پر جھپٹ پڑے اور انکو مار ڈالا۔ عبداللہ کے قتل کے بعد بنی مازن اس حرکت پر نادم ہوئے اور عمرو کے پاس آکر معافی کے خواستگار ہوئے کہا یا تو معاف کر دیجئے یا اسکے خون کی دیت لے لیجئے عمرو نے انکی درخواست منظور کر لی اس منظوری کی خبر جب معدیکرب کی بہن کبشہ کو ہوئی تو اس نے اپنے بھائی کے خون کو یون بالا بالا جانا ناجائز سمجھکر جس سے بڑھکر کوئی عار عرب مین نہ تھا یہ چند اشعار کہے جسمین اس نے اپنی قوم کی غیرت اور حمیتہ کو تحریک دی ہے آگے چلکر تم پڑھوگے کہ حمیتہ کے پیدا کرنیکا سب سے عمدہ ذریعہ اس عار اور توہین کا ذکر ہے جو اس واقعہ سے لاحق ہوگا دیکھو کبشہ نے سب مقدمات اسی قسم کے لئے ہین اور کس خوبی سے انکو نبھایا ہے۔

ارسل عبد اللہ اذ حان یومہ		الی قومہ لا تعقلوا لھم دمی
عبداللہ نے مرتے وقت اپنی قوم کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ دیت لیکر میرا قصاص نہ چھوڑنا۔		
ولا تاخذوا منھم افالا وابکرا		واترک فی بیت بصعدۃ مظلم
اور میرے قاتلون سے اونٹ کے بچے اور جوان اونٹ نہ لینا کیونکہ میری قبر مقام صعدہ مین تاریک رہیگی۔		
ودع عنک عمرا ان عمرا مسالم		وھل بطن عمرو غیر شبر لمطعم
اور عمرو کا تذکرہ ہی نکرو وہ تو صلح جو ہے اور عمرو کا پیٹ کھانے کے لئے ایک بالشت سے زائد نہین ہے		
فان انتم لم تثأروا واتدیتم		فمشوا باذان النعام المصلم
اگر تمنے میرا بدلہ نہ لیا اور دیت لے لی تو چلو شتر مرغ کے کٹے کانونکے ساتھ (یعنی ذلیل ہوکر)		
ولا تردوا الا فضول نساءکم		اذا ارتملت اعقابھن من الدم
اگر تمنے دیت لے لی تو گویا تم آتے جاتے اپنی عورتونکے پاس حیض کی حالت مین جبکہ انکی ایڑیان خون سے لتھڑی ہوئی ہین		

کبشہ کے ان اشعار نے عمرو پر یہ اثر کیا کہ باوجود معاہدہ ہوجانے کے جسکا پورا کرنا عرب کا دین وایمان

تھا اس نے فوراً معدیکرب کا قصاص بنی مازن سے لے لیا۔

ایک دوسرے موقع پر غصہ کی آگ بھڑکانا مقصود ہے اسکے متعدد محرک جو مقدمات ہوسکتے ہیں وہ اہانت کا ذکر اور شرمناک باتوں کو پُر عظمت الفاظ میں بیان کرنا۔

چنانچہ ذیل میں عقیبہ بنت غفار کے اشعار اسکی مثال ہیں ؎

أيجمل ان يوتى الى فتياتكم	وانتم رجال فيكم عدد الرمل
کیا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری جوان لڑکیاں بے عزت کی جائیں اور تم میں ذرات ریگ کے برابر مرد موجود ہوں ۔	
أيجمل تمشى في الدما فتياتكم	صبيحة زفت في العشاء الى بعل
کیا یہ بھلا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری جوان لڑکیاں خون میں لتھڑی ہوئی چلیں اس رات کی صبح کو جسمیں وہ شوہر کی پاس شب باش ہوئی ہوں	
فان انتم لم تغضبوا بعد هذه	فكونوا نساء لا تغب من الكحل
اور اگر تم کو اب بھی غصہ نہیں آتا تو عورت ہوجاؤ اور روز سرمہ لگایا کرو	
ودونكم ثوب العروس فانما	خلقتم لاثواب العروس والغسل
اور زنانے کپڑے پہنو اسلئے کہ تم اس لباس کے لئے اور نہانے دھونے کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔	
فلو اننا كنا رجالا وكنتم	نساء لكنا لا نقر على الذل
بس اگر ہم مرد ہوتے اور تم عورت تو ہم تو کبھی یہ ذلت نہ گوارا کرتے ۔	
فموتوا كراما او اميتوا عدوكم	وكونوا كنار شب بالحطب الجزل
تو یا عزت سے تم مرجاؤ یا اپنے دشمنوں کو مار ڈالو اور ہوجاؤ مثل اُس آگ کے جو بڑے ایندھن میں لگائی گئی ہو۔	

بہرحال ہمکو اسکے اظہار کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ عبد القاہر بلاغت عرب کے اس نقص کا ذمہ دار ہے اور اس نے اپنی اس غلط فہمی کا صور اس بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا تھا کہ جسکی صدائے بازگشت آج چودھویں صدی تک آرہی ہے اور اسکے مقابلہ میں عبد القاہر سے پیشتر

جو آوازین بلند ہوئی تھین وہ ماند پڑگیئن ابن قدامہ نے شیخ سے پیشتر اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ مقدمات شعری کس طرح بنانا چاہیئے اور اصناف سخن مین سے ہر ایک کے لئے کس قسم کے مقدمات جمع کرنا چاہین مثلاً اس نے مدح کے بارے مین لکھا ہے کہ مرد کے وہی اوصاف بیان کرنا چاہین جو اسکے لئے بحیثیت مرد ہونے کے زیبا ہین ابن قدامہ کے خاص الفاظ یہ ہین۔

لما كانت فضائل الناس من حيث انهم ناس لا من طريق ما هم مشترکون فيه مع سائر الحيوان على ما عليه اهل الالباب من الاتفاق فى ذلك انما هى العقل والشجاعة والعدل والعفة كان القاصد لمدح الرجال بهذه الاربع الخصال مصيبًا والمادح لغيرها مخطئًا۔

اہل عقل کے نزدیک فضائل انسانی بحیثیت انسان ہونے کے نہ بحیثیت ان اوصاف کے جن مین وہ حیوان سے مشترک ہین صرف چار ہین، عقل، شجاعت، عدل، عفت، جو شاعر اپنے ممدوح مردون کے ان چار صفات سے مدح کرتا ہے وہ صحیح راستہ پر ہے اور جو ان اوصاف کے علاوہ کسی اور وصف سے مرد کی تعریف کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے۔

لیکن قدامہ نے جو کچھ لکھا وہ مدح، ہجو، غزل، مرثیہ گوئی تک محدود تھا اس سے آگے قدم نہین بڑھایا ورنہ وہ ایسا کر سکتا تھا کیونکہ اسکا موضوع شاعری تھا اور اسکو جو کچھ لکھنا تھا وہ اسکے متعلق تھا

اب اس شخص کا جو بلاغتہ قرآن پر قلم اٹھا دے یہ فرض ہے کہ پہلے یہ دیکھے کہ انواع مضامین کیا ہین اور ہر ایک نوع کی خصوصیت کیا ہے۔ کس صفت مضمون کے ادا کرنے کے لئے کون کون مقدمات ضروری ہین۔ پڑھنے والے یا سننے والے کے دل مین کسی مضمون کے جمانے کے واسطے کون امور موثر ہین۔ جذبات انسانی کی تقسیم کیا ہے اور ایک جذبہ کو حرکت دینے کیواسطے کس قسم کے مقدمات کے لانے کی ضرورت ہے۔ مثلاً اگر مخاطب سے واقعات ملے ہوئے

کچھ کہنا ہے تو اسکا سب سے عمدہ عنوان کیا ہے، اور اگر شعر کی حیثیت سے کچھ منوانا ہے

تو اسکے لئے کس قسم کے مقدمات کی ضرورت ہے۔

اس موضوع پر بوعلی نے شفا میں ابن رشد نے ترجمہ ارسطو میں بحث کی ہے یہ سب سرمایہ

ہمارے پیش نظر ہے۔ اور ہمکو اس سے اسوقت کام لینا ہے،

کسی واعظ خطیب، مشیر، مضمون نویس، واقعہ نگار، قصہ گو کو اسوقت اپنے مقصد میں

کامیابی نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی اسی قسم کے جذبات جو اسکا موضوع ہے سننے والے

یا پڑھنے والے کے دل میں نہ پیدا کرادے۔

یہ بڑی نکتہ سنجی کا کام ہے کہ پہلے ایک خاص قسم کا جذبہ کسی شخص میں پیدا کرایا جائے اور

اسکی توجہ دوسری طرف پھیری جائے اور دوسرا جذبہ اپنے مقصود کے مطابق پیدا کیا جائے

یہ صفت کلام مجید میں نہایت خوبی سے نبھائی گئی ہے۔

ارسطو نے جذبات کی تعریف یہ کی ہے کہ جذبات نام ہے ان انفصالات نفسانی کا کہ جنسے

جذبات نفس پر لذت وغم کی حالت طاری ہوتی ہے جسکی وجہ سے ایکھی شئی کے بارے میں

نفس کا حکم بدلتا رہتا ہے۔[۵۱]

چونکہ جذبات کی علل موجبہ دو ہیں اسی لئے جذبات بھی دو طرح کے ہیں ایک کا تعلق قوت

شہوانی سے ہے اور دوسرے کا قوت غضبی سے وہ جذبات جو قوت شہوانی سے صادر

ہوتے ہیں یہ ہیں محبت بغض، رغبت و نفرت، فرحت و غم۔

اور وہ جذبات جنکا مصدر قوت غضبی ہے یہ ہیں۔ امید و ناامیدی۔ شجاعت و بزدلی غصہ

و بربادی غیرت، رحم،

---

۵۱ علم الادب جز ثانی۔

محبت و بغض | محبت نام ہے اس حرکتِ نفسانی کا جو نفس کو شے مطلوب کی بھلائی کی طرف برانگیختہ کرتی ہے۔ محبت دلون مین تین طرح سے پیدا کی جاتی ہے۔ پہلے تو یہ کہ شے مطلوب کے اخلاقِ حمیدہ کا تذکرہ کیا جائے کیونکہ نفس کو خواہ مخواہ نیک خلقی کی طرف توجہ ہوتی ہے دوسری شے محبوب کے احسانات اور اسکے منافع کا ذکر کیا جائے تیسرے محبوب کی بے غرضی اور عظمت کا تذکرہ کرنا

بغض اس حالتِ نفسانی کا نام ہے جسمین نقصان پہونچانے والے سے بدلہ نہ لے سکنے کی وجہ سے اسکی برائیون کو دل مین جگہ دی جائے۔

اس جذبہ کے برانگیختہ کرنے کے واسطے وہی تین باتین ہین۔ اول جس شخص سے بغض پیدا کرانا ہے اسکی بدکاریون اور بداخلاقیون کو بیان کیا جائے۔

دوسرے اسکے جور و ستم کو دکھایا جائے۔

تیسرے اسکی کور باطنی اور کینہ پروری کو بتایا جائے۔

رغبت و نفرت | رغبت نام ہے اس نفسانی حرکت کا جو کسی متوقعہ لذت کے ارادہ کے لئے نفس کو مستعد کرے۔ رغبت کے محرک چند ہین۔

جس شے کی طرف رغبت دلانا ہے اسکی عظمت دلونمین جمانا۔ اور اسکی ایسی عمدہ تصویر کھینچنا گویا پڑھنے والا براے العین اسکا مشاہدہ کر رہا ہے اور اسکے ساتھ اسکے سہل الحصول اور مفید ہونے کو بھی ثابت کرنا۔ یا دو چیزونمین مقابلہ کرکے ایک کو ترجیح دینا نفرت نام ہے اس غم و رنج کا جو انسانی توجہ اسکی مطلوبہ چیز سے پھیر دیتا ہے اور اسکی طرف سے امید منقطع ہو جاتی ہے۔

کسی شے سے نفرت پیدا کرنے کے ذرائع یہ ہین کہ پہلے جس شے سے نفرت پیدا کرانی منظور ہے اسکے وجوہ مضرت اچھی طرح بیان کئے جائین۔ اور اسکی خوفناک اور نفرت انگیز

تصور کھینچی جاسے اور سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ مرغوب اور نفرت انگیز چیزین باہم مقابلہ کر کے ایک کے اوصاف اور دوسرے کی برائیان دکھائی جائین۔

فرحت و غم — کسی مطلوبہ شے کو پاکر جو کیفیت دل مین پیدا ہوتی ہے اُسکا نام فرحت ہے۔ فرحت دل مین ان اسباب سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلے خود فرحت کے اوصاف اوخو بیان ذہن نشین کرائی جائین۔ دوسرے ان تکلیفون اور مشقتون کا ذکر جو اس شے مطلوبہ کے حاصل کرنے مین اُٹھانا پڑی تھین کیا جائے۔ یا باوجود نا امیدی اور شدید انتظار کے جو عمدہ نتائج اس شے کے حصول سے مرتب ہونگے انکا تذکرہ کیا جائے۔

کسی امر مکروہ کے واقع ہونے یا کسی محبوب شے کے ہاتھ سے جاتے رہنے کے بعد جو کیفیت قلبی ہوتی ہے وہ غم کہلاتی ہے۔ سب سے عمدہ ذریعہ اس جذبہ کی تحریک دینے کا یہ ہے کہ اس محبت و مشقت کا ذکر جو اس شے کے حاصل کرنے مین کرنا پڑا ہے نہایت پر اثر الفاظ مین کیا جاسے یا اس ہونے والے واقعہ کی ہونا کی کو بیان کیا جاسے۔

جذبات قوت غضبیہ امید و نا امیدی — قلب کا وہ تعلق جو زمانہ آیندہ مین کسی مطلوبہ شے کے ملنے کے واسطے پیدا ہوتا ہے امید کہلاتا ہے امید ان طریقون سے پیدا ہوتی ہے۔ سب سے پہلے تو شے مطلوب کی خوبی و عظمت دلون مین جمائی جاے۔ دوسرے یہ دکھایا جائے کہ شے مطلوب کا حاصل کرنا کوئی دشوار امر نہین ہے اسکے سہل الحصول ذرایع بتاسے جائین نا امیدی اس حال کا نام ہے جو کسی مرغوب شے کے ملنے سے قطع امید ہو جانے پر پیدا ہوتا ہے۔ نا امیدی پیدا کرنے کے لیے صرف شے مطلوب کے حصول مین جو دقتین مشقتین حائل ہون انہین کا بیان کرنا کافی ہوتا ہے۔

شجاعت و بزدلی — شجاعت نام ہے قوت غضبیہ کے اُس مظہر کا کہ جسکی وجہ سے باوجود مکروہات و عوائق کے

سے انسان کوئی کام کر گذرتا ہے۔ شجاعۃ پیدا کرانیکے دو ذرایع ہین۔ ایک تو شے مطلوب کی عظمت و خوبی دلون مین جمائی جائے اور دوسرے کسی امداد علوی کی بھی امید دلائی جائے۔

بزدلی نام ہے نفس کی اُس حالت کا جسکی وجہ سے کسی امر کے کرنے سے جسمین ذرا بھی شائبہ خوف کا ہو انسان پہلو تہی کرتا ہے۔

بزدلی کے پیدا کرانیکا ذریعہ یہ ہے کہ کسی عظیم الشان اور ہولناک واقعہ سے ڈرایا جائے مثلاً کسی جنگ عظیم کا تذکرہ، فاقہ کشی کی مصیبت کا بیان۔ کسی عزیز چیز کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا خیال دلانا۔

غصہ وبائی نفس انسانی کی اس حرکت کو جو نفس کو اذیت دینے والی چیزون سے بچنے کے لئے ان کے وقوع سے قبل اور انکے وقوع کے بعد انتقام و بدلہ لینے کے واسطے طیار کرے غصہ کہتے ہین اہانت آمیز اور شرمناک واقعات کا ذکر اور اوسکو بعظمت الفاظ مین بیان کرنا قوت غضبیہ کو برانگیختہ کرتا ہے۔

قوت غضبیہ ہی کے اقسام مین سے حمیتہ وغیرہ بھی ہے حمیتہ پیدا کرنے کے تین اسباب ہین۔ پہلے تو یہ کہ جس شخص کی حمیت کو برانگیختہ کرنا ہو اسکے سامنے اسکے رقیب کے علو مرتبہ و اعزاز کا ذکر کیا جائے اور اسکے ساتھ رقیب کی اخلاقی کمزوریان اور عیوب بھی دکھائے جائین دوسرے رقیب کی برائیون اور اسکے اچھا ہونے کا مقابلہ کیا جائے۔

تیسرے۔ اس شرم و عار کا ذکر کیا جائے۔ جو اسکی اس غفلت کی وجہ سے لاحق ہوگا اس اطمینان قلبی کو جو غصہ کے ہیجان وقت پیدا ہو جاتا ہے حلم کہتے ہین۔ حلم کے دلون مین پیدا کرانے کے ذرایع یہ ہین۔ گناہ کا اقرار کرنا کیونکہ عربی کا یہ مشہور مقولہ ہے المعترف بالجریرۃ مستحق للمغفرۃ

مجرم کے پوزیشن کو گھٹا کر دکھانا۔ حلم کے فضائل بیان کرنا کسی عمدہ پیرایہ سے مجرم کی بیگناہی کا ثبوت مثلاً یہ بتانا کہ اس جرم کے وقت اسکی نیت خراب نہ تھی۔

حلم کی ایک قسم رحم الہٰی ہے رحم دو نوعین یون پیدا کیا جاتا ہے کہ مصیبتون و بلاؤن کو خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا جاوے۔ دوسرے یہ دیکھایا جاوے کہ مصیبت زدہ زمانہ کا ستایا ہوا ہے وہ اس حالت کا مستحق نہ تھا۔ تیسرے مصیبت زدہ کی بعض خصوصیات بتائین جائین۔ مثلاً اگر کوئی فقیر ہے تو اسکی شکستہ حالی دکھائی جائی۔

اب ہم ذیل مین مثال قرآنی درج کرتے ہین۔

مثال اول

ودخل معه السجن فتيين قال احدهما
اني اراني اعصر خمرا وقال الآخر اني
اراني احمل فوق راسي خبزا تاكل الطير
منه نبئنا بتاويله انا نريك من المحسنين
قال لا ياتيكما طعام ترزقانه الا نباتكما
بتاويله قبل ان ياتيكما ذلكما مما علمني
ربي اني تركت ملة قوم لا يؤمنون
بالله وهم بالآخرة هم كافرون واتبعت
ملة آبائي ابراهيم واسحق ويعقوب
ما كان لنا ان نشرك بالله من شيء
ذلك من فضل الله علينا وعلى الناس

اور انکے ساتھ قید خانہ مین دو اور جوان داخل ہوئے انمین سے ایک نے کہا کہ مینے خواب مین اپنے تئین شراب نچوڑتے دیکھا ہے دوسرے نے کہا کہ مین اپنے سر پر روٹی کا خوان لئے ہوئے ہون جسمین سے پرند کھاتے ہین ہمکو اسکی تعبیر بتاؤ ہم تمکو اچھا آدمی سمجھتے ہین کہا یوسف نے کہ تمہارے روزمرہ کے کھانے آنے سے پہلے ہی مین تمکو تعبیر بتادونگا۔ یہ وہ ہے جو خدا نے مجھکو بتلایا ہے۔ مین نے ایسی قوم کے دین کو چھوڑ دیا جو خدا پر یقین نہین رکھتے اور آخرت کا انکار کرتے ہین۔
اپنے باپ دادا ابراہیم و یعقوب کے دین کی مین نے

ولٰکن اکثر الناس لا یشکرون ٭ یٰصاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ٭ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم واٰباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطٰن ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ ذٰلک الدین القیم ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون ٭

پیروی کی۔ ہمکو یہ نہ چاہیے کہ کسی چیز کو خدا کا شریک بنا دین یہ خدا کا فضل ہے ہم پر اور لوگون پر لیکن بہت سے لوگ شکر نہین کرتے۔

اے میرے قید کے ساتھیو بھلا کئی معبود جدا جدا اچھے ہین یا ایک اکیلا غالب۔ اسکے علاوہ جنکو تم پوجتے ہو وہ محض نام ہین جو تمنے اور تمہارے آبا نے رکھ لئے ہین اور جسپر خدا نے کوئی دلیل نہین اتاری۔ حکم خدا ہی کا حکم ہے اس نے حکم دیا ہے کہ اسکی پرستش کرو۔

یہی سیدھی راہ ہے لیکن بہت لوگ نہین جانتے

صورت حال یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام زلیخا کے اصرار اور عزیز مصر کے جابرانہ حکم سے قیدخانہ مین تشریف لائے ہین۔ یہ واقعہ ایسا ہے جو عام طور پر زبان زد عوام وخواص ہوگا اسلئے تمام لوگون کو ان سے ایک طرح کی ہمدردی ہے۔ اسی موقع پر دو غلام شاہی عتاب شاہی کی بدولت داخل قیدخانہ ہوتے ہین۔ کچھ پہلے واقعہ کے اثر اور کچھ قیدخانہ کی رفاقت اور یکجائی کی بدولت انکے دلونمین حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت اور انکے ساتھ ہمدردی بھری ہوئی ہے۔ اتفاق یہ ہے کہ دونون نے ایک ایک خواب دیکھا ہے جسکی وجہ سے انکو انتشار ہے اور اس خواب کی تعبیر لینا مقصود ہے تعبیر دینے کے واسطے کسی مرد صالح اور نیک کی ضرورت ہے انہون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اسکے لئے انتخاب کیا ہے حضرت کو اسوقت انکی حالت کا اندازہ کرکے

اپنا فرض یعنی دعوت الی الحق کو ادا کرنا منظور ہے ایکے لئے سب سے پہلے انکے انتشار کو
دور کرنا ضروری ہے جو انکو تعبیر دینے یا تعبیر دینے کی امید دلانے سے دور ہو سکتا ہے
لیکن فوراً تعبیر بتا دینی اسوجہ سے مناسب نہین ہے کہ وہ قبضہ سے نکل جائین گے
اور انکے قلوب پر اختیار نہ باقی رہے گا - لہذا یہی مناسب خیال کیا گیا کہ انکو امید تعبیر بتانے
کی دلادی جاوے - اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ امید پیدا کرانے کی دو ذرائع ہین ایک تو شے
مطلوب کی عظمت وخوبی کا دلون مین جمانا - دوسرے مطلوب کا سہل الحصول کر دکھانا
پہلے طریقہ کو اسوجہ سے ترک کر دیا گیا کہ انتشار کی حالت مین کسی شے کی عظمت کا پیدا
کرانا ایک بار عظیم ہوجائیگا لہذا دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ کوئی مشکل امر نہین ہے
بلکہ تھوڑی دیر مین بتا دیا جائیگا -

اب انکو اسی امید وانتظار کی حالت مین چھوڑ کر کس خوبی سے خدا کیطرف متوجہ کیا ہے - قاعدہ
ہے کہ کسی شے محبوب کی عظمت جب دلون مین جمی ہوتی تو لازمی طور پر اسکی علت اور محرک
کی بھی عظمت جاگزین ہوجاتی ہے - اسوقت حضرت یوسف کا یہ کہدینا کہ یہ خدا نے مجھکو سکھایا یہ
نے خدا کی عظمت دلونمین قایم کرنے کے لئے سحر کا کام کیا - اور اسکے بعد اپنی اُس
محبت اور عظمت سے جو انکے دلونمین جمی ہوئی تھی یہ فائدہ اٹھایا کہ خود اپنے تئین اس فرقہ
سے جو منکر ومشرک تھا علیحدہ کر دکھایا اور گویا یہی وجہ اپنے عالم بالتعبیر ہونے کی قرار دی اپنی
اور عظمت بڑی انکے دلونمین جمادی - اب صرف ایک پہلو اور رہجاتا ہے اور وہ یہ کہ اپنے
آبائی اور قدیم ملتہ سے انکو پھیر دینا - اور ان معبودون کی طرف سے نفرت دلانی - دیکھو نفرت
کس خوبی سے پیدا کی گئی ہے - نفرت پیدا کرنیکا یہ ذریعہ تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ وہ اچھی بری
چیزون مین مقابلہ کرکے ایک کی برائی اور دوسرے کی اچھائی ثابت کی جاوے - یہی طریقہ یہان

اختیار کیا گیا ہے جس سے ذات باری کی طرف تو رغبت پیدا ہوتی اور دوسرے معبودون سے نفرت ہوجاتی ہے۔ پہلے تو تعدد و وحدت کا فرق دکھایا گیا دوسرے ان معبودون کے وجود کی قلعی کھولی گئی۔ اسطرح انکی سُبکی دلون مین جمادی گئی یہی مقصد حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا جو پورا ہوگیا اور اسکے بعد تعبیر بتادی جسنے تمام طرف سے انکے دلونپر قبضہ کرلیا اور وہ اس دائرہ سے باہر نہ نکل سکے۔

ضیاء الحسن علوی

متخرج دار العلوم ندوہ

علمی خبرین

کتاب المعجب فی احوال المغرب، تاریخ اندلس سے واقفیت حاصل کرنے کا سب سے عمدہ ذریعہ ہمارے پاس علامہ مقری کی نفح الطیب ہے، لیکن ہم اسوقت ایک ایسی کتاب کا ذکر کرنا چاہتے ہین جسکی بنیاد پر مقری نے نفح الطیب جیسی بلند عمارت کھڑی کی ہے اور جسکا نام ہم نفح الطیب کے حوالون مین دیکھتے تھے،

یورپ جسطرح ہر روز جدید معلومات کو ترقی دے رہا ہے، ہم اوسکے ممنون ہین کہ وہ ہمیشہ ہمارے قدیم معلومات مین بھی اضافہ کرتا رہتا ہے کتاب المعجب اندلس کی تاریخ ہے، محی الدین ابو محمد عبد الواحد بن علی مراکشی المولود سنہ ۵۸۱ھ کی تالیف ہے، ۶۲۱ھ؁ مین یہ کتاب ختم ہوئی ہے اس کتاب کے دو فطرتی حصے ہین، پہلا حصہ عبد الرحمان بانی سلطنت اندلس سے شروع ہوکر، محمد بن تومرت بانی دولت موحدین تک ختم ہوگیا ہے دوسرا حصہ

امرائے موحدین سے شروع ہوکر ۶۲۱ھ (عہد مصنف) تک ختم ہوگیا ہے، اندلسی سلطنت کی تاریخ کے سوا مشاہیر اندلس کے اسمین تراجم بھی ہین، علامہ ابن حزم ظاہری کے مفصل حالات لکھے ہین، اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حزم نہ صرف فلسفی محدث تھا بلکہ وہ ایک نکتہ سنج شاعر بھی تھا،

ہولینڈ کے مشہور مستشرق علامہ ڈوزی کے اہتمام سے یہ کتاب چھپی ہے حسب عادت ڈوزی نے اس کتاب مین دو انڈکسون کا اور اضافہ کیا ہے ایک مین ادن کتابون کی تصریح ہے جنکا ذکر کتاب المعجب مین آیا ہے دوسری فہرست ادن اسمائے گرامی کو بتاتی ہے جو کتاب المعجب مین مذکور ہین،

کتاب الامالی والنوادر ابو علی قالی بغدادی، قدما کی تدریس وتعلیم کا یہ طریقہ تہا، کہ وہ مہتم بالشان مسائل پر طلباء کے سامنے لکھوا دیتے تہے جسکو عربی مین املا کہتے ہین. امالی اسی املا کی جمع ہے اس طریقہ تعلیم کی سب سے آخری نمونہ علامہ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ ہین ان امالیون مین ابن الشجری، ابو العباس ثعلب نحوی، ابوبکر محمد بن قاسم انباری، ابو القاسم زجاجی نحوی، ابو علی قالی کی املا خاص شہرت رکھتی ہین،

ابو علی قالی کی املا کتاب الامالی والنوادر کے نام سے مشہور ہے کتاب الامالی جس پایہ کی کتاب ہے اسکے متعلق ہم خود ایک حرف نہین کہنا چاہتے، ابن خلدون نے اپنے مقدمہ مین جہان عربی علم ادب پر بحث کی ہے، کتاب الامالی کے متعلق لکھا ہے۔

ہم نے اپنے اساتذہ کو علمی مجلسون مین یہ کہتے سنا ہے کہ عربی ادب کے چار ارکان ہین، ادب الکاتب لابن قتیبہ کامل للمبرد والبیان والتبیین للجاحظ کتاب النوادر لابی علی قالی، علم ادب کی اور بقیہ کتابین انکی شاخین ہین،

[illegible] پہلی کتابین مدت ہوئی چہپکر شایع ہو چکی ہین چوتہی کتاب کے بغیر علم ادب در اصل ناکمل تہا اب شایع ہوئی، یہ کتاب دو جلدون مین ختم ہوئی ہے کاغذ، لکہائی، چہپائی، نہایت عمدہ ہے اور عنایت اہتمام سے چہپی ہے سوا چہ روپے اسکی قیمت ہے، المنار مصر کے دفتر سے ملسکتی ہے،

امالی الزجاجی، ابو القاسم زجاجی نحوی المتوفی ۳۳۷ھ کی امالی بہی چہپ گئی ہے ایک مصری عالم کے تحشی سے مزین ہے، ایک سو بتیس (۱۳۲) صفحے ہین، کتاب، اہتمام سے طبع ہوئی ہے،

تاریخ دول الاسلام، ایک مصری فاضل کی تالیف ہے، کل اسلامی سلطنتون کی تاریخ کا مجموعہ ہے موقع موقع سے اسمین تصویرین دی ہین، چند جلدون مین یہ کتاب تمام ہوگی، ابہی صرف پہلا حصہ چہپکر شایع ہوا ہے، جسمین ۲۲۸ باب اور ۴۵۰ صفحے ہین، ۴ روپے اسکی قیمت ہے الہلال مصر کے پتہ سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔

ٹیلی فوٹوگراف، ڈاکٹر کارن ایک مدت سے ایسی ایجاد مین مصروف تہے جس سے تار برقی کے ذریعہ سے دور دراز مقامات کے فوٹو لئے جاسکین ڈاکٹر موصوف اپنے مقصد مین بہت کچہہ کامیاب ہو چکے ہین، ۲۲۱۱ میل ۶۷۸ گز کی دوری سے ٹیلیگراف کے ذریعہ سے باسانی فوٹو لئے جاسکتے ہین،

فلسفہ جدیدہ کی تاریخ جرمن کے ایک فاضل نے فلسفہ جدیدہ کی ایک تاریخ لکہی ہے جسمین اوسکے عہد بعہد کی ترقیان دکہلائی ہین فلسفہ جدیدہ کے مشاہیر علما کا تذکرہ لکہا ہے، ابہی اس کتاب کو عالم وجود مین آئے ہوئے کچہہ زمانہ ہی نہین گذرا کہ یورپ کی تمام شایستہ زبانون نے اسکو ہاتہون ہاتہہ لے لیا،

عربی دنیا ہم نہایت خوشی سے اسکا اظہار کرتے ہین، کہ عربی دنیا مین جمود کے بدلے حرکت محسوس ہو رہی ہے، جامع ازہر مصر، جامع زیتون ٹیونس، مدرسہ دیوبند، عربی دنیا کے یہ تین بڑے مدرسے ہین جن مین سے دو اول الذکر قدیم شاہی مدارس ہین، اور یہ تیسرا مدرسہ بہی ہندوستان کے ایک بڑے عالم کی طرف منسوب ہے، یہ تینون مدرسے عصبیت جمود کے مخزن اور مقتضیات زمانہ سے بے خبر تہے جہان سے ہر سال بیسیون فراغت کے شملے لہراتے ہوئے نکلتے تہے۔

مگر الحمد للہ کہ اب اون مین بیداری کے آثار نمایان ہین، جامع ازہر کے علما کے اہتمام سے ایک رسالہ شایع ہو رہا ہے جسکے چار نمبر اب تک نکل چکے ہین، اسکے اڈیٹر محمود بک زکی نام ایک مصری عالم

ہین، نوعیت مضامین کے لحاظ سے الندوہ کا ہم مقصد ہے، جامع زیتون کے طلبا نے
ایک علمی انجمن قایم کی ہے جسمین قومی اصلاح کی دفعہ بھی شامل ہے، مدرسہ دیوبند کے طلبا
نے بھی ایک علمی انجمن قایم کی ہے اور ایک رسالہ کی اشاعت کا بھی اشتہار دیا ہے جس کے
اکثر مقاصد الندوہ سے ملتے جاتے ہین، یہ رسالہ جس شان سے بھی نکلے علما کچھ ہاتھ پاؤن بھی
تو ہلاتے ہین،

ناظرین! کیا یہ **ندوۃ العلما** کا فیض اثر نہین ہے؟ ہم اوس دن کا نہایت اشتیاق سے
انتظار کر رہے ہین جب زمانہ علما پر ثابت کریگا کہ ندوہ کے مقاصد کس قدر ضروری ہین،

دنیا کی کل زبانون کی تعداد اسوقت تک جو دریافت ہوئی ہے وہ ۳۴۲۴ ہے صرف ایشیا کی
زبانین ۹۳۷ ہین اور یورپ مین پانچ سو ستاسی زبانین بولی جاتی ہین،

جرمن کی متواتر کوششین نئے نئے عجائبات پیش کر رہی ہین، اب تک تو ریل گاڑیون کے
انجن بخارات کے زور پر چلتے تھے مگر جرمن نے انجنون مین چند سالون سے برقی قوت کے
پر لگائے ہین جن سے انجن فی گھنٹہ ۱۵۰ میل طے کر لیتے ہین۔

طبعیات کا ایک ناقابل انکار مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی وقت مین دو چیزین ایک ظرف مین
نہین سما سکتین (عدم تداخل) اور یہ بھی تسلیم کیا جاتا تھا کہ دقائق (ایٹمز) اجسام کے سب سے
آخری اجزا ہین، مگر کارڈ کالون جو علم البرق کے ایک مشہور عالم ہین دعوی کرتے ہین کہ دقائق
کی بھی تقسیم ہو سکتی ہے اور وہ چند برقی اجزا سے مرکب ہین اور تداخل ممکن ہے، ہم نہین کہہ سکتے
کہ اس راے مین صحت کا کتنا حصہ شامل ہے،

سید سلیمان

[illegible] وہ [illegible] اشتہارات

[illegible] الندوہ میں تجارتی اشتہارات عام طور پر [illegible] آیندہ طبع کر دیا [illegible]
[illegible] کہ الندوہ سے تجارتی فائدہ بھی ملک کو ضرور پہونچنا چاہیے اسلیے ہم اعلان کرتے
[illegible] الندوہ میں حسب اشتہارات بشرح ذیل شائع ہو سکینگے، بشرطیکہ اجرت طبع اشتہار پیشگی وصول ہو جائے

ایک صفحہ	ایک سال کے لیے	سعہ
"	چھ مہینہ "	عہ
"	تین مہینہ "	سہ
"	ایک اشاعت "	سہ

[illegible] کے لیے مذکورہ بالا اجرت کا نصف لیا جائیگا اور ¼ صفحہ کے لیے ¼ اجرت لیجائے گی۔

تفسیر نظام القرآن عربی

مولفہ

پروفیسر عبد الحمید صاحب بی۔ اے

[illegible] عبد الحمید صاحب نے اپنی مشہور تصنیف "نظام القرآن" کا چھپوانا شروع کر دیا۔ یہ تفسیر متعدد
[illegible] ترتیب شائع ہوگی، اس تفسیر کی خوبی اُن لوگون سے پوشیدہ نہین جنھون نے الندوہ مین
[illegible] دیکھے ہین، اس تفسیر کی زبان فصیح و بلیغ عربی ہے اور ابتک اسکے حسب ذیل
[illegible] ہو چکے ہین۔ "المعین ندوہ" سے یہ اجزا مِلسکتے ہین، لکھائی چھپائی کاغذ نہایت اعلیٰ۔

[illegible] نظام القرآن، قرآن کی قسمون پر اس مین بحث کی گئی ہے	۱/
[illegible]	۱/
[illegible]	۳/

[illegible]

(۱) یہ رسالہ [illegible] ہے ہفتے [illegible]

(۲) اس رسالہ کی ضخامت معمولاً ۳۲ صفحے کی ہوگی۔

(۳) اس رسالہ کا مقصد علوم اسلامیہ کا احیاء اور علوم قدیمہ وجدیدہ کا [illegible]

اسکے ساتھ حسب ذیل مضامین ہونگے۔

(الف) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید

(ب) ممالک اسلامیہ مین آجکل جو کتابین لکھی جا رہی ہین انپر تقریظ۔

(ج) اکابر سلف کی سوانح عمریان جن مین زیادہ تر انکے اجتہادات سے بحث ہوگی

(د) نصاب تعلیم مروجہ پر بحث۔

(ہ) ندوۃ العلما کے متعلق حالات۔

(و) علمی خبرین۔

(۴) چونکہ دقیق مضامین سے عام لوگون کو دلچسپی نہین ہوسکتی اس لئے ہر پرچہ مین [illegible] دو دقیق مضامین اور باقی عام فہم و آسان ہونگے

(۵) اس رسالہ کی قیمت معہ محصول دو روپیہ سالانہ ہوگی [illegible]

(۶) کل خط و کتابت منیجر رسالہ کے نام دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتے سے [illegible]
اسی پتہ سے بھیجا جائے۔

(۷) جسکے پاس کسی مہینے مین رسالہ نہ پہونچے تو اسی مہینے مین اطلاع دینی چاہیے [illegible]

(۸) جو صاحب خط لکھین وہ اپنا نام صاف اور [illegible] لکھین اور [illegible]

(۹) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہیے [illegible]

الندوہ

نمبر ۸	شعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء	جلد ۴

مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ	
۱	فلسفہ اور فارسی شاعری	مولانا شبلی صاحب نعمانی	۳	۱۰
۲	علم ہیأت اور مسلمان	سید سلیمان صاحب	۱۱	۲۱
۳	مسلمانوں کی بے تعصبی	ایضاً	۲۲	۲۶
۴	عرب کے یورپین سیاح	ایضاً	۲۷	۳۱

باہتمام قاری عبد الولی خلف علامہ آسی مولوی عبد العلی صاحب مدراسی

آسی پریس لکھنؤ میں بکمال حسن و خوبی طبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا

اشتہار

علم الکلام

طبع دوم درجۂ اعلےٰ

مصنفہ

شبلی نعمانی

اس کتاب مین علم کلام کی ابتداء، اسکی مختلف شاخین اور عہد بہ عہد کی ترقیون کی نہایت تفصیلی تاریخ اور اُسکے متعلق مباحث اور تحقیقات ہین۔ طبع اول ختم ہو چکی تھی اسلیے نہایت اہتمام سے دوبارہ خوشخط اور صحیح چھاپی گئی ہی۔

قیمت عہ/

زیادہ جلدون کے خریدار کو فی صدی عـــہ کمیشن ملیگا۔

دفتر ندوہ لکھنو سے مل سکتی ہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الندوہ

شذرات

ہم نہایت افسوس کے ساتھ لکھتے ہین کہ خان بہادر منشی اطہر علی صاحب وکیل نے جو ندوہ کے ایک پُرجوش انتظامی ممبر تھے ماہ گذشتہ مین مدینۂ طیبہ مین انتقال کیا، مرحوم اُن لوگون مین تھے جنھون نے ندوۃ العلما کو ہر موقع پر ہر قسم کی مددی، لکھنو مین ندوہ کا اجلاس خاص منشی صاحب مرحوم کے اہتمام اور مسرت سے انجام پایا تھا،

منشی صاحب ذیحجہ ۱۳۲۵ھ ہجری ہی مین حج سے فارغ ہوچکے تھے مگر سرزمین حجاز نے کچھ دون روکے رکھا اور آخر وہین کی خاک سے پیوند ہوے،

۲۳ جمادی الثانی کو مدرسین اور طلباے دارالعلوم نے قرآن پاک پڑھکر مرحوم کی روح کو ہدیۂ ثواب بھیجا اور مدرسۂ دارالعلوم تین دن کے لیے بندکر دیا گیا،

کسقدر افسوس کے ساتھ یہ خبر سننے کے قابل ہو کہ حافظ احمد رضا خان سکندر نواز جنگ سابق مدار المہام ریاست بھوپال و رکن عدالت العالیہ نظام نے ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۵ہجری مین وفات پائی مرحوم نے ابھی ابھی ندوہ کے کتب خانہ مین ۶۰۰ کتابین وقف کی تھین، ندوہ کی مالی امداد کا بھی ارادہ رکھتے تھے مگر افسوس بدقسمتی سے پورا نہوا،

اورنگ زیب عالمگیر کے مضمون کا سلسلۂ اشاعت کئی مہینے سے بند ہی منتظر احباب کی خدمت مین یہ اطلاع دیجاتی ہو کہ آیندہ مہینے سے پھر اسکا سلسلہ شروع ہوگا

نہایت افسوس ہو کہ نواب عبد الشکور خان رئیس علیگڈھ نے حج سے واپس آتے ہوئے، راستہ مین وفات پائی، مرحوم اول شخص تھے جنھون نے **ندوہ** کو مالی امداد دی، مرحوم کو قومی کامون سے ایک فطرتی دلچسپی تھی طلباے دار العلوم نے ۷ رجب کو ایک جلسہ تعزیت منعقد کیا جسمین سید سلیمان نے ایک عربی مرثیہ پڑھا ہم نہایت خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہین کہ خدا مرحوم کے پس ماندون کو صبر جمیل عطا فرمائے،

منشی مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا بیرسٹری کے امتحان مین کامیاب ہو کر وطن تشریف لائے، ہم منشی مشیر حسین صاحب کو انکی اس کامیابی پر دل سے مبارکباد دیتے ہین دار العلوم جو ہمیشہ انکا زیر بار احسان رہا ہی، انکی نگاہ توجہ کا منتظر ہی،

کتب خانۂ ندوہ خوشی کی بات ہو کہ قوم مین کتب خانۂ ندوہ کی توسیع کی تحریک ہو رہی ہو اس سال کتب خانہ نے اتنی ترقی کی کہ کتب خانہ کا موجودہ ہال کتب خانہ کی ضرورت کے لیے کافی نہوا، اور ہمکو کتب خانہ کا کمرہ اور وسیع کرنا پڑا،

شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر نے اپنی تالیفات ندوہ مین بھیجی ہین حکیم علی احمد صاحب نے ندوہ کو دوسو کتابین دی ہین جن مین دینیات کا زیادہ حصہ ہے ابھی یہ کتابین دفتر ندوہ مین نہین پہونچی ہین اسلیے ہم نہین بتا سکتے کہ یہ سرمایہ کتنا قیمتی ہے؟ ہم نہایت شوق سے اُسدن کا انتظار کررہے ہین جب یہ قومی کتب خانہ ہندوستان مین علمی جواہرات کا سب سے بڑا خزانہ بن جائیگا،

فلسفہ اور فارسی شاعری

سحابی نجفی

شعر العجم کے نام سے فارسی شاعری کی جو مبسوط تاریخ مین لکھ رہا ہون اسکے طیار ہونے مین ابھی دیر ہے، اسلیے مناسب معلوم ہوا کہ الندوہ کے ذریعہ کبھی کبھی اسکے نمونے اہل نظر کے سامنے پیش کیے جائین، یہ مضمون اُسی چمن کا ایک گلدستہ ہے،

دوسو برس سے مسلمانون کی شاعرانہ مذاق کا جو انداز ہے، اور اسکی وجہ سے آج جس قسم کے اشعار زبانون پر چڑھے ہوئے ہین، یا دل و دماغ مین جاگزین ہین اسنے یہ عام خیال پیدا کردیا ہے کہ فارسی شاعری سے زمانے مین زلف و خال و خط، جھوٹے خوشامد مداحی، مبالغہ، اور فرضی خیال بندی کی سوا اور کچھ نہین، فردوسی کا رزمیہ، مولانا روم کا تصوف، سعدی کی پند و موعظت، استثنائی چیزین ہین جس طرح کنکر پتھر کے ڈھیرون مین کہین کہین ایک آدھ چمکتے ہوے جوہر بھی نظر آجاتے ہین، لیکن حقیقت یہ ہے کہ فارسی شاعری، ترقی کی اس حد تک پہونچ چکی تھی جسکی نظیر سے ایشیا کی تمام زبانین خالی ہین، عرب نے بے شبہ، شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا تھا لیکن شاعری کی ایک

اعلیٰ صنف یعنے **فلسفہ** کا مطلق پتہ نہین بخلاف اسکے فارسی مین اس کثرت سے فلسفیانہ خیالات ادا کیے گئے ہین کہ اگر ان کو ترتیب سے یکجا کیا جائے تو فلسفہ کی ایک مستقل کتاب بن جائے، فلسفیانہ شاعری کے مشہور ارکان **خیام، ناصر خسرو**، ہین، لیکن یہ عجیب بات ہو کہ جو تاجدار اس اقلیم کا شاہنشاہ ہو، شہرت عام کے ممبر پر اسکے نام کا خطبہ نہین پڑھا گیا، اگرچہ اہل فن اسکے نام سے اچھی طرح واقف ہین، تمام تذکرون مین اُس کا ذکر ہو **مرزا صائب** نے، اسکو رباعی گویون کا خاتم تسلیم کیا ہو ع

رباعی گر ز موزونان، مسلم شد **سحابی** را،

لیکن با این ہمہ وہ خود، اور اسکا کلام، شہرت کی حد تک نہ پہونچ سکا، اسکے حالات بھی بہت کم معلوم ہین تاریخ ولادت کسی نے نہین لکھی، زمانے کی تعین کے لیے تذکرہ نویسون نے اسی قدر کافی خیال کیا کہ **اکبر** اور عباس صفوی کا ہم عصر تھا، مولوی غلام علی آزاد نے سرو آزاد مین لکھا ہو کہ سنہ ۱۰۱۰ ہجری مین وفات پائی، زندگی کا کارنامہ یہ ہو کہ چالیس برس تک **نجف** مین گوشہ نشین رہا، اور کبھی روضۂ مبارک کے حاطے سے قدم باہر نہین نکالا، مولوی غلام علی آزاد نے صبح صادق کے حوالے سے نقل کیا ہو کہ ایک دفعہ کہین جاتے تھے، راہ مین نہر تھی، چاہا کہ سطح آب سے گذر جائین، پانون تہ مین جانے لگا، سمجھے کہ یہ دنیاوی تعلق کا اثر ہو، مجکو اور تو کسی چیز سے علاقہ نہین، البتہ دیوان سے دلبستگی ہو، یہ کہکر دیوان کو پانی مین ڈال دیا، ستر ہزار رباعیان تھین اِن مین سے بتیس ہزار کے قریب لوگون نے بیاضون مین لکھ لی تھین، وہ رہ گئین، باقی مفقود ہین، تقی اوحدی نے لکھا ہو کہ جرجان اصلی وطن ہو لیکن ولادت شوشتر مین ہوئی، والہ داغستانی کی یہ تحقیق ہو کہ استرآباد مین پیدا ہوا اور **نجف** مین زندگی بسر کی،،

تجرد اور گوشہ نشینی کا یہ درجہ تھا کہ نام بھی گوشہ نشین رہا، عالم تجرد کے تاجدار اور بھی گذرے ہین لیکن وہ جس قدر گمنام بننا چاہتے تھے اُسیقدر اور زیادہ مشہور ہوتے تھے جس قدر چھپتے تھے اُسیقدر زیادہ چمکتے تھے، اسی بنا پر شاعر نے کہا ہو ~

	درکیش ما تجرد عنقا تمام نیست	در فکر نام ماند اگر از نشان گذشت

یہ فخر سحابی ہی کی قسمت مین تھا کہ اسنے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے نام کو بھی، لوگون سے
ناشناس ہونے نہ دیا،

سحابی نے شاعری کی صرف ایک صنف یعنے **رباعی** اختیار کی، رباعیون کی تعداد مین اختلاف
ہی، بعضون نے ستر ہزار بیان کی ہی، والہ داغستانی اور ہدایت قلی کو صرف چھ ہزار رباعیان ہاتھ آئین
لیکن مین نے خود دس ہزار رباعیان دیکھی ہین، عالمگیری امرا مین ایک شخص محمد سمیع نام تھا، اسکے
کتب خانہ کا ایک مجموعہ اشعار میری نظر سے گذرا اسکے پہلے حصے کی سُرخی، منتخب رباعیات سحابی ہی اس مین
چھ ہزار سے زیادہ رباعیان ہین، جب انتخاب اسقدر ہی تو پورا کلام اس سے کچھ زیادہ ہی ہوگا، اس مجموعہ
کی نقل میرے کتب خانہ مین موجود ہی،

رباعیون کے علاوہ غزلین بھی ہین، والہ داغستانی نے ان کے اشعار نقل بھی کیے ہین
لیکن وہ ایسے موتی نہین کہ سحابی کے تاج کمال پر ٹانکے جائین، البتہ مثنوی کا ایک شعر ہی جو اس قابل ہی
کہ اسپر سے ہزار مثنویان نثار کر دی جائین، سہ

	عشق حقیقی ست مجازی مگیر	این دم شیر ست بہ بازی مگیر

رباعیون مین ہر قسم کے صوفیانہ، فلسفیانہ اور اخلاقی مضامین ہین، ہم چند رباعیان نقل کرتے ہین اور
ان کے مضامین کی تشریح کرتے ہین،

(۱) عوام بلکہ خواص تک کا اعتقاد ہی کہ سلسلۂ کائنات کے اکثر واقعات، برگزیدگان خاص کی
مرضی اور خواہش کے موافق ظہور مین آتے ہین، شاعر کا خیال ہی کہ یہ نہین بلکہ نظام عالم جس طرح چل رہا ہی
اسکو کسیکی خواہش اور استدعا سے کوئی علاقہ نہین، جو کچھ ہونا ہی ہوجاتا ہی اسمین کسیکو فائدہ یا نقصان
پہونچ جاسے، تو اتفاقی بات ہی، نظامِ عالم کا وہ مخاطب نہین، اسکی یہ مثال ہی کہ دریا اپنے زور مین

موجین مارتا ہی، اسمین کہین کوئی تنکا آگیا، اور بہاؤ مین کہین سے کہین پہونچ گیا، اب اگر تنکا یہ خیال کرے کہ دریا کا یہ زور وشور میری دشمنی کی وجہ سے تھا تو اس سے بڑھکر کیا حماقت ہو سکتی ہی یہی حال انسان کا ہی، زمانے کے حوادث خود بخود پیش آتے رہتے ہین، کسی انسان کو فائدہ یا نقصان پہونچانا ان کو پیش نظر نہین ہوتا، اس خیال کو سحابی نے اسطرح ادا کیا ہی ؎

عالم بخروش لا اِلٰہ الا ہوست	غافل بہ گمان کہ دشمن ست یا دوست
دریا بوجود خویش موجے دارد	خس پندارد کہ این کشاکش با دوست

(۲) عام لوگ کسی کسی وقت، تسبیح وغیرہ کے ذریعہ سے خدا کا ذکر کرتے ہین، لیکن خالی خدا کا نام لینا حقیقی تسبیح نہین، انسان اگر معرفت الٰہی حاصل کرے تو جو کچھ وہ زبان سے بولے گا، سب خدا کی تسبیح ہی ؎

تسبیح چہ سود مرد بے عرفان را	جز آنکہ شناسد مگر آن سلطان را
ہر چیز کہ گوید آدمی تسبیح است	گر بشناسد بہ واجبے سبحان را

(۳) انسان مین خدا نے جو بری صفتین مثلاً غصہ، کینہ، حسد وغیرہ پیدا کی ہین، دراصل بری نہین، بلکہ یہ چیزین اسلیے پیدا کی گئی ہین کہ حفاظت خود اختیاری کے کام مین آئین، انسان مین اگر غصہ اور غضب کا مادہ نہ ہوتا تو وہ دشمن کے حملے سے اپنے آپکو نہ بچاتا اور ہلاک ہو جاتا، یا مثلاً اسکا کوئی عزیز یا دوست مارا جاتا تو وہ انتقام کا خواستگار نہ ہوتا، اور برائیون کی بھی یہی کیفیت ہی کہ وہ درحقیقت کسی ضرر کے روکنے کے لیے پیدا کی گئی ہین، ؎

ہر نفس بدے نیک شود عرفان را	گر بشناسی حکیم صاحب شان را
سگ اہل محلہ را بود دربانے	ہر چند کہ دزد خوش ندارد آن را

(۴) تعدد الٰہ یعنی کئی خدا ماننا باطل ہی، ؎

هرچند که عالمی ست شیدا او را　　جنگ ست به غیر بینی ما او را
یک خواجه (آقا) هزار بنده را می شاید　　یک بنده نکو نیست دو مولا او را

مطلب ایک آقا کے ہزار غلام ہوسکتے ہین، لیکن ایک غلام کے کئی آقا ٹھیک نہین،

(۵) چونکہ حضرات صوفیہ، وحدت، وجود کے قائل ہین، اسلیے وہ جبر و قدر کے مسئلہ مین جبر کا پہلو لیتے ہین یعنے جو کچھ کرتا ہی خدا ہی کرتا ہی، انسان کو مطلق کسی قسم کا اختیار نہین، حکما کہتے ہین، کہ ارادہ اور خواہش ہمارے اختیار مین ہی اسلیے نفس کو امارہ کہتے ہین کہ وہ برائی کا حکم دیتی ہی سحابی کہتا ہی کہ ہان نفس نے ہمکو برائی کا حکم دیا لیکن نفس کو اس حکم دینے کا حکم کسنے دیا۔ ؎

هر فتنه که زد حکیم در بارهٔ ما　　گردیم و نبود غیر آن چارهٔ ما
بی حکمش نیست هرچه سر زد از ما　　مأمورهٔ اوست نفس امارهٔ ما

(۶) صوفیہ نے وحدت وجود کی تعبیرین، مختلف طور سے کی ہین جنمین سے ایک حباب اور دریا کی تشبیہ ہی،

آجکل یورپ کے عام فلاسفر کہتے ہین کہ دنیا مین دو چیزین ہین، مادہ اور قوت، اور مادہ کبھی قوت سے خالی نہین ہوسکتا، اسکے ساتھ یہ بھی نظر آتا ہی کہ عالم کے تمام نظام مین خاص تناسب و انتظام پایا جاتا ہو جس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایک اور چیز ہی یعنے عقل جسکو انگریزی مین **وزڈم** کہتے ہین، تمام عالم ایک مادہ ہی، اس مادہ مین ایک عام قوت ہی. اس عام قوت مین ایک عقل کل ہی، اور یہی خدا ہی **سحابی** نے بھی **وحدت وجود** کی تعبیر اسکے قریب قریب کی ہی، ؎

ای از تو حقیقت تو بس ناپیدا　　با آن که توئی ز هرچه پیدا پیدا
توحید طلب، عین همه اشیا شو　　همچو یک جان در همه اعضا پیدا

(۷) قرآن مجید مین خدا نے کہا ہی کہ قرآن ہدایت بھی کرتا ہی اور گمراہ بھی یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا

سحابی اسکو اسطرح ثابت کرتا ہی ؎

قرآن ہادی ست گرچہ ہر ملت را | اوسط خواہد ز کثرت و قلت را
ہر چند عسل ہست شفاء للناس | اما نہ ہمہ مرض نہ ہر علت را

(۸) تغیرات عالم سے، خدا کی ذات مین کوئی تغیر نہین پیدا ہوتا ؎

ہر چند کہ ہست آمد و شد ما را | بر حال خود است ذات آن یکتا را
از خلق ملالتے نہ دارد خالق | از موج تعب نمی شود دریا را

(۹) انسان، لوگون کی نسبت بھلائی، یا برائی کی رائے قائم کرتا ہی، اور اس بنا پر لوگون کو بھلا یا برا کہتا ہی، لیکن انسان کسیکے اخلاق اور صفات کو اسی وقت اچھی طرح جان سکتا ہی جب خود بھی جانچ لے ؎

جز عین تو نیست ہر کہ خوانی او را | در از نظر قبول دانی او را
تا کے گوئی کہ این بد و آن نیک است | ہر کس کہ تو نیستی چہ دانی او را

(۱۰) عالم مین جو کچھ نظر آتا ہی حقیقی نہین، حقیقی وہ چیز ہی جو نظر نہین آتی، مثلاً ہم کسی جسم کو دیکھتے ہین تو جو چیز ہمکو نظر آتی ہی وہ صرف رنگ اور اسکا ظاہری طول و عرض ہی، لیکن یہ چیزین در اصل جسم کی حقیقت نہین ہین، یا مثلاً ہوا کا بگولا جب اٹھتا ہی تو ہم صرف گرد اور خاک کو دیکھتے ہین جو چکر لگا رہی ہی، لیکن اسکے اندر جو اصلی چیز ہی یعنے ہوا وہ ہمکو نظر نہین آتی جس چیز کو ہم آسمان سمجھتے ہین یہ بعد نظر ہی آسمان نہین، اسی بنا پر حضرات صوفیہ نے دو نام رکھے ہین **نمود** یعنے جو چیز نظر آتی ہی، اور اصلی نہین ہی **بود** یعنے جو حقیقی ہی، اور نظر نہین آتی ؎

تو آئینۂ وجود مائی عدما | یعنے ما را اگر توان دید بما
ہر چیز کہ پیدا ست **نمود** است نہ **بود** | بعدست کبود ہے کہ بینی نہ سما

(۱۱) اچھے سے اچھے کام مین بھی اگر خود غرضی شامل ہو تو اسکی قدر نہین ہو سکتی بلکہ خود جاتا ہی

کہ خدا کے حق مین دعا سے خیر کرین، لیکن فقیر اور سائل، لوگون کو جو دعائین دیتے ہین، اس کی قدر نہین کی جاتی ہے

تا ثیر تحیت و تحیت خوان را	از بے غرضی شناس پاکی جان را
چیزے نبود بہ از دعا انسان را	اما ز لب گدا نخواہند آن را

(۱۲) دنیا کی قدر و عزت اسوجہ سے ہے کہ لوگون کا مذاق اور حوصلہ بلند نہین، اسیلیے کم رتبہ چیزون کو بڑی چیز سمجھتے ہین، اور اسکی قدر کرتے ہین ہے

صاحب نظر عشق کہ عالی گہر ست	آرام گہش نہ ہر دو عالم بدر ست
عزت دنیا ز اہل دنیاست ہمہ	قدر کہ و جو ز کثرت گاو و خر ست

یعنے دنیا کی عزت، دنیادارون کی وجہ سے ہے، اگر مویشی اور گاے بیل نہ ہوتے تو چارے اور گھانس کی کیا قدر ہوتی،

(۱۳) خدا کے پہچاننے مین عقل بالکل بیکار ہے ہے

جز وجہ اللہ دلیل وجہ اللہ نیست	این دیدہ وری بہ نور مہر و مہ نیست
در ورطۂ عشق عقل جز ابلہ نیست	غواصان را شمع دلیل رہ نیست

یعنے غواص جو دریا مین غوطہ لگاتے ہین، وہ مشعل لیکر نہین چلتے، اسی طرح عقل، معرفت الٰہی کی راہ مین بیکار ہے؛

(۱۴) انبیا کی ضرورت کیون ہے ہے

حق کز ہمہ چیز جل ربہ عنوان شدہ است	از غایت پیدائی پنہان شدہ است
یعنے ور بہ سخن و زبان او نشناسند	حاجت بہ نبوت از پی آن شدہ است

(۱۵) دعا کی عدم ضرورت ہے

دائم دل و جان از و در افروختن ست	گر ساختن ست از و، و گر سوختن ست
از حق کرم و لطف، تمنا کردن	مہر و مہ را روشنی آموختن ست

(۱۶) نیکی اس غرض سے کرنا کہ بہشت ہاتھ آئیگی، یا برائی سے اسلیے بچنا کہ دوزخ سے نجات ملے گی، کم رتبہ لوگون کا کام ہی صاحب معرفت، خوف و طمع کی بنا پر کوئی کام نہین کرتا بلکہ اسلیے کرتا ہی کہ یہی کرنا چاہیے تھا، اسی لیے ایک بڑے اہل اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش دوزخ اور جنت، مٹا دیجاتی کہ جو شخص خدا کی عبادت کرتا محض خلوص سے کرتا خوف اور طمع کا لگاؤ نہ ہوتا ع

این خلق کہ عقل را بہ خود ناخلف ست	بے خوف و رجائے نار و جنت تلف ست
چون خر کہ براہ راست آرند او را	خوف بہ چوب ست یا امید علف ست

یعنی اگر دوزخ اور جنت کا ڈر اور طمع نہوتی، تو عوام، بداخلاق ہو کر تباہ ہو جاتے جس طرح گدھا، سیدھے راستے پر جب ہی چلتا ہی جب ڈنڈے کھانے کا ڈر، یا چارہ اور گھانس کی امید ہو،

شبلی نعمانی
از دار العلوم
ندوۃ العلما لکھنو،

نمبر دوم
علم ہیات
اور
مسلمان

اس سے پہلے اس عنوان پر جو بحث تھی وہ محض تاریخی پہلو سے تھی اس نمبر مین ہم عنوان بالا

اس حیثیت سے قلم اٹھاتے ہین کہ مسلمانون نے بطلیموسی ہیأت پر کیا اضافہ کیا؟ اور اسمین کیا کیا غلطیان نکالین؟ مضمون مین ہاتھ لگانے سے پہلے ہم حضرت الاستاذ العلامہ **شبلی نعمانی** کے اس مقولے کی طرف توجہ دلاتے ہین "یہ ظاہر ہو کہ فلسفۂ یونان اور فلسفۂ حال مین بُعد المشرقین کی نسبت ہی اصول ارتقا کے موافق کوئی قوم دفعۃً ترقی نہین کر سکتی، اسلیے فلسفۂ یونان کو فلسفۂ حال تک پہونچنے کے لیے ایک درمیانی زینہ کا ہونا ضرور ہی، یہ زینہ درحقیقت اسلام ہی کا فلسفہ ہی" ہم اکثر مسئلہ مین دکھائین گے کہ اسلامی ہیأت کو حال کی ہیأت سے کس قدر مناسبت ہی،

(۱) اسلام سے پہلے دو مختلف الاصول ہیأتین دنیا مین موجود تھین: ایک فیثاغورث کی ہیأت جسمین آفتاب کو ساکن اور زمین کو متحرک قرار دیا گیا تھا، دوسری بطلیموس کی ہیأت جسمین کائنات کا مرکز زمین مانی گئی تھی اور ساکن ثابت کی گئی تھی اور آفتاب متحرک تسلیم کیا گیا تھا لیکن اسلام سے پہلے ہی فیثاغورثی ہیأت مٹ چکی تھی، یونان کی ہر علمی مجلس مین بطلیموس ہی کا چرچا تھا، مسلمانون نے جب نگاہ اٹھائی تو ہر مطلع پر انھین بطلیموس ہی کی ہیأت نظر آئی، اسلیے مسلمانون مین اسی ہیأت کا رواج ہوا، مسلمانون کو علم ہیأت سے جو شغف تھا اسکا قیاس **امام غزالی** کے اس قول سے کرو،

من لم یعرف الہیأۃ والتشریح فھو عنین فی معرفۃ اللہ[1] || جو علم ہیأت اور تشریح سے واقف نہین وہ خدا کی معرفت مین نامرد ہی،

اس شغف اور دلچسپی کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ مسلمان ہمیشہ ہیأت کی ترقی مین مصروف ہون، گذشتہ نمبر مین تم تاریخی طور سے مسلمانون کی اُن کوششون سے واقف ہو چکے ہو جو انھون نے علم ہیأت کی ترقی مین کین، اب ہم مسلمانون کی ایک دوسری قسم کی کوششون کا ذکر کرتے ہین، سب سے پہلے مسلمانون نے ان دور از کار مسائل کا انکار کر دیا جو فلسفۂ یونانی کے دین وایمان ہین،

(۱) آسمان ذی روح، ذی عقل، ذی ارادہ ہی،

---

[1] تصریح الافلاک صفحہ ۲،

(٢) آسمان کے دو نفس ہین، پہلا نفس مجرد، غیر مادی ہی دوسرا نفس جرم فلکی مین ساری ہی؛

(٣) آسمان واقعات عالم سے واقف ہی اور اسکو اُن پر اطلاع ہوتی ہی[1]

(٤) ستارون کا حوادث پر خاص اثر ہی؛

کرنلیس وانڈیک جو ہیأت جدیدہ کا ایک ماہر ہی علم اصول الہیأت مین لکھتا ہی کہ چوتھے خیال کا ابطال، جدید ہیأت نے کیا، لیکن شاید اُسکو خبر نہین کہ اسلام ایک مدت سے منادی کر رہا ہی کہ کواکب کا حادثات عالم پر کوئی اثر نہین ہی؛

(٢) حکماے یونان تمام عالم کو ایک کرہ کی شکل مین مانتے تھے جو تیرہ کرون سے ملکر بنا ہی، نو کُرے نو آسمان کے اور چار، عناصر اربعہ کے، وسط عالم مین زمین ہی، اسکے اوپر پانی ہی اور پانی کے چارون طرف ہوا کا کرہ ہی اور کرۂ ہوا کو کرۂ نار محیط ہی اور کرۂ نار کے اوپر تہ بتہ نو آسمان ہین، حکماے اسلام نے اسکو نہین تسلیم کیا کہ کرۂ نار ایک مستقل کرہ اور خاص عنصر ہی، ابوریحان بیرونی، شیخ الاشراق، ابو اسحاق کندی، نے اسکے ابطال پر دلیلین قائم کین[2]؛

یونانیون کا استدلال یہ تھا، کہ ہر چیز فطرۃً اپنے کرہ (حیز) مین رہنا چاہتی ہی یہی وجہ ہی کہ ڈھیلا جب اوپر پھینکو گے تو نیچے ہی آئے گا، کیونکہ ڈھیلا طبعی طور سے یہی چاہتا ہی کہ کرۂ ارض مین رہے، اسی طرح آگ کی شعاع جب دیکھو گے تو اوپر سر اُٹھائے ہوگی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ آگ کا کرہ اوپر ہی، لیکن بداہۃً ہم دیکھتے ہین کہ زمین کے اوپر کرۂ ہوا ہی اسلیے کرۂ نار ہوا سے اوپر اور آسمان سے نیچے ہی؛

(١) شیخ الاشراق یہ جواب دیتے ہین کہ ڈھیلا اور شعاع کے اوپر نیچے ہونے کی یہ وجہ نہین ہی وجہ یہ ہی کہ ثقیل چیز ہمیشہ نیچے رہیگی اور ہلکی پھلکی شی ہمیشہ اوپر رہیگی، اسی لیے ڈھیلا نیچے جاتا ہی اور شعلا اوپر اُٹھتا ہی نہ یہ کہ کرۂ نار اوپر ہی، یہ جواب بالکل فلسفۂ حال کے موافق ہی، شیخ الاشراق نے ایک اور جواب دیا ہی جسکا سید

[1] تہافت الفلاسفہ امام غزالی صفحہ ٣ و ٤٤

[2] شرح چغمینی صفحہ ١٨

... ہے کہ انسان کی ترکیب مین آگ بھی داخل ہے اور یہ آگ خالص آگ ہے، اور وہ یہ بھی کہتے ہین کہ خالص آگ صرف کرۂ نار مین پائی جاتی ہے، پھر حیرت ہے کہ یہ خالص آگ کرۂ نار سے انسانون کی زمین مین کس مرکب پر سوار ہو کر آئی، اور یہ آگ وہان ہے بھی یہ ہوا ہے جو تصادم کی وجہ سے روشن ہو جاتی ہے،

(۲) حکماے یونان ہوا کے اوپر کرۂ نار ہونے کی ایک اور دلیل دیتے تھے کہ آسمان کے نیچے کبھی کبھی دمدار ستارے اور لمبے لمبے روشنی کے لکے نظر آتے ہین اور یہ سب چیزین آگ سے پیدا ہوتی ہین پس اگر کرۂ نار اوپر نہین ہے تو یہ چیزین اوپر کیونکر پیدا ہوتی ہین؟ نیز اگر تصادم اور رگڑ کی وجہ سے ہوا روشن ہو جاتی تو ظاہر ہے کہ قطبین کے پاس آگ نہ ہوتی کیونکہ وہان حرکت ہی نہین ہوتی جو تصادم ہو تو چاہیے تھا کہ وہان دمدار ستارے اور روشنی کے لکے نظر نہ آتے حالانکہ قطبین کے پاس بھی یہ ظاہر ہوتے ہین،

علامہ قوشجی نے یہ جواب دیا کہ یہ اعتراضات تو جب تسلیم ہو سکتے ہین جب یہ مان لیا جائے کہ دمدار ستارے اور یہ لکے آگ سے پیدا ہوتے ہین، ممکن ہے کہ یہ مستقل وجود رکھتے ہون اور قطبین کے پاس انکا ظاہر ہونا بھی انکے مستقل وجود کی دلیل ہے ہم نے خود ان کو بارہا ادھر ادھر حرکت کرتے ہوئے دیکھا ہے یہ بالکل صحیح ہے جدید ہیأت کی تحقیق مین یہ سب مستقل ستارے ہین جو ایک خاص قانون کے موافق اس وسیع فضا مین سیر کرتے ہین، ان ستارون کی حرکت اور نظر آنے کی اسٹرانومی (ہیأت) نے تحدید بھی کر دی ہے، کہ وہ کب نظر آئین گے اور کدھر نظر آئین گے،

(۳) مشائیہ کی تقلید سے حکماے اسلام بھی اسکے قائل تھے کہ زمین ساکن ہے **امام غزالی** نے اسپر عجیب عجیب دلیلین بھی قائم کی ہین جو شرح مواقف مین منقول ہین، مسلمانون مین سے کسی نے سکون ارض کی تردید تو نہین کی، مگر **علامہ عاملی** سکون ارض کے پھس پھسے دلائل دیکھکر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے، کہ "انصاف یہ ہے کہ حرکت ارض کے ابطال پر کوئی دلیل نہ قائم ہو سکی"[1]

---

[1] حاشیہ شرح چغمنی صفحہ ۱۲،

(۴) قدماے یونان ثوابت مین کسی قسم کی بھی حرکت نہین تسلیم کرتے تھے ابرخس حرکت ثوابت کا قائل ہوا اور اُسنے ثوابت کو مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہوئے پایا، مگر اُسکی تحقیق صرف اُن ثوابت تک محدود تھی جو منطقہ کے قریب ہین، اور نیز اُنکی مقدار حرکت کا بھی وہ اندازہ نہ کر سکا بطلیموس نے مقدار حرکت کی تعیین کی، افلاک کے تین سو ساٹھ درجے ہین بطلیموس نے ثابت کیا کہ ثوابت صرف ایک درجہ کو سو شمسی سالون مین طے کرتے ہین،

ابن الاعلم نے بطلیموسی تحقیق کا بڑے زور سے انکار کیا، اُسنے ثابت کیا کہ ثوابت شمسی سالون مین ایک درجہ کو اور پچیس ہزار دو سو سالون مین پورے فلک کو طے کرتے ہین سنہ ۶۵۷ھ مین ہلاکو نے مراغہ مین جو رصد بنوائی تھی، اسنے بھی ابن الاعلم کی رائے کی تائید کی، مگر محی الدین مغربی جو اسی رصد مین ثوابت کی ترصید پر ممتاز تھا اُسنے یہ دعوی کیا کہ ثوابت چھیاسٹھ شمسی سالون مین ایک درجہ کی سیر کر لیتے ہین متاخرین نے بالاتفاق مغربی کے تحقیق کی تائید کی،[۱]

(۵) بطلیموس نے ایک ہزار بارہ ثوابت کا شمار کیا تھا، تین روشن اجرام کی دھندلی روشنی اسکی نظر مین اور تھی مگر وہ انکو ستارہ نہین سمجھا تھا، عبد الرحمن صوفی نے ثابت کیا کہ وہ تینون بھی ثوابت ستارے مین ثوابت کی تعداد ایک ہزار پندرہ تک پہونچائی،[۲] یہ تعداد ہیأت جدیدہ کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے آجکل خالی آنکھون سے ۶۰۰۰ ستارے معلوم کیے گئے ہین، ہیأت جدیدہ مین ستارون کی شدت اور خفت نور کے لحاظ سے بیس قسمین قرار دی ہین، ارکلنڈر جو کسی رصدخانہ کا سکرٹری تھا اُسنے صرف ساتوین قسم کے تیرہ ہزار اور آٹھوین قسم کے چالیس ہزار اور نوین قسم کے ایک لاکھ بیالیس ہزار ثوابت دریافت کیے ہین،

---

[۱] شرح چغمنی صفحہ ۲۳،

[۲] شرح چغمنی صفحہ ۳،

(۶) سبع سیارات کی ترتیب مین حکماے یونان سخت مختلف تھے،قدما کی رائے ہے کہ عطارد اور زہرہ آفتاب سے اوپر ہین، مسلمانون مین مؤید الدین، راصد مراغا ورعلامہ قطب الدین اسپر متفق ہین کہ آفتاب زہرہ اور عطارد کے بیچ مین ہے، بطلیموس تخمینی طور سے اسکا قائل تھا کہ زہرہ اور عطارد آفتاب کے نیچے ہین، مگر اسپر کوئی دلیل نہ قائم کرسکا، سب سے پہلے مسلمانون نے اپنے مشاہدات سے اسکو ثابت کیا ابو عمران نے بغداد مین، محمد بن عبد الکریم نے فرسین مین زہرہ کو ایک تل کی طرح آفتاب کے نیچے دو مرتبہ دیکھا، اوران دونون مشاہدون مین بیس برس کا فاصلہ تھا، ابن سینا نے بھی زہرہ کا اسی طرح مطالعہ کیا ابن ماجہ اندلسی نے طلوع آفتاب کے وقت زہرہ اور عطارد دونون کا آفتاب کے نیچے اسطرح مشاہدہ کیا جیسے رخ آفتاب پر دو تل ہون، اس سے ثابت ہوا کہ زہرہ اور عطارد آفتاب کے نیچے ہین، بعض لوگون نے جن مین عاملی مصنف تصریح بھی شامل ہین ان محققین کی خوب ہی ہنسی اوڑائی کسی نے جھوٹا کہا، کسی نے عقلی امکانات کے اعتراضات سے اس جدید انکشاف پر پردہ ڈالنا چاہا[۱] یہ تحقیق تمامتر تحقیقات حال کے مطابق ہے، آفتاب سے سب سے قریب ستارہ عطارد ہے پھر زہرہ، یہ دونون ستارے صرف طلوع اور غروب آفتاب کے وقت تل کیطرح نمودار ہوتے ہین،

(۷) ہیأت قدیمہ کے عام حکما اس بات کے قائل تھے کہ چاند کے سوا اور کل سیارات ذاتی روشنی رکھتے ہین اس خیال کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ چونکہ اُنکے پاس قوی آلات رصد نہ تھے اسیلیے کچھ انھین نظر نہ آیا عقلی طور سے یہ دلیل قائم کرلی کہ اگر اور سیارات بھی اپنی روشنی آفتاب سے حاصل کرتے تو چاند کی طرح وہ بھی کبھی کبھی آفتاب اور زمین کے درمیان حائل ہوکر گہن پیدا کرتے، حالانکہ اُن سے آفتاب کو کبھی گہن نہین لگا، دوسرے ماہتاب کی طرح زہرہ اور عطارد بھی بدر ومحاق ہوتے، حالانکہ کبھی نہین ہوتے مسلمانون نے جب قوی آلات رصد ایجاد کیے تو انھین صاف نظر آیا کہ زہرہ اور عطارد جو کر

---

[۱] نہایۃ الادراک مولانا عصمت اللہ سہارنپوری صفحہ ۲

سبع سیارہ کی مجلس کے دو جلیل القدر رکن ہین، وہ آفتاب کو گہن لگاتے ہین مگر وہ زمین سے چونکہ
بہت دور ہین اسلیئے انکا کچھ اثر زمین پر نہین پڑتا بجز اسکے کہ چہرۂ خورشید پر دو تل بنکر نظر آتے ہین اس سے
ثابت ہوا کہ وہ ذاتی روشنی نہین رکھتے کیونکہ اگر وہ مستقل روشنی رکھتے تو ہمین وہ سیاہ نظر نہین آتے حالانکہ
انکا جو حصہ آفتاب کی طرف نہین ہوتا بلکہ زمین کی طرف ہوتا ہو وہ سیاہ نظر آتا ہی، جیساکہ، ابن سینا، ابو عمران
محمد بن عبدالکریم، ابن ماجہ کا مشاہدہ ثابت کررہا ہی،

ہیأت جدیدہ بھی زہرہ اور عطارد ہی کیا بلکہ ان تمام ستارون مین جو آفتاب کے گرد حرکت کرتے ہین
ذاتی روشنی نہین تسلیم کرتی، دوربینون کی ایجاد نے اس مسئلہ کو بھی ثابت کیا جسکو قدما اعتراضا پیش کرتے
تھے، زہرہ اور عطارد فی الحقیقت ہلال، بدر، محاق کے تمام منازل طی کرتے ہین، مگر ہمین کیون نظر نہین آتے
اسلیئے کہ زمین سے بہت دور ہین اور چھوٹے ہین نیز بہت تیز حرکت کرتے ہین مثلاً، عطارد زمین سے اٹھارہ
مرتبہ چھوٹا ہی، تمام ستارون مین سے آفتاب سے سب سے زیادہ قریب ہی، اسکی حرکت اتنی تیز ہی کہ زمین کے
تین مہینے مین یہ آفتاب کے گرد ایک طواف پورا کرلیتا ہی، اور زمین بارہ مہینے مین اسکو پورا کرتی ہی، اور
سب سے بڑی وجہ زہرہ کے نظر نہ آنیکی یہ ہی کہ یہ آفتاب کے ساتھ ہی ساتھ طلوع ہوتا ہی اور پھر اُسکے ساتھ غروب ہوجاتا ہی[1]

(۸) بطلیموس نے شمسی سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۵۵ منٹ، ۱۲ اسکنڈ کا قرار دیا تھا، ہیأت جدیدہ
کی مختلف تحقیقاتین ہین، مگر ذیل کے نقشے مین دیکھو کہ مسلمانون نے بطلیموس سے کس قدر صحیح مدت
متعین کی اور جدید تحقیق سے اُسکو کس قدر قربت ہی،

حکما	دن	گھنٹہ	منٹ	سکنڈ
قدیم مصری	۳۶۵			
کلیمون	۳۶۵	۶	۱۸	۵۷

[1] رسالہ ہیأت جدیدہ صفحہ ۱۴۹ مصنفہ کامل ظفریان،

حکما	دن	گھنٹہ	منٹ	سکنڈ
...ہس	۳۶۵	۶	۰	۰
بطلیموس	۳۶۵	۵	۵۵	۱۲
ہندوستان	۳۶۵	۵	۵۰	۳۰
محمد بن جابر بتانی[1]	۳۶۵	۵	۴۶	۲۴
رصد الحکیم محی الدین مغربی[1]	۳۶۵	۵	۴۸	۰
رصد نصیر الدین طوسی[1]	۳۶۵	۵	۴۹	
کوپرنیکس سنہ ۱۵۴۳ء	۳۶۵	۵	۴۹	۶
کپلر	۳۶۵	۵	۴۸	۵۷٫۶
لاکائل	۳۶۵	۵	۴۸	۴۹
آجکل جو مانا جاتا ہے[2]	۳۶۵	۵	۴۸	۴۹٫۷

بطلیموس اور حال کی تحقیقات مین چھ سات منٹ کا اختلاف ہے اور ہیأت جدیدہ اور مسلمانون کی تحقیقات مین صرف چند سکنڈ کا ادھر اُدھر ہے،

(۹) حکماے عالم اور نیز مسلمان بھی تیسری صدی ہجری تک یہی سمجھتے رہے کہ چاند کی حرکت برابر ایک طرح کی ہے ابو الوفا بوزجانی دنیا مین پہلا شخص ہے جسنے چاند مین مبادرۃ السرعۃ دریافت کی مبادرۃ السرعۃ کی تشریح کے لیے کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے،

---

[1] برجندی صفحہ ۱۸۹

[2] اسلامی تحقیقات کے سوا باقی نقشہ اصول علم الہیأت مولفہ کرنیلس وانڈیک صفحہ ۱۴۱ سے منقول ہے،

[3] اصول علم الہیأت صفحہ ۱۳۷،

چاند کی حرکت اپنے دورہ مین ایک طرح کی نہین رہتی بلکہ کبھی تیز ہوتی ہے اور کبھی سست، اس اختلاف حرکت کا نام اضطرابات قمریہ ہے جسکی وجہ سرایزک نیوٹن نے جاذبیت شمس بتائی ہے، انھین اضطرابات کیوجہ سے چاند کی ٹھیک جگہ نہین متعین کیجاسکتی تھی اور نہ صحیح اصول پر یہ بتایا جاسکتا تھا کہ اسوقت چاند کہان ہے؟ جب تک چاند کی تیز اور سست چال کو ملاکر ایک معتدل واسطہ نکال لیجائے، اس معتدل واسطے کے نکالنے کا نام معادلہ ہے معادلہ کی چند صورتین ہین جنمین سے ایک **معادلہ السرعتہ** ہے جسکے دریافت کرنے کا فخر مسلمانون کو حاصل ہے،

ابوالوفا ۳۲۸ہجری مین بوزجان (خراسان) مین پیدا ہوا اور ۳۷۶ ہجری مین وفات پائی، تحصیل علم کے بعد ۳۴۸ ہجری مین بغداد آیا صرف چھیالیس برس کی عمر پائی اس قلیل دنیاوی مدت مین نہ صرف اسنے ایک معادلہ ہی کا انکشاف کیا بلکہ علم ہندسہ مین اسنے ایسے نادر نتائج اخذ کیے جنکی متقدمین کو خبر بھی نہ تھی علم مثلث مین بڑے اضافے کیے، مثلث اور زاویہ کے ناپنے کے لیے جسکی ریاضی کو سخت ضرورت تھی سب سے پہلے اسی نے مماسات کے قواعد کا استعمال کیا، انھین کارنامون کی بنا پر مورخین ابوالوفا کے متعلق لکھتے ہین،

عظم اهل الهيأة في زمن زهو العلوم عند العرب[1]	عربون مین علوم کی ترقی کے عہد مین سب سے بڑا ہیئت دان،

(۱۰) امریکا کو بے شبہ **کولمبس** نے دریافت کیا، مگر مسلمان اس سے بے خبر نہ تھے، سیکڑون برس پہلے مسلمان سمندر مین کسی نئے ملک کی تلاش مین ادھر اُدھر جہازرانی کررہے تھے، لوگ ان جدید ملک کے شیدائیون کو مغرورین (دھوکا کھائے ہوئے) کہتے تھے، یہ مغرورین کی جماعت تھک کر پرتگال مین آبسر پڑی اس ظاہرنا کامیابی کے بعد بھی مسلمان اس خیال سے باز نہ آئے، کہ دنیا کے کسی گوشے مین کوئی نیا ملک ضرور چھپا ہے چنانچہ ہیات مین جہان اُنھون نے ربع مسکون اور اقالیم سبعہ کا ذکر کیا یہ عبارت اور بڑھادی۔

وسائر الارباع خراب ظاهر ...... ويحتمل ان يكون بينها وبينهم البحار	ربع مسکون کے سوا زمین کے باقی حصے ظاہراً ویران اور غیر آباد معلوم ہوتے ہین... ہوسکتا ہے کہ کوئی آبادی ہو جہاںتک سمندر

[1] اکتفا القنوع صفحہ ۲۴۴،

... جبال شامخة وبراري بعيدة (مفرح جلبی صفحہ ۹۲)	درمیان مین تفریق پیدا کردینے والے دریا، بلند پہاڑ، دور دراز بیابان حائل ہون،

(۱۱) زمین کا نقطۃ الراس اور نقطۃ الذنب کسی خاص نقطہ پر ہمیشہ نہین رہتا، بلکہ منتقل ہوتا رہتا ہی، اس مسئلہ کو دنیا مین سب سے پہلے اسلامی رصدگاہون نے دریافت کیا، رقہ اور انطاکیہ کی رصدگاہون کا ابوعبداللہ **محمد بن جابر بتانی** افسر تھا اسی نے سب سے پہلے معلوم کیا کہ زمین کا نقطۃ الراس اور نقطۃ الذنب ہمیشہ سیار رہتا ہی، اسکا کارنامہ صرف اتنا ہی نہین ہی اسنے صیفی اور شتوی قیمۃ مبادرۃ الاعتدالین کے اصلاح کی، اور خط استوا پر دائرۃ البروج کی قیمت میلان کی تصحیح کی، مثلث اور زاویہ کے ناپنے مین سب سے پہلے اسی نے جیوب اور اوتار استعمال کیے بطلیموس سے زیادہ صحیح اس نے ایک زیچ لکھی، اسکی زندگی کے تمام اکتشافات اور علمی معلومات ایک کتاب مین جمع ہین خود مصنف کے ہاتھ کا نسخہ اب تک کتب خانہ روما مین موجود ہی، اسکا لاطینی ترجمہ شائع ہو چکا ہی مگر خاص عربی دنیا اس فیض سے ابھی محروم ہی،

محمد بن جابر قریبًا ۲۴۰ھ ہجری مین پیدا اور ۳۱۷ھ ہجری مین اسنے وفات پائی ۲۶۴ھ ہجری سے ۳۰۶ھ ہجری تک اسنے رقہ اور انطاکیہ مین ترصید کی، محمد بن جابر کے متعلق **یورپ** کا کیا خیال ہی؟ اسکو ذیل کی عبارت مین دیکھو، مشہور امریکن مستشرق اڈورڈ لکھتا ہی،

... من علماء الهيأة بعد بطليموس ... قال فيه الفلكي لالاند الفرنساوي انه ... العشرين علماء الذين اشتهروا بعلم الهيأة وقال العلامة ... انه علامة عصره وعجيب التدقيق وماهر في الرصد[۳]	بطلیموس کے بعد تمام علماے ہیات پر اسنے فوقیت حاصل کی فرانس کا مشہور ریاضی دان لالینڈ اسکے بارہ مین کہتا ہی کہ محمد بن جابر اُن بیس علماء مین ہی جنھون نے علم ہیات مین شہرت پائی ہی پروفیسر ہالی کہتا ہی محمد بن جابر بتانی اپنے زمانے کا علامہ اور تعجب انگیز محقق اور رصد کا ماہر تھا،[۳]

[۱] کسی مدار کا جو نقطہ آفتاب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہی وہ اُس مدار کا نقطۃ الراس کہلاتا ہی، اور جو نقطہ سب سے بعید ہوتا ہی اُسکو نقطۃ الذنب کہتے ہین،

[۲] اصول علم الہیات صفحہ ۱۱۱،

[۳] اکتفاء القنوع صفحہ ۲۴۳،

قاضی **ابن خلکان** کو محمد بن جابر بتانی کے اسلام مین شبہ ہی[۵۱] مگر نام پکار پکار کر کہہ رہا ہی کہ مین مسلمان ہون، ممکن ہی کہ یہ مسلمان نہو مگر چونکہ یہ مسلمانون ہی کے میخانۂ تلمذ کا سرشار ہی اور اُسکے معلومات سنا اسلامی ہی رصدگاہون مین نشو ونما پائی ہی، اسلیے اسکی تحقیقات اسلامی ہی علوم وفنون مین جگہ پائین گے،

(۱۲) حکما اس بات کے قائل تھے کہ کم سے کم نو آسمان ہونا چاہیے۔ اُنکے پاس اُنکا اس دعوی کی کوئی قطعی دلیل نہین ہی، صرف اُنکا خیال اس امر پر مبنی ہی کہ انھون نے اجرام سماویہ مین آٹھ مختلف قسم کی حرکتین پائین، سات سبع سیارات کی اور ایک ثوابت کی، اسلیے ہر ایک کے لیے ایک آسمان تسلیم کیا، اور ایک نوان آسمان سب سے بڑا مانا جسکی حرکت سے روز وشب کا انقلاب پیدا کیا، تو آسمان کی تحدید اقل درجہ ہی ورنہ **محقق طوسی** وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ آسمان کی جانب کثرت غیر محدود ہی،

مسلمانون مین قطب الدین شیرازی نے تحفہ مین اور امام رازی نے تفسیر کبیر مین ثابت کیا کہ فقط سات آسمان کافی ہین، محمد بن علی حمادی نے اسپر زور دیا کہ دو آسمان سے زیادہ کی اجرام سماویہ کو ضرورت نہین ہی[۵۲] **محقق دوانی** نے ایک ہی آسمان پر کفایت کی[۵۳] اور یورپ نے اُس ایک آسمان کو بھی مٹا دیا،

(۱۳) قدما آفتاب و ماہتاب کو بے داغ روشن کرے تسلیم کرتے تھے جنمین ایک تل کی سیاہی نہین، سب سے پہلے ابو زید **ابن رشد** نے کہا کہ آفتاب و ماہتاب کے چہرے پر سیاہ سیاہ داغ ہین، چاند مین تو لوگون نے مان لیا، مگر آفتاب مین تسلیم نہین کیا اور اُسکو محض وہم سمجھے اور اپنی تصنیفات مین اس طرح اسکا ذکر کیا،

ظن بعض الناس ان فی وجہ الشمس نقطۃ سوداء فوق مرکز بقیل کالمحو فی القمر[۵۴]	بعضون نے گمان کیا ہی کہ آفتاب مین مرکز سے کچھ اوپر داغ ہین جیسے کہ چاند مین ہی

[۵۱] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۸۰،

[۵۲] شرح تشریح الافلاک مولانا عصمت صفحہ ۲۷،

[۵۳] شرح چغمینی صفحہ ۲۳،

چاند مین لوگون نے داغ تو مان لیا مگر بڑی مشکل یہ آن پڑی کہ یہ داغ کیسے ہین اور کیون کر پیدا ہوئے ہم اسکی پوری تفصیل علامہ علی برجندی نے شرح ملخص کے حاشیہ پر کی ہی (صفحہ ۱۴) جدید ہیأت نے ابن رشد کی تائید کی، ان داغون کے پیدا ہونے کے وجوہ بتائے، انکی پوری حالت لکھی انکی تصویر کھینچی،

(۱۴) بعد، حرکت، مقدار حرکت، تدویر مین عموماً قدما نے غلطی کی اور حکماے اسلام نے انکی تصحیح کی، مثلاً ذیل کا نقشہ دیکھو،

نام	بعد	درجہ	دقیقہ	ثانیہ	ثالثہ
بطلیموس	مرکز عالم اور مرکز آفتاب کے درمیان	۲	۲۹	۳۰	۰
رصد مامونی	″	۲	۵	۰	۰
رصد ایلخانی	″	۲	۶	۵	۹
رصد سمرقند	″	۲	۱	۲۰	۰

(۱۵) مسلمانون نے علم القبلہ والمیقات ایک نیا علم ہیأت سے مستنبط کیا، جسمین سمت قبلہ اور اوقات نماز کی ہندسی قاعدہ سے تعیین کی، یہ مختصر علم ہیأت کی ہر عربی کتاب کا آخری حصہ ہوتا ہی، مستقل رسالے بھی اسپر لکھے گئے ہین، جنمین سے بعض چھپ بھی گئے ہین،

جدید ہیأت نے چاند مین جو پہاڑ دریافت کیے ہین، باہمی امتیاز کے لیے انکا خاص خاص نام رکھا ہی انمین سے چند پہاڑون کے یہ نام ہین نصیر الدین، ابو الفدا حموی ابن عذرا، بتانی، ثابت، ہم نہین کہ سکتے کہ آیا یہ نام اسلیے رکھے گئے ہین، کہ ان لوگون نے ان پہاڑون کو دریافت کیا تھا یا ان نامون کی یادگار قائم کرکے مسلمانون کے علمی احسانات کا یورپ علمی شکریہ ادا کرتا ہی،

سلہ اصول علم الہیأت صفحہ ۱۲۸ و ۱۳۰،

سید سلیمان

مسلمانون کی بے تعصبی
یہود اور دولت عثمانیہ

مسلمانون کی بے تعصبی کے متعلق بہت سے تاریخی واقعات اُس طرز حکومت کے پیش
کیے جا چکے ہین جو مدت ہوئی مٹ چکی ہے مگر اسوقت ہم ایک موجودہ اسلامی سلطنت کی
بے تعصبی دکھانا چاہتے ہین. دولت عثمانیہ کا اپنی یہودی رعایا کے ساتھ کیا برتاؤ
رہا ؟ اس مضمون کا موضوع ہے،

موجودہ زمانے مین دولت عثمانیہ ایشیاے کوچک، شام، عراق، طرابلس الغرب اور چند جزیرون سے
مرکب ہے، دولت عثمانیہ کے پہلے طرابلس کے سوا یہ تمام ملک رومتہ کے ہاتھ مین تھے، اسوقت دار السلطنت قسطنطنیہ
تھا سلطنت کا مذہب عیسائیت تھا، اور زبان یونانی تھی،

سنہ عیسوی کی ابتدا مین اِن ملکون مین سلانیک، اتینا، کورنت، قبرص، دمشق، انطاکیہ، قونیہ وغیرہ
مین یہودیون کے بہت سے فرقے آباد تھے، یہ مقامات گو اب ویران ہین یا چھوٹے دیہات ہین مگر اس سے
پہلے وہ بڑے بڑے آباد شہر تھے، یہودیون کی اصلی زبان تو عبرانی ہے مگر یہان جو یہودی آباد ہو گئے تھے
اُنکی دوسری زبان یونانی تھی، یونانی زبان کا اُن مین اسقدر رواج ہو گیا تھا، کہ وہ مذہبی عبادات
بھی اسی زبان مین ادا کرتے تھے علوم اسی زبان مین سیکھتے تھے، لیکن عبرانی کی تعلیم بھی جاری تھی،
یہودیون کے، قسطنطنیہ مین مدارس تھے جہان علماے یہود، تورات تلمود، حساب، ہندسہ، جبر، ہیئت
موسیقی کی تعلیم دیتے تھے،

برحجی بنیامین طلیطلہ (ٹالیڈو) کا ایک مشہور قدیم سیاح ہے، اُسنے ۱۰۶۶ء مین مشرق کا سفر
کیا تھا، اُسنے اس سلطنت کے متعلق بیان کیا ہے کہ یہان ۱۵۰۰ یہود آباد ہین جن مین سے ۲۰۰ صرف

سلطنت مین بستے ہین

ترکون کی سلطنت جب تیرھوین صدی عیسوی مین وسیع ہونے لگی، توجہان یہ پہونچے، یہودیون کو انھون نے زیر حمایت لے لیا، ترکی سلطنت کی ابتدا مین ترکون کا پایہ تخت بروسہ تھا، وہان بہت سے یہودی ترکون کے زیر سایہ رہتے تھے، ہر ایک سے سلطنت سالانہ جزیہ (ٹیکس) لیتی تھی، خاخام باشی وہان ایک عہدہ تھا جسکا فرض یہ تھا کہ وہ ان جزیون کو جمع کر کے بیت المال مین داخل کردے، اس تھوڑی سی مقدار جزیہ کے عوض مین انکو ہر قسم کی راحت اور آزادی حاصل تھی، تجارت، زراعت، زمینداری اور ہر قسم کے پیشون کی انکو عام اجازت تھی، ملک کے ہر حصہ مین بغیر کسی مانعت کے وہ سفر کرسکتے تھے،

سنہ ۱۴۵۳ء مین دولت عثمانیہ نے ادرنہ اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا، ان دونون شہرون مین کثرت سے یہودی بھرے ہوئے تھے، سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ نے قسطنطنیہ کے بطریق کو رہا کر کے اسی کو تمام یہودیون کا مذہبی سرگروہ منتخب کیا، اور خاخام باشی کا اسکا خطاب دیا، بطریق روم کی طرح اسکو بھی مجلس وزرا مین آنے کی عام اجازت عطا کی، اور یہان تک اسکی رعایت ملحوظ رکھی کہ اعزازی جلسون مین اسکی کرسی تخت کے داہنی جانب ہوتی تھی،

پندرہ صدی عیسوی مین اسپینون نے یہود کو جب اسپین سے جلاوطن کردیا تو انکا ایک بڑا حصہ ممالک عثمانیہ ہی مین آکر آباد ہوا، یہودیون مین ابتک یہ جلاوطنی، ہجرت کبریٰ کے نام سے مشہور ہے، یہ گروہ قسطنطنیہ، سلانیک، اور بلقان کے جزیرہ نما مین آکر آباد ہوا، کچھ لوگ ایشیاے کوچک کے بر اعظم اور فلسطین مصر وغیرہ مین آکر بسے، مصر اور فلسطین اسوقت تک ترکی دائرۂ حکومت مین شامل تھا، اسوقت عنان حکومت بایزید کے ہاتھ مین تھی، جو سلطان محمد فاتح کا بیٹا تھا، سلطان بایزید بڑا مدبر اور بڑے جبروت کا بادشاہ گذرا ہے، اسپین سے بلاد عثمانیہ مین یہودیون کی ہجرت دیکھکر یہ بہت خوش ہوتا تھا، اسکی خوشی اور مسرت کا اس سے اندازہ ہوگا کہ ایک دن اسنے اپنے خاص وزرا سے کہا کہ، تم کہا کرتے تھے کہ اسپین کا بادشاہ فرڈیننڈ بڑا عاقل ہے، کیا یہ عاقل بادشاہ وہی ہے جو اپنا ملک تباہ کر کے میرا ملک آباد کر رہا ہے، ان مہاجرین کی کثرت اتنی ہوئی کہ خود یہان کے خاص یہود بھی ان لوگون سے متاثر ہوگئے، اسی لیے

آج ممالک عثمانیہ مین کم کوئی ایسا یہودی ہوگا جسکی زبان پر ایک وآپنی زبان کا لفظ نہو،

عثمانی حکومت کے زیر سایہ یہود اُسی عیش وآرام سے رہے جیسے وہ اندلس کی عربی سلطنت مین رہے تھے، یہودیون کی بدولت ممالک عثمانیہ مین صنعت وحرفت کو بڑی ترقی ہوئی. توپ، بارود کی صنعت یہی لوگ بلاد عثمانیہ مین لائے، جہان یہ آباد ہوئے تجارت کو خوب وسعت دی، سلطنت کو ان پر بڑا اعتماد تھا، ترجمانی جیسا سخت ذمہ داری کا عہدہ انھین لوگون کے لیے مخصوص تھا، کیونکہ یہ لوگ عموماً چند زبانون مین ماہر ہوتے تھے، اِن مہاجرین یہود مین ایسے افراد بھی کثرت سے تھے جنھون نے اندلس مین طب حاصل کی تھی جب ممالک عثمانیہ مین انھون نے سکونت اختیار کی تو یہان انھون نے طبابت شروع کردی جس سے اُنکو بڑا فروغ حاصل ہوا،

سلاطین عثمانیہ نے ان لوگون پر جو شاہانہ عنایتین کین اُنکا ایک شمہ یہ ہو کہ سلطان مرادخان دوم کا خاص طبیب اسحاق نام ایک یہودی تھا، سلطان اسکی بڑی عزت کرتا تھا پاشا کے خطاب سے بھی سرفراز تھا، سلطان محمد فاتح کا بھی خاص طبیب موسی ہامون اندلسی یہودی تھا، اسکی اولاد اب تک ممالک عثمانیہ مین باقی ہو، اسوقت تک اُنکا یہ احترام ہو کہ وہ جزیہ سے سبکدوش ہین، سترھوین صدی عیسوی یہود کے لیے ایک ممتاز صدی ہو جسمین بہت سے یہودیون نے ملک مین بڑے بڑے درجے حاصل کیے، محکمۂ مال کے معتمد مقرر ہوئے،

سلطنت عثمانیہ کے یہودی رعایا کی تاریخ مین ایک اہم واقعہ یہ ہو جس سے یہ معلوم ہوگا کہ سلاطین کا یہودیون کے ساتھ کتنا عنایت آمیز برتاؤ تھا، سترھوین صدی ہجری مین یہودیون مین ایک مسیحیت کے پردہ مین مدعی سلطنت پیدا ہوا، یہ ایک بہت ہی معمولی سا آدمی تھا، اسکا باپ کسی انگریزی کمپنی مین دلال تھا، چند سال پہلے مقتدایان یہود نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ آغاز عالم سے ۵۴۲۶ سال بعد ۱۶۶۶ء مین مسیح موعود ظاہر ہوگا، اس حیلہ سے اُسنے ادعاے مسیحیت کیا اور اپنے کو مسیح موعود ظاہر کیا

…گیا، بہت خوبصورت تھا، عزلت نشینی زیادہ پسند کرتا تھا، روزہ بہت رکھتا تھا، ہمیشہ دریا
…پانی سے غسل کیا کرتا تھا،

ایک مدت تک یہ اسی طرح عزلت نشین رہا، پھر اسنے ایک دن ازمیر کے کنیسہ مین اپنی مسیحیت
کا اعلان کیا، لوگ دشمن ہو گئے، یہان سے سلانیک چلا گیا اور وہان اسنے لوگون کو اپنے جدید مذہب
کی دعوت دی، بہت عوام اسکے حلقہ مین داخل ہو گئے، سلانیک سے یہ قاہرہ گیا، اور وہان اسنے
ایک یہودی عورت سے جسکا نام سارہ تھا، بیاہ کر لیا، قاہرہ سے کامیابی کے ساتھ بیت المقدس آیا، اور
یہان ایک مدت تک اقامت کی، بیت المقدس سے پھر ازمیر چلا آیا، یہود اس سے بڑی تعظیم
کے ساتھ پیش آئے اور اب عام لوگ اسکو مسیح ماننے لگے، جب کبھی یہ گھر سے باہر نکلتا لوگ دوڑ دوڑ کر
اسکے آگے حلقہ باندھ لیتے اور توراۃ کی آیتین تلاوت کرنے لگتے،

سلطنت نے پہلے اسکو ایک خفیف معاملہ سمجھکر اس سے کچھ تعرض نہین کیا مگر ازمیر کے
گورنر نے جب یہ دیکھا کہ روز بروز اسکا اقتدار بڑھتا جاتا ہے جو سیاسی پہلو کے بالکل غیر مناسب ہے
تو اسنے مسیح موعود کو گرفتار کر کے قسطنطنیہ بھیجدیا، قسطنطنیہ مین مدتون قید رہا، لیکن کسی وجہ سے قسطنطنیہ سے نکالکر
دردانیال کے قریب کسی قلعہ مین قید کر دیا گیا، مسیح کی اس بیچارگی پر بھی معتقدین ہمیشہ قیدخانہ
مین اسکی زیارت کو آتے تھے، اس قلعہ سے مصلحتاً ادرنہ کے قیدخانہ مین بھیجدیا گیا، اتفاق سے اس وقت
سلطان محمد چہارم یہین مقیم تھا، سلطان نے مناسب سمجھا کہ اسکی مسیحیت کا امتحان کیا جائے،

سلطان نے حکم دیا کہ مسیح موعود کو میرے سامنے ستون مین باندھ دو اور اسکو تیر مارو، اور مسیح
موعود سے سلطان نے کہا کہ اگر تم واقع مین مسیح موعود ہو تو اس سے پہلے کہ ایک عالم کے لیے باعث
عبرت ہو اپنے آپ کو اس عذاب سے بچالو، جب اسنے رہائی کی کوئی تدبیر نہین دیکھی اور ہر طرف سے
مایوسی ہو گئی تو اسی وقت مسلمان ہو گیا اور اپنا نام محمد آفندی رکھا سلطان نے اسکے لیے

ایک وظیفہ مقرر کردیا، سارہ بھی مسلمان ہوگئی اُسکا نام فاطمہ رکھا گیا،

محمد آفندی چونکہ صرف اپنی جان کی حفاظت کے لیے مسلمان ہوا تھا، دل سے مسلمان نہین ہوا تھا، اسیلیے کبھی یہ مسجد مین آتا تھا اور کبھی کنیسہ مین، ایک قدم مسجد مین تھا تو دوسرا کنیسہ مین، مسلمانون کو اُسکی یہ طرز روش پسند نہ آئی انھون نے کچھ کرنا چاہا مگر سلطان نے اسی پر کفایت کی کہ اسکو ارنا ؤد کیطرف جلا وطن کردیا، بقیہ زندگی اُسنے یہین گذاری اور یہین مرا اسکے مرنے کے بعد اسکے کل معتقدین بھی مسلمان ہوگئے، اور سب نے سلانیک مین توطن اختیار کرلیا، ان لوگون کی اولاد ابتک باقی ہے اور قریبًا دس ہزار انکی اس وقت تعداد ہے، مگر اپنے مسیح موعود کی طرح نہ یہ مسلمان ہین اور نہ یہ یہود ہین مذبذبین بین ذلک لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء ترک ان کو مسلمان نہین سمجھتے ان کو دونمہ کہتے ہین خود یہ بھی اپنے کو نہ مسلمان سمجھتے ہین نہ یہودی، نہ مسجد کی طرف انکا قدم بڑھتا ہے اور نہ کنیسہ طرف مگر نام کو یہ مسلمان ضرور ہین اپنا نام مسلمانون ہی کے طریقہ کا محمد، علی، وغیرہ رکھتے ہین،

لیکن جو لوگ خاص یہودی ہین وہ ممالک عثمانیہ مین ابتک یعنے اُنیسوین صدی تک بہت آرام اور آزادی سے رہتے ہین، اور اب تو اس ملک کا نظام قانون ہی بدل گیا، سلطانی فرامین اکثر صادر ہوتے رہتے ہین کہ مغربی تمدن اختیار کیا جائے اور تمام رعایا مین بلاتفریق ملک وملت مساوات ملحوظ رکھی جائے، اس حکم کے رو سے یہودیون کے بھی وہی حقوق ہین جو اور قومون کے ہین، بلکہ ہر قسم کے عہدون پر یہود ممتاز ہین بعض بعض یہودیون نے بڑے بڑے عہدے حاصل کرلیے ہین ممالک عثمانیہ مین یہودیون کی تعداد ۲۷۴۰۰۰ ہے،

سلانیک مین	۷۵۰۰۰	ازمیر مین	۳۰۰۰۰
قسطنطنیہ مین	۶۵۰۰۰	صنعا مین	۳۰۰۰۰
بیت المقدس مین	۴۰۰۰۰	ادرنہ مین	۱۷۰۰۰

بغداد مین —— ۴۰۰۰۰	مختلف ممالک مین —— ۱۸۵۰۰۰

تمام دنیا کے یہودیون نے ملکر جو انجمن بنام الاتحاد الاسرائیلی العام قائم کی ہی اسکی وجہ سے ممالک عثمانیہ کے یہودی علوم وفنون مین طرز معاشرت مین بہت کچھ ترقی کر رہے ہین، اس انجمن نے ایک سو تیس مدرسے جابجا کھولے ہین مگر قریبا ۶۰ (نصف) مدرسے اسمین سے ممالک عثمانیہ مین واقع ہین جنمین ستر ہزار طلبا تعلیم پاتے ہین[1]،

سید سلیمان

دار العلوم

ندوۃ العلما لکھنو،

عرب کے یورپین سیاح

«سرزمین عرب اسلام کا وطن ہی اور مسلمانون کا اصلی گھر ہی مگر افسوس ہی کہ آج ہم اپنے وطن سے اتنے نامانوس ہوگئے ہین کہ ہم اُسکا نقشہ بھی بتانا چاہین تو اپنے حافظہ سے نہین بتا سکتے، ہر سال لاکھون مسلمان عرب کی زیارت کو جاتے ہین، مگر کسی کو اتنا خیال بھی نہین ہوتا کہ وہ عرب کی جغرافیائی حالت پر نظر ڈالے،

دنیا مین ایک قوم ہی جسکو عرب مین قدم رکھنے کی اجازت نہین ہی عرب اور اُس قوم کے مذہب عادت، طرز معاشرت، خصائل مین اتنا ہی بعد ہی جتنا مشرق کو مغرب سے عرب کا بچہ بچہ اُسکے خون کا پیاسا ہی مگر علمی کوشش کا اثر ہے کہ اُسنے تمام تکلیفات برداشت کین اور ریگستان عرب کی خاک چھانکر

---

[1] الہلال مصر ۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء،

معلومات کے چند ذرّے دنیا کے سامنے پیش کیے ایک دلدادۂ عرب ہالینڈ میں ایسی قوم کی جانفشانیوں کا ذکر نہ کرنا احسان فراموشی ہے"

عرب کے یورپین سیاح یورپ کو گذشتہ صدی میں ملک عرب کے حالات جاننے کا ایک جنون تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ کوئی یورپین بآسانی عرب کی سیر نہین کر سکتا، کیونکہ عرب پسند نہین کرتے کہ انکے ملک مین یورپ کا قدم پڑے اسی لیے جو یورپین عرب کی ہمت کرتے ہین وہ اپنی زندگی سے پہلے صبر کر لیتے ہین پھر تہیۂ سفر کرتے ہین،

سب سے پہلے اس اہم سفر کے لیے جس نے کمر ہمت باندھی وہ اسٹریلیا کا مشہور عالم نیوبھر تھا ۱۷۶۲ء اور ۱۷۶۳ء مین اسنے یمن کا سفر کیا، اسکی نصف صدی کے بعد ۱۸۰۷ء مین **یاڈیا** جو اسپین کا رہنے والا تھا عربستان کے سفر کے لیے روانہ ہوا پہلے مصر آیا اور یہان اسنے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور **علی بک** عباسی اپنا نام رکھا، حلب پہونچا، وہان اسنے اپنے ایک شریف النسب مسلمان ہونے کی سرکاری سند حاصل کی، اور اس مصنوعی سارٹیفکٹ کی اعانت سے اسنے مکہ معظمہ تک سفر کیا،

۱۸۴۱ء مین **رولش** فرانسیسی کو جو ٹیونس مین امیر عبد القادر کے پاس عہدۂ ترجمانی پر مامور تھا عرب کا شوق پیدا ہوا، عربی لباس مین مکہ معظمہ پہونچا محمد بن عون شریف مکہ سے ملا، اور ان سے یہ ظاہر کیا کہ امیر ٹیونس کی طرف سے مین یہان ایک فتوی پر دستخط کرانے آیا ہون، مکہ سے یہ طائف گیا اور طائف سے لوٹکر بدقسمتی سے پھر مکہ معظمہ پہونچا، یہ حج کا زمانہ تھا، بہت سے ٹیونس کے مسلمان آئے ہوئے تھے انھون نے روش کو پہچان لیا، افشاے راز کے بعد لوگون نے اسکو گرفتار کر لیا، قصد تھا کہ اسکو قید خانہ بھیجا جائے، بعض جو زیادہ جوش طبع رکھتے تھے اُن کا ارادہ تھا کہ اسکو قید حیات ہی سے آزاد کر دیا جائے لیکن شریف مکہ جو ایک شریف الطبع حاکم تھا اُسنے امان دی اور چپکے سے

سلہ دیباچہ تاریخ العرب والاسلام طلعت حرب بک،

…کی مداخلت سے حدود عرب سے باہر کر دیا،

۱۸۱۰ء مین آسٹریا سے سیٹزن نامی کو عرب کی بادیہ پیمائی کا سودا سمایا، لیکن یمن سے آگے نہ بڑھ سکا یہین مقتول ہوا ۱۸۱۱ء ۱۸۱۴ء اور ۱۸۱۵ء مین ایک مشہور سیاح بورک ہارڈ نے مسلمان بنکر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کا سفر کیا، اور عرب کے بعض جغرافیائی معلومات کی سوغات بھی اہل وطن کے لیے لایا، اور آخر عمر تک یہ اپنے کو مسلمان کہتا رہا، مصر مین اسنے انتقال کیا اسکے لوح مزار پر اسکا نام یون کندہ ہے عبد اللہ بورک ہارڈ مصر کے عوام اسکو شیخ برکات کے نام سے یاد کرتے ہین،

اسی زمانے مین جب مصر اور نجد کے وہابیون مین جنگ چھڑی اور میدان جنگ مصر کے ہاتھ رہا، تو یورپین سیاحون کو کچھ آزادی ملی، انھون نے عرب کے اکثر مقامات کی سیر کی مکہ معظمہ مدینہ طیبہ اور اُسکے اطراف کے جغرافیے پر رسالے لکھے، سب سے پہلے جو خلیج فارس اور بحر احمر کے راستے سے عرب مین داخل ہوا وہ انگریزی سپہ سالار سادلیر ہے جو انڈیا گورنمنٹ کے اشارہ سے عرب کے سفر کو نکلا تھا،

۱۸۲۶ء مین رابیل آسٹریا سے عرب کے ارادے سے نکلا، اسنے صرف صوبۂ حجاز اور خلیج عقبہ کی سیر کی، گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے بعض بحری سپہ سالار اسی زمانے مین بحر احمر کے سواحل کے نقشے طیار کر رہے تھے، اس جماعت کا ایک رُکن ویلسٹید نامی تھا اُسنے کام سے فراغت پاکر ۱۸۳۵ء مین بر عمان کے شہرون کی سیاحت کی،

۱۸۳۷ء اور ۱۸۳۸ء مین مشہور نیچرلیسٹ بوٹا اور پیسانا عرب کی جغرافیائی حالت کی جستجو مین اپنے وطن سے نکلے، انکا قصد تھا کہ نیوبھر نے جس کام کو ادھورا چھوڑا ہے اُسکی تکمیل کر دیجائے، سیاحت سے واپس آکر اُنھون نے عرب کی جغرافیائی معلومات مین کچھ اضافہ کیا،

۱۸۴۳ء مین آرنلڈ اور فلگنیس فرسینل دو یورپین عالمون نے بلاد عرب کے غربی

ساحل کا سفر کیا، آرنولد شہر سبا تک پہونچا اور شہر مآرب سے بہت سے قدیم کتابے کے فوٹو جو حمیری خط مین تھے اپنے ساتھ لایا،

اسی سنہ مین اسٹریا سے برون وریڈ نے خاص حدود عرب مین قدم رکھنے کی جرأت کی اور حضرموت تک پہونچا جہان ابتک کسی غیر قوم کا قدم نہین پڑا تھا، ۱۸۴۵ء مین ایک یورپین عالم اوگسٹنی والن ایک مسلمان کے بھیس مین عرب مین داخل ہوا، اسنے جوف کوہ شمر کی سیاحت کی اور عرب کے تمام شہرون کی سیر کی ۱۸۵۳ء مین سیور، رچرڈ بورٹن مسلمان بنکر حاجیون کے قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین داخل ہوئے،

۱۸۶۲ء اور ۱۸۶۳ء مین **ولیم پیلگریو** نام ایک انگریز نے سواحل عمان کے راستہ سے عرب کے اکثر حصے کی زیارت کی، ولیم کی یہ سیاحت علمی تحقیقات کی غرض سے نہ تھی بلکہ مذہبی اور سیاسی پہلو لیے ہوئے تھی، ولیم ۱۸۲۲ء مین انگلستان مین پیدا ہوا تھا اسکا باپ ایک مشہور دیندار انگریزی مورخ تھا، ولیم اوکسفورڈ کا تعلیم یافتہ تھا اور ہندوستان مین ایک فوجی عہدے پر مامور تھا، اسکے بعد وہ مدتون شام مین عربی سیکھتا رہا وہان اسنے پادریون سے تعارف حاصل کیا، اور اُنسے سیاحت عرب کا ارادہ ظاہر کیا، انھون نے نہ صرف ولیم کی رائے کی تائید کی بلکہ اس ارادہ کو اور زیادہ پختہ کرنے کی کوشش کی، **نپولین** سوم سے امداد حاصل کی اور یہ پوشیدہ مذہبی سیاسی سفر اس امید سے کیا گیا تھا کہ عربی خون مین جوش پیدا کیا جائے یورپین تمدن کی طرف انکو مائل کیا جائے، اگر موقع ملے تو عیسائیت کی انکو دعوت دی جائے،

ولیم ایک ذی وجاہت عرب کی شکل مین عرب مین داخل ہوا، اور اپنے کو حکیم ظاہر کیا، چند بدوی عرب اپنی حفاظت کے لیے نوکر رکھے اور ایک شامی عیسائی کو شاگرد بنا کر اپنے ساتھ لیا دوا دٔن کا ایک سامان الگ تھا، نجد کے دارالسلطنت ریاض مین بہت دن تک یہ مقیم رہا، ان

دل میں امیر فیصل سریر آرائے امارت تھا، وہاں ولیم کا راز طشت از بام ہوگیا، قریب تھا کہ سلطنت اسکو گرفتار کرے، لیکن بہت جلد نجد سے بھاگ کر اسنے اپنی جان بچالی، اور عرب کے شرقی جانب سے احسا، قطیف، جزائر بحرین، عمان، ہرمز، مسقط، بصرہ، موصل، ماردین، دیاربکر ہوتا ہوا شام واپس آگیا،

۱۸۶۴ء میں کارلو، جرمنی نے بلاد عرب کے ایک ٹکڑے کا نقشہ طیار کیا، اسکے بعد ایک مشہور شخص وٹیزٹیڈ نامی پروشیا کی طرف سے دمشق میں کونسل تھا اُسنے تاجرون اور حاجیون سے جو کچھ سنا تھا اُسکو جغرافیہ عرب کی صورت میں ترتیب دیا،

۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۰ء میں یورپ کے تین اور عالمون نے عرب کی سیاحت کی، جنکے نام میلٹزن، منزنیگر، اور ہالوسے فرانسیسی تھے، لوگون کا بیان ہے کہ ان لوگون کا سفر بھی ناکامیاب سفر نہین تھا لیکن انکا قدم جزیرہ عرب کے غربی حصے سے آگے نہین بڑھا،

۱۸۷۶ء میں بلونٹ نامی ایک انگریز نے مع اپنی بیوی کے عرب کی سیر کی، اردن، فرات، حائل، نجد تک ان کے سفر کی حد ہے،

۱۸۸۱ء میں ہیپر نے بلاد عرب کے غربی صحرا کی سیاحت کی، مگر تمام سیاحون مین سب سے زیادہ دراز سفر اٹلی کے ایک ہیأت دان گلیرز نامی کا تھا، جسنے ۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۷ء تک بلاد یمن مین اقامت کی[1]

[1] تاریخ دول العرب،

سید سلیمان

اشعار تعزیت گزند پاے مولانا شبلی

مولانا شبلی کے گزند پا کے واقعہ پر بعض شعرا نے جو موزون تعزیتین کین ہین وہ اسوجہ سے کہ دل سے نکلی ہین اکثر بہت بلند ہین اور بعض رباعیان حسن تعلیل کا اعلی نمونہ ہین، ذیل مین ہم ان تمام رباعیات اور اشعار کو درج کرتے ہین جنکو اس واقعہ کے متعلق لوگون نے لکھا ہے۔

خواجہ عزیز الدین صاحب لکھنوی

اے پایۂ تو بلند تر از افلاک ! | پائت چو بریدہ شد، چہ ہستی غمناک ؟
زیر قدمت بلندی و پستی ہست | پاے بفلک داری و پاے بخاک

نواب علی حسن خان بہادر

شبلی ! ترے، قوم پر بہت احسان ہین | باتین تری، درد قوم کی درمان ہین
اک پانون اگر گیا تو کچھ رنج نہ کر | اس ایک قدم پہ لاکھ سر قربان ہین

مولوی اقبال احمد صاحب

اے ذات تو در علم و عمل گشتہ علم | وے مفتخر از وجود پاکت عالم
یک پاے تو چون شد بعدم دانستم | داری دو جہان، سرورا ! زیر قدم

(باقی)

عربی مطبوعات مصر و بیروت

فن	نام کتاب	قیمت
علم تفسیر	تفسیر کبیر	عسہ
"	تفسیر خازن	صہ
"	تفسیر بیضاوی	للعہ
"	تفسیر جلالین	۱۲ر
علم تاریخ	کشف الظنون	لعہ ۴ر
علم ادب	عکبری شرح دیوان متنبی	صہ ۱۴ر
"	دیوان حماسہ مصری مع خلاصہ شرح تبریزی	سہ ۴ر
"	دیوان ابو تمام	سے
"	دیوان بحتری	للعہ
"	دیوان جریر	عہ ۶ر
"	نفح الازہار فی منتخبات شعر العرب	۱۲ر
تاریخ	سلافۃ العصر فی تاریخ علماء مصر	سے
ادب	ابدع ما نظم فی الاخلاق والحکم	عہ ۹ر
"	دلائل الاعجاز جرجانی	عہ ۴ر
"	اسرار البلاغۃ جرجانی	سے ۱۲ر
"	دروس البلاغۃ	۱۲ر
"	نقد الشعر لابن قدامہ	عہ
لغت	فقہ اللغۃ مصری للثعالبی	عہ ۵ر
"	فقہ اللغۃ بیروت للثعالبی	سے
"	الالفاظ الکتابیہ للہمدانی	۸ہ ۱۴ر

فن	نام کتاب	قیمت
لغت	مختار الصحاح حبیبی للرازی	۸ر
"	مختار الصحاح کلان للرازی	۱۴ر
ادب	دیوان خنساء	۱۱ر
"	علم الادب کامل	ملے
"	المحاسن والاضداد للجاحظ	عہ ۴ر
کلام	منہاج السنہ لابن تیمیہ	معہ
فقہ	طحاوی شرح مراقی الفلاح	عہ ۸ر
"	مراقی الفلاح	۷ر
اصول فقہ	کشف الاسرار للبزدوی	سے ۱۲ر
"	توضیح وتلویح مجلد	سے ۴ر
ادب	مقامات حریری مطبوعہ مصر مشرح	للعہ
"	مقامات بدیع ہمدانی	للعہ
"	غایۃ الارب فی صناعات شعر العرب	۱۲ر
"	نیل المراد فی تسط العزیۃ والبردۃ وبانت سعاد	۸ر
"	شرح بانت سعاد	۸ر
"	مختارات شعراء العرب	عہ ۸ر
	شرح معلقہ للزوزنی	۶ر
فلسفہ	تہافۃ الفلاسفہ للغزالی وابن رشد	۱۴ر
منطق	البصائر النصیریہ	۱۲ر
تاریخ	تاریخ ابن خلکان	سے ۸ر

فن	نام کتاب	قیمت	فن	نام کتاب	قیمت
ادب	الکامل للمبرد	۸ر سے	قرآن مجید	حمائل شریف مطبوعۂ استانبول	
”	کتاب البیان والتبیین	۶ر		نہایت عمدہ وخوشخط مجلد مطلا	سے ر
سلام	صراط المستقیم	۶ر	”	حمائل شریف کلان	صہ
کلام	الاقتصاد فی الاعتقاد للامام الغزالی	عہ	عربی لٹریچر	الطریقۃ المنکرہ	۸عہ

ہندوستان

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تفسیر نظام القرآن مولوی عبد الحمید صاحب		سدیدی	۶عہ
سورۂ قیامت	۳ر	شرح جامی عمدہ	۲ہ
سورۂ ابی لہب	۱۰ر	قرآن شریف نقل نظامی	۲عہ
اقسام القرآن	۱ر	ہدیہ سعیدیہ عمدہ	۱۴ر
شرح وقایہ کامل عمدہ حاشیہ مولوی عبد الحی صاحب	معہ	مختصر المعانی کلان عمدہ مطبوعۂ رزاقی کانپور	۸عہ
ہدایہ کامل عمدہ	۸لعہ	سراجی	۵ر
نفیسی	۱۴ر	اخوان الصفا	۵عہ

منیجر فضل الرحمن

مصنفات مولانا شبلی نعمانی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
سوانح مولانا روم درجۂ اول	۱۲ہ	الکلام طبع اول	سے
” درجۂ دوم	۱۴ر	سفرنامہ	۵عہ
موازنۂ دبیر وانیس	۸ہ	سیرۃ النعمان	۵عہ
		المامون	عہ
		دیوان شبلی	۸ر
		الکلام طبع ثانی	عہ

دفتر ندوہ لکھنؤ

فضل الرحمن منیجر المعین لکھنؤ

الندوہ

نمبر ۹	رمضان ۱۳۲۵ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۰۷ء	جلد ۴

مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ	
۱	شذرات		۱	۲
۲	اورنگ زیب عالمگیر	شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی	۳	۱۶
۳	طبقات الارض	مولوی سید سلیمان صاحب اسسٹنٹ اڈیٹر	۱۷	۲۳
۴	برنابا کی انجیل	″	۲۴	۳۰

باہتمام محمد قادر بخش کے اصح المطابع محلہ تقوی ٹولہ مین چھپا

اصح المطابع لکھنؤ مین طبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا

اشتہار

علم الکلام

[illegible]

[illegible]

مولانا شبلی نعمانی

[illegible]

قیمت [illegible]

[illegible]

دفتر ندوہ لکھنؤ سے مل سکتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

الندوہ مین فلسفیانہ مضامین

الندوہ مین کبھی کبھی جو فلسفیانہ مضامین شائع ہوتے ہین اُنکا یہ مقصد نہین ہے کہ وہ ہمارے عقائد مین شامل ہین فلسفۂ یونان کا تمام دفتر عربی تصانیف مین شامل ہے اور وہ اکثر مقاصد اسلام کے خلاف ہے علما اُسکے مسائل کی صحت پر پُرزور دلائل قائم کرتے ہین مگر انکا مطلب یہ نہین ہے کہ یہ اُنکا عقیدہ بھی ہی یا وہ اسلامی عقائد کے مقابلہ مین فلسفہ کی تائید کرتے ہین بلکہ انکا مقصد صرف علمی تحقیق ہی

گذشتہ پرچہ مین جو مضمون "مسئلہ ارتقا" پر نکلا تھا اُسکا مقصد یہ نہ تھا کہ ہمارا یہ عقیدہ بھی ہی بلکہ صرف یہ دکھلانا تھا کہ مسئلہ ارتقا کا خیال ڈارون کا پیدا کیا ہوا کوئی نیا خیال نہین ہے بلکہ اس سے مدتون پہلے بعض حکماے اسلام کی بھی یہی تحقیق تھی"

الندوہ کو اور زیادہ دلچسپ اور عام بنانے کے لیے یہ تجویز کیا گیا ہی کہ ہمین مشہور خطاط علما امرا سلاطین کے ہاتھون کے مسودے ہون یا کوئی شاہی فرمان جو کوئی خصوصیت رکھتا ہو

کتابت کی صناعی کا اعلےٰ نمونہ ہو انکا فوٹو شائع کیا جاے جس سے ایک طرف تو الندوہ کی عام دلچسپی مین اضافہ ہوگا، دوسری طرف اس ترکیب سے یہ نادرہ روزگار چیزین دستبرد سے محفوظ رہینگی لیکن اسکے لیے ضرور ہی کہ ناظرین اسکے زاید مصارف کو خود برداشت کرین

بیروت و مصر کے عربی رسالون مین ایک عنوان "استفسار و جواب" کا ہوتا ہے، لوگ علمی، تاریخی، ادبی مسائل پوچھتے ہین اور اڈیٹر یا مضمون نگار اُنکا جواب دیتا ہے اور وہ استفسار و جوابات اس عنوان کے تحت مین شائع ہوتے ہین،

آیندہ سے ہم بھی الندوہ مین "استفسار و جواب" کا ایک عنوان قائم کرینگے جسمین ناظرین الندوہ اگر کوئی تاریخی یا علمی مسئلہ دریافت کرینگے تو اُسکا تحقیق سے جواب دیا جائیگا۔

ان دنون مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوہ مدراس مین ندوہ کے لیے کوشش کر رہے تھے اس سے پہلے بھی وہان سے مدد مل چکی تھی اب پانچسو روپیہ ندوہ کے لیے اور وصول ہوے ہین مولوی غلام محمد صاحب اپنے خط مین یہ بھی لکھتے ہین کہ مدراس سے اسی روپیے ماہوار کا چندہ دار العلوم کے لیے مقرر ہوگیا ہے کاش مسلمانون مین یہ استقلال ہو کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کر سکین۔

مولوی غلام محمد صاحب مدراس سے اعیان میسور کی طلب پر میسور روانہ ہوگئے امید ہے کہ میسور کے ہمدردان اسلام آنکو ہر طرح کی مدد دینگے

اورنگ زیب عالمگیر

اور

ہندوؤن کی ناراضی

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ چوتھا نمبر ہے، لیکن یہ جرم بجاے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے، یعنی

عالمگیر نے اپنے طرز عمل سے راجپوت رئیسون کو جو اب تک حکومت تیموری کے دست بازو تھے ناراض کر دیا،

۲ عالمگیر نے عام ہندوؤن کو ناراض کر دیا،

پہلے جرم کو لین پول صاحب ان الفاظ مین بیان کرتے ہین،

"وہی قوم راجپوت جو اورنگ زیب کی آغاز حکومت مین سلطنت مغلیہ کا داہنا بازو تھی اب اسطرح علحدہ ہوئی کہ پھر ملنے کی توقع نہ رہی ۔۔ جب تک اکبر کے تخت پر یہ بڑا دیندار متمکن رہا اسکی حمایت وحفاظت مین ایک راجپوت نے بھی اپنی اونگلی ہلانا نہ چاہی"

اس جرم کی تشریح لین پول صاحب نے اسطرح کی ہی

"۱۶۶۷ء مین اورنگ زیب کی سب سے زیادہ دوست لیکن سب سے زیادہ زبردست راجپوت راجہ جے سنگہ نے انتقال کیا، دوسرا مشہور راجپوت جنرل جسونت سنگہ کابل مین گورنری پر تھا اور اسکے مرنے کے دن قریب آرہے تھے آخرکار اورنگ زیب آزاد ہو گیا کہ ہندوؤن کی پامالی کی حکمت عملی کو جو ہر سچے مسلمان کا مقصد ہونا چاہیے اختیار کرے اسوقت تک ہندو کسی طرح ستائے نہین گئے تھے اور نہ کوئی مذہبی لوک ٹوک عمل مین آئی تھی لیکن

اسمین شک نہین کہ اورنگ زیب اپنے جوش اسلام کو دل ہی دل مین پرورش کر رہا تھا کہ بلاخوف نقصان کافرون کے مقابلے مین اسکے اظہار کا وقت آئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۶۶۹ء مین یہ گھٹا اُٹھی۔

اورنگ زیب نے ایک اور کوتاہ اندیش کارروائی جسونت سنگہ کے معاملے مین کی۔۔۔ اسنے خواہش کی کہ جسونت سنگہ کے دونون بیٹے تعلیم کے لیے دہلی مین بھیجدیئے جاوین اور بیشک وہ اسکی نگرانی مین مسلمان کرلیے جاتے

راجپوتون نے اسکی تعمیل نہ کی۔ اور جب راجپوتون نے سُنا کہ اورنگ زیب نے وہی قدیم اسلامی ٹکس یعنی جزیہ۔ از سر نو ہرایک ہندو پر قایم کردیا ہے تو اُنکے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی"

یورپین مورخون کے اعتراضات (جیسا کہ آگے ثابت ہوگا) اگرچہ نہایت پادرہوا ہوتے ہین اور اسلیے انکا جواب دینا نہایت آسان بات ہے لیکن بااین ہمہ جواب دینے والا سخت مشکل مین پڑجاتا ہے یوروپین مورخین ایک اعتراض کے بیان کرنے مین جوخود غلط ہوتا ہی پے درپے اور بہت سے جھوٹ ملاتے جاتے ہین جواب دینے والا ایک جھوٹ کا جواب دینا چاہتا ہے تو سامنے ایک اور جھوٹ نظر آتا ہے وہ اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو ایک اور جھوٹ نمایان ہوتا ہے مسلسل دروغ بیانی اور افتراؤن سکے ہجوم پر بے اختیار اسکو طیش آجاتا ہے اور بجاے اسکے کہ وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ اصل واقعہ کے انکشاف پر متوجہ ہو غصے سے بے قابو ہوجاتا ہے،

خود مجھ پر بھی اثر پڑا ہے لیکن مین ان حریفون کو یہ موقع نہ دونگا کہ وہ میرے طیش و غضب سے فائدہ اُٹھائین یوروپین مورخون نے ہندوٗن کے ناراضی کے جو اسباب بتائے ہین انمین خلط مبحث ہوگیا ہے یعنی مذہبی اور پولیٹکل باتین مل جُل گئی ہین اسلیے

مسئلہ زیر بحث کی تحلیل اور تحقیق کے لیے ضرور ہے کہ دونون سے الگ الگ بحث کیجاے
پہلے ہم پولیٹیکل اسباب سے شروع کرتے ہین،
ہندؤن کے زور و قوت کے تین مرکز تھے، جے پور - جودھپور - اور اودے پور انمین سے
جے پور اور جودھ پور بالکل مطیع ہو گئے تھے لیکن اودے پور کی یہ حالت تھی کہ بابر
سے لیکر شاہجہان کے زمانے تک حملہ کے وقت اسکی گردن جھک جاتی تھی لیکن
جب حملہ آور چلے آتے تھے تو پھر وہی سرکش کا سرکش بنجاتا تھا، شاہجہان نے جب
بیماری کی حالت مین داراشکوہ کو ولیعہد بناکر اسکو سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا تو اس
زمانے مین جے پور اور جودھ پور کے جانشین راجہ جے سنگھ اور جسونت سنگھ تھے،
عالمگیر جب دکن سے اکبرآباد کو چلا تو داراشکوہ کی طرف سے جسونت سنگھ ایک فوج
گران لیئے ہوے اوجین مین پڑا تھا، عالمگیر نے نہایت الحاح سے کہلا بھیجا کہ مین
صرف اعلےٰ حضرت کی عیادت کو جاتا ہون تم سدراہ نہو لیکن جسونت سنگہ نے
نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا جسونت نے شکست کہائی اور بھاگ نکلا عالمگیر پر جب چتر
حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگہ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی کی
اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا۔ شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معرکہ
پیش آیا تو عالمگیر نے جسونت سنگہ کو فوج برانغار کا افسر مقرر کیا لیکن جسونت سنگہ
نے پہلے سے مرزا شجاع سے سازش کرلی تھی چنانچہ جب دونون فوجین آمنے
سامنے مقابل پڑی ہوئی تھین تو جسونت سنگہ رات کے پچھلے پہر دفعۃً اپنی تمام
فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکلکر شجاع کی طرف چلا اسکی فوج نے شاہی
اسباب و خزانہ پر دست درازی کی اور اسقدر برہمی ہوئی کہ عالمگیر کی کل فوج مین سے

نصف کے قریب جسونت سنگہ کے ساتھ ہوکر شجاع سے جا ملی یہ ایسا نازک موقع تھا کہ
اسکے سنبھالنے کے لیے صرف عالمگیر کا دل و دماغ درکار تھا عالمگیر کے جبین استقلال
پر شکن تک نہین پڑی اور اس بے سروسامانی پر بھی میدان اسکے ہاتھ رہا چند روز کے
بعد جسونت سنگہ کا جب کہین ٹھکانا نرہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا، عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے
کام لیا اور چونکہ وہ شرم سے مُنھ دکھانا نہین چاہتا تھا عالمگیر نے غایبانہ اسکا منصب
اور خطاب وجاگیر بحال کرکے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کردیا اور وقتاً فوقتاً اسکو بڑی
بڑی مہمات پر مامور کیا یہانتک کہ دکن مین سیواجی کے مقابلے پر بھیجا لیکن یہ غدار
یہان بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا[1] الفنسٹن صاحب لکھتے ہین "راجہ جسونت سنگہ
شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندؤن کا زیادہ خیرخواہ تھا
علاوہ اسکے لوگون کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ لوبھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات
تھوڑی بہت مانتا ہے۔ غرضکہ ان وسیلون سے سیواجی نے اسکو اپنا رفیق بنالیا"[2]
جسونت سنگہ نے اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ راؤ بھاؤ سنگہ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا
راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور اس مہم مین اسکا شریک تھا اپنے ساتھ شریک
کرنا چاہا اور جب اسنے نمک حرامی سے انکار کیا تو اسکی بہن کو جو جسونت سنگہ کے
عقد نکاح مین تھی وطن سے بلواکر بیچ مین ڈالا لیکن اس وفادار نے اب بھی حق نمک
کو قرابت پر مقدم رکھا، ماثر الامراء مین راؤ بھاؤ سنگہ کے تذکرے مین لکھا ہے:

چون ہمشیرہ راؤ بھاؤ سنگہ بدست مہاراجہ (جسونت سنگہ) بود مہاراجہ زن خود را از وطن طلب داشتہ

---

[1] یہ تمام حالات اگرچہ خافی خان وغیرہ تمام تاریخون مین ہین لیکن مسلسل اور مفصل تذکرہ ماثر الامراء جلد سوم مین ہے

[2] ترجمہ تاریخ الفنسٹن مطبع علیگڈہ صفحہ ۵۰۱ ماثر الامراء سے بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے

ماسلطنت با وسے ساز موافقت کوک نمایدا ما ساؤ بجاؤ سنگہ حق نمک مقدم داشتہ تن بواقعش

در داد "

بالآخر جسونت سنگہ کابل کی مہم پر مامور ہوا اور سنہ ۲۱ جلوس عالمگیری مین قضا کر گیا،
جسونت سنگہ جب مرا تو اسکی کوئی اولاد نہ تھی لیکن اسکے کارپردازون نے دربار مین
اطلاع دی کہ اسکی دو بیبیون کو حمل ہے لاہور مین پہونچکر ان لوگون نے دربار شاہی
مین رپورٹ کی کہ دونون بیویون سے دو لڑکے پیدا ہوے اسکے ساتھ درخواست
کی کہ ان لڑکون کو منصب اور ریاست اور خطاب عطا کیا جائے عالمگیر نے فرمان
بھیجا کہ دونون کو دربار مین بھیجدو جب وہ سن تمیز کو پہونچین گے تو خطاب اور منصب
عطا کیا جائیگا ماثر عالمگیری مین ہے۔

حکم اقدس اعلے صادر شد کہ ہر دو پسر را بہ درگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہرگاہ پسران بہ سن تمیز
خواہند رسید بعنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت (صفحہ ۱۷۷)

تیموریون کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ دار چھوٹے بچے چھوڑ کر
مرجاتا تھا تو بادشاہ خود انکو طلب کر کے اپنے دامن تربیت مین پالتا تھا اور شہزادون
کیطرح ایسے سلوک کیا جاتا تھا اسی اصول کے موافق عالمگیر نے جسونت سنگہ کے
بچون کو طلب کیا تھا لیکن جسونت سنگہ کا جو طرز عمل ہمیشہ سے رہا اسکے افسرون پر بھی
وہی رنگ چھا گیا تھا چنانچہ انھون نے شاہی حکم کے وصول ہونے کا انتظار بھی نہ کیا
اور دلی کیطرف روانہ ہوگئے دریاے اٹک پر میر بحر نے اس بنا پر روکا کہ پروانہ راہداری
دکھاؤ، اسپر آمادہ جنگ ہوے اور بہت سے آدمیون کو قتل کر کے بزور دریا کے پار
اترے دار السلطنۃ کے قریب آئے تو انکی گستاخانہ اور باغیانہ حرکات کی بنا پر عالمگیر

نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقام کرین اور کوتوال کو حکم دیا کہ ایک جمعیت کے ساتھ
انکو نظر بند رکھے چند روز کے بعد چند راجپوتون نے وطن جانے کی اجازت طلب کی
عالمگیر نے منظوری دی یہ فریبکار دھوکا دیکر جسونت سنگہ کے بچون کو چپکے چپکے
اُڑا لیگئے اور اُنکی جگہ دو جعلی بچے چھوڑ گئے چونکہ یہ ایک اہم بحث طلب واقعہ ہی
جسپر آئندہ واقعات کی بنیاد قائم ہوتی ہے اسلیے ہم مزید اعتبار کے لیے خافی خان
کی اصلی عبارت نقل کرتے ہین،

بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ معتمدان جہالت کیش ہمراہ او ہر دو پسر خورد سال راجہ را
کہ در آخر عمر ہمان دو فرزند باسم اجیت سنگہ و دلتھمن داشت مع رانی باہمراہ گرفتہ بے آنکہ
انتظار حکم حضور کشند یا دستک در خانہ صوبہ دار حاصل نمایند روانہ حضور شدند بعدہ کہ
بہ معبر اٹک رسیدند میر بحر بہ علت عدم دستک مانع آمد با او بہ پرخاش پیش آمدہ کار
بہ فساد و کشتن و زخمی ساختن میر بحر و سنجمع رسانده بسر پنجگی عبور نمودند بعد از ان کہ
نزدیک دار الخلافہ رسیدند ازان کہ از ادا ہاے خاین سابق جسونت غبار ملال در خاطر
مبارک جا گرفتہ بود و این شوخی راجپوتیہ علاوہ آن گردید فرمودند کہ نزدیک شہر طرف بارہ پلہ
فرود آیند و کوتوال را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعے از منصبداران و متعینہ توپ خانہ
اطراف خیمہ ہاے وابستگان راجپوت کی نشاندہ بطریق نظر بندنگاہ دارند الخ[1]

جسونت سنگہ کے افسر جسونت کے بچون کو لیکر جودھپور پہونچے اور مہارانا اُدیپور
نے انکو اپنی حمایت مین لیا عالمگیر نے مہارانا کو فرمان بھیجا کہ باغیون کی حمایت سے
دست بردار ہو جاسے اور جسونت کے بچون کو حوالے کردے مہارانا نے نہ مانا اسپر

[1] اسکے بعد کا واقعہ چونکہ چندان اہم اور مختلف فیہ نہ تھا اسلیے ہمنے وہ عبارت نقل نہین کی۔

المگیر نے جودھپور پر فوجین بھیجین اور بالآخر مہارانا نے اطاعت قبول کی اور اقرار کیا
جسونت کے بچون کی اعانت نہ کریگا لیکن مہارانا بہت جلد اس اقرار سے پھر گیا
ب عالمگیر نے اسکے انتقام کے لیے ہر طرف سے فوجین طلب کین اور اپنے چھوٹے
بیٹے اکبر کو اسکا سپہ سالار مقرر کرکے اودیپور کی طرف روانہ کیا لیکن مہارانا نے
اکبر کو یہ ترغیب دلا کر کہ ہم آپ کو بادشاد تسلیم کرینگے آپ خود تاج و تخت کا دعوے
کیجئے اکبر کو توڑ لیا نا خلف شہزادہ ہزار فوج لیکر خود عالمگیر کے مقابلے کو
بڑھا، عالمگیر کی رکاب مین اسوقت صرف ہزار سوار تھے لیکن اسکے استقلال مین
فرق نہ آیا اور بالآخر اکبر شکست کھا کر بھاگ گیا۔
سلسلہ بیان کی ترتیب اور تمام واقعات کی یکجائی پیش نظر ہونے کے لیے ہمنے واقعات
کو سادہ طور سے لکھدیا اب امور ذیل تنقیح طلب ہین۔
ا۔ کیا عالمگیر نے راجپوت ریاستون کے ساتھ کوئی ناجائز سلوک کیا تھا جسکی وجہ سے
وہ بغاوت پر مجبور ہوے
۲۔ کیا عالمگیر ان راجپوتون کو زیر نہ کر سکا۔
۳۔ کیا راجپوت اس واقعہ کے بعد ہمیشہ کے لیے عالمگیر سے الگ ہوگئے
یوروپین مورخون کی راے کے موافق ان سوالون کا اجمالی جواب یہ ہی کہ عالمگیر
نے خود راجپوتون کو چھیڑا اور انکو بغاوت پر مجبور کیا اور پھر اُنسے اچھی طرح عہدہ برا
نہ ہو سکا اور راجپوت ہمیشہ کے لیے تیموری حکومت کے حلقۂ اطاعت سے نکل گئے
اوپر یہ تفصیل گذر چکی کہ راجپوتون کے تین مرکز تھے انمین سے جیپور تو ہمیشہ
مطیع رہا الفنسٹن صاحب بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہین اور لکھتے ہین۔

"جبکہ راجپوت راجاؤن نے منجملہ اپنے گروہون کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا زور اور ظلم دیکھا اور جزیہ کی ناگواری اس پر زیادہ ہوئی تو سارے راجپوت آپس مین متفق ہوگئے مگر راجہ رام سنگہ جے پور والا جسکے گھرانے کو بادشاہی خاندان سے رشتے ناتون اور کئی پشتون سے معزز عہدون کی بدولت مضبوط اور مستحکم علاقہ تھا اسنے مستثنی رہا"

اب صرف جودھپور اور اودیپور رہ گئے جودہ پور کا رئیس جسونت سنگہ تھا اسنے عالمگیر کے ساتھ جو برتاؤ کیے یہ تھے کہ سب سے پہلے عالمگیر کے ساتھ برسر مقابلہ آیا عالمگیر نے فتح پاکر اسکو معاف کردیا اور فوج کا افسر مقرر کیا لیکن شجاع کی لڑائی مین نہایت غدارانہ طریقہ سے رات کو چھپکر دشمن سے جا ملا جس سے عالمگیر کی تمام فوج درہم و برہم ہوگئی عالمگیر نے پھر عفو سے کام لیا اور جاگیر و خطاب و منصب عطا کرکے دکن پر بھیجا وہان سیواجی سے سازش کی۔ اب اس کے مرنے پر راجپوت عالمگیر سے درخواست کرتے ہین کہ اسکا کمسن بچہ والی ریاست بنا دیا جاے عالمگیر جواب دیتا ہے کہ انکو دربار مین بھیجدو سن شعور کے بعد انکو سب کچھ ملیگا راجپوت جواب کا بھی انتظار نہین کرتے اور دریاے اٹک پر شاہی عہدہ دارونکو مارتے دھاڑتے دلی پہونچتے ہین، عالمگیر انکو نظر بند کرتا ہے

ان تمام واقعات[1] مین کون سی بات انصاف کے خلاف ہے۔

الفنسٹن صاحب فرماتے ہین کہ "جب راجپوت راجاؤن نے منجملہ اپنے گروہون کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ظلم دیکھا" آخر یہ کیا ظلم تھا؟ کیا جسونت سنگہ کے ساتھی راجپوتون کا طرز عمل ایسا تھا کہ عالمگیر انپر بالکل اعتماد کرلیتا؟ کیا صغیر سن بچہ کا

[1] تفصیل ان واقعات کی اوپر گذر چکی ہے۔

دربار مین بلانا کوئی ظلم کی بات تھی؟ کیا راجپوتون کا بغیر شاہی اجازت کے دارالسلطنت کا قصد کرنا عدول حکمی نہ تھی؟ کیا میر بحر کا اُنکو روکنا میر بحر کے فرائض منصبی مین داخل نہ تھا؟ کیا میر بحر اور شاہی ملازمون سے مقابلہ کرنا اور اُنکو قتل کرنا باغیانہ حرکت نہ تھی؟ کیا ان سب حرکات کے بعد اُنکا نظر بند کیا جانا عدل و انصاف کے خلاف تھا؟

لین پول صاحب راجپوتون کی عدول حکمی اور برہمی کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ جسونت سنگھ کے بچون کو عالمگیر مسلمان کر لیتا لیکن عالمگیر نے سیواجی کے پوتے ساہوجی کو جب گرفتار کیا تو اسکی عمر سات برس کی تھی عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی مین رکھا شاہی خیمہ کے برابر اُسکا خیمہ کھڑا کرایا، اسکو ہفت ہزاری کا منصب اور خطاب نوبت و علم عطا کیا اور یہ برتاؤ اخیر عمر تک قائم رکھا باوجود اسکے اسکو کیون مسلمان نہین کیا؟ سیواجی کا پوتا تو جسونت سنگھ کے بیٹون سے زیادہ جبر و ظلم کا مستحق تھا۔

ایک اور وجہ لین پول صاحب یہ بیان کرتے ہین کہ راجپوتون کو جزیہ لگانے کی خبر پہونچ چکی تھی" اسلیے اُنکے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی" جزیہ کی بحث مذہبی امور کی بحث مین آگے آئیگی اسلیے ہم اسکو نہین چھیڑتے۔

دوسرا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ عالمگیر راجپوتون کو زیر کر سکا یا نہین لین پول صاحب لکھتے ہین۔

"راجپوت سانپ کو ہلکا سا خراش تو لگ گیا لیکن وہ مرا نہ تھا۔ جنگ کا سلسلہ جاری رہا آخر کار اودے پور کے رانا نے جسکو راجپوتون کی طرف سب سے زیادہ نقصان پہونچا تھا

اورنگ زیب سے ایک معزز صلح کرلی کیونکہ اس جنگ سے اب اورنگ زیب عاری ہوگیا
تھا۔ اس صلح نامے مین نفرت خیز جزیہ کا نام تک بھی نہ آیا لیکن رانا کو اپنے ملک کا ایک
قلیل حصہ اس فعل کے پاداش مین کہ وہ شاہزادہ اکبر کا شریک ہوگیا تھا دینا پڑا۔

اودیپور کے رانا نے تھوڑے ہی دنون مین تمام اضلاع تا مسیر پانی پھیر دیا"

اللہ اکبر!! ان چند سطرون مین کسقدر جھوٹ کا انبار ہے

الفنسٹن صاحب فرماتے مین

خود اورنگ زیب کو ایسی لڑائی کے اختتام کی خواہش ہوئی۔ چنانچہ اپنی تدبیر و حکمت سے
اودے پور کے راجہ کو آشتی کی درخواست پر آمادہ کیا اور جبکہ درخواست اسکی طرف سے
گذری تو فی الفور اسکی طرف توجہ کی چنانچہ جزیہ سے اغماض برتا گیا اور ملک کے جس ٹکڑے
کو جزیہ کے معاوضہ مین لیا تھا اسکی اعانت کے جرمانہ مین رکھ لیا گیا"

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جودھپور اور اودے پور دونون ریاستون کو عالمگیر کی
فوجون نے پامال کر دیا اور مہارانا اودے پور اپنے صف سے بھاگ کر انتہائے
سرحد تک پہونچگیا آخر جب ہر طرح سے مجبور ہوا تو شاہزادہ محمد اعظم کے ذریعہ
سے سفارش کرائی اور پرگنہ ماندل پور اور بدھنور جزیہ کے عوض مین دینے
منظور کیے عالمگیر نے پھر اپنی معمولی فیاض دلی سے کام لیا اور ۲۴ سنہ جلوس
مین جب رانا دربار مین حاضر ہوا تو خلعت و خطاب اور پنجہزاری منصب عطا کیا
مآثر عالمگیری مین[1] ہے۔

چون رانا از ملک و مسکن راندہ شد۔ و تا سرحدش گریخت۔ مفرے جز زینہار جوئی و امان طلبی

[1] صفحہ ۲۰۸

اسماً نمانده به دامان استشفاع بادشاهزاده کریم عطاپیشه محمد اعظم دست عجز وضراعت درآویخت وگذرانیدن پرگنه ماندل پور و بدهنور را عوض جزیه وسیله عفو جریمه آورده و ملازمت بادشاهزاده را فریعه بختیاری خود اندیشید الخ

ماثر الامرا مین ہے۔

چون رانا دمسے پور را خالی گذاشته راه فرار نمود فوجی به سرکردگی حسین علیخان به تعاقب او متعین شد و پسر محمد اعظم شاه و سلطان بیدار بخت نامزد شدند و پس ازان که ملک رانا للکوب عساکر فیروزی گردید او از وطن مالوفه برآمده بے ملجا دماوا گشت. سال بست وچهارم دست ضراعت به دامان شفاعت شاهزاده زده پرگنه ماندل و بدهنور در عوض جزیه به سرکار بادشاهی گذاشت

(ماثر الامرا، جلد دوم صفحہ ۲۰۸ درضمن تذکرہ رانا کرن)

غور کرو ان معتبر تاریخون مین تصریح ہے کہ رانا عاجز آکر خود معافی کا خواستگار ہوا الفنسٹن صاحب وغیرہ فرماتے ہین کہ عالمگیر نے خود مجبور ہو کر سلسلہ جنبانی کی ان تاریخون مین ہے کہ رانا نے دو پرگنے جزیہ کے عوض مین پیش کیے یورپین مورخ کہتے ہین کہ جزیہ کا نام تک نہ آیا اور وہ پرگنے اکبر کی اعانت کا معاوضہ تھے الفنسٹن صاحب اور لین پول کی عام عادت ہے کہ ہر موقع پر تاریخون کا حوالہ دیتے ہین لیکن ان واقعات کے بیان مین حوالہ کا نام نہین۔

لیکن ان سب دروغ بیانیون سے بالاتر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصہ کے بعد اس صلح پر بھی پانی پھیر دیا چونکہ اس دروغ بیانی مین لین پول کا اور

---

[1] اسکے بعد کے واقعات بحث طلب نہ تھے اسلیے ہمنے قلم انداز کیا۔

کوئی شریک نہین اسلیے ہمکو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہین، اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لئے تیموریون سے الگ ہوگئے اور کیا انھون نے کبھی بقول لین پول عالمگیر کی حمایت مین اپنی اُنگلی بھی ہلانی نہ چاہی۔

گذشتہ تمام واقعات عالمگیر کے ۲۲ سنہ جلوس تک ختم ہوگئے ہین، جگت سنگھ مہارانا اودے پور اسی سنہ مین مرا ہے اور عالمگیر نے اسکے بیٹے جے سنگھ کو خلعت تعزیت، اور خطاب وغیرہ عطا کیا ہے۔ ۲۵ سنہ جلوس مین عالمگیر دکن کو روانہ ہوا، اور اخیر عمر تک انھی اطراف مین مرہٹون سے لڑتا بھڑتا رہا۔ ان لڑائیون مین اسکی فوج مین راجپوت اسیطرح نظر آتے ہین جسطرح اور مسلمان تومین، چنانچہ تاریخون مین جہان فوجون کا ذکر آتا ہے راجپوتون کا نام بھی خاص طور پر آتا ہے۔ مثلاً خافی خان ۱۱۱۱ھ کے واقعات مین مرہٹون کے ایک محاصرہ مین لکھتا ہے:۔

> از ہر یک بند ہاے کارطلب شرط جانفشانی بہ عرصہ ظہور رسید، خصوص حمید الدین خان، و راجپوت ہاے جلادت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو ترددات نمایان روے کار آوردند۔ تا آنکہ جمشید خان با جمعے از راجپوتان روشناس بہ ہمراہ راو دلپت وچندے دیگر، بکار آمدند[1]۔

یہی مورخ ۴۶ سنہ جلوس کے واقعات مین لکھتا ہے:۔

> اوائل ذیحجہ سنہ چہل وشش ۴۶ سنہ جلوس راجہ جے سنگھ کہ عمر او بہ حد بلوغ نرسیدہ بود باتفاق مردم بادشاہ زادہ یورش نمودہ بہ حملہ پیاپے کہ از بالا گولہ وسنگ واقسام آتشبازی چون تگرگ بلا بلا فاصلہ می ریخت، راجپوت بسیار واکثر مردم شاہزادہ بکار آمدند[2]۔"

[1] خافی خان حالات عالمگیر صفحہ ۴۳۵ - [2] صفحہ ۴۹۹ -

یورپین مورخ کہتے ہین کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت مین انگلی نہ ہلائی۔
لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت، بلکہ راجپوتون کے بڑے بڑے راجہ ومہاراجہ
اخیر وقت تک عالمگیر کے ساتھ فوجی مہمات مین شریک رہے اور مرہٹون کے پامال کرنے
مین وہ مسلمان افسرون کے داہنے ہاتھ تھے، راجپوتون کی اصلی طاقت جودھپور،
جےپور، اودیپور، تھی۔ اودےپور کے دو شاہزادے خود عالمگیر کی فوج مین معزز
عہدون پر ممتاز تھے اور اخیر وقت تک ساتھ رہے۔ چنانچہ سنہ ۲۲ جلوس مین انمین سے
اندر سنگھ کو دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو یک ہزاری و پانصدی کا منصب عطا ہوا[1]۔
یہ دونون مہارانا راج سنگھ کے بیٹے تھے جسنے سنہ ۲۵ جلوس مین وفات پائی تھی
اور اسکے مرنے پر اسکے بیٹے رانا جے سنگھ کو عالمگیر نے خلعتِ ماتم عطا کیا تھا۔
اندر سنگھ جو جسونت سنگھ رئیس جودھپور کا عزیز تھا جسونت کے انتقال کے بعد
عالمگیر نے اسکو راجہ کا خطاب دیا اور دکن کے مہمات پر مامور کیا۔ اسنے نہایت
وفاداری سے اپنی خدمت انجام دی چنانچہ سنہ ۳۶ جلوس مین اسکو سہ ہزاری کا
منصب ملا[2]
مان سنگھ راٹھور جسکو سہ ہزاری کا منصب حاصل تھا۔ سنہ ۳۳ جلوس عالمگیری مین
ذوالفقار خان کے ساتھ دکن کی سب سے مشہور جنجی کی مہم پر مامور ہوا[3]۔ جےپور
کے رئیسون کی وفاداری، یورپین مورخون نے بھی تسلیم کی ہے"
ماثر الامرا مین اور بہت سے راجپوت راجاؤن اور رئیسون کے تفصیلی حالات

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۴۰۵ مطبوعہ کلکتہ۔ [2] مآثر الامرا، ذکر امر سنگھ۔ [3] مآثر الامرا
ذکر روپ سنگھ۔

فوج ہین جو عالمگیر کے ساتھ دکن کی مہمات مین شریک تھے اور نہایت جانبازی
اور وفاداری کے ساتھ خود اپنے ہم مذہب مرہٹون سے لڑتے تھے شکیبی شاعر
نے اکبر کے زمانہ مین کہا تھا۔

چنان در عہد او × کہ ہندو میزند شمشیر اسلام

یہ شعر نہ صرف اکبر بلکہ عالمگیر کے زمانہ مین بھی سچ تھا، اور اگر آج اسلامی سلطنت
ہوتی تو آج بھی سچ ہوتا۔

غور کرو ان واقعات کے ثابت ہونے کے بعد کہ جے پور جودھپور۔ اودیپور
کے فرمانروا، عالمگیر کے ساتھ دکن مین مرہٹون سے لڑائیان لڑ رہے ہین، راجپوت
فوجین، مسلمانون کے ساتھ برابر کے شریک ہین، راجپوت افسرون کو سہ ہزاری
و چہار ہزاری، منصب عطا ہوتے ہین، اودے پور کا راجہ نابالغ ہونے کے ساتھ
اس بے جگری سے مرہٹون کا مقابلہ کرتا ہے، تو کیا یورپین مورخون کے اس قول
مین سچائی کا کچھ بھی شایبہ ہے کہ عالمگیر نے راجپوتون کو اسقدر ناراض کر دیا کہ وہ
پھر کبھی تیموری علم کے نیچے نہ آئے۔

داستانِ عہد گل را بشنو از مرغ چمن × زاغ ہا آشفتہ تر گفتند این افسانہ را

(باقی آیندہ)

شبلی از ندوہ

طبقات الارض اور مسلمان

طبقات الارض (جیالوجی) وہ علم ہے جسمین زمین کی تاریخ، پیدایش، ترکیب، شکل، اور اس طبقات اور تکون جبال سے بحث کیجاتی ہی۔ ہم اس مضمون مین طبقات الارض کے ایک خاص مسئلہ سے بحث کرینگے یعنی زمین اور پہاڑ کی پیدایش، نیز اس سے یہ معلوم ہوگا کہ مسلمان طبقات الارض کے مبادی سے واقف تھے، اور اُس عام خیال کی تردید ہوگی کہ مسلمان طبقات الارض سے واقف نہ تھے۔

تکون ارض کے مسئلہ مین سب سے پہلا اختلاف یہ پیدا ہوتا ہی کہ زمین قدیم ہی یا کوئی نو پیدا چیز ہی قدما مین جو قدامت عالم کے قائل تھے اُنکی طرز گفتگو سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ زمین کی قدامت کے بھی قائل تھے کیونکہ وہ انسان، گھوڑا، وغیرہ انواع کو قدیم بالنوع تسلیم کرتے تھے، اور ان انواع کا فطرتی حیز وہ زمین بتلاتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہین کہ کوئی نوع فطرتًا اپنے حیز کے سوا اور کہین نہین رہ سکتی۔ ان مقدمات سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہی کہ زمین بھی اُنکے ہان قدیم مانی جاتی تھی، اسلیے زمین کیونکر بنی؟ اس سوال کا جواب اسکے سوا کچھ اور نہین دے سکتے کہ "قدیم ہے اور ہمیشہ سے اسی طرح ہی"

بعض قدما اور حکمائے اسلام اور نیز فلاسفۂ حال زمین کو حادث کرہ مانتے ہین اور اسپر بھی اتفاق ہی کہ زمین پیدا ہونیکے ایک مدت کے بعد اسپر آبادی قائم ہوئی اسلیے وہ اس سوال کا بھی جواب دیتے ہین کہ زمین کیونکر بنی؟

[illegible] کا خیال یہ ہی کہ عالم مین سب سے پہلے ہوا کا وجود ہوا، اور اسی سے ہر چیز کا [illegible] اور اس سے کسیقدر لطیف ہوا سے پانی کا وجود [illegible] لطافت سے آگ پیدا ہوئی جس سے دھوان اور بخارات کا وجود

پانی برسا، سبزہ اُگا اور رفتہ رفتہ دنیا آباد ہوئی۔[ا]

تالیس ملطی کی رائے اس سے مختلف ہی وہ کہتا ہی کہ عالم وجود کی سب سے پہلی مخلوق پانی ہی پانی کے جم جانے سے زمین بنی، اور اُسمین تخلخل پیدا ہونے سے ہوا کا وجود ہوا، اور ہوا کے سب سے لطیف جز سے آگ بنی، آگ سے دُھوان اُٹھا، اور پانی سے بخارات، جنسے ترکیب پاکر اجرام سماویہ بنے۔[۲]

جیالوجی کے موجودہ علما کی تحقیق یہ ہی کہ کائنات کا موجودہ نقشہ سیکڑون انقلابات کے بعد پیدا ہوا ہی، پہلے دُنیا کی کائنات بعض ذرات تھے جو ہر جگہ پھیلے ہوے تھے اور آگ کی طرح نہایت گرم تھے رفتہ رفتہ ذرونکی گرمی کم ہوتی گئی اور برودت کی وجہ سے وہ جامد اور کثیف ہوتے گئے، انھین جامد اور کثیف ذرونکی کافی مقدار کا نام زمین ہی، اب بھی زمین کا گو ظاہری حصہ سرد ہی مگر اندرونی حصہ ابتک نہایت گرم ہی، امریکہ کے بعض کانون مین اتنی گرمی ہوتی ہی کہ مزدور وہان چند منٹ سے زیادہ نہین ٹھہر سکتے، آفتاب ابھی اپنی اُسی گرم حالت پر ہی مگر آہستہ آہستہ اُسکی حرارت بھی گھٹتی جاتی ہے۔

زمین کی ابتدائی تاریخ یہ ہی کہ پہلے قریباً اُسکا کل حصہ پانی مین ڈوبا ہوا تھا لیکن جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا، کچھ تو پانی زمین مین سماتا گیا اور اُسکا زیادہ حصہ ہوا نے سکھا لیا اور خود پانی بھی بخارات بنکر زمین سے اڑ گیا، پانی کے کم ہونے سے زمین کا کچھ حصہ خشک ہو کر قابل آبادی بنا۔

اس مسئلہ کا ثبوت کہ پہلے زمین پانی مین ڈوبی ہوئی تھی انکو اس سے ملتا ہی کہ اکثر پتھر اور زمین کھودنے سے انکو دریا کے جانورونکی ہڈیان ملین جنسے ثابت ہوا کہ پہلے یہان پانی تھا جسمین جانور تھے جب یہانکا پانی خشک ہو گیا تو یہانکے جانور یہین رہگئے اور مر گئے، یہان کیونکر آئے اور

[ا] شوارع نوریہ قلمی کتب خانۂ ندوہ بحث تکون۔ [۲] شوارع نوریہ قلمی کتب خانۂ ندوہ بحث تکون

[illegible] جیسے [illegible] فرانس کے موسیو کنٹن نے حسب ذیل کی ہو، مگر اس تھیوری
[illegible] سے پہلے ایک علمی اصطلاح (مقاومت) کی تشریح کرنا مناسب ہی۔
مقاومت ایک لفظ ہی جسکے لغوی معنی مقابلہ کرنیکے ہین، اصطلاح مین اسی کے قریب قریب
یہ لفظ ایک اور قسم کے مقابلہ کیلیے بولا جاتا ہی، دُنیا مین جو قوانین فطرت ہین یا اُنسے جو اسباب
پیدا ہوتے ہین وہ ضرور نہین کہ ہر چیز کیلیے مفید ہون بلکہ بعض وقت وہ بعض چیزونکو سخت
صدمہ پہونچاتے ہین، ان مخلوقات کا ان صدمونکے تلاطم کو برداشت کرنا اور ان غیر مناسب اسباب
کا مقابلہ کرنا مقاومت ہے، جو چیز اس مقاومت مین اُن غیر مناسب اسباب پر فتح پا جاتی ہی
وہ زندہ رہجاتی ہی اور کچھ دنون کی عادت مین وہ غیر مناسب اسباب اُسکی فطرت بنجاتے ہین اور اگر
شکست کھاتی ہی تو برباد ہوجاتی ہی، مثلاً ایک آدمی بیمار ہی مرض بڑھتا جاتا ہی اسوقت مریض کی
طبیعت اُن غیر مناسب اسباب سے ٹکرا رہی ہی جو کسی فطرتی اصول سے پیدا ہوگئے ہین، یہ اسباب
طبیعت کو مٹا دینا چاہتے ہین اور طبیعت اُنکے حملونکو روک رہی ہی یہی مقاومت ہے اگر
طبیعت غالب آئیگی تو زندہ رہیگی ورنہ فنا ہوجائیگی، کسی مچھلی کو پانی سے اُٹھا کر خشکی پر ڈالدو اب
اُسکی کیا حالت ہوگی؟ مچھلی پانی کی عادی ہی اور پانی نہین ملتا، ہوا کی زیادہ مقدار مین اُسکو
سانس لینے کی عادت نہین اسوقت لے رہی ہی گرمی اور آفتاب کی تمازت کا صدمہ وہ نہین
سہہ سکتی اب سہنا پڑا، ایسی حالت مین مچھلی اپنے غیر طبعی اسباب سے مقاومت کر رہی ہی اگر فرض
کرو کہ کچھ دنون مین اس گرمی، ہوا اور خشکی کی وہ عادی ہوگئی تو زندہ رہجائیگی ورنہ مرجائیگی۔
سب سے پہلے دریا مین زندگی نمودار ہوئی، اور یہین زندہ جانور پیدا ہوے، جو بہت دنون تک
[illegible] کر آئے ہین کہ قریباً کل زمین ابتداے آفرینش مین پانی سے ڈھکی
[illegible] ادھر مخلوقات کی تعداد اور تنوع بڑھتا جاتا ہو اور اُدھر زمین کی حرارت کم ہوتی جاتی

تھی اور دریا کا پانی خشک ہوتا جاتا تھا۔
حیوانات تو دریا کے ہر گوشہ مین تھے اب جہان پانی خشک ہوگیا وہانکے حیوانات کہان جاتے
وہین پڑے رہے، اسوقت مقاومت کا وقت آپہونچا، بالکل وہی مچھلی کی حالت درپیش ہو
بعض مستقل مزاج حیوانات نے اُن غیر طبعی حالات کو برداشت کرلیا اور وہ زندہ رہے
ترقی کرتے گئے اپنا تنوع بڑھاتے گئے، دریا چھوڑکر زمین کو آباد کیا اور بعض دوسرے حیوانات
تاب مقاومت نہ لاسکے اور فنا ہوگئے اُنکی نوع اور نسلین مٹ گئین، اُنکی ہڈیان ادھر اُدھر
پہاڑون اور غارون مین ملتی ہین، اوپر کی تمام جدید تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے۔
(۱) پہلے کائنات مین صرف دُرے تھے جو نہایت گرم تھے جنکی کثافت اور برودت سے زمین بنی،
(۲) زمین اسکے بعد پانی سے ڈھکی ہوئی تھی۔
(۳) پانی مین پہلے زندگی پیدا ہوئی اور جہان کا پانی خشک ہوگیا وہان کے جانور اگر اپنے غیر طبعی
اسباب پر غالب آگئے تو زندہ رہے ورنہ فنا ہوگئے، اور اُنکی ہڈیان ادھر اُدھر منتشر ہوگئین۔
(۴) زمین پہلے پانی مین چھپی تھی، اسکی دلیل یہی ہو کہ پتھر ونمین زمین کے کھودنے سے دریا کے جانورون
کی ہڈیان ملتی ہین جنسے ثابت ہوتا ہو کہ پہلے یہان دریا تھا اور یہ زمین اُسمین چھپی ہوئی تھی،
حکمائے اسلام کی اس بارے مین کیا تحقیق تھی؟ تعجب ہوگا کہ اُنکی بھی بجنسہٖ یہی تحقیق
ہو اور یہی دلیل ہو شیخ الرئیس نے شفا مین ابو اسحاق کندی کی اس رائے کو نقل کیا ہو اور
صرف اسلیے کہ اُسکی غلطی ثابت کیجائے مگر ابو اسحاق کندی کی تحقیق کی داد دیجاتی ہو۔

قال الشیخ فی الشفاء ان قوما من المنسبین الی هذا العلم کابی اسحاق الکندی یذکرون ان الفلک لاستدارته یجب	شیخ نے شفا مین بیان کیا ہو کہ بعض وہ لوگ جو فلسفی کہلاتے ہین جیسے ابو اسحاق کندی نے بیان کیا ہو کہ فلک اپنی حرکت دوری کی وجہ سے

ان يستعد ير على شيء في حشوه فيلزم من مصادمته له التسخين حتى يستحيل ما يقرب منه نارا وما يبعد عنه يبقى ساكنا فيصير الى البرد والتكثيف حتى يصير ارضا۔

ضرور ہو کہ کسی ایسی چیز پر حرکت کرے جو اُسکے اندر ہو۔ حرکت کی مقاومت سے اُس چیز مین گرمی پیدا ہوگی یہانتک کہ جو چیز اسکے قریب ہوگی وہ آگ ہوجائیگی اور جو دُور ہوگی وہ اپنی حالت پر ساکن رہیگی، اب (وہ گرم چیز) آہستہ آہستہ کثیف اور سرد ہوتی گئی یہانتک زمین بن گئی۔

شیخ ابن سینا نے اِسپر اعتراض کیا ہو کہ اس سے لازم آتا ہو کہ زمین سے پہلے بھی کوئی چیز ہو جو گرم ہو اور سرد ہو کر زمین بنے ہم کہتے ہین کہ یہ لزوم بالکل صحیح ہو زمین سے پہلے وہی ذرات تھے جو گرم تھے جنسے پھر زمین بنی۔

اِسکے بعد کی تحقیقات امام رازی نے کی ہو، شرح مواقف مین تکون جبال (یعنی پہاڑ کیونکر بنے) کی بحث مین یہ موجود ہے۔

قال الرازي الاشبه ان هذه المعمورة كانت في سالف الزمان مغمورة في البحار فحصل فيها طين لزج كثير يتحجر بعد الانكشاف، وحصل الشهوق بحفر السيول والرياح ولذلك كثرت فيها الجبال، ومما يؤكد هذا الظن انا نجد في كثير من الاحجار اذا كسرناها اجزاء الحيوانات المائية

رازی نے بیان کیا ہو کہ قریب بتحقیق یہ امر ہو کہ یہ آباد زمین پہلے زمانہ مین دریا مین ڈوبی تھی سوکھنے کے بعد وہ تر زمین خشک ہو کر پتھر ہوگئی، اور پہاڑ، سیلاب اور ہوا کے کھودنے سے پیدا ہو گئے، اسی لیے زمین مین پہاڑ بہت ہین اِس گمان کی تائید اس سے ہوتی ہو کہ ہم بہت سے پتھرون کو جب توڑتے ہین تو اُسمین دریائی

شرح مواقف مطبوعہ مصر صفحہ

حیوانات جیسے صدف مچھلی کے اجزا ملتے ہین۔

امام رازی کا یہ قیاس بالکل صحیح تھا اور دیس بھی بالکل وہی ہو آج علم طبقات الارض دیتا ہین تکون جبال کے متعلق مسلمانونکی جو تحقیق تھی اُسکو قریب صحت دیکھکر یورپ کا مشہور فلاسفر ڈریپر اپنی کتاب "یورپ کی ذہنی ترقی" مین حیرت ظاہر کرتا ہوا وہ لکھتا ہے:-

اس زمانہ مین حکماے عرب مین صحت خیال اور وسعت نظر پیدا ہوچکی تھی، جو بالکل تعجب خیز ہے ذیل کی سطرین ہمارے ایک معاصر نے لکھی ہین جو ابن سینا کی کتاب کے باب تکون الجبال سے ماخوذ ہین" پہاڑونکی پیدایش کے دو سبب ہوسکتے ہین یا تو نتیجہ ہین سطح زمین مین نشیب و فراز ہو جانیکا جیسا کہ اکثر زلزلون کے وقت مشاہدہ ہوا ہو یا یہ پہاڑ پانی کیوجہ سے پیدا ہوگئے ہین پانی نے اپنی روبہ پیدا کرنیکی غرض سے ایک نیا راستہ بنایا، جسکو وادی کہتے ہین اور چونکہ زمین کے طبقات مختلف قسم کے ہین بعض سخت ہین بعض زیادہ سخت ہین بعض نرم ہین لہذا پانی اور ہوا نے کہین تو بلند کردیا اور کہین اپنی حالت پر چھوڑ دیا، تمام متوسط درجہ کے پہاڑ اسی طرح بنے ہین۔ اس قسم کے انقلابات کی تکمیل کو ایک مدت درکار ہوتی ہو اس مدت مین خود پہاڑونکی مقدار مین فرق آتا جاتا ہو، پہاڑونکے پانی سے پیدا ہونیکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہو کہ دریائی جانورونکی ہڈیان پہاڑون پر موجود ہین[۵۲]"

سید سلیمان

---

[۱] مواقف ج ۲ صفحہ ۴۹۹ و ۵۰۴۔ [۵۲] انٹیلیکچول ڈیولپمنٹ آف یورپ ج ۱ ص ۴۱۱

برنابا کی انجیل

متی، مرقس، یوحنا کی انجیلون کے سوا عیسائیونکے ہان ایک اور انجیل ہو جسکا نام "برنابا کی انجیل ہو"
عیسائی اسکو اصل انجیل نہین سمجھتے، اُنکے پاس انکے اس دعوے کی صحت کی دلیل سکے سوا اور کچھ نہین ہو
"کہ اس انجیل مین اسلام کی ہر جگہ تائید ہو" اور ہمارے نزدیک یہی امر اس انجیل کی صداقت کی دلیل ہے
اوکسفورڈ یونیورسٹی نے حال مین اس انجیل کی اصل زبان لاٹن مین انگریزی ترجمہ کے ساتھ
شائع کیا ہو اس اڈیشن مین اس انجیل کے متعلق تاریخی تحقیق کی گئی ہو۔ الہلال مصر نے ان
تحقیقات کو عربی مین شائع کیا ہے ہم ذیل مین اسکا اقتباس کرتے ہین۔

برنابا ایک آرامی زبان کا لفظ ہو جسکے معنی ابن النبوۃ کے ہین۔ یہ اُس یوسف کا لقب تھا
جسکا ذکر "اعمال الرسل" کے ص ۴ درس ۳۶ مین ان الفاظ مین آیا ہو کہ "برنابا، قبرس کا رہنے
والا ہے اسنے اپنی زراعت بیچکر اُسکی نقد قیمت رسولونکے قدمونکے نیچے ڈالدی۔ رسولون
نے برنابا کا حال ابن الوعظ کے نام سے لکھا ہے۔ اسنے تبدیل ہیئت کرکے مسیحیت کی
اشاعت مین زندگی بسر کی، رسولونکے کامون مین ہمیشہ شریک حال رہتا تھا۔

انجیل برنابا اسی کی طرف منسوب ہو، یہ انجیل پہلے عربی زبان مین ملی، لاطینی، اسپینی،
انگریزی مین اسکا ترجمہ ہوا، بعض علماے انجیل کا خیال ہو کہ یہ انجیل مصنوعی ہے جسکو
ابتدائی عیسوی صدیون مین کسی نے تصنیف کیا ہو، یا یہ کوئی اصلی انجیل ہوگی جسکی یہ موجودہ انجیل
تحریف ہے، کیونکہ اور انجیلون سے اسکی تعلیم بالکل مختلف ہو، اسی لیے عیسائی اس انجیل کو
ان غیر معتبر کتابون مین سمجھتے ہین جنکو کنیسہ نے صحیح نہین تسلیم کیا، پانچوین صدی عیسوی مین
پوپ جولیس اول نے بھی اسکی عدم صحت کا حکم دیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ انجیل
پانچوین صدی سے پہلے عربی مین موجود تھی، لیکن تعجب یہ ہو کہ علماے عرب نے اسکا کہین
ذکر نہین کیا ہو، ہمنے تورات کی بعض فرنچ شرحون مین دیکھا ہو کہ پانچوین صدی سے پہلے
عربی مین موجود ہونا، صدق روایت مین شبہہ پیدا کرتا ہو ہان یہ ممکن ہو کہ پہلے کسی اور زبان مین ہو

اور پھر اُس سے عربی مین اسکا ترجمہ ہوا ہو۔

پرنس اوجین کے کتب خانہ مین اس انجیل کا ایک قدیم لاطینی نسخہ موجود تھا، پروفیسر سائل کو اسکا ایک ہسپانی ترجمہ ملا تھا جسمین ۲۲۲ فصول اور ۴۲۰ صفحے تھے، اس ترجمہ کی ابتدا مین ایک عبارت تھی جس سے یہ ماخوذ ہوتا تھا کہ یہ نسخہ لاطینی زبان کا ترجمہ ہے اسکا مترجم اندلس کا ایک مسلمان مصطفے نام ہے۔

برنابا کی انجیل اور اسلام

یہ انجیل اور تمام اناجیل سے اپنے چند مسائل مین مختلف ہو، یہ تعلیمات عیسائیت کے بیخ کن اور اسلام کی مؤید ہین، ہم اُن مسائل کا مختصر تذکرہ کرتے ہین۔

الوہیت مسیح۔ برنابا کی انجیل مین قریباً ایسے دس فقرے موجود ہین جنمین مسیح کی الوہیت کا انکار کیا گیا ہے، اور توحید خالص کی ہدایت کی گئی ہو، بعض فقرے حسب ذیل ہین۔

فصل ۴۷ "خدا کے لیے مجھے لے لے کیونکہ لوگ مجنون ہوگئے، اور عنقریب وہ لوگ مجھے خدا کہہ اُٹھین گے،،

فصل ۲ "اے لوگون کیطرح مین بھی ایک انسان ہون بیمارونکو تندرست کرنے کے لیے گنہگارونکی توبہ کے لیے، مین بنی اسرائیل کی طرف نبی بناکر بھیجا گیا ہون، مین خدا کا ایک بندہ ہون اور تم اسکے گواہ ہو۔،،

فصل ۵۷ "خدا کی اُسپر لعنت ہو جو یہ کہتا ہو کہ مین یہ کہتا ہون کہ مین خدا کا بیٹا ہون۔،، انکے علاوہ ۹۶، ۹۷، ۱۱۲، ۱۳۸، ۲۱۲، ۲۲۰ فصلون مین انھین کے ہم معنی اور بہت سے فقرے ہین۔

صلب مسیح۔ اس انجیل مین "صلب مسیح" کا بھی ایک باب ہو، جو اور انجیلونکے بالکل

مخالف ہو اور قرآن کے موافق ہو۔ فصل ۲۱۵ اور ۲۱۶ مین مسیح کو سولی دینے کے متعلق یہ واقعہ درج ہو۔ یہودا نے جب مسیح کو پکڑا لا، تو یہودا فوج کے ساتھ اُس مکان مین آیا جہان مسیح قید تھا۔ مسیح نے جب یہ شور و ہنگامہ سُنا، تو ڈرا، مسیح کے اور گیارہ شاگرد بے خبر سو رہے تھے، خدا نے جب اپنے بندے کو اِس مصیبت مین دیکھا تو اُسنے جبرائیل، میخائیل (میکائیل) رفائیل (اسرافیل) اور یال (عزرائیل) اپنے وزیرونکو حکم دیا کہ مسیح کو دُنیا سے لے آؤ۔ یہ وزیر قید خانہ کے جنوبی روشندان سے مسیح کو دُنیا سے تیسرے آسمان پر اُٹھا لائے، تاکہ ابدتک مسیح فرشتونکے ساتھ خدا کی تسبیح مین مشغول رہے یہودا مسیح کے کمرے مین داخل ہوا مسیح کے شاگرد ابتک پڑے سو رہے تھے، خدا نے ایک معجزہ دکھایا، یہودا کی آواز، صورت شکل بالکل مسیح کی سی ہو گئی (شاگرد جب جاگے تو یہودا کو مسیح سمجھے اور یون بولے، کیا آپ میرے اُستاد نہین ہین، کیا آپ مجھے بھول گئے؟ سنئے مسیح نے ہنسکر کہا کہ تم بیوقوف ہو گیا تم مجھے نہین پہچانتے؟ مین یہودا ہون، وہ یہ کہتا ہوا فوج مین داخل ہوا فوج نے اُسکو گرفتار کر لیا، اور اُسکو زبردستی کھینچکر لیگئی، اور اُنکو یہ شبہہ ہو گیا کہ یہ واقعی مسیح ہی ہے جسدید مسیح نے اپنے کو یہودا ثابت کرنے کی کوشش کی مگر بیفائدہ، اور صلیب پر کھینچ دیا گیا۔

مسلمانونکے رسول (صلعم) کی پیشینگو۔ اِس انجیل مین متعدد جملے ایسے ہین جن مین محمد (صلعم) کی نبوت کی پیشینگوئی کی گئی ہے بعض جملونمین تو صاف صاف "محمدؐ" کا نام آیا ہے کہین رسول اللہ کے لفظ سے ذکر کیا، کہین اِسی قسم کے اور الفاظ ہین۔

فصل ۳۹ "جب (حضرت) آدم کھڑے ہوسے تو ہوا مین یہ عبارت چمکتی دیکھی اور جب (حضرت) آدم بہشت سے نکلے تو بہشت کے دروازے پر بھی یہ عبارت لکھی دیکھی۔

فصل ۴۴ " مین تمسے کہتا ہون کہ خدا کا رسول بہت بزرگ ہے... مبارک ہوگا وہ زمانہ جس زمانہ مین وہ دُنیا مین آئے گا، سچ جانو! مین نے اُسکی زیارت کی ہے اور کل نبیون نے اُسکی زیارت کی ہے، کیونکہ وہ جانتے ہین کہ روح نبوت اُسی کے واسطے سے آتی ہے جب مین نے اُسکو دیکھا تو میری روح طمانیت سے بھر گئی، مین نے کہا کہ اے محمد (صلعم) خدا تیرے ساتھ ہو، اور خدا مجکو اس قابل بنائے کہ مین تیرے جوتے کا مضبوط تسمہ کھولون۔ کیونکہ مین اسکی وجہ سے نبی اور خدا کے نزدیک مقدس ہو جاؤنگا "

فصل ۵۵ " جب وہ عرش کے قریب جائیگا تو خدا اپنے رسول کا استقبال کریگا، جس طرح ایک مدت کی جدائی کے بعد دوست، دوست کا استقبال کرتا ہے، تو رسول اپنی گفتگو اسطرح شروع کریگا، اے خدا! مین تیری بندگی کرتا ہون اور تجکو دوست رکھتا ہون اور دل سے تیرا شکر ادا کرتا ہون کیونکہ تونے مجکو اپنا خاص بندہ بنایا ہے اور کل چیزین تونے میرے سبب سے بنائی ہین، خدا کہے گا "، مرحبا! اے میرے ایماندار بندے جو تیرا دل چاہے مانگ تجکو دیا جائیگا، رسول کہے گا، اے خدا مجھے یاد آتا ہے کہ جب تونے مجکو پیدا کیا تھا تو تونے کہا تھا کہ مین دُنیا اور بہشت اور فرشتے اور انسان سب تیری محبت کی وجہ سے پیدا کرونگا۔ پس وہ میری تسبیح تیری وجہ سے کرینگے، اے خدا مین تیرا بندہ ہون "

فصل ۹۷۔ بعض کاہن ورود مسیح کی علامت اور اُسکا نام پوچھتے ہین، اور وہ اسکے جواب مین کہتا ہے " مسیح کا نام عجیب ہے خدا نے جب اُسکی روح کو پیدا کیا تھا تو اُسکا یہی نام رکھا تھا اور اُسکو آسمان بزرگی مین جگہ دی، اور کہا، اے محمدؐ! کچھ دیر صبر کر مین تیرے لیے جنت، دُنیا، مخلوقات پیدا کرونگا... پس اُسکا نام محمدؐ ہے۔

اسی طرح محمد (صلعم) کا نام ۱۳۶، ۱۶۳، ۲۲۱ فصلون مین آیا ہے اور رسول یا رسول اللہ کا

...ز اکثر جلد ہے۔
...سری انجیلون مین مذکورۂ بالا جملے مطلق نہین ہین، لیکن محمد (صلعم) کی پیشینگوئی تھوڑی
...یت کے ساتھ اور بعض انجیلون مین بھی آئی ہے، یعنی بارقلیط یا فارقلیط کا لفظ، یہ لفظ
...حنا کی انجیل مین بالفتح آیا ہو جسکے معنی مطمئن روح کے ہین، فصل ۱۴ ورس ۲۶ یوحنا
...انجیل" اور مطمئن مقدس روح کو عنقریب باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہ تمکو ہر چیز
...ی تعلیم دیگا اور وہ تمکو وہ سب باتین یاد دلائیگا جو مین نے تمسے کہی ہین۔
...ور یہی فارقلیط کا لفظ برنابا کی انجیل مین بالکسر اور امالہ کے ساتھ آیا ہو جسکے معنی ہین ممدوح،
...مشہور، یا محمدؐ اور احمدؐ کے، برنابا کا یہ ورس قرآن کی اس آیت کے بالکل مطابق ہو۔

اذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ؕ	یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل مین تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا ہون تصدیق کرنے والا ہون اُس کتاب کا جو میرے دونون ہاتھونکے سامنے ہو یعنی توراۃ اور بشارت دینے والا ایک نبی کا جو میرے بعد آئیگا جسکا نام احمد ہوگا۔

مسئلہ فارقلیط یا برقلیط سے مفسرین اسلام ابتداہی سے واقف تھے، ابن ہشام نے سیرت مین انجیل کا یہ فقرہ نقل کیا ہے ۔۔۔۔۔۔
ان مسائل کے علاوہ برنابا کی انجیل مین اور بہت سی باتین ہین جو قرآن کی تعلیمات کے بالکل مطابق ہین، مثلاً نماز، روزہ وغیرہ۔

کیا یہ انجیل اصلی انجیل ہے؟

علماے انجیل نے اٹھارھوین صدی عیسوی کے پہلے اس انجیل کا کچھ ذکر نہین کیا، اٹھارھوین صدی مین اس انجیل کے دو نسخے ملے، ایک لاطینی مین اور دوسرا اسپینی مین، لاطینی نسخہ کرامر کو اٹھارھوین صدی کی ابتدا مین ملا تھا، ۱۷۱۳ء مین یہی نسخہ پرنس اوجین ڈی سافوا کو ہدیہ دیا گیا، پرنس کی تمام کتابونکے ساتھ وائینا کی رائل لائبریری مین یہ نسخہ بھی چلا آیا اور اب تک وہان یہ محفوظ ہے۔

اسپینی نسخہ کے متعلق بعض لوگون کا خیال ہو کہ لاطینی نسخہ اسی اسپینی کا ترجمہ ہو، اسپینی نسخہ گم ہوگیا، ان تمام مستعمل نسخون اور دوسرے قرائن سے یہ ماخوذ ہوتا ہو کہ اس انجیل کے اور تمام نسخے اسی لاطینی اور اسپینی نسخہ کی نقل ہین، جو سکسٹن پنجم کے کتب خانہ مین سولھوین صدی مین موجود تھا، بڑی کوشش پر بھی اس انجیل کا وجود پندرھوین صدی کے وسط سے متجاوز نہین ہوتا اور یہ کل کے کل نسخے عربی زبان کے نسخہ سے ماخوذ ہین جسکے متعلق گمان ہو کہ وہ ابتک مشرق مین موجود ہے،

یہ تحقیق سائل کی ہو جسکو ۱۸۰۸ء مین ہویٹ نے نقل کیا ہو، ہم اس تحقیق کے متعلق نفیاً یا اثباتاً کچھ کہنا نہین چاہتے مگر اتنا ضرور کہین گے کہ عربی نسخہ کا وجود اب تو عربی دُنیا مین نہین ہے، حاصل بحث یہ ہو کہ لاطینی نسخہ ۱۷۱۳ء مین پرنس مذکور کی کتابونکے ساتھ وائنا کی رائل لائبریری مین داخل ہوگیا، اور ابتک وہان یہ محفوظ ہو، بعض لوگونکا خیال ہو کہ یہ لاطینی نسخہ اسپینی سے مترجم ہو، مگر اب یہ اسپینی ترجمہ گم ہو، انجیل کے ان تمام نسخون اور قرائن سے ثابت ہوتا ہو کہ ان تمام تراجم کی اصل لاطینی ہو یا اسپینی ہو، جو سولھوین صدی کے اختتام پر سکسٹن کے کتب خانہ مین موجود تھی،

ہیں کتاب کا سب سے قدیم جو نسخہ معلوم ہوتا ہے اسکا سلسلہ قدامت پانچوین صدی سے آگے
نہین بڑھتا اور یہ بھی اُنکا گمان ہے کہ اِن سب انجیلون کی اصل عربی نسخہ ہے جو ابتک
مشرق مین کہین موجود ہے، اِس خیال کو ہویٹ نے سنہ ۱۸۲۸ء مین سائل سے نقل کیا ہے
عام اس سے کہ اِن دونون کی راے صحیح ہو یا غلط، عربی مین اب اِس نسخہ کا وجود نہین ہے

اِس انجیل کی صحت کے بارہ مین لوگون کی مختلف رائین ہین جو جماعت اسکو صحیح
تسلیم کرتی ہے وہ یہ دلیل پیش کرتی ہے کہ اگر اِس انجیل کی صحت مین شبہ ہو سکتا ہے تو
یہ کہ ممکن ہے کہ مسلمانون نے اصلی انجیل کو تحریف کر ڈالا ہو یا خود اپنی طرف سے یہ انجیل
بنائی ہو مگر تاریخ شاہد ہے کہ یہ انجیل اسلام سے پہلے موجود تھی کیونکہ پوپ جولیس
المتوفی سنہ ۴۹۶ء نے جن کتابونکو غیر صحیح بتایا تھا اُنمین یہ انجیل بھی شامل تھی۔
جو گروہ اِس انجیل کو غیر صحیح کہتا ہے وہ اسکا یہ جواب دیتا ہے کہ سرے سے پوپ جولیس
کے متعلق یہ واقعہ ہی غلط ہے، اور نیز اِس انجیل کی صحت مین ایک بڑا شُبہ یون پیدا ہوتا
ہے کہ نہ ابتدائی صدیون مین اور نہ کنیسہ کی تاریخون مین اور نہ عام تاریخ مین اِس انجیل
کا مطلق ذکر ہے[93]،

حال کا ایک مشہور مستشرق عالم پروفیسر مرگلیوث نے اِس انجیل پر ایک مقدمہ لکھا ہے جسمین اُسنے
اِس انجیل کی عدم صحت کی تائید مین حسب ذیل دلائل پیش کیے ہین،
(۱) مسلمانون نے تمام انجیلونکو چھان ڈالا، اُنکی تحریفین ثابت کرنی چاہین انجیل کے
جو فقرے اُنکو اپنے مقصد کے موافق ملے اُنکو اسلام کی صحت کے دلائل مین پیش کیا،
خصوصًا علم کلام کی تدوین کے بعد، ابن حزم ابن تیمیہ نے بڑی بڑی کوششین انجیل کے
محرف ہونے کے متعلق کین اگر یہ نسخہ اُسوقت موجود ہوتا تو وہ ضرور اپنی کتابون مین

[93] جب کنیسہ کو اخفا منظور تھا تو ذکر کیونکر ہوتا،

اسکا ذکر کرتے، حالانکہ اُنھون نے کہین اسکا ذکر تک نہین کیا۔

(۲) مسلمانون نے کتابونکی جو فہرستین مرتب کی ہین مثلاً کتاب الفہرست ابن ندیم اور کشف الظنون حاجی خلیفہ اُنمین کہین اس انجیل کا ذکر نہین ہے حالانکہ اُنمین بہت سی بیہودہ کتابون کا ذکر موجود ہی، اسلیے اگر یہ انجیل اُنکے زمانہ مین موجود ہوتی، تو ضرور وہ اسکا ذکر کرتے، [1]

(۳) مسلمانون نے سیرۃ النبی مین، محمد (صلعم) کی پیشینگوئی مین انجیل کے بعض درس نقل کیے جو بعید تاویلات سے محمد (صلعم) کی نبوت پر دلیل ہین اگر اُنکے زمانے مین یہ کتاب ہوتی تو وہ ضرور اسکو دعوی کی سند مین پیش کرتے، [2]

اس انجیل کی صحت اور عدم صحت کے متعلق جو بحثین ہوئی ہین اُنکا خلاصہ یہ ہی کہ یہ انجیل یورپ کے تاریک عہد مین تالیف کی گئی ہے، اور اسکی تالیف کا سلسلہ ایک ایطالین راہب تک پہونچتا ہے جو سولھوین صدی مین تھا اور اُسکا نام فرامارینو تھا یا تو اُسنے خود اسکو تصنیف کیا ہی یا کسی اور نسخہ سے اُسنے اسکو نقل کیا ہے، بہرحال اس انجیل کا مصنف کوئی ایطالی ہی ہے جسکو توراۃ انجیل زبور اور اٹلی کے مشہور شاعر ڈانٹی کے تالیفات پر عبور کامل تھا اور قرآن و حدیث سے بھی اُسکو واقفیت تھی، ان محققین کا یہ خیال ہی کہ اسکا غالباً عربی مین کوئی نسخہ نہین ملسکتا، اور اگر کوئی نسخہ ملیگا بھی تو وہ قدیم نہوگا۔

اس انجیل کے سبب تالیف کے متعلق وہ یہ بیان کرتے ہین کہ اسکا مؤلف مسلمان ہوگیا ہوگا اور اُسکا مقصد اس سے یہ ہوگا کہ اسلام اور عیسائیت مین تقریب پیدا کیجائے یا صرف عیسائیون کو دھوکا دینا اسکا مقصد تھا،

[1] یہ فہرستین خود عربی کتابون کی جامع نہین چہ جائیکہ ان مین پوشیدہ انجیلون کی تفصیل ہو، سلیمان

[2] جب عیسائی خود اس انجیل سے بے خبر تھے تو مسلمان کیونکر جان سکتے تھے، سلیمان

بقیہ
اشعار تعزیت پاے مولانا شبلی نعمانی
مولوی اقبال احمد صاحب

اے آنکہ تو اہل قوم را ملجائی　　حق داد ترا بملک فن دارائی
چون نیست کسیے ہمسر تو در پایہ　　پس پاے ترا ہمی سزد یکتائی

صد حیف ہوا شکستہ پاے شبلی　　اب سلسلۂ سفر بھی مفقود ہوا
مشتاق زیارت جو ہو خود آئے یہان　　رہبر جو تھا اب کعبۂ مقصود ہوا

اللہ نے آپکو جو ممتاز کیا　　ہر وصف مین بے نظیر و انباز کیا
باقی تھا فقط فخرِ شہادت ملنا　　اک پاؤن کو اِس سے بھی سرفراز کیا

کیجے نہ غمِ شکستِ پا مولانا!　　اِسمین بھی تھی حکمتِ خداے دانا
تھی اہل عدم کو آرزوے پابوس　　اک پاؤن وہان بھی چاہیے تھا جانا

شکستِ پا تو تھی سرنوشت مین حضرت!　　نہ ہاتھ آئے گا کچھ اب تو ہاتھ ملنے سے
عدم کی دُور ہے منزل نہ جاسکین گے حضور　　چلے گا قوم کا کام آپکے نہ چلنے سے

سلہ یہ رباعی مولانا کے اس شعر کے جواب مین ہے ؎

مین کہ پہونچ چکا ہون جس منزل تک　　یان سے سفرِ عدم بس اب آسان ہے

مولانا محمد فاروق صاحب سابق مدرس اعلیٰ دار العلوم

اے دل افروز شمع علم و ہنر	نور چشم جہان و جان پدر
پدرا انتساب علم و کمال	از نسب ناتہاے عز و جلال
بر تو از آسمان گزند مباد	جور دہر ستم پسند مباد
چشم زخم زمانہ دور از تو	باد ہر بزم پر ز نور، از تو
من شنیدم کہ اندرین پرکار	گشتی از دست روزگار فگار
آفت ناگہان رسید بہ پاے	پاے آن رہرو جہان پیماے
بخداے کز دست صبر و بلا	کہ نیارم شنیدنش اصلا
بودہ ام در تعب ز روزے چند	من در اینجا بہ حاجتے پابند
کہ بمن گفت رہرو عاجل	کاے ز اخبار این و آن غافل
تیرے از چرخ خود پسند رسید	شبلی ات را بپا گزند رسید
این خبر چون بگوش من برسید	تاب شنفتنش ز من برمید
آہ آن پاے راہ پیماے	بسوے طیبہ گام فرساے
ہم رہ مصر و شام و روم برید	حیف از ساق خود جدا گردید
دل بجوش آمدم بہ نوحہ گری	یاد چون آید از تو رہ سپری
رہ نوردی براے کسب ہنر	نہ پے ادخار بدرهٔ زر
گرچہ پاے تو دید بیش گزند	صبر تو نیز پایہ داشت بلند
گرچہ شد خون ازو، روان بزمین	لیک چینت نگشتہ گرد جبین
گرچہ پائت ز ساق گشتہ جدا	لیک صبرت چو کوہ پا برجا
اے خداوند واہب اعمار	دائمش بر رہ سعادت دار

کتبخانہ المعین میں جو کتابیں بغرض فروخت موجود ہیں ہم وقتاً فوقتاً انکی فہرست شائع کرتے رہینگے۔ ان کتابوں کی جو قیمتیں دی گئی ہیں وہ اسقدر ارزان ہیں کہ خود مصر سے منگواتے میں بھی اس سے زیادہ کفایت نہیں ہو سکتی۔

علم	نام کتاب	قیمت	علم	نام کتاب	قیمت
علم التفسیر	تفسیر کبیر	[illegible]	لغت	مختار الصحاح حلبی للرازی	۸ ر
"	تفسیر خازن	[illegible]	"	مختار الصحاح کلان للرازی	۱۲ ر
"	تفسیر بیضاوی	للعہ ر	ادب	دیوان [illegible]	[illegible]
"	تفسیر جلالین	[illegible]	"	[illegible] الادب [illegible]	[illegible]
علم تاریخ	کشف الظنون	[illegible]	"	[illegible] للجاحظ	[illegible]
علم ادب	عکبری شرح دیوان متنبی	[illegible]	کلام	[illegible]	[illegible]
"	دیوان [illegible] شرح [illegible]	[illegible]	فقہ	[illegible]	[illegible]
"	دیوان ابو تمام	[illegible]	"	[illegible]	۷ ر
"	دیوان بحتری	للعہ	اصول فقہ	کشف الاسرار للبزدوی	[illegible]
"	دیوان [illegible]	[illegible]	"	[illegible]	[illegible]
"	نفح الازہار فی منتخبات اشعار العرب	۲ ر	ادب	مقامات حریری مطبوعہ [illegible]	للعہ
تاریخ	[illegible] فی تاریخ علماء مصر	[illegible]	"	مقامات بدیع ہمدانی	للعہ
ادب	[illegible] الحکم فی الاخلاق والحکم	[illegible]		نہایۃ الارب فی صناعات شعر عرب	۱۲
"	دلائل الاعجاز جرجانی	[illegible]	"	[illegible] وبانت سعاد	۸ ر
"	اسرار البلاغۃ جرجانی	[illegible]	"	شرح بانت سعاد	۸ ر
"	دروس البلاغۃ	[illegible]	"	مختارات شعراء العرب	[illegible]
"	نقد الشعر لابن قدامہ	[illegible]	"	شرح معلقات للزوزنی	۶ ر
لغت	فقہ اللغۃ مصری للثعالبی	[illegible]	فلسفہ	تہافۃ الفلاسفہ للغزالی وابن رشد	۱۴ ر
"	فقہ اللغۃ بیروت للثعالبی	[illegible]	منطق	البصائر النصیریہ	[illegible]
"	الالفاظ الکتابیہ للہمدانی	[illegible]	تاریخ	تاریخ ابن خلکان	[illegible]

اشتہار

علم الکلام

طبع دوم درجۂ اعلیٰ

مصنفہٗ

شبلی نعمانی

اس کتاب مین علم کلام کی ابتداء، اسکی مختلف شاخین اور عہد بہ عہد کی ترقیون کی نہایت تفصیلی تاریخ اور اُسکے متعلق مباحث اور تحقیقات ہین۔ طبع اول ختم ہوگئی تھی اسلیے نہایت اہتمام سے دوبارہ خوشخط اور صحیح چھاپی گئی ہی۔

قیمت عہ/

زیادہ جلدون کے خریدار کو فی صدی عسہ کمیشن ملیگا۔

دفتر ندوہ لکھنؤ سے مل سکتی ہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

ندوہ کے ارکان جدید، اب کی مجلس انتظامیہ مین خالی شدہ جگہون پر جو جدید ارکان منتخب ہوے ان سے بہتر انتخاب نہین ہوسکتا تھا،

۱ مولوی مشیر حسین صاحب قدوائی، جو ابھی حال مین ولایت سے تعلیم پاکر آئے ہین انکی قابلیت اور روشن خیالی، مذہبی ہمدردی، محتاجِ اظہار نہین، ندوہ کے ساتھ ان کو محبت نہین بلکہ عشق ہے، اور اب موقع حاصل ہوا ہے کہ ان کے جوش ہمدردی کے آثار عملی صورت مین نظر آئین

۲ مولوی حمید الحمید صاحب بی اے مصنف نظام القرآن جن کے بعض مضامین الندوہ کے ذریعہ سے روشناس ہو چکے ہین جس پایہ کے شخص ہین، ندوہ کو اسی قسم کے لوگ درکار ہین، اُنھون نے حال مین پورے ایک مہینہ ندوہ رہکر الدروس الاولیہ کا جو علوم جدیدہ کی ایک لبیط تصنیف ہے درس دیا ہے اس خدمت کو ان کے سوا اور کوئی شخص انجام نہین دے سکتا تھا

۳ - شیخ عبد القادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا کو ندوہ کے ساتھ جو خلوص ہے اوس کی ایک
بین شہادت یہ ہے کہ ندوہ کا کوئی پچھلا اجلاس شیخ صاحب کی تشریف آوری اور کار[illegible]
خالی نہین ہے، اون کی اسلامی ہمدردی اور قومی معاملات مین اون کی دلچسپی ملک مین
بار بار ظاہر ہو چکی ہے،

۴ - شیخ عبد الحلیم صاحب، رئیس مشہور کانپور، ایسے شخص ہین کہ ان کی تھوڑی سی توجہ
ندوہ کے دامن امید کو پُر کر سکتی ہے -

۵ - خان بہادر شیخ غلام صادق صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس امرتسر، اُن لوگون مین ہین
جو قومی کامون کے ساتھ اور خصوصاً ندوۃ العلما کے ساتھ ایک خاص قسم کی دلچسپی رکھتے ہین
ہم کو امید ہے کہ خان بہادر کی ندوہ کی طرف ادنیٰ توجہ ندوہ کی سرسبزی کا باعث ہوگی،

۶ - سید محمود عالم صاحب رئیس فیض آباد، جو ایک روشن خیال فیاض طبع رئیس ہین،

قوم چونکہ ارکان ندوہ کے نام سے ناواقف ہے اس لیے وہ نہین جانتی کہ ملک کا کتنا حصہ
ندوۃ العلما کے انتظامی امور مین دلچسپی لیتا ہے اس بنا پر ہم آیندہ پرچہ مین کل ارکان ندوہ
کی فہرست شائع کرین گے،

خوشی کی بات ہے کہ ندوہ کی طرز تعلیم کو رفتہ رفتہ حسن قبول ہوتا جاتا ہے اور یہان کے سندیافتہ
اشخاص کی جابجا سے مانگ آتی ہے حال مین ممالک متوسطہ کے ایک رئیس کی تعلیم کے لیے
ڈپٹی کمشنر صاحب نے ایک مسلمان عہدہ دار کے ذریعہ سے ایک سندیافتہ عالم طلب کیا تھا
چنانچہ مولوی محمود علی خان اس خدمت کے لیے انتخاب ہو کر بھیجے گئے انھون نے پچھلے سال
ندوہ سے مولویت حاصل کی ہے

مولوی ... صاحب کا ... بڑے ... شورے منعقد ہوئی منجملہ اور تجویزون کے ایک
... کی گئی ہے کہ عربی تعلیم کے نصاب مین اصلاح کی جائے اور عربی کے ساتھ
... تعلیم بھی شامل کی جائے۔ ندوہ نے برسون پہلے جو کہا تھا، اب جاکر لوگ اسکو سمجھے
اور ... ہیں،

ندوہ مین علم قرارت کی تعلیم، قرارت ایک ایسا فن ہے جس کے موجد خاص مسلمان ہین
اور آج بھی بجز ان کے سوا دنیا مین اور کسی قوم مین نہین پایا جاتا، ندوہ مین قرارت کی تعلیم کا
... اہتمام ... سے رہا، لیکن یہ ندوہ کی خوش قسمتی ہے کہ اتفاق سے اسکو ایک ایسا ماہر فن
مل گیا جو مدتون مدینہ منورہ مین رہا ہے اور جامع ازہر مصر مین قرارت کی باقاعدہ تعلیم پائی ہے
کمال فن کے ساتھ خدا نے حسن صوت کا جوہر بھی عطا کیا ہے۔ ان کا نام حسن افندی ہے
جب وہ ندوہ مین آئے ہین طلبہ نے اس فن مین نہایت جلد ترقی کی ہے۔

مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوہ مدراس و میسور سے کامیاب واپس آگئے، جن صاحبان نے
وکیل ندوہ اور ندوہ کے ساتھ جو حسن سلوک اور امداد کی ندوہ اوس کا شکریہ ادا کرتا ہے،
مولانا عبدالسبحان صاحب تاجر اعظم، جناب محمد ابراہیم صاحب قریشی بے اے ایل ٹی،
جناب مسٹر عبدالحمید صاحب بے اے ایل ایل بی، جناب نواب غلام احمد صاحب رئیس ویلور،
جناب ... حسن صاحب سکرٹری محمدن ایجوکیشنل سوسائٹی، وانمباڑی، جناب سید احمد صاحب
... جناب احمد اسد خان صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل کوئمبتور، جناب سید
... صاحب جنرل کنٹراکٹر کوئمبتور کا خاص طور سے ندوۃ العلما ممنون ہے جنھون نے
... وکیل ندوہ کو ہر قسم کی مدد دیکر اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا،

مولوی ... حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری (سیالکوٹ) نقشبندی

مجددی کا ہم نہایت خلوص سے شکریہ ادا کرتے ہین جنھون نے مدراس و میسور مین ندوۃ العلما کی بہت کچھ امداد فرمائی، ہم جناب شاہ صاحب سے آیندہ اس سے زیادہ عنایت کے متوقع ہین، ہماری خواہش ہے کہ وہ حسب دستور العمل ندوہ، ندوہ کے سرپرست قرار دیے جائین

کرنل عبد المجید خان فارن منسٹر ریاست پٹیالہ نے دار العلوم کو سو روپے کی رقم عطا فرمائی، اور دار العلوم کی طرف ایک خاص قسم کی توجہ ظاہر کی جس سے ہمارے دل مین کرنل صاحب موصوف کے ساتھ بہت سی حوصلہ افزا امیدین قائم ہو گئین،

بغیر کسی مستقل سرمایہ کے دار العلوم کا دوامی انتظام ہو نہین سکتا، متفرقات چندون کی رفتار ہمیشہ اور ایک حالت پر رہتی نہین، اس بنا پر ہماری یہ تحریک تھی کہ قوم کے اکثر افراد اپنے ماہانہ یا سالانہ اخراجات مین دار العلوم کی امداد کی بھی ایک مد بڑھا دین، ضرور نہین ہے کہ سو پچاس کی کوئی معتد بہ رقم ہو، جس قدر بھی جس سے ہو سکے، ہماری اس تحریک کو سب سے پہلے مدراس مین اجابت حاصل ہوئی، اور دس پندرہ اشخاص کی ہمت سے اسّی روپے سالانہ مستقل سرمایہ کی امداد حاصل ہوئی حال مین چودھری محمد طہ صاحب ٹرنسلیٹر دفتر لفٹنٹی آلہ آباد نے بھی بارہ[۱۲] روپیہ سالانہ دار العلوم کے مقرر فرمائے

جناب آنریبل مولوی شرف الدین صاحب جج ہائیکورٹ کلکتہ

اور دار العلوم ندوۃ العلما کا معاینہ

جناب آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب بالقابہ کو ہمیشہ مذہبی امور سے شغف رہا ہے چنانچہ اکثر مذہبی جلسون مین وہ شریک ہوتے ہین۔ آج کل وہ جناب حاجی شاہ وارث علی صاحب مرحوم

کے مدارس کی نمائش کی تقریب سے لکھنؤ میں آئے تھے، چونکہ ان کو ندوۃ العلما سے بھی ہمیشہ

دلچسپی رہی ہے اس لیے دار العلوم ندوۃ العلما کا بھی معاینہ کیا، معاینہ کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی

کہ اخباروں میں یہ خبر شائع ہو چکی تھی، کہ اور خصوصیات کے علاوہ دار العلوم ندوۃ العلما کی ایک

امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کے طلباء عربی زبان میں فی البدیہہ تقریر کر سکتے ہیں، اسلیے

جناب آنریبل موصوف، مشاہدۃً اس تعجب انگیز منظر کو دیکھنا چاہتے تھے، اس خیال سے وہ ۱۰

اکتوبر ۱۹۰۸ع کو بوقت دس بجے دن، جناب مسٹر شاہ حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا، و مرزا سلطان احمد

صاحب بیرسٹرایٹ لا کے ہمراہ دار العلوم میں تشریف لائے

دار العلوم کے ہال میں آکر سب سے پہلے آنریبل موصوف نے جناب قاری حسن آفندی سے

(جنھوں نے مصر اور مدینۂ منورہ میں قراءت و تجوید کی تعلیم پائی ہے) قراءت کی فرمایش کی،

انھوں نے نہایت دلکش اور پر درد لہجے میں ایک سورہ کی تلاوت کی، اسکے بعد طلبا سے

دار العلوم کی عربی تقریر کے متعلق اپنا شوق ظاہر فرمایا، اور مسٹر شاہ حسین صاحب سے کسی

علمی عنوان کے تجویز کرنے کی فرمایش کی، انھوں نے مسئلۂ تعلیم کو پیش کیا، لیکن چونکہ طلبا کے لیے

یہ نہایت پامال اور پیش پا افتادہ مضمون تھا اس لیے ان دونوں صاحبوں کے اتفاق سے یہ

قرار پایا کہ طلبا کو "گورنمنٹ، اور رعایا کے تعلقات" پر اظہار خیال کا موقع دیا جاسے، کیونکہ

عربی طلبا کے لیے یہ ایک پیچیدہ، اور بیگانہ مضمون ہے، اس مضمون پر مولوی سید سلیمان نے

اس برجستگی اور روانی کے ساتھ تقریر کی کہ تمام حاضرین کو تعجب ہوا، چنانچہ خود جناب جج صاحب

کے سامنے ہی وہ تقریر قلمبند کر لی گئی، جو بعینہ اس موقع پر درج کی جاتی ہے :

سادا تنا الکرام

قبل ان نبحث عن موضوعنا الجلیل نری من واجباتنا ان نقدم الیکم

امنی تحیاتنا وازکی تشکراتنا علی ما اولیتمونا من التفضلات التی هی غسة فی
جبهة الدهر وحجول ایادی الایام
ما شرفتم دارنا الان فقط بل مرات قبله اعاد الله امثالها علینا جللتم دارنا
وسقیتم غلیلنا، وشفیتم علیلنا انت یا سیدی من رجال الامة کثر الله سوادهم
واجمل مددهم الذین نهضوا باعباء الامة بعلو الهمة وسعوا وما یتقدم
سعوا لانقاذ الاسلام والمسلمین من ربقة الجهل والهوان والخذلان انتم
جئتم متفرجین بازهار الامة التی تفتحت، وفاحت، ومتنزهین
بشجرة القوم التی اصلها ثابت وفرعها فی السماء واکلها دائم،
وبعد سألتمونا عن الاداب التی نستعملها فی شان السلطنة التی هی متولیة
علینا، قبل ان نتفوه بها نری ان نفسر عن السلطنة، الانسان مفطور
ومجبول علی حب السلطنة، والسلطنة ما خلقت الا لاصلاح نفوس رعایاها
وما ملکت علیه یداها، تری ان قلبت صفحات التاریخ هی مفعمة وملوءة
من دماء السیوف القواضب، فان النفوس بافرادها طامحة الیها. و
تتقاتل دونها، تواریخ الانسان دالة والتواریخ اکبر شاهد علی حادث
ان النفوس دونها قاتلت، ونازعت، وناضلت،
الدنیا واهلها من بدء الخلقة انشئت علیهم دول، واقیم سلاطین
واستفحل امرهم، وعاشوا علی رؤس رعایاهم برأفة ورحمة، نسمع احوالهم
ونری اعمالهم بسمع التاریخ وابصاره، فالتاریخ ناطق عن کل ما اضمر وما
جهلنا عنه الاهم نحیی ونموت بالدولة، لا تحیی امة الا بها ولا نموت

والدولة لا تحيى و لا تموت الا بالامة والامة لا تتقدم الا بها

لا يتحصل امرها الا بافرادها و آحادها، فاذا صلحت الافراد صلحت الامة

و اذا صلحت الامة صلحت الدولة و كل شئ تبعها، فلا حجاب اتقى

من الدولة، لا بد ان تكون مصلحة لافرادها اذا بحث رجل

من الامور التي تتحدم مع السلطنة، يجب عليه ان يبحث عن اعمال

الدولة وهي بمعنى اخر اعمال تصلح نفس الافراد والامة كما هي ملحوظة

في الدول الجمهورية او دولة تحكم على الناس بسنن معروفة و قوانين جميلة

فلنا ان نعاملها بصنيعة تصلحها، ولها ان تعاملنا بصنيعة تصلحنا

فانت الدولة والامة اذا اردتا الاصلاح ما استطاعتا،

عربی سے فارغ ہوکر، انھوں نے انگریزی تعلیم کی طرف توجہ کی جو ندوۃ العلما کی تعلیمی سطح کا دوسرا

حصہ ہے، چنانچہ ایک طالب العلم سے جو مڈل ریڈر پڑھتا تھا، مختلف سوالات کیے اور اُس نے

نہایت سنجیدگی کے ساتھ ہر ایک کا جواب دیا، اسکے بعد ایک طالب العلم نے جناب جج صاحب

کے پیش سے قرآن مجید کی ایک سورہ کی تلاوت کی، جناب جج صاحب نے اس سورہ کے

متعلق طلبا سے بعض تفسیری مسئلے بھی دریافت فرمائے، جن کا تعلق خاص علم کلام سے تھا،

اُن مسئلے کے متعلق بعض طلبا کے جواب کو پسند فرمایا، اور خود اپنی ذاتی تحقیق بھی بیان فرمائی،

جب یہ تمام کاروائیاں جناب جج صاحب موصوف کی خواہش کے مطابق ختم ہو چکیں تو طلبا ے

العلم نے جناب مولوی سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما کے ذریعہ سے، جناب جج صاحب

سے شرکت کی دعوت کی جناب جج صاحب نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ قبول

فرمائی، طلبا نے بعد مغرب اہتمام کے ساتھ جلسہ دعوت کا انتظام کیا، جس میں شہر کے بعض

اور اراکین بھی مدعو کیے گئے تھے، لیکن رمضان کی وجہ سے مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا کے سوا
دوسرے حضرات تشریف نہ لاسکے، جناب جج صاحب موصوف سات بجے شب کو تشریف لاکر شریک
دعوت ہوے، دعوت کے بعد طلبا نے جلسہ کی کارروائی شروع کی، سب سے پہلے محمد عبدالسلام نے نہایت
سنجیدگی کے ساتھ حضار مجلس کا شکریہ ادا کیا اور اسکے ضمن مین تقریباً ۱۰ منٹ تک، ندوۃ العلما کی ابتدائی
حالت، اور اوسکے ساتھ جج صاحب کے تعلقات کا ذکر کیا، اسکے بعد مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی نے انگریزی
مین تقریر کی، اور چند طلبا نے عربی قصائد پڑھے،

ان تمام واقعات کا جو اثر جناب جج صاحب کے دل پر ہوا اسکا اظہار اُنھون نے خود اوسی جلسہ مین ایک اسپیچ
کے ذریعہ سے کیا جو اوسی وقت قلمبند کر لیگئی اور دارالعلوم کے طرز تعلیم کے متعلق اُنھون نے جو راے
قائم کی، اُسکو کتاب معاینہ، (وزٹ بک) مین بزبان انگریزی لکھکر ہمارے پاس بھیجدیا ہے، چنانچہ ہم اُس
تقریر کی نقل اور اُس تحریر کا ترجمہ ذیل مین درج کرتے ہین

کیفیت معاینہ

مینے کل ۱۰ تاریخ کو دارالعلوم کا معاینہ کیا، میرے ہمراہ مسٹر شاہ حسین، و مسٹر سلطان احمد بیرسٹران ایٹ لا
بھی تھے مینے ایک اخبار مین پڑھا تھا، کہ چند طلبا اس دارالعلوم کے عربی مین آسانی سے اسپیچ دیسکتے ہین
مین اسکی تصدیق کا خواستگار تھا کہ بذات خود جاکر دریافت کرون کہ یہ رپورٹ کس حد تک صحیح ہے، صاحبانِ
ممدوح بالا کو ترغیب دیکر اُن کے ہمراہ گیا، میرے ہمراہیون نے تقریر کے لیے عنوان منتخب کیا، طلبا
مین سے ایک طالب العلم مسمی سید سلیمان نے، مضمون مرقومۂ بالا کو نہایت برجستگی کے ساتھ بیان کیا
تحقیق سے ہمکو معلوم ہوا کہ یہ نوجوان اس دارالعلوم مین تقریباً ۵ برس تک طالب العلم رہ چکا ہے، مضمون تجویز شدہ
زیادہ دقیق مضمون تھا، اور مجھے اس بات مین شک تھا کہ آیا یہ غیر معروف مضمون کسی طالب العلم کے امکان مین ہے
یا اسکا ایک نمونہ ہے جو کہ طلبا دیے ہوے وقت مین بیان کرسکتے ہین، اسمین شک نہین کہ وہ اس بہتر

سکتے ہیں، ایک دوسرا طالب العلم جو کہ اپنی عربی خواندگی کے اختتام کے بعد انگریزی درجہ میں
ہے، ایک مختصر تقریر انگریزی میں کی،
میں مجبور ہون، اور علما کو جو کہ اس بیش بہا دار العلوم کے بانی ہین، اُس کامیابی پر جو کہ انھون نے ایسے
قلیل وقت میں حاصل کی ہے، مبارکباد دیتا ہون،
قابل افسوس ہے کہ عام مسلمان، کامل طور پر، اُس منزلت سے، جو کہ اس دار العلوم کی کرنا چاہیے واقف
نہیں ہین، مکان موزون نہین بنا ہے، اور مین عام مسلمانون کو اسکی جانب توجہ دلاتا ہون، کہ طلبا
کی رہایش کے لیے، زیادہ وسیع، اور بہتر مکان کی ضرورت ہے۔
قدیم مکانات کے فروخت کرنے، اور جدید اسکول کی عمارت، اور کھیل کے لیے، زمین کے خرید کرنے کا معاملہ
درپیش ہے، مجھے یقین ہے کہ مین اپنی دوسری آمد مین مدرسہ کی عمارت عمدہ جگہ پر پاؤنگا،،

سید شرف الدین جج ہائیکورٹ کلکتہ
مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۸ء مقام لکھنؤ

تقریر مولوی شرف الدین صاحب جج ہائیکورٹ و رکن ندوۃ العلما

ہم نے دار العلوم کو دیکھا اور یہان کی تعلیم و تربیت کا اندازہ کیا، ہماری مسرت بالکل اوس مالی جیسی ہے جو کوئی
باغ لگاتا ہے، تخم پھوٹے، اُس سے درخت لگے، پھول ہوے، پھل ہوے اب مالی جب اپنے باغ پر
نظر ڈالتا ہے تو خوشی سے پھولا نہین سماتا،
ہم کو ندوہ کے مقاصد سے اُس وقت آگاہی ہوئی جب ندوۃ العلما کا وفد عظیم آباد پٹنہ آیا، اس وفد
کے سرگروہ مولانا شبلی تھے، اسی وفد کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ندوہ کے اغراض کیا ہین؟ اور وہ کیا
چاہتا ہے؟ ندوہ یہ چاہتا ہے کہ تھوڑی مدت مین انگریزی کے ساتھ عربی کی اعلی تعلیم دی جاوے،
اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ ہم مسلمانون کو عربی زبان کی از حد ضرورت ہے، ہمارا قرآن مجید عربی زبان

مین ہے، ہمارے رسولؐ کی زبان عربی تھی، ہماری تمام مذہبی کتابین عربی مین ہین،
اس زمانہ مین انگریزی سلطنت کی وجہ سے انگریزی سے استغنا نہین ہوسکتا، نیز ہمارا یہی فرض نہین ہے
کہ ہم اپنی زبان مین اسلام کی اشاعت کرین بلکہ ضرورت ہے غیر قومون مین اشاعت اسلام کی،
ہم نے پہلے پہل اسی وفد کے ذریعہ سے یہ معلوم کیا کہ عربی کی انگریزی زبان کے ساتھ ترکیب ممکن ہے
ابتداءً ہر کوشش مین ناکامیابی کا شبہہ ہوتا ہے، دارالعلوم کے متعلق بھی یہی خطرہ تھا، ہمکو اتفاق
جب لکھنؤ آنے کا اتفاق ہوا ہم نے ندوہ کی زیارت کی مگر الحمدللہ ہم نے ہر سال دارالعلوم کی تعلیمی ترقی کو
سال گذشتہ سے زیادہ پایا،
حال مین ہم نے اخبارون مین دیکھا کہ دارالعلوم کے طلبہ عربی مین لکچر دیتے ہین، چنانچہ امسال کی دستاربندی
کے جلسہ مین ہمارے دوست خواجہ غلام الثقلین نے ایک مادہ (موضوع) دیا جسکے متعلق ہم کو یہ یاد نہین کہ وہ مادہ
کیا تھا، طلبہ نے نہایت برجستگی کے ساتھ اُسپر تقریر کی، اسکے بعد جلسہ کی رپورٹ دیکھی اُسمین بھی اس واقعہ کو
دیکھکر ہمکو یہ شوق پیدا ہوا کہ ہم اپنی آنکھون سے طلبہ کو عربی زبان مین تقریر کرتے ہوئے دیکھین،
ہم آج صبح کو دارالعلوم آئے اور ہمارے ساتھ چند احباب بھی تھے جنکا خیال تھا کہ طلبہ عربی زبان مین
تقریر نہ کرسکین گے، ہمکو دارالعلوم کی ذات سے اسکا انکار تو نہ تھا مگر شبہہ ضرور تھا، ہماری عربی دانی کم ہے
اگر علما کی صحبت سے کچھ نہ کچھ فیض حاصل ہے،
ہم لوگون نے امتحاناً مناسب خیال کیا کہ کوئی مادّہ دیا جائے، جو لڑکون کے مبلغ علم سے زیادہ ہو،
ہمارے احباب نے یہ مادّہ مقرر کیا کہ گورنمنٹ کے ساتھ ہمارا کیا برتاؤ ہونا چاہیے، یہ مادّہ ایسا تھا جسکے
لیے صرف عربی دانی کافی ہو، بلکہ اسکے لیے ضرورت ہے وسعت خیال کی جدید مغربی خیالات کی،
سید سلیمان نے اس مادّہ پر جو تقریر کی اُس نے صرف یہی نہین ثابت کیا کہ یہ عربی زبان مین بلاتکلف لکچر
دے سکتے ہین بلکہ اُس نے یہ بھی ثابت کیا کہ عمدہ بندش کے ساتھ عمدہ خیالات کو اچھی وسعت معلومات کے

تھوڑے سے وقت مین زیادہ مضمون کو ادا کر سکتے ہین،

جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ اس وقت ہماری خوشی بالکل اُس مالی جیسی ہے جو اپنے لگائے ہوئے
درخت کو پھلتا پھولتا دیکھتا ہے باہر ہوا اچھا ہے، ہم کو صرف خوشی نہین ہوئی بلکہ ہماری روحانی پرورش بھی ہوگئی
نہایت خوشی کی بات ہے کہ بچے یہان تھوڑی مدت مین عربی کتابین پڑھ لیتے ہین ہم نے ایک مدت
تک عربی پڑھی ہے، میزان منشعب پنج گنج، صرف میر، زبدہ، فصول اکبری، بیسیون کتابین صرف مین
پڑھ ڈالی ہین، عموماً دس سال مین عربی تعلیم ختم ہوتی ہے مگر خدا جانے آپ علما کے پاس کچھ سحر کی گولیان
ہین اور عجب نہین جو ہون کیونکہ حکیم صاحب (مولوی عبدالحی صاحب معتمد) یہین رہتے ہین، یہ گولیان
آپ بچون کو کھلا دیتے ہین جو وہ پانچ برس مین عربی پڑھ لیتے ہین،

عزیز طلبا! تم وہ پودے ہو جو زمین سے اُگے ہین جن کی شاخین ہر طرف پھیلتی جاتی ہین اور
انشاءاللہ ایک دن تمام ملک کو چھا لوگے،

لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ انگریزی اور فلسفۂ یورپ کی سخت ضرورت ہے، ان کے بغیر آج کوئی
کام نہین چل سکتا، ہماری فرمایش اور ہماری دعا ہے کہ تم انگریزی زبان بھی حاصل کرو کیونکہ عربی دانی
کے ساتھ انگریزی کی سخت ضرورت ہے،

سید سلیمان کی تقریر کا خلاصہ ہم لیے جاتے ہین، اور مولانا ہم کو اجازت دیجیے کہ یہ رجسٹر (وزٹ بک)
ہم ساتھ لے جائین اور اپنی رائے اس پر انگریزی مین لکھین تا کہ اس کو آپ لوگ انگریزی
تحریرات مین شامل کر سکین،

نمبر ۵

اورنگ زیب عالمگیر

اور

ہندوون کی عام ناراضی کے اسباب

عالمگیر کے جرائم مین یہ سب سے بڑا جرم بلکہ مجموعہ جرائم ہے، عالمگیر نے ہندوون کو ملازمت سے یکقلم برطرف کردیا، اُن کے مذہبی میلے ٹھیلے موقوف کرادیے، اُن کی درسگاہین بندکرادین، اُن پر جزیہ لگایا، اُن کے بت خانے گروادیے غرض اس حد تک اُن کو ستایا کہ وہ زبان حال سے بول اُٹھے

آن وت رجو رکن گرگرجائے	گفتہ آید، کس اعتماد کند

ان جرائم کا یہ حال ہے کہ بعض جزئی اور مختص الحالتہ واقعات ہین، مخالفین نے ان کو عام کردیا ہے بعض کی تعبیر غلط کی ہے بعض کے ناگزیر اسباب ہین چنانچہ ہم ایک ایک کو الگ الگ بیان کرتے ہین لیکن سب سے پہلے ایک ضروری امر کا تذکرہ کرنا ضرور ہے،

اکبر نے جو پالیسی قائم کی اُس نے ہندوون کو تخت سلطنت کا شریک بنادیا لیکن باین ہمہ چونکہ اکبر کی سطوت اور جبروت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا ہندوون نے اپنی حد سے آگے قدم نہین بڑھایا، جہانگیر کی نرمی اور سستی نے اُن کو جرأت دلائی، اور اب اُن کی خودسری کے جوہر کھلنے لگے، جہانگیر کے اشارے سے نرسنگھ دیو بندیلہ نے، جہانگیر کی ولیعہدی کے زمانہ مین ابوالفضل کو دھوکے سے قتل کردیا تھا، اور اُس کا مال و اسباب اور شاہی خزانہ جو ساتھ تھا لوٹ لیا تھا جب جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس کارگزاری کے صلہ مین نرسنگھ دیو نے متھرا مین بتخانہ بنانے کی اجازت طلب کی، جہانگیر نے اجازت دی نرسنگھ نے خاص اُس روپیہ سے جو ابوالفضل کی غارتگری سے

ان نیابت خانہ کی تعمیر کی، شیر خان لودی جو ابو الفضل کو ملحد قرار دیتا ہے اور اس بات سے
خوش ہے کہ ملحد کے مال سے بت خانہ بنا تو ع مال حرام بود بجاے حرام رفت اس واقعہ کو
ان الفاظ مین لکھتا ہے :

آن ضال مُضل (ابو الفضل) در راہ دکن باشارۂ نورالدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگھ دیو
بقتل رسید و مالہای کہ بدست آویز بے راہی گرد آوردہ بود، باہتمام راجۂ مذکور بر معبدی
کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید و حکم کریۂ الخبیثات للخبیثین بظہور پیوست
آخر آن بت خانہ نیز بہ تیشۂ حکم حضرت عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد[1]

اکبر کے زمانہ مین باین ہمہ آزادی مذہبی غالبًا کوئی نیابت خانہ تعمیر نہین ہوا جہانگیر اگرچہ اکبر کی نسبت
متعصب تھا چنانچہ کوٹ کانگڑہ کی فتح مین گاؤکشی کی رسم قائم کرنے پر خوشی کا اظہار کیا ہے تاہم چونکہ
حکومت مین وہ زور نہین رہا تھا صرف بنارس مین ۷۶ نئے بتخانے تعمیر ہوے چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئیگی،
اس واقعہ کے اظہار سے ہمارا یہ مقصود نہین کہ ہم مذہبی آزادی کے خلاف ہین، بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ
یہ واقعہ، آیندہ واقعات کا پیش خیمہ تھا

غرض اب ہندوؤن نے علانیہ مسلمانون پر تعدی اور ظلم شروع کیا، نوبت یہان تک پہنچی کہ ہندو
مسلمان عورتون سے بجبر شادی کرتے تھے اور اُن کو گھرون مین ڈال لیتے تھے۔ اس سے بڑھکر یہ کہ
مسجدون کو توڑ کر اپنی عمارتون مین داخل کرتے تھے، شاہجہان نامہ عبد الحمید لاہوری جو شاہجہان کی
تاریخ ہے اور خود شاہجہان کے حکم سے لکھی گئی ہے آئین یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ
اس کی عبارت یہ ہے :

وچون رایات جلال بحوالی گجرات پنجاب رسید، جمعے از سادات و مشایخ آن قصبہ

---

[1] تذکرۂ مرآت الخیال شیر خان لودی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶

استغاثه نمودند که برخے از کفار نابکار حرائر[1] و اماء مومنه را در تصرف دارند و چندے از بنیان مساجد به تعدی در عمارات خود آورده، بنابران شیخ محمود گجراتی که از روی دانش بهره ور است و داروغگی مردم جدید الاسلام بدو مقرر، رخصت یافت تا بعد از تحقیق نساء مسلمه را از تصرف کفار برآرد، و مساجد و عمارات آن ملاعین جدا سازد، او مطابق حکم به عمل آورده هشتاد حره و جاریه مومنه را از تصرف کفره فجره برآورد، و هر جا که مسجدے در زیر عمارت هنود در آمده بود بعد از تحقیق آن را افراز نمود و درسے از ان جا به طریق جرمانه گرفته بدستور سابق مسجد ساخت، پس از ان که این ماجرا به مسامع جلال رسید یرلیغ قضا نفاذ صادر شد که بدستور قدیم هر که مسلمان شود مسلمه را به عقد مجدد باو بازگذارند پس از ورود فرمان جمعے از سعادت یاوری به پایه اسلام رسیده زنان مسلمه را به نکاح جدید متصرف گشتند و حکم شد که در کل ممالک محروسه هر جا چنین واقع شده باشد بدین دستور عمل نمایند، چنانچه اناث بسیار از دست کفار برآمده در نکاح مسلمانان در آمدند و گروهے از کفار به قبول دین مبین از آتش دوزخ رہائی یافتند، و بتخانها منهدم گردید و بجای آن مساجد بنا یافت[2]

ان واقعات کو دیکھو اور غور سے دیکھو، شاہ جہان نہایت پرجوش مسلمان تھا، اور ہر موقع پر اس کا اظہار ہو چکا تھا، سنہ ۶ جلوس مین اُس نے بنارس کے جدید تعمیر شدہ بت خانے گروادیے تھے، باوجود اسکے، ہندوؤن کا یہ زور قائم ہو چکا تھا کہ جبر اور زبردستی سے مسلمان عورتون کو ہندو گھر مین ڈال لیتے تھے، اور اُن سے نکاح کرتے تھے، مسجدون کو توڑ کر بت خانے اور عام عمارتین بنا لے تھے،

---

[1] حرائر یعنی آزاد عورتین اور اماء یعنی لونڈیان،

[2] شاہجہان نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم واقعات سنہ ۶ جلوس صفحہ ۵۷ و ۵۸ - اس عبارت مین جن بت خانون کے گرانے کا ذکر ہے وہی ہین جو مسجد تھے اور ہندوون نے گرا کر بت خانہ بنا لیا تھا،

[illegible] نے کوئی علم سزا نہین دی بلکہ صرف یہ کیا کہ عورتون کو ہندوون کے

[illegible]ل لیا اور جن مسجدون کو گرا کر بت خانہ بنایا تھا، بدستور پھر مسجدین بن گئین،

[illegible]جان جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا، ہندوون کی تعدیان رکی رہین لیکن

[illegible] شاہجہان کے بجاے تمام اختیارات **داراشکوہ** کے ہات مین آگئے داراشکوہ

[illegible]ل تھا کھلا نبہ ہندو دین کا اظہار کرتا تھا، **اُپنشد** کا جو ترجمہ کیا ہے اس مین صاف لکھتا ہے

[illegible]آن مجید اصل مین اُپنشد مین ہے چنانچہ اسکی عبارت حسب ذیل ہے:

[illegible] کتاب قدیم کہ بے شک و شبہ اولین کتب سماوی و سرچشمہ بحر توحید است و قدیم است کہ انہ لقرآن کریم

کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون تنزیل من رب العالمین یعنی قرآن کریم در کتاب است کہ

[illegible] کتاب پنہان است او را درک نمی کند مگر دلے کہ مطہر باشد و نازل شدہ از پروردگار عالم، مشخص و معلوم می شود کہ

[illegible] آیت در حق زبور و تورات و انجیل نیست ... چون اپنکہت کہ سر پوشیدنی ست اصل این کتاب ست و آیتہاے

[illegible]آن مجید بعینہ دران یافتہ می شود پس تحقیق کہ کتاب مکنون این کتاب قدیم باشد،

[illegible] غور کرو وہ ہندو جن کو اکبر شریک سلطنت کر چکا تھا جو جہانگیر کے زمانہ مین مسلمانون کے مال

[illegible] بت خانے تعمیر کرتے تھے، جو شاہجہان کے عہد مین مسجدون کو توڑ کر بت خانے بنواتے اور

[illegible]سلمان عورتون سے بہ جبر نکاح کرتے تھے، جو اپنے پاٹ شالون مین مسلمان بچون کو اپنے مذہب

[illegible] دیتے تھے، چنانچہ خود عالمگیر کے عہد حکومت مین اُس کی تخت نشینی کے بارھوین سال تک

[illegible] جاری رہا (تفصیل آگے آئیگی) اب داراشکوہ کے سایہ حمایت مین اُن کی زور و قوت

[illegible] اقتدار، جبر و تعدی، جور و ستم کا مقیاس الحرارۃ کس درجہ تک پہونچا ہوگا، یاد رکھو یہی ہندو تھے

[illegible] عالمگیر کو سابقہ پڑا تھا، (اب ہم اصل مباحث کی طرف متوجہ ہوتے ہین)

[illegible]ن کی [illegible] سے علیحدگی	یورپین مورخون نے اپنی معمولی عادت کے موافق اس واقعہ کی

اصلی حیثیت یادی ہے - یعنی عالمگیر نے تمام ہندوؤن کو سرکاری ملازمتون سے موقوف کر دیا جانا
گوارا یا نہ کیا، الفنسٹن صاحب لکھتے ہین، دو مگر یہ گشتی حکم بھی سارے حاکمون اور اختیار
داروں کے پاس بھیجا کہ آیندہ سے ہند: بھرتی نہ کیے جائین اور اُن تمام عہدون پر مسلمان بھرتی
کیے جائین جو تمھارے تحت حکومت مین ہووین ،، لیکن واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ۱۰۸۲ھ ہجری مین
اس نے یہ حکم دیا تھا کہ صوبہ دارون اور تعلقہ دارون کے پیشکار اور دیوان، نیز، محالات خالصہ
کے مال گذاری وصول کرنے والے ہندو نہ مقرر کیے جائین، چنانچہ خافی خان لکھتا ہے،
"... دارن و تعلقہ داران، پیشکاران و دیوانیان ہنود را برطرف نمودہ مسلمانان مقرر نمایند و
کروری محالات خالصہ مسلمانان می نمودہ باشند"، یہ ظاہر ہے کہ ان عہدون پر اکثر کایتھ مقرر ہوتے
تھے جو رشوت لینے مین مشہور ہین، اس حکم کو مذہبی تفریق سے کوئی تعلق نہ تھا، لیکن یہ حکم بھی قائم
نہ رہا بلکہ اس کی اصلاح اس طرح کر دی گئی کہ ایک پیشکار ہندو، اور ایک مسلمان مقرر کیا جائے
خافی خان لکھتا ہے "در بعد چنان قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار
یک پیشکار مسلمان و یک ہندو مقرر می نمودہ باشند[۱]"، اس انتظام سے اسکے سوا اور کیا مقصد
ہو سکتا تھا کہ ہندوؤن کی رشوت خواری اور غبن کی نگرانی رہے، ورنہ اگر مذہبی تعصب اسکا باعث
ہوتا تو مسلمان کے شریک کرنے سے اس کو کیا تعلق تھا،

یہ بحث اگرچہ یہین تک ختم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یورپین مورخون نے نہایت بلند آہنگی سے
اس غلط واقعہ کو مشہور کیا ہے اس لیے ہم عالمگیر کے ہندو عہدہ دارون کی ایک فہرست اس موقع پر درج
کرتے ہین اس فہرست کے متعلق، امور ذیل ملحوظ رکھنے چاہیین -

۱- یہ فہرست سرسری طور سے مآثر عالمگیری سے تیار کی گئی ہے جو عالمگیر کے حالات مین سب سے مقدم تاریخ

[۱] خافی خان حالات عالمگیر صفحہ ۲۵۲

صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے عام عہدہ داروں کا ذکر نہین،

صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے جو اس زمانہ کے بعد مقرر ہوئے ہین یا اُس کے بعد تک رہے ہین، جب سے عالمگیر کے تعصب کے ظہور کا وقت بیان کیا جاتا ہے۔

ان عہدہ دارون مین اکثر مرہٹون کی مہم مین شریک رہے ہین جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانہ مین ہندو مسلمانون کے ساتھ ہو کر خود اپنے ہم مذہبون سے لڑتے تھے، عالمگیر کے عہد تک یہ طریقہ قائم رہا

ان مین سے بعض آنریری عہدہ دار تھے، اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اضافۂ عہدہ، یا عطای منصب
		(سنہ جلوس عالمگیری مراد ہے)
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اودے پور کا بیٹا اور مہارانا جے سنگھ کا بھائی تھا	سنہ ۲۱ جلوس عالمگیری مین دکن مین آیا اور برہان پور کی مہم مین شریک ہوا، سنہ ۳۱ مین پنجہزاری کے منصب تک پہونچ کر مرگیا،
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودے پور کا بھائی تھا	سنہ ۲۴ مین دو ہزاری ہوا اور سنہ ۴۸ مین سہ ہزاری پر اضافہ ہوا
بہادر سنگھ	"	سنہ ۴۳ مین یک ہزار و پانصدی ہوا
بھگوان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	سنہ ۴۶ مین مانڈل پور و بدھنور کا فوجدار مقرر ہوا سنہ ۴۸ مین سہ ہزاری تک پونہچا

یہ وہ پرگنے ہین جو مہارانا اودے پور نے جزیہ کے عوض مین دیے تھے۔

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اضافۂ عہدہ، یا عطای منصب
اچلاجی	سیواجی کا داماد تھا	سنہ ۲۹ مین پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ وغیرہ ملا
ارجوجی	سنبھا (پسر سیواجی) کا عمزاد بھائی تھا	سنہ ۳۸ منصب دو ہزاری
انکوجی	سنبھا کے نوکروان مین تھا	سنہ ۴۱ منصب دو ہزاری
راو انوپ سنگھ	پسر راو کرن	سنہ ۴۳ مین خلعت ملازمت ملا
راجہ انوپ سنگھ		سنہ ۴۱ مین سکر کا قلعہ دار مقرر ہوا
راجہ اودیت سنگھ		سنہ ۳۶ مین ایرج کا فوجدار اور دو و نیم ہزاری ہوا
اودے سنگھ	قلعہ کھیلنا کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۷ مین سہ ہزار و پانصدی ہوا
باسدیو سنگھ	جندن کرا کا زمیندار تھا	سنہ ۴۹ مین سہ ہزاری ہوا
کانھوجی سرکیہ		پہلے پنجہزاری تھا سنہ ۴۹ مین ایک ہزار کا اضافہ ملا
سترسال بوندیلہ		سنہ ۴۴ مین قلعہ تارا کا قلعہ دار ہوا
بشن سنگھ	پسر کنور کشن سنگھ پسر راجہ رام سنگھ	سنہ ۲۵ مین ہزاری و ۴ صد سوار ہوا
رام چند	کھنالون کا تھانہ دار تھا	سنہ ۴۸ مین دو و نیم ہزاری ہوا
لوک چند	نائب و ملازم شاہزادہ اعظم شاہ	سنہ ۲۹ مین بہار سنگھ کے شکست دینے کے صلہ مین رای رایان کا خطاب ملا،
بھاکو بنجارہ		سنہ ۴۲ مین پنجہزاری منصب ملا
جگیا	نصرت آباد کا دیسکو تھا	سنہ ۵۰ مین سہ ہزاری ہوا
درگاداس راٹھور		سنہ ۲۹ مین سہ ہزاری کا منصب پھر بحال ہوا
سروپ سنگھ	ولد راجہ اودت سنگھ	سنہ ۴۱ مین یک ہزاری منصب پر ترقی ہوئی

نام	حالات	ترقی
[illegible]جان	ستارہ کا قلعہ دار تھا	سنہ [illegible] مین پنجہزاری منصب مع خلعت ونقارہ وغیرہ
[illegible]سنگھ	ماہیری کا قلعہ دار تھا	سنہ [illegible] مین یک ونیم ہزاری ہوا
ماندھاتا	پسر راو کانھو متعینہ فوج نصرت جنگ	سنہ ۱۵ مین قلعہ پھنت کی تسخیر پر مامور ہوا
کشور داس ولد منوہر داس گور	ولد منوہر داس گور	سنہ ۲۶ مین شولاپور کا قلعہ دار رہا
بیچہ کلیان سنگھ	بھدا ور کا زمیندار تھا	سنہ [illegible] مین حاضر دربار ہو کر پھنت صدی پر دو صدی کا اضافہ ہوا

[illegible] فہرست مین بعض اور باتین لحاظ کے قابل ہین، سب سے مقدم یہ کہ اس مین مہارانا اودے پور کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہین، اور اس سے عجیب تر یہ کہ سیواجی کے متعدد عزیز اور رشتہ دارون کے نام نظر آتے ہین، حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف نام کے عہدہ دار نہ تھے، بلکہ معرکون مین حیرت انگیز جانفشانیان دکھاتے تھے، ان عہدہ دارون مین ہر قسم کے عہدہ دار ہین، یعنی فوجی بھی ملکی بھی، غور کرو، فوجون کی افسری، قلعون کی قلعہ داری، اضلاع کی نظامت و فوجداری، ان سے بڑھکر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہو سکتے ہین، یہ سب عہدے ہندوون کو حاصل تھے،

ان واقعات کے بعد **لین پول** صاحب کے اس قول پر ایک دفعہ اور نظر ڈالو کہ :

"راجپوتون نے عالمگیر کی حمایت مین ایک انگلی بھی ہلانی نہ چاہی"

جزیہ لگانا یہ الزام اس لیے قائم کیا جاتا ہے کہ لوگ جزیہ کی حقیقت اور ماہیت سے واقف نہین [illegible]یہ پر ہم نے ایک مفصل علحدہ رسالہ لکھا ہے جسکا انگریزی مین بھی ترجمہ ہو گیا ہے، اسکے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جزیہ کوئی ناگوار چیز نہ تھی بلکہ غیر قومون کے حق مین رحمت تھی، اس مین شک نہین کہ ہندوون نے اس سے ناراضی ظاہر کی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو محصول ایک مدت سے موقوف [illegible] تھا اُس کا نئے سر سے قائم کیا جانا کیونکر گوارا ہو سکتا تھا،

میلون کا موقوف کرنا اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ عالمگیر نہایت روکھا پھیکا آدمی تھا

اسکو میلون ٹھیلون، ناچ رنگ، گانے بجانے، شراب کباب، اور تمام ظاہری نمایش و تکلفات سے نفرت تھی، اور وہ سمجھتا تھا کہ ان چیزون سے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے، اُس نے خانگی جھگڑون سے فارغ ہونے کے بعد ہی، اس طرف توجہ شروع کی۔ سلاطین تیموریہ کے آئین مین داخل تھا کہ بڑے بڑے مشہور گویئے دربار مین ملازم رہتے تھے اور بادشاہ ہر روز ایک وقت خاص اس شغل مین بسر کرتا تھا، اسی طرح دربار مین شعرا اور منجم نوکر تھے عالمگیر نے ۱۰۷۰ھ ہجری مین حکم دیا کہ گویئے دربار مین آئین لیکن گانے نہ پائین، پھر سرے سے موقوف کر دیے، ملک الشعرائی کا عہدہ توڑ دیا، منجمین نکال دیے گئے، دربار مین آداب و کورنش کا جو طریقہ تھا موقوف کر دیا۔ بادشاہ جھروکہ مین بیٹھکر اپنے درشن کراتا تھا اور اس سے ایک خاص درشنی فرقہ پیدا ہو گیا تھا جو بغیر بادشاہ کی زیارت کیے ہوے کچھ کھاتا پیتا نہ تھا، یہ رسم بھی حالانکہ سلطنت کے لیے مفید تھی موقوف کر دی محرم مین تابوت نکالا جاتا تھا ۱۰۷۰ھ مین بُرہانپور مین تابوت کے گشت کے متعلق دو گروہون مین مُٹ بھیڑ ہو گئی اور بلوۂ عظیم ہوا اور بڑی خونریزی ہوئی، یہ سن کر حکم دیدیا کہ تابوت نہ نکالے جائین[1]، اسی مد مین ہندون کے میلے ٹھیلے بھی بند کرا دیے اس سے بدگمان مؤرخون نے یہ نتیجہ نکالا کہ اُسنے تعصب مذہبی کے لحاظ سے ایسا کیا

مدارس کا بند کرانا ایرانی مؤرخین جو عالمگیر کی ہر بات کو عیب کے پیرایہ مین بیان کرتے ہین اس بات کے عادی ہین کہ مختص الحالہ واقعات کو عام کر کے دکھائین، اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہجہان کے زمانہ مین ہندو مسلمانون پر مذہبی جبر کرنے لگے تھے، دارا شکوہ کے طرز عمل نے اُن کو اور جری کر دیا تھا، وہ اپنے پاٹ شالون مین مسلمان بچون کو اپنے مذہبی علوم سکھلاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دور دور سے مسلمان اُن کے مدرسون اور پاٹ شالون مین جاتے

[1] خافی خان نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے دیکھو صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴

پھر مخالفین مدرسون کو بند کرایا تھا، بدگمان مورخون نے یہ لکھ دیا کہ ہندوون کے تمام مدرسے

ڈھا دیے، تاہم ان کی تحریرون میں بھی اصلیت کا سراغ لگ جاتا ہے، مآثر عالمگیری میں

اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے:

> بعرض خلافت مند رسید که در صوبه ٹھٹہ و ملتان خصوص بنارس، برہمنان بطالت نشان
>
> در مدارس مقرره بتدریس کتب باطله اشتغال دارند و راغبان و طالبان از ہنود و مسلمان
>
> مسافتهای بعیده طے نموده جهت تحصیل علوم شوم نزد آن جماعه گمراه می آیند، احکام اسلام نظام
>
> به ناظمان کل صوبه جات صادر شد که مدارس و معابد بے دینان دستخوش انہدام سازند و بتاکید
>
> طور درس و تدریس و رسم شیوع مذاهب کفر ایشان برانداز ند

اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کن وجوہ سے یہ حکم دیا گیا تھا اور اس کی کیا غرض تھی، لیکن

اس کے بعد مورخ نے اس حکم کو عموم کے پیرایہ میں لکھ دیا اور یہ اس کی عام عادت ہے، عالمگیر نے

بعض خاص ملازمتون سے ہندوون کو موقوف کیا تھا، جسکا ذکر اوپر گذر چکا، لیکن یہ مورخ کہتا ہے کہ

ہندو اہل قلم سرے سے موقوف کر دیے گئے چنانچہ خاتمہ کتاب میں لکھتا ہے "و ہنود اہل قلم

... معزول گشته بودند" (صفحہ ۵۲۸)

پچھلے مورخون نے بھی اس کا اعتبار نہیں کیا، خافی خان عالمگیر کے ان احکام کو بھی کھول کر لکھتا ہے

جو اس نے ہندوون کے خلاف دیے تھے لیکن اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا،

بت شکنی الزامات عالمگیر کی فہرست میں یہ الزام سب سے زیادہ جلی حرفون میں لکھا جاتا ہے

لیکن ہم نہیں کہتے کہ عالمگیر نے امن و امان کی حالت میں اپنی رعایا کے بت خانے گرائے ہیں تو

وہ اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا تھا، خلفای راشدین سے زیادہ کون اسلام کا حامی ہو سکتا ہے

انھون نے سیکڑون ہزارون شہر فتح کیے، دنیا کے بڑے بڑے حصے اُن کے زیر حکومت آ گئے،

اُن کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اسلامی تاریخون مین موجود ہے، ایک واقعہ بھی منقول نہین جس مین اُن کے ہاتھ سے کسی قوم کے معبد اور پرستش گاہ کو ٹھیس بھی لگی ہو، چنانچہ ہم اس بحث کو نہایت مفصل حقوق الذمیین مین لکھ چکے ہین، عالمگیر نے ان سب کے خلاف کیا تو بے شبہ اس خاص معاملہ مین وہ اسلام کا جائز قائم مقام نہین ہے، لیکن ہکو غور سے دیکھنا چاہیے کہ واقعہ کی اصلیت کیا ہے، ایک بڑی غلطی عموماً یہ ہوتی ہے کہ لوگ آج کل کے تمدن اور معاشرت کی عینک سے پچھلے زمانہ پر نظر ڈالتے ہین، آج کل مذہب اور پالیٹکس بالکل الگ الگ ہین، گورنمنٹ انگریزی اس بات کی بے تکلف اجازت دیتی ہے کہ جس کا جی چاہے شارع عام پر کھڑے ہوکر، عیسائی مذہب پر (جو گورنمنٹ کا مذہب ہے) اعتراض اور نکتہ چینیان کرے اور لوگون کو اپنے مذہب مین لائے، لیکن یہی گورنمنٹ یہ کبھی جائز نہ رکھیگی کہ کوئی شخص مجمع عام مین گورنمنٹ کے طریقۂ سلطنت پر اعتراض کرے اور لوگون کو، مخالفت مین اپنا ہم آہنگ بنالے، آج مسلمانون کی مسجدین اور ہندون کے شوالے کوئی ملکی اثر نہین رکھتے، لیکن قدیم زمانہ مین یہی چیزین بغاوتون اور ہنگامون کا صدر مقام بن جاتی تھین، یہی بات تھی کہ ہندو اور مسلمان دونون جب قابو پاتے تھے تو ایک دوسرے کی پرستش گاہون کو صدمہ پہونچاتے تھے تاریخین بھری پڑی ہین کہ ہندو راجاؤن نے جب کبھی قوت اور اقتدار حاصل کیا ہے مسجدین ڈھاکر برباد کردی ہین،

علی عادل شاہ دکنی نے ۹۷۶ھ مین رام راج کو جو بیجانگر کا راجہ تھا نظام شاہ بحری کے مقابلہ مین اپنی مدد کو بلایا تھا۔ لیکن رام راج جب مدد کو آیا تو خود علی عادل شاہ کے ملک مین تمام مسجدین ڈھاوین تاریخ فرشتہ مین ہے

علی عادل شاہ ہم در سنہ ست وسبعین وتسع مایہ (۹۷۶ھ) رام راج را بمدد خواندہ باتفاق او بہ صوب احمدنگر نہضت نمود، و از پرندہ تا خیبر و از احمدنگر تا دولت آباد اثر معموری نماند و کفار بیجانگر کہ سالہاے دراز طالب چنین منصوبہ بودند دست بیداد دراز کردہ

مساجد و مصاحف سوختند[۱]

اس واقعہ کو مورخ مذکور نے دوسرے موقع پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ یعنی یہ کہ علی عادل شاہ نے رام راج کو اس شرط سے اپنی مدد کو بلایا تھا کہ کفار مساجد وغیرہ کی بے حرمتی نہ کرین، با این ہمہ ان لوگون نے اس کے خلاف کیا، چنانچہ اسکے اصلی الفاظ یہ ہین:

چون در دفعہ اول علی عادل شاہ از ستیزہ حسین نظام شاہ بحری بہ تنگ آمدہ ناچار رام راج را بہ مدد طلبیدہ چنان عہد و شرط درمیان آورد کہ کفار بیجانگر بواسطۂ عداوت دینی اہالی اسلام را مضرت جانی نرسانیدہ دستبرد و دستگیر نہ نمایند و مساجد را خراب نہ گردانند + لیکن خلاف آن بہ ظہور آمدہ۔ کفار نابکار در بلدۂ احمد نگر در تخریب و تعذیب مسلمانان و ہتک حرمت ایشان دقیقۂ نامرعی نگذاشتند وچنانکہ گذشت در مساجد فرود آمدہ بت پرستی می کردند و ساز نواختہ سرود می گفتند[۲]

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہین جن کی تفصیل کی ضرورت نہین

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ہندوون نے عالمگیر کی سلطنت سے پہلے کس قدر زور پکڑ لیا تھا عالمگیر نے جب ان کی تعدیون کو روکنا چاہا تو ان مین ایک عام شورش پیدا ہوئی، ذی قعدہ ۱۰۷۹ھ یعنی تخت نشینی کے بارھوین برس عالمگیر کو جب اطلاع ملی کہ ہندو، مسلمانون کو اپنے مذہبی علوم پڑھاتے ہین تو اس نے اس کے انسداد کا حکم دیا، اس واقعہ کے مہینہ ہی بھر کے بعد متھرا کے اطراف مین ہندوون نے شورش کی جس کے فرو کرنے کے لیے عبدالنبی خان متھرا کا فوجدار متعین کیا گیا اور مارا گیا[۳]، اسی زمانہ کے قریب یعنی ۱۰۸۰ھ مین بنارس کا بت خانہ کاشی ناتھ متھرا کا وہ بت خانہ جو ابوالفضل کی لوٹ سے نرسنگھ دیو نے بنوایا تھا منہدم کرادیے گئے،

---

[۱] تاریخ فرشتہ مطبوعۂ نولکشور جلد دوم صفحہ ۳۶۔ [۲] صفحہ ۳۷ جلد دوم [۳] مآثر عالمگیری۔

اس کے بعد اودے پور وغیرہ کے بت خانوں پر آفت آئی

ایرانی مخالف مورخون کو کیا غرض تھی کہ وہ بت خانون کے انہدام کے اسباب اور وجوہ لکھتے لیکن واقعات ذیل آج بھی معلوم ہین، ان کو فلسفیانہ اصول سے ترتیب دو، اصل حقیقت صاف معلوم ہو جائیگی،

۱ شاہ جہان کے ساتوین سال حکومت تک، ہندوون کا یہ زور تھا کہ مسجدون کو توڑ کر اپنے تصرف مین لاتے تھے اور شریف مسلمان عورتون کو بہ جبر گھر مین ڈال لیتے تھے

۲ دارا شکوہ جو شاہ جہان کے اخیر زمانہ مین سلطنت کے کاروبار کا مالک ہو گیا تھا، تہہ تن ہندو پرست تھا،

۳ عالمگیر کے بارھوین سال حکومت تک، ہندوون کا یہ حال تھا کہ علانیہ، مسلمانون کو اپنے مذہبی علوم کی تعلیم دیتے تھے،

۴ عالمگیر نے جب اس تعلیم کو بند کرنا چاہا تو ہندوون مین شورش شروع ہوئی ۱۰۸۸ھ مطابق سال ۲۲ جلوس عالمگیری مین کھندیلہ کے راجپوتون نے شورش[1] کی اور ان پر فوج کشی کی گئی اور وہان کے بت خانے توڑے گئے، اسی سال عام شورش برپا ہوئی اور جودھ پور اور اودے پور کی ریاستین بغاوت کا مرکز بنین،

۵ عالمگیر نے اس بنا پر جودھ پور اور اودے پور پر فوج کشی کی اور وہان کے بت خانے غارت کرا دیے

جس قدر بت خانے توڑے گئے، انھی مقامات کے توڑے گئے جہان پر زور بغاوتین برپا ہوئین،

عالمگیر ۲۵ برس تک دکن مین رہا، ان ممالک مین ہزارون بت خانے تھے، لیکن کسی تاریخ

[1] مآثر عالمگیری

[illegible] ہیں جنکا اس [illegible] بت بھی نکلا ہو،

[illegible] سیکڑوں تصویرین اور بت ہیں عالمگیر اسی نواح مین الورہ سے

[illegible] کے فاصلہ پر مدفون ہے، بڑے بڑے بزرگان دین کا یہان مزار ہے جو عالمگیر

بہت پہلے گذرے، لیکن یہ بت اور تصویرین آج تک موجود ہین، آثر عالمگیری کا مصنف جو

خود عالمگیر کا ایک [illegible] تھا، اور جس کو بت خانون کے توڑنے کے ذکر مین مزہ آتا ہے اور [illegible]

[illegible] کر اس کا ذکر کرتا ہے، الورہ کا ذکر نہایت تعریف کے ساتھ کرتا ہے اور اخیر مین لکھتا ہے

[illegible] ایست [illegible] جز دیدن تحریر راست نیاید، خامہ تا کجا صفحہ اخبار برآراید،،

[illegible] اور ہندو مورخ کہتے ہین کہ عالمگیر نے چونکہ بت خانے گرائے اس لیے بغاوت ہوئی

[illegible] یہ ہے کہ بغاوت ہوئی اس لیے بت خانے گرائے گئے۔ عالمگیر کا بت خانون کا

[illegible] تھا جیسا کہ آج ایسے روشن زمانے مین مہدی سوڈانی کے مقبرہ کو برباد کرا دیا،

[illegible] جلوس مین جب ہندوستان مین امن و امان قائم ہو گیا اور عالمگیر دکن کو روانہ ہو گیا

[illegible] بت خانون کے گرانے کا ایک واقعہ بھی کہین تاریخون مین نظر نہین آتا، دکن مین اسلامی سلطنتین

[illegible] گولکنڈہ اور بیجاپور سے مقابلہ تھا اس لیے کسی بت خانہ سے تعرض نہین کیا گیا، ورنہ اگر مذہبی

[illegible] ہوتا، تو بت شکنی کا سب سے اچھا موقع تھا،

عالمگیر تو خیر بقول مخالفون کے، متعصب تھا لیکن نہایت عادل اور غیر متعصب بادشاہ

شاہجہان کو بھی ایسے موقع پر عالمگیر بننا پڑا، شاہجہان نامہ عبد الحمید لاہوری مین جو خود

[illegible] جہان کی زیر نگرانی لکھا گیا ہے، یہ واقعہ ان الفاظ مین مذکور ہے،

،، چون پیشتر بہ عرض اقدس رسیدہ بود کہ در ایام دولت

علمی خبرین

قدیم عربی تحریرون کا مجموعہ یورپ کو آثار عرب کی علمی تحقیق مین جو شغف ہے اس سے ظاہر ہے کہ دو یورپین علماء خواتین نے اپنی ساری زندگی اسی امر کے لیے وقف کر دی۔ یہ دونون فلسفہ و سائنس مین ڈاکٹر کے خطاب سے ممتاز ہین اور ان مین ایک کا نام آگنس اسمتھ لوئس ہے اور دوسری مارگریٹ ڈنلاپ جیمسن۔ اب تک "مشرقی تحقیقات" کے عنوان سے بارہ کتابین شائع کر چکی ہین جن مین آخری کتاب قدیم عربی تحریرون کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ مین نہایت پرانی عربی کتابون، دستاویزون، اور فرامین کے فوٹو لیے ہین اور مروجہ عربی خط مین وہ عبارتین بھی لکھ دی ہین اور پھر انگریزی مین ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے۔ ان مین ایک دستاویز کی تاریخ تحریر ۹۰ھ ہے۔ ابو قرہ اسقف حران کی ایک مذہبی کتاب کا نمونہ دیا ہے جو ۲۶۴ھ کی لکھی ہوئی ہے۔

اسلامی عمارتین ایشیا و افریقہ کے ہر گوشہ مین اسلامی یادگارین بکثرت موجود ہین لیکن مسلمانون کو توفیق نہین ہوئی کہ ان کے حالات شائع کرین۔ لیکن انگریزی اثر کی برکت سے سلطنت مصر نے ادھر توجہ کی ہے اور حفظ آثار عرب کے نام سے ایک کمیٹی قائم ہوئی ہے جس کے پریسیڈنٹ علم الآثار کے مشہور ماہر ہلی بہجت بک ہین۔ اس کمیٹی کی طرف سے سالانہ رپورٹ جو شائع ہوتی ہے وہ عالمانہ تحقیقات کا ایک دلچسپ مجموعہ ہوتی ہے حال مین جو رپورٹ چھپی ہے وہ مصر کی اسلامی عمارتون کے متعلق ہے۔ ملک الصالح ایوب کا مدرسہ اور گنبد، خسرو پاشا کی سبیل، لاجوہری کی مسجد، دارالہ کالت قائد بائی، امیر ماما ی کا محل، حمام بشتاک وغیرہ کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے، سب کی تصویرین دی ہین، اور تاریخ کے علاوہ اس حیثیت کو خاص طور پر نمایان کیا ہے کہ از روی فن تعمیر ان عمارتون مین کیا خصوصیت ہے اور مسلمانون کو اس فن مین کہان تک دستگاہ حاصل تھی۔

فلسطین طرز تحریر پروفیسر سلن نے قدیم شہر اریحا کے کھنڈرون مین کنعانیون کے ایک

[illegible] نہایت [illegible] میں بعض [illegible] ملے ہیں جو عہد عتیق کی [illegible]

[illegible] بہت نہایت عجیب قیمت قرار دیئے گئے ہیں [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] برس قبل مسیح [illegible]

[illegible] ہوتی تھا [illegible] ایک قوم کی شاخیں ہیں اور قدیم عربی خط کا ماخذ [illegible]

الاحاطہ فی اخبار غرناطہ لسان الدین ابن الخطیب اندلس کے ان مشہور بزرگوں میں تھا جو اسلام میں

[illegible] دونوں کے جامع گذرے ہیں، وہ پولیٹیکل دنیا میں سلطنت اندلس کا وزیر تھا اور علمی حیثیت میں ایک

[illegible] فائق مصنف تھا، اسکی کتاب الاحاطہ فی اخبار غرناطہ جو نادر و کمیاب چیز تھی حال میں مصر کی سشرکت

[illegible] عربیہ کے اہتمام سے اسکی دو جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ اس کتاب میں ابتداءً اندلس کا مفصل جغرافیہ

[illegible] کے نظم و نثر کا نمونہ ہے، اور نامورانِ غرناطہ و اندلس کے سوانح ہیں۔ ابی علی الصلصل (۱۲) کے حالات

[illegible] صناعیہ میں یہ نہایت ماہر شخص تھا۔ ابوجعفر احمد بن حسن بن باعدہ سلمی کو آلات فلکی کا مخترع

[illegible] لکھا ہے کہ حماریات وجرو صفاریات (؟) کا موجد تھا۔ احمد بن [illegible] نباتی کو لکھا ہے (۶۳۹) کہ

[illegible] میں [illegible] تھا۔ اصبغ بن محمد کو (۴۲۶) علم العدد و ہندسہ کا بادشاہ لکھا ہے۔ الیٰ غیر ذٰلک

شیشے، پتھر اور لوہے کے کپڑے آسٹریا میں ایک موجد نے شیشے کے کپڑے بنائے ہیں جو نہایت

[illegible] ملائم پائدار ہیں اور پانی سے خراب نہیں ہوتے۔ روس میں ایک خاص پتھر کے ریشوں سے

[illegible] ہے، ایک موجد نے کپڑے بنائے ہیں، اور لوہے کے کپڑے جو اکثر کالر وغیرہ کے کام

[illegible] ان کی ترکیب و تحلیل سے بنتے ہیں، یورپ میں مدت سے ان کا رواج ہے

[illegible]

[illegible] گزندہ تحقیقات نے افعال و خواص کی حیثیت سے نباتات و حیوانات کے ڈانڈے

[illegible] ملا دیئے ہیں، ایک قسم کا پودا ہوتا ہے جس کو بچھو کا پودا کہتے ہیں، وہ واقع میں بچھو کی طرح ڈنک

[illegible] جس کو لگتا ہے تو بیتاب ہو جاتا ہے اور کئی دن تک تکلیف رہتی ہے۔

شیشہ باتی ظروف مسٹر ڈیوڈ ہوپر ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ مین لکھتے ہین کہ ہندوستان کے بعض مقامات کے پیلے رنگ کی ٹکیان اور گھڑے بنائے جاتے ہین اور معمولی برتنون کی جگہ استعمال ہوتے ہین یہ بہت پایدار ہوتے ہین اور زمین پر گرنے سے نہین ٹوٹتے۔ مسٹر جیمس مارش نے آلہ کے برتن دیکھے ہین جو ضلع ساگر مین بنائے جاتے ہین، وہ اس سے نتیجہ نکالتے ہین کہ ہندوستان کی صنعت کس قدر قدیم اور پاکیزہ ہے۔

پیراہن کاغذی فرانس مین کاغذی صدریان بنتی ہین جو سردی سے بچنے کے لیے جاڑون مین پہنی جاتی ہین۔ یہ صدریان اتنی ہلکی ہوتی ہین کہ ایک صدری ایک لفافہ مین بند کرکے ڈاک مین روانہ کی جاتی ہے، جرمنی مین گرمیون کے کپڑے بھی کاغذ کے طیار ہوتے ہین۔

طبقات الارض اہل عرب کی راے تھی کہ زمین کے کئی طبقہ ہین لیکن مہذب دنیا کے نزدیک اس راے کی وقعت خرافات سے زیادہ نہ تھی، مگر حال مین مسٹر ہربر سفورڈ اگریم نے زمین کے اندرونی طبقون کے بارہ مین یہ راے قائم کی ہے کہ زمین کے تین طبقے ہین اور ایک کے اندر ایک پیوستہ ہے۔ سب سے اندر کا طبقہ بالکل ٹھوس ہے اور اس کا قطر ۳۰۰۰ ہزار میل ہے اور سب سے اوپر والا طبقہ زمین کی سطح بالائی ہے جس کا عمق قریب قریب دو ہزار میل کے ہے۔

یورپ اور قوم فنیشیہ علمی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ایشیائی قوم فنیشیہ نے سواحل بحر ابیض متوسط پر بکثرت کالونیان آباد کی تھین اور اُنکی نوآبادیان بحر اطلانٹک تک پہنچ گئی تھین۔ جدید تحقیقات نے فرانس و انگلستان مین بھی اس قوم کے آثار دریافت کیے ہین۔ یہان ایک قسم کے بڑے بڑے پتھر ہین جن کو علمی زبان مین (ڈولمن) کہتے ہین ملے ہین۔ یہ پتھر اشاعت مسیحیت کے قبل کاہنان مذہبی کے کامون مین آتے تھے۔ دراصل یہ پتھر ایشیا کے ہین یورپ کے نہین ہین، صحرای بلاد فلسطین مین اب بھی یہ پتھر موجود ہین۔ اس سے علما نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غالباً فنیشین قوم کے ذریعہ سے یہ پتھر یورپ مین پہنچے ہونگے اور کیا عجب ہے کہ ان ممالک مین اُن کی نوآبادیان بھی رہی ہون۔ عقل کی شان دیکھیے اور [illegible]

[illegible] میں ستاروں کی مانند ہیں [illegible]

طبقات آفتاب کون جانتا تھا کہ آفتاب میں بھی طبقات ہونگے اور زمین کی طرح وہ بھی تہ بر تہ
ہیں ہم اکتشافات کو بڑی ترقی ہوئی لیکن اسرار قدرت نہ محدود ہوے ہیں اور نہ ہونگے، فرض کرو آفتاب
کا جسم ایک جامد چیز ہے، تو کیا فضای عالم میں یہ جو ایک آتشی منظر ہم کو نظر آتا ہے یہی آفتاب کا جسم ہے؟
نہیں آفتاب ایک مجموعہ کا نام ہے جسکے کئی طبقہ ہیں - پہلا طبقہ ابھرے مختلف ٹکڑوں سے مشابہ ہے جو حرارت
سے مشتعل ہوتے ہیں اور خود ان ٹکڑوں کے بھی بہت سے اجزا ہیں جو فضا میں ایک کی شناوری میں [illegible] ہیں
[illegible] ہر ایک جسکا قطر ۵۰۰ میل کی برابر ہے - اس طبقہ کو علمی زبان میں فوتوسفیر کہتے ہیں اور یہی فوتوسفیر
ہے جو آفتاب کے عظیم الشان مجموعہ سے ہم کو نظر آتا ہے - فوتوسفیر کو ایک اور طبقہ محیط ہے جسکی ضخامت ہزار
میل ہوگی، اس طبقہ کو طبقہ منعکسہ کہتے ہیں اسکے اوپر گیس (غاز) کا ایک طبقہ ہے جسکا حجم پانچ ہزار میل ہے
اس طبقہ کو سیاہ رنگ کی قرمزی شعاعیں گھیرے ہوے ہیں اور اصطلاح میں اس طبقہ کو "کروموسفیر" کہتے ہیں -
کروموسفیر موج زن شعلوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے جس سے زبانے نکلتے رہتے ہیں اور ہر زبانہ ہزاروں میل دراز ہوتا ہے
اسکے بعد ایک اور مشتعل طبقہ ہے جس کے اجزای سحابی اور بھی شعلہ زن ہیں اور انمیں بعض متصل ہیں اور بعض
منفصل ایک اور طبقہ ان طبقات کو محیط ہے جس کو ایک ایسے تاج زرین سے مشابہت دی جا سکتی ہے
جس میں [illegible] بھی ہوں اور مختلف شکل کی شعاعیں انمیں سے نکلتی ہوں - چاہیے تھا کہ آفتاب کے جسم اصلی
سے ان طبقات کا کچھ چند میل سے زائد نہوتا اس لیے کہ قانون کشش مقتضی اس امر کا تھا کہ آفتاب میں [illegible]
مقدار وہ قوت [illegible] ہے، لیکن حقیقت ابھی منزلوں دور ہے اور آفتاب کا جسم اصلی ان طبقات سے ہزاروں
میل کے فاصلہ پر ہے - اس کل مجموعہ کا نام قرص آفتاب ہے، اس قرص پر سیاہ جھائیاں اور داغ پڑے ہوے
ہیں جو آفتاب کا کلف کہتے ہیں، یہ کلف جگہ بدلتے رہتے ہیں اور کبھی یہاں نظر آتے ہیں اور کبھی ادھر چلے
جاتے ہیں اس سے نتیجہ نکلا کہ آفتاب کی خود ایک ذاتی حرکت بھی ہے جو ۲۵ دن اور چند گھنٹوں میں تمام ہوتی ہے

قطر آفتاب آفتاب کی مساحت کا اگر زمین کی مساحت سے اندازہ کیا جاے تو حساب سے معلوم ہوگا کہ آفتاب کا قطر ۱۰۹ حصہ زمین کے قطر سے بڑا ہے دوسرے لفظون مین اس کو یون کہنا چاہئے کہ اگر ایک سو ساڑھے آٹھ کرے برابر سے بچھائے جائین اور ان مین ہر کرہ کرۂ زمین کی برابر ہو، تو ان سبکی مجموعی درازی کہین جاکر قطر آفتاب کے مساوی ہوگی۔ آفتاب کا جرم ۱۲ لاکھ ۷ ہزار گونہ جسم ارض سے بڑا ہے اور تین لاکھ ۲۴ ہزار گونہ وزن مین زمین سے بھاری ہے۔ قرص آفتاب مین جو داغ نمایان ہین ان مین بعض داغ ایسے ہین جو رقبہ مین زمین سے دس حصہ زائد بڑے ہین۔

فاصلہ آفتاب اگلے زمانے مین اگر زمین سے آفتاب کا فاصلہ دریافت کیا جاتا تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا، لیکن علم سے تمام مشکلین آسان ہو جاتی ہین آفتاب زمین سے نو کروڑ تین لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے اور اس کا وزن (۱،۸۴۲،۳۶۴،۵۳۲،۰۱۹،۷۰۴،۳۳۴،۹۰۷،۵۳۶،۹۴۵) ٹن کا ہے فرض کرو ایک ریل ہے جو فی گھنٹہ ۵۵ میل مسافت طے کرتی ہے اگر اسکی لائن زمین سے آفتاب کو جاتی ہو اور آخری جنکشن (سٹیشن) اسکا کرۂ آفتاب ہو تو ایک لاکھ تین ہزار چار سو بانوے دن مین یا بالفاظ دیگر ۲۸۳ برس مین وہان تک مسافر پہونچ سکین گے، خود مسافر کی عمر تمام ہو جاے اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد بھی مرجائین مگر ہنوز منزل مقصود کا پتہ بھی نہین۔ ع تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش ؎

الاسکا اور آثار انسانی الاسکا شمالی امریکہ کی بالائی جہت کا وہ نہایت سرد اور منجمد علاقہ ہے جہان انسان کی بود و باش سخت مشکل ہے اس زمانہ مین کہ وسائل آسایش کی کثرت ہے لوگ اگر وہان رہنا چاہین تو بڑی دشواریان پیش آتی ہین، لیکن تلاش سے وہان بھی انسان اور جانورون کی ہڈیان ملی ہین۔ اس سے علما نے نتیجہ نکالا ہے کہ تاریخی زمانہ کے پہلے یہان اکثر لوگ آباد رہے ہون گے اور شاید اس برفستان کا موسم بھی اُس وقت معتدل رہا ہو۔

عربی مطبوعات مصر بیروت

فن	نام کتاب	قیمت	فن	نام کتاب	قیمت
[illegible]	تفسیر کبیر	عسـہ	لغت	مختار الصحاح چھوٹی للرازی	۸ر
〃	تفسیر خازن	صہ	〃	مختار الصحاح کلاں للرازی	۱۴ر
〃	تفسیر بیضاوی	للعہ	ادب	دیوان خنساء	۱۱ر
〃	تفسیر جلالین	۱۲ر	〃	علم الادب کامل	معہ
تاریخ	کشف الظنون	لعہ ر	〃	المحاسن والاضداد للجاحظ	۶ عہ ر
ادب	عکبری شرح دیوان متنبی	صہ ۱۴ر	کلام	منہاج السنہ لابن تیمیہ	معہ
〃	دیوان حماسہ مصری مع خلاصہ شرح تبریزی	۴ سے ر	فقہ	طحاوی شرح مراقی الفلاح	۸ عہ ر
〃	دیوان ابو تمام	سے	〃	مراقی الفلاح	۷ر
〃	دیوان بحتری	للعہ	اصول فقہ	کشف الاسرار للبزدوی	۱۲ سے ر
〃	دیوان جریر	۶ عہ ر	〃	توضیح وتلویح مجلد	۲ سے ر
〃	نفح الازہار فی منتخبات شعر العرب	۱۲ر	ادب	مقامات حریری مطبوعہ مصر مشرح	للعہ
تاریخ	سلوۃ العصر فی تاریخ علماء مصر	سے	〃	مقامات بدیعی ہمدانی	للعہ
ادب	اجمع الفکر فی الاخلاق والحکم	۸ عہ ر	〃	نہایۃ الارب فی صناعات شعر العرب	۱۲ر
〃	دلائل الاعجاز جرجانی	۴ عہ ر	〃	نیل المراد فی تسطیر العزیۃ البردۃ وبانت سعاد	۸ر
〃	اسرار البلاغۃ جرجانی	۱۲ سے ر	〃	شرح بانت سعاد	۸ر
〃	دروس البلاغۃ	۱۲ر	〃	مختارات شعراء العرب	۸ عہ ر
〃	نقد الشعر لابن قدامہ	عہ		شرح معلقۃ للزوزنی	۶ر
[illegible]	فقہ اللغۃ مصری للثعالبی	۵ عہ ر	فلسفہ	تہافۃ الفلاسفہ للغزالی وابن رشد	۱۴ر
〃	فقہ اللغۃ بیروت الثعالبی	سے	منطق	البصائر النصیریہ	۱۴ عہ ر
[illegible]	الالفاظ الکتابیہ الہمدانی	۱۴ عہ ر	تاریخ	تاریخ ابن خلکان	۸ سے ر

فن	نام کتاب	قیمت	فن	نام کتاب	قیمت
ادب	الکامل للمبرد	۱۶ روپے	قرآن مجید	حمائل شریف مطبوعہ اسانبول	
"	کتاب البیان والتبیین	۶		نہایت عمدہ وخوشخط مجلد مطلا	۱۲
سلام	صراط المستقیم	۶	"	حمائل شریف کلان	۱۲
کلام	الاقتصاد فی الاعتقاد للامام الغزالی	عہ	عربی لٹریچر	الطریقۃ المنکرہ	۱۲

ہندوستان

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تفسیر نظام القرآن مولوی عبد الحمید صاحب		سعدیدی	۱۲
سورۂ قیامت	۳ر	شرح جامی عمدہ	۱۲
سورۂ ابی لہب	۱۰ر	قرآن شریف نقل نظامی	۱۲
اقسام القرآن	ار	ہدیۂ سعیدیہ عمدہ	۱۲
شرح وقایہ کامل عمدہ حاشیہ مولوی عبد الحی صاحب	معہ	مختصر المعانی کلان عمدہ مطبوعہ رزاقی کانپور	۱۲
ہدایہ کامل عمدہ	۱۲	سراجی	
نفیسی	۱۲	اخوان الصفا	۱۲

منیجر فضل الرحمن

مصنفات مولانا شبلی نعمانی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
سوانح مولانا روم درجہ اول	۱۲	الکلام طبع اول	۱۲
" درجہ دوم	۱۲ر	سفرنامہ	۱۲
موازنہ دبیر و انیس	۱۲	سیرۃ النعمان	۱۲
		المامون	عہ
		دیوان شبلی	۱۲
		الکلام طبع ثانی	عہ

دفتر ندوہ
لکھنؤ

فضل الرحمن منیجر الندوہ لکھنؤ

الندوہ

سلسلہ	ذیقعدہ ۱۳۲۵؁ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۰۷ء	جلد ۴

مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیاء، تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خانصاحب شروانی

فہرست مضامین

نمبر	[illegible] مضمون	مضمون نگار	صفحہ
[illegible]	...رات		۱ — ۵
۲	اورنگ زیب عالمگیر	شمس العلما مولانا شبلی نعمانی	۵ — ۴۳
۳	خبریں		۴۴ — ۴۰

باہتمام قاری عبدالولی حلف علامہ آسی مولوی عبدالعلی صاحب راسی

...بے پر ولکھنؤ میں بکمال حسن و خوبی طبع ہو کر

خوشی کی بات ہے کہ اعیان العلما لکھنؤ سے شائع ہوا

...ہے ہیں، اُسکے ادا کرنے میں نہایت

اشتہار

علم الکلام

طبع دوم درجۂ اعلےٰ

مصنفۂ

شبلی نعمانی

اس کتاب مین علم کلام کی ابتدا، اسکی مختلف شاخین اور عہد بہ عہد کی ترقیون کی نہایت تفصیلی تاریخ اور اُسکے متعلق مباحث اور تحقیقات ہین۔ طبع اول ختم ہوچکا تھا، اسلیے نہایت اہتمام سے دوبارہ خوشخط اور صحیح چھاپی گئی۔

قیمت عہ/

زیادہ جلدون کے خریدار کو فی عددی صـ عـسـہ کمیشن ملیگا۔

دفتر ندوہ لکھنو سے ملیگا

الندوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج تک دارالعلوم ندوۃ العلما کی کوئی مفصل اور مستقل رپورٹ شائع نہین ہوئی، بلکہ ندوۃ العلما کی سالانہ رپورٹ مین اسکا بھی الحاق کر دیا جاتا تھا، لیکن اب جسقدر ملک کو ندوہ کے ساتھ دلچسپی پیدا ہوتی جاتی ہی لوگ دارالعلوم کے طرز تعلیم، نصاب اور خصوصیات وغیرہ دریافت کرتے رہتے ہین اس بنا پر ہمنے دارالعلوم کی مفصل دوازدہ سالہ رپورٹ مرتب کی ہی، یہ رپورٹ ارکان انتظامیہ، اور اُن حضرات کی خدمت مین جو ہر سال چندۂ رکنیت ادا کرتے رہے ہین، مفت بھیجی جائیگی، لیکن ان کے علاوہ جو لوگ رپورٹ کے دیکھنے کے شائق ہون، اُنکو ۲ر کا ٹکٹ روانہ کرنا چاہیے، یا دو روپیہ چندہ سالانہ ادا کرکے عام ارکان کی فہرست مین شامل ہونا چاہیے، رپورٹ مین جلسۂ دستار بندی کے مفصل حالات، چند تقریرین، اور دارالعلوم کے محاصل، و مصارف کی فہرستین بھی درج ہین،

خوشی کی بات ہی کہ اعیان ملک اس نے دارالعلوم کے لیے جو ماہوار اور مستقل چندے مقرر کیے ہین، اُسکے ادا کرنے مین نہایت مستعدی ظاہر کرتے ہین چنانچہ بعض حضرات ہمارے پاس

براہ راست ہر مہینے میں بھیجتے رہتے ہیں، اور بعض حضرات نے خود جناب مولانا غلام محمد کو چند مہینے کی رقمیں ادا کر دی تھیں، اور آیندہ مہینوں میں وصول کرنیکی ذمہ داری جناب مولانا عبد السبحان صاحب نے لی ہے، چنانچہ انھوں نے دفتر سے اس کام کے انجام دینے کے لیے رسید بہی بھی منگوالی ہے، اس موقع پر ہم اُن بزرگان قوم کے نام درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں جنھوں نے دارالعلوم کے لیے مستقل وظیفے مقرر کیے ہیں تاکہ اُن سے عام طور پر قوم کو واقفیت ہوجائے،

نمبر شمار	نام منتظمی	تعداد رقم	ماہواری
(۱)	جناب ٹی امین الدین صاحب رئیس و امباڑی و تاجر اعظم گڈ نگ گلی مدراس۔	صہ؍	〃
(۲)	جناب کنم باوی عبد القادر صاحب رئیس امباڑی تاجر چرم بڑی مٹ مدراس،	صہ؍	〃
(۳)	جناب حاجی بدر الدین صاحب رئیس امباڑی تاجر چرم بڑی مٹ مدراس۔	صہ؍	〃
(۴)	جناب بجان عبد اللطیف صاحب جلک رئیس و امباڑی تاجر گڈ نگ گلی مدراس	صہ؍	〃
(۵)	جناب حاجی عبد الرحمان صاحب بلیا لم رئیس و امباڑی گڈ نگ گلی مدراس۔	للعہ؍	〃
(۶)	جناب محمد محمود اللہ بادشاہ صاحب گڈ نگ گلی مدراس۔	صہ؍	〃
(۷)	جناب نواب غلام احمد خان صاحب رئیس ویلور گورمنڈل کولڈ فیلڈ کمپ کولار۔	صہ؍	〃
(۸)	جناب خان بہادر الحاج محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب سفیر روم مدراس۔	صہ؍	〃
(۹)	جناب سید عبد الرزاق صاحب جنرل کنٹراکٹر کولمینور مدراس۔	عـہ؍	〃
(۱۰)	جناب متھاوار محمد عبد القادر صاحب تاجر گڈ نگ گلی مدراس۔	عما؍	〃
(۱۱)	جناب مولانا عبد السبحان صاحب تاجر گڈ نگ گلی مدراس۔	صہ؍	〃
(۱۲)	جناب اہلیہ محترمہ مولانا عبد السبحان صاحب	صہ؍	〃
(۱۳)	جناب الحاج عبد الملک بادشاہ صاحب مدراس۔	صـہ؍	سالانہ

نمبر شمار	نام نامی	تعداد رقم	ماہوار
(۱۴)	جناب حکمت بادشاہ صاحب کمپنی تاجر سکنہ لین بیج مدراس۔	صہ/	״
(۱۵)	جناب دیوان سید عبدالرزاق صاحب چیرمین اڈل ہیڈ سٹرکٹ کوئمبتور۔	صہ/	״
(۱۶)	جناب حاجی محمد حنیف صاحب رئیس ویلور۔	صہ/	״
(۱۷)	جناب سید محمد عبدالقادر صاحب اڈیٹر مخبر دکن رسالے بیٹ مدراس۔	عہ/	״
(۱۸)	جناب منشی محمد عبدالکریم صاحب فاروقی انسپکٹر پولیس مدراس۔	عہ/	״
(۱۹)	جناب نواب احمد محی الدین خانصاحب میلاپور مدراس۔	عہ/	״
(۲۰)	جناب چودھری محمد طہ صاحب ٹرانسلیٹر دفتر نفٹنٹی الہ آباد۔	عہ/	״
(۲۱)	جناب مولوی حبیب الرحمن خانصاحب شروانی رئیس بھیکن پور۔	صہ/	״
(۲۲)	جناب نواب مزمل اللہ خانصاحب بھیکن پور۔	عـ۵/	״
(۲۳)	جناب خان بہادر شیخ غلام صادق صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ امرتسر	عـ۵/	״

خدا کا شکر ہے کہ کتاب دارالعلوم ندوۃ العلما کے کتب خانے کی طرف قوم کی توجہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہی چنانچہ امسال کتب خانے مین جو معتد بہ اضافہ ہوا ہی، اُسکا ذکر گذشتہ اشاعتون مین گذر چکا ہی حال مین جناب نواب سید امیر حسین صاحب بہادر بالقابہ، رئیس اعظم بھاگلپور نے اپنا قیمتی کتب خانہ ندوۃ العلما کے لیے وقف کیا ہی، نواب صاحب موصوف اکثر کلکتہ مین رہتے ہین، اور اسوقت وہین قیام پذیر ہین، اسلیے محرم مین جب وہ مکان پر تشریف لائین گے، خود کتابون کے روانہ کرنے کا انتظام فرمائین گے، کاش دوسرے حضرات بھی اس قسم کی مثالین قائم کرکے، اپنی علمی فیاضی کا ثبوت دیتے۔

حال مین جناب حافظ محمد حلیم صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ کانپور، خاص دارالعلوم ندوۃ العلما

کے معاینہ کے لیے تشریف لائے اور دیر تک خاکسار سے ندوہ کے اغراض و مقاصد کے متعلق گفتگو

کرتے رہے، مینے نہایت تفصیل کے ساتھ اُسکے اصلی مقاصد بیان کیے جنکو اُنھون نے نہایت دلچسپی

کیساتھ سُنا، اور اُنکی تائید کی، جناب حافظ صاحب، موصوف نے صرف زبانی تائید نہین کی، بلکہ اس کا

عملی ثبوت بھی دیا ہی، چنانچہ اُنھون نے کانپور جاکر ہمارے پاس ستلو روپے بھیجدیے ہین، یہ ابھی اُن کی

فیاضیون کی معمولی تمہید ہی، ورنہ وہ اس قابل ہین کہ تنہا اُنکی توجہ ندوہ، کوگل بداماں کرسکتی ہی،

دارالعلوم ندوۃ العلما کے طرز تعلیم کو چونکہ روز بروز ملک مین حسن قبول حاصل ہوتا جاتا ہی، اسلیے

ہمارے پاس باہر سے طلبا کی نہایت کثرت سے درخواستین آتی ہین، جن مین اکثر امرا، اور رؤسا کے

لڑکے ہوتے ہین، چنانچہ حال مین جناب نواب صدرالدین حسین خانصاحب رئیس عظیم آباد وہ سے

اپنے صاحبزادے کو دارالعلوم مین بھیجا ہی، اور مظفر پور، اور مونگیر کے دو رئیسون کے لڑکے داخل ہوئے

ہین، لیکن افسوس کہ عمارت کے ناکافی ہونے کی وجہ سے ہم اُنکی آسایش کا کافی انتظام نہین کرسکتے،

کاش خدا قوم کو ندوہ کی عمارت کی تعمیر کی توفیق دیتا، جس سے امرا کے گروہ مین بھی مذہبی، اور

عربی تعلیم پھیلتی،

مولانا حالی کی ذرہ نوازی

خاکسار کے پاؤن کے زخمی ہونے پر بعض بزرگون اور دوستون نے رباعیان لکھ کر

بھیجین، سید سلیمان اسسٹنٹ اڈیٹر الندوہ نے ان مین سے بعض پچھلے پرچہ مین چھاپ دین، ان کو دیکھکر

ہمارے مخدوم مولانا حالی نے منیجر الندوہ کو ایک خط لکھا جو بعینہ درج ہی،

"رسالۂ الندوہ مین مولانا شبلی کے احباب کی رباعیات دیکھکر مجھے بھی یہ خیال ہوا کہ اُنکے زمرۂ احباب مین ہونے کا فخر حاصل کرون، لہذا ذیل کے چار مصرعے موزون کرکے آپ کی خدمت مین بھیجتا ہون، الندوہ کے کسی آیندہ نمبر مین انکو بھی درج فرما دیجئیگا،

شبلی اگر زمیاس پر دل شکن ست | با خستگیش خجستگی مقترن ست
چند اگر بکاہ مدفنزایند اینجا | کار استن چمن زپیراستن ست

خاکسار الطاف حسین حالی

از پانی پت ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء"

مولانا کا میری نسبت ایسی خیالات ظاہر کرنا محض اُن کی ذرہ نوازی ہے وہ میرے احباب مین شامل ہونے کا ننگ گوارا فرماتے ہین، لیکن میری عزت یہ ہے کہ وہ مجھکو اپنے نیازمندون کے زمرہ مین شامل ہونے کی اجازت دین، اب چند ہی ایسی صورتین باقی رہگئی ہین، جنکو دیکھ کر قدما کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، خدا ان بزرگون کا سایہ قائم رکھے، آمین،

شبلی نعمانی

نمبر (۶)

اورنگ زیب عالمگیر

باپ اور بھائیون کے معاملات

عالمگیر کے فرد جرم کا یہ سب سے اخیر نمبر ہے، لیکن اسکے دامنِ اوصاف کا سب سے زیادہ بدنما داغ ہے، اور جرائم کی نسبت عالمگیر کا ایک حامی کہ سکتا ہے کہ اگر غیر سلطنتون کا تسخیر کرنا جرم ہے تو جرمونکی

...ت مین سکندر اور نپولین کو سب سے آگے کھڑا کرنا چاہیے، اگر مرہٹون کی بغاوت کا دبانا گناہ ہی
تو پہلا مجرم شاہجہان صاحبقران ثانی ہی، اگر راجپوت ریاستون پر لشکرکشی کرنا الزام ہی، توفرد جرم
مین سب سے اوپر اکبر اعظم کا نام ہونا چاہیے جسنے سب سے پہلے جیپور پر چڑھائی کی اور اسوقت تک
اس ارادہ سے باز نہ آیا جبتک راجہ زادیان، تیموری حرم مین نہ آئین، اگر ہندؤن کو بڑے معزز عہدے
نہ دینا خلاف انصاف ہی تو یورپ کی نسبت کیا کہا جائے گا، جسنے آجتک اپنی قوم کے سوا کسی کو
وزارت یا سپہ سالاری کے عہدہ پر ممتاز نہین کیا،

لیکن عالمگیر کا حامی اسکا کیا جواب دے سکتا ہی کہ عالمگیر کے دامن پر بھائیون کے
خون کی چھینٹین ہین، اور اسکے مظلومون مین خود اسکا نامور باپ شاہ جہان بھی قیدخانہ کی کڑیان
جھیل رہا ہی،

بے شبہہ ہمکو نہایت ٹھنڈے دل سے بے رو رعایت ان جرائم کی تحقیقات کرنی چاہیے
اور نہایت احتیاط رکھنی چاہیے کہ میزان عدل کا پلہ طرفداری کے رخ نہ جھک جائے،

عالمگیر کے حالات کے متعلق، آج بہت سی کتابین موجود ہین، لیکن اصول تاریخ کی روسے
ہمکو صرف اُن کتابون پر اعتماد کرنا ہوگا جو عین عالمگیر کے عہد مین لکھی گئین، اس قسم کی
کتابین حسب ذیل ہین،

عالمگیرنامہ کاظم شیرازی، اس مین ابتدا سے دس برس تک کے حالات ہین اسکا مسودہ
خود عالمگیر کو دکھالیا جاتا تھا،

مآثر عالمگیری، مستعدخان ساقی کی تصنیف ہی، جو عالمگیر کا عہدہ دار تھا، لیکن دس برس اول
کے حالات اُسنے صرف عالمگیرنامہ کے حوالے سے لکھے ہین، اور اُسی کو مختصر کردیا ہی،

منتخب اللباب خافی خان، اسکا باپ عالمگیر کی فوج مین شریک تھا، خود خافی خان بھی انہ...

...سلے مین عالمگیری عہدہ دارون مین داخل ہوگیا تھا، یہ کتاب عالمگیر کی وفات کے دس برس بعد
لکھی گئی ہو، (یہ تینون کتابین کلکتہ مین چھپ گئی ہین)

واقعات عالمگیری، عاقل خان کی تصنیف ہو جو عالمگیری امرا مین ہو، یہ کتاب گو عالمگیر
کے زمانے مین لکھی گئی لیکن اس سے چھپا کر لکھی گئی چنانچہ خافی خان نے خود تصریح کی ہو، اور اس
بنا پر نہایت آزادی سے پوست کندہ حالات لکھے ہین،

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر، اسنے اپنی چشم دید حالات لکھے ہین،

فیاض القوانین، اسمین سلاطین ہندوستان و ایران اور مرزا مراد، شجاع، عالمگیر، اور
امراے تیموریہ کے خطوط ہین، مرزا مراد کے خطوط عین اس حالت کے ہین جب وہ عالمگیر
کے ساتھ مل کر، دارا شکوہ کے مقابلہ پر جانے کی طیاریان کر رہا تھا، ان خطوط اور فرامین کو
فیاض نے سنہ ۱۱۳۳ ہجری مین جمع کیا تھا، اسکا قلمی نسخہ ہمارے دوست نواب علی حسن خان
کے کتب خانے مین موجود ہو، اور ہمارے پیش نظر ہو،

ان مین سے پہلی اور دوسری کتاب مین اگرچہ تفصیلی حالات ہین، اور وہ عالمگیر کی حمایت
کے لیے زیادہ مفید ہین لیکن ہم اسلیے اُن سے استناد نہین کرسکتے کہ عالمگیر نامہ گویا خود عالمگیر
کی تصنیف ہو، اور **مآثر** کا وہ حصہ، جس مین واقعات متنازعہ ہین، عالمگیر نامہ ہی سے ماخوذ ہو، ان
کتابون سے ہم صرف اُن موقعون پر استناد کرینگے جہان اور مورخین بھی ان کے ہم زبان ہین،
شیعہ و سنی کا تفرقہ کرنا، اگرچہ ہمکو نہایت ناگوار ہو، اور ہم اُن دشمنانِ قوم کو نہایت کمینہ خصلت
سمجھتے ہین جو اسلامی فرقون مین باہم ناگواری پیدا کرتے ہین یہان تک کہ بعضون نے اسکو
معاش کا ذریعہ بنا لیا ہو، لیکن واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہو کہ عالمگیر
سنی تھا، اور اُسکے تمام مورخین، یعنے نعمت خان، کاظم شیرازی، عاقل خان، خافی خان شیعی تھے

اس سے یہ غرض نہین کہان مورخین کا بیان اختلاف مذہب کی بنا پر ناقابل اعتبار ہی بلکہ غرض ہی
کہ ایشیائی مورخین کی طبیعتون پر اختلاف مذہب کا خواہ مخواہ اثر پڑتا ہی اور سچ پوچھو تو یورپ
کے مورخین بھی اس اثر سے خالی نہین، صرف یہ فرق ہی کہ یورپین مورخین جس حُسن سے تعصب کا
استعمال کرتے ہین، ایشیائی مورخ نہین کر سکتے،

شاہجہان کی قید

شاہجہان کی قید کا الزام اگرچہ ایسا اہتم بالشان واقعہ ہی جسکے لیے مستقل اور
جداگانہ عنوان قائم کرنا چاہیے تھا لیکن اسکا سلسلہ داراشکوہ کے واقعہ سے اسقدر ملا ہوا ہی کہ دونون
ایک دوسرے سے الگ نہین ہو سکتے،

داراشکوہ شاہجہان کا سب سے بڑا اور سب سے چہیتا بیٹا تھا، ذیحجہ ۱۰۶۷ھ ہجری
مین شاہجہان حبس بول کے عارضہ مین گرفتار ہو کر کار و بار سلطنت سے معذور ہو گیا، داراشکوہ نے
موقع پاکر عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لی، اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مرزا شجاع، مراد، عالمگیر کے
جو سفرا دربار مین رہتے تھے اُن کو بلوا کر نکلوا دیا کہ دربار کی کوئی خبر بھیجنے نہ پائین، اسکے ساتھ بنگال
گجرات اور دکن کے راستے بند کر دیے کہ مسافر آنے جانے نہ پائین جس سے مقصد یہ تھا کہ مراد، شجاع
اور عالمگیر کو جو ان صوبون مین حکومت پر مامور تھے خبر نہ ہونے پائے، لیکن یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ چھپائے
چھپ سکتا چنانچہ تمام صوبون مین خبر پہنچ گئی اور تمام ملک مین بغاوتین برپا ہونے لگین سب سے
پہلے شجاع نے جو داراشکوہ سے چھوٹا اور عالمگیر سے بڑا تھا بنگال مین اپنی بادشاہی کا اعلان دیدیا
اسی طرح مراد نے احمدآباد گجرات مین سکہ و خطبہ جاری کیا، لیکن عالمگیر نے کسی قسم کی خودسری
اختیار نہین کی عالمگیر اس زمانے مین شاہجہان کے حکم سے گلبرگہ کے محاصرہ مین مصروف تھا

[1] یہ مسلسل واقعات تمام تر خافی خان سے لیے گئے ہین جہان کوئی بات اس سے الگ ہی وہان
خاص ماخذ کا حوالہ دیدیا ہی ۱۲

...ب جا کہ وقوع ہوجائے، دفعۃً اُن تمام افسرون کے نام جو عالمگیر کی فوج مین شامل تھے داراشکوہ
نے شاہجہان کی طرف سے حکم بھجوا دیا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر دربار مین چلے آئین، مجبوراً عالمگیر
نے والی بیجاپور سے ایک کرور روپیہ نذرانہ پر صلح کر لی، اور یہ مہم ناتمام رہ گئی، داراشکوہ نے
اسی پر قناعت نہ کی بلکہ عیسی بیگ کو جو عالمگیر کی طرف سے پایہ تخت مین سفیر تھا، قید کر کے
اسکا گھر ضبط کر لیا اسی کے ساتھ مہاراجہ جسونت سنگہ والی جودھپور کو فوج اور توپخانہ دیکر
گجرات کی طرف روانہ کیا کہ عالمگیر اپنی جگہ سے اگر حرکت کرے تو اُس سے معرکہ آرا ہو،

عالمگیر جمادی الاولی ۶۸ سنہ ہجری کی بارھوین تاریخ یعنے شاہ جہان کی بیماری
کے پانچوین مہینے بیجاپور سے روانہ ہو کر ۲۵۔ کو برہان پور مین آیا، یہان ایک مہینہ تک ٹھہرا
اور پایہ تخت کی خبرین ہم پہونچاتا رہا، اس سے پہلے مرزا مراد سے قرارداد ہو چکی تھی کہ فلان
مقام پر دونون کا اجتماع ہوگا، چنانچہ ۲۰۔ رجب ۶۸ سنہ ہجری کو دونون بھائی دیالپور مین بدا
آکر ملے، یہ خبر سنکر مہاراجہ جسونت سنگہ فوجین لیے ہوے بڑھا اور عالمگیر کے پڑاؤ سے ڈیڑھ میل
کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا، عالمگیر نے کب کلس برہمن کو جو بھاکا کا مشہور شاعر تھا، راجہ کے پاس
بھیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کی غرض سے جا رہے ہین، آپ سدراہ نہ ہوجیے لیکن
راجہ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا، راجہ نے شکست کھائی اور وطن کی طرف بھاگا، تاریخ مین
یہ واقعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ راجہ جب بھاگ کر وطن مین پہونچا تو اُسکی بیوی نے
اسکو اپنے پاس آنے نہ دیا اور تمام عمر کبھی اس سے ہم بستر نہین ہوئی[1] کہ پیٹھ دکھانے والا
میری ہم صحبتی کے قابل نہین،

شاہ جہان آگرہ سے دلی جا رہا تھا کہ جسونت سنگہ کے شکست کی خبر پہونچی، ہر چند

[1] خافی خان جلد دوم صفحہ ۲۳،

شاہجہان کو آگرہ کی آب و ہوا ناموافق تھی اور اسوجہ سے آگرہ کو واپس آنا نہین چاہتا تھا لیکن اسوقت وہ مریدہ بدست زندہ تھا، داراشکوہ اسکو زبردستی آگرہ مین لایا، اور خود ساٹھ ہزار سوار کے ساتھ عالمگیر کے مقابلہ کو نکلا شاہجہان نے باربار نہایت اصرار کے ساتھ سمجھایا کہ تمھارا جانا خلاف مصلحت ہے مین خود اس فتنہ کو جاکر فرو کردیتا ہون، چنانچہ حکم دیا کہ پیش خیمہ باہر نصب کیا جائے، لیکن داراشکوہ نے جانے نہ دیا، اور ۱۶ شعبان ۱۰۶۸ھ ہجری کو آگرہ سے روانہ ہو کر سموگڈہ مین خیمہ زن ہوا جہان عالمگیر اور مرادبخش فوجین لیے ہوئے پڑے تھے۔ بڑے زور شور کا معرکہ ہوا، نتیجہ عالمگیر کی فتح تھی۔ اس معرکہ مین مراد نے اس ثابت قدمی سے جنگ کی کہ اگرچہ اُسکے ہاتی کا ہودہ تیرون سے چھلنی ہوگیا تھا، اور خود دلمولہان ہوگیا تھا تاہم پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تیر برساتا رہا، یہ ہودہ فرخ سیر کے زمانے تک یادگار کے طور پر قلعہ مین محفوظ رہا اور جب سادات بارہہ کے سرکشی کی تو بادشاہ بیگم نے (عالمگیر کی بیٹی) اسی ہودہ کو دکھلا کر کہا کہ تیموری نسل کی یہ یادگارین ہین،

داراشکوہ نے آگرہ مین جاکر دم لیا، اور شرم کے مارے شاہجہان کے پاس نہ گیا، شاہجہان نے مشورہ اور صلاح کے لیے باربار بلا بھیجا لیکن داراشکوہ اسی رات اہل و عیال کے ساتھ نکل کر لاہور کے ارادہ سے دلی روانہ ہوا،

۱۷۔ رمضان ۱۰۶۸ھ ہجری کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو بھیجا کہ قلعہ شاہی پر جاکر قبضہ کرلے اور شاہجہان کی خدمت مین عرض کرے کہ "حضور آپ قلعہ سے باہر تشریف لائین" یہی اخیر واقعہ ہے جو عالمگیر کے اخلاقی مرقع کی سب سے زیادہ بدنما تصویر ہے،

تمام واقعات کا یہ سرسری خاکہ ہے جو سرتاپا خافی خان کے بیان سے ماخوذ ہے،[1] اصل بحث کے طے کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے ہمکو شاہجہان سے رخصت ہو کر داراشکوہ کی طرف

---

[1] خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۰،

متوجہ ہونا چاہیے،

واقعات گذشتہ مین دارا کے کارنامے حسب ذیل ہین،

(۱) شاہجہان کے بیمار ہونے کے ساتھ مرزا مراد، عالمگیر اور شجاع کے جو وکلا، شاہجہان کے دربار مین رہتے تھے ان سے مچلکا لیا کہ شاہجہان، اور دربار کے حالات نہ لکھنے پائین،

(۲) بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیے کہ مسافرون کے ذریعے سے کسی کو خبر نہ ہونے پائے،

(۳) عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کر کے اسکو قید کر دیا،

(۴) عالمگیر جب بیجاپور کے محاصرہ مین مشغول تھا تو تمام افسرون کو جو اسکے ساتھ تھے بلوا لیا،

(۵) بغیر اسکے کہ کسی شاہزادہ کی طرف سے کوئی پیشقدمی ہوئی ہو، مراد، عالمگیر اور شجاع کے مقابلہ کے لیے فوجین روانہ کین،

یہ وہ واقعات ہین جن سے کسی مؤرخ کو انکار نہین، لیکن مزید اطمینان کے لیے بعض ضروری واقعات کے متعلق، نہایت مستند شہادتین بھی نقل کرتے ہین،

عین محاصرۂ بیجاپور کے وقت عالمگیر کے افسرون اور فوج کو بلوا لینا

درین اثنا و قطعہ فرمان کہ حسب الالتماس دارا شکوہ بنام مہابت خان، و راو ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود، پر تو صدور یافت، و در مناشیر مطاع حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت جنگ، و راو ستر سال باکل راجپوتیہ، اصلا برخصت شاہزادۂ والا گہر (یعنی عالمگیر) مقید نشدہ روانہ گردند، ... ازین راہ وہن و سستی تمام بحال ارادہ سے علی شاہی (یعنی عالمگیر) راہ یافتہ استقلال و بنا سے ثبات و قرار جنود نصرت موعود متزلزل و مختل

گردید از واقعات عالمگیری، از عاقل خان)

ان سب باتون پر بھی عالمگیر نے کسی قسم کی پیشدستی نہ کی، بلکہ جب مراد اور شجاع نے اپنے اپنے صوبون مین بادشاہت کا اعلان کیا تب بھی عالمگیر نے کوئی کارروائی نہ کی، بلکہ مراد کو خط لکھا کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہین، ہم لوگون کو اپنی جگہ سے ہلنا نامناسب ہے اور سورت پر تم نے جو فوج بھیجی، یہ نامناسب تھا، چنانچہ مراد نے عالمگیر کو جو خط لکھا ہے اس مین لکھتا ہے؛

آنچہ اندراج یافتہ کہ "ہنوز تا حال خبر وقوع قضیہ ناگزیر (یعنے شاہجہان کی وفات) بما نرسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جاے خود حرکت کردن و بہ اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید، اگر آن برادر نیز بعد از تحقیق اخبار، افواج بہ سورت می فرستادند، و درین کار تعجیل نمی رفت، بہتر بود الی آخرہ (فیاض القوانین یعنے مکاتیب تیموریہ وغیرہ)

عالمگیر و مراد کے وکلا کا نظر بند کرنا، خانہ نشینی روکنا

وکلای ما برادران معنی نظر بند اند کہ محمد (یعنے داراشکوہ) جمعے را گماشتہ کہ در حضر و سفر بر در خانۂ آنہا می باشند و مقرر نمودہ کہ اخبار و سوانح آن جا را مطابق گفتۂ میر صالح برادر روشن قلم بما نویسد، (فیاض القوانین)

عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کرنا

عیسیٰ بیگ وکیل سرکار (یعنے عالمگیر) را بی صدور جرمی محبوس ساختہ ضبط اموال و اشیا او فرمان دادند، (مآثر عالمگیری مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴)

واقعات مذکورۂ بالا کے ثابت ہونے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ آغاز کارروائی سے اخیر تک داراشکوہ اور عالمگیر دونون مین سے کون تقصیر وار ہے، خبرون کا روکنا، عالمگیر کے وکلا کا نظر بند کرنا، عالمگیر کی جاگیر کا ضبط کرنا، عین جنگ کی حالت مین عالمگیر کے امرا اور فوج کا آسکے

پس پشت سے بلوالینا، مہاراجہ جسونت سنگھ کو عالمگیر کے مقابلہ پر مامور کرنا یہ کیسے افعال ہیں؟ اور کیا ان میں سے کسی فعل کے جائز ہونے کی کوئی وجہ بتائی جاسکتی ہے، تم کہ سکتے ہو کہ یہ سب دارا شکوہ کے افعال ہیں، ان کو شاہ جہان کے واقعہ کی بحث میں پیش کرنا کسقدر غلط طریق استدلال ہے، لیکن عالمگیر کی تمام کارروائیاں جو ابتک اُسنے کین، یعنے دکن سے روانہ ہوا، راہ مین جسونت سنگھ نے داراشکوہ کی طرف سے روکا تو اسکو لڑکر شکست دی، آگرہ مین آیا، یہ سب داراشکوہ ہی کے مقابل مین تھین، شاہ جہان کی بحث مین ان واقعات کے ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ سادہ دل مورخین ان واقعات کو بھی اس بنا پر عالمگیر کی ناسزا حرکات مین شمار کرتے ہین کہ یہ سب باتین گویا شاہ جہان کے مقابلہ مین تھین،

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ اس زمانے مین شاہ جہان، ہمہ تن مجبور ہو کر داراشکوہ کے قبضہ مین آگیا تھا، اور وہ جو کچھ چاہتا تھا شاہ جہان کے نام سے کرتا تھا،

خافی خان کے بیان مین اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہان آگرہ مین نہین آنا چاہتا تھا، داراشکوہ نے مجبور کیا، داراشکوہ جب فوج لیکر چلا تو شاہ جہان نے بہت روکا لیکن داراشکوہ نے نہ مانا، شاہ جہان نے عالمگیر کے معاملہ طے کرنے کے لیے خود جانا چاہا داراشکوہ نے نہ جانے دیا،

ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے،

ان دنون شاہ جہان کا فی الواقع بہت پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد و تکالیف مرض کے وہ حقیقۃً داراشکوہ کے پنجۂ سرکشی مین پھنسا ہوا تھا، (ترجمہ سفرنامہ برنیر جلد اول صفحہ ۶۵)

۱؎ صوبہ برار عالمگیر کی جاگیر مین تھا داراشکوہ نے اسکو ضبط کر لیا مراد بخش کے خطوط مین اربار اسکا ذکر آیا ہے،

مراد ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہی،

اما بہ اجمال ظاہر شد کہ آن طرف (یعنے داراشکوہ) استقلال و تسلط تمامی کہ نداشت یافتہ

ہمہ جز و کل امور حضور اقدس (شاہ جہان) بقبضۂ اقتدار خود آورد،

ان سب سے بڑھکر یہ کہ داراشکوہ نے یہ مشق بہم پہونچائی تھی کہ شاہ جہان کے خط مین بالکل خط ملا دیتا تھا، اور فرامین پر شاہ جہان کے دستخط اپنے ہاتھ سے بناتا تھا، مراد ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہی،

و خود (داراشکوہ) خود تقلید خط اقدس (شاہ جہان) را بمرتبہ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط می کند[۱]

ان موقعون پر مراد کا بیان اسلیے نہایت وثوق کے قابل ہی کہ وہ یہ واقعات عالمگیر کو لکھ رہا ہی اسلیے یہ احتمال نہین ہو سکتا کہ عوام کے دھوکا دینے کیلئے لکھتا ہو، مراد اور عالمگیر اسوقت تک ہمراز اور ہمدرد ہین،

واقعات مذکورہ کی بنا پر عالمگیر کو صرف انھین احکام کی پابندی ضرور تھی جو شاہ جہان کے اصلی احکام تھے، اور یہ ظاہر ہی کہ جسونت سنگھ کا عالمگیر کے مقابلہ پر بھیجنا، داراشکوہ کی شرارت تھی، شاہ جہان اسپر راضی نہ تھا،

داراشکوہ کے مقابلہ مین عالمگیر کا آمادۂ جنگ ہونا حفاظت خود اختیاری کا ضروری فرض تھا، ڈاکٹر برنیر عالمگیر کا سب سے بڑا دشمن ہی، تاہم ان بھائیون کے ارادۂ جنگ کے متعلق لکھتا ہی

واقعی اُن کو اپنے اس ارادہ سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت مین تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت مین جان جانے کا یقین کلی تھا اور اب صرف دو ہی باتین تھین، یا موت یا سلطنت اور جسطرح شاہ جہان خاص اپنے

---

[۱] مراد کے خطوط کی عبارتین مکاتیب تیموریہ سے نقل کی گئی ہین جسکا نام فیاض القوانین ہی،

بھائیون کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا اسیطرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدون مین ناکامیاب رہین گے تو غالب اور فتحیاب حسد کے مارے ہمکو ضرور قتل کرادیگا،، (ترجمہ سفرنامہ برنیر صفحہ ۴۶ و ۴۷)

لین پول صاحب لکھتے ہین،

اورنگ زیب یہ ضرور جانتا ہوگا کہ بھائیون مین کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائے گا یا مارا جائے گا اور اُسنے اپنے دل مین ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا حفاظت خود اختیاری مین اُسکا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لیے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے، (ترجمہ اورنگ زیب مصنفہ لین پول صفحہ ۳۱)

بہرحال عالمگیر جسونت سنگھ اور داراشکوہ سے لڑا اور اُنکو شکست دی، لیکن ایک عرضداشت کے ذریعہ سے شاہ جہان کو ان تمام واقعات کی خبر دی، شاہ جہان نے دست خاص سے تسلی نامہ لکھکر بھیجا، پھر انعام کے طور پر ایک تلوار بھیجی جسپر عالمگیر کا لفظ منقوش تھا، چنانچہ خافی خان نے ان واقعات کو تفصیلا لکھا ہے،

عالمگیر کا نکتہ چین اس موقع پر یہ کہ سکتا ہے کہ عالمگیر نے اور جو کچھ کیا حفاظت خود اختیاری کی وجہ سے کیا، لیکن جب وہ جسونت سنگھ کو شکست دیکر آگرہ کے قریب پہونچ گیا، اور شاہ جہان نے اُسکو بار بار بلایا، اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے، تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھکر سلطنت کی تقسیم اسطرح کرنی چاہی جس سے بڑھکر عالمگیر کے حق مین کوئی بات نہین ہوسکتی تھی یعنی یہ کہ داراشکوہ کو پنجاب و کابل، اور مراد کو گجرات، اور شجاع کو بنگال دیا جائے، اور عالمگیر کو ولیعہدی کا منصب اور پایہ تخت کی سلطنت دیجائے، تو اس حالت مین باپ کی نافرمانی کرنا گستاخی سے پیش آنا، اور بالآخر قلعہ مین نظر بند کر دینا، اخلاق کے مذہب مین کفر سے بدتر ہے،

لیکن تحقیق طلب یہ ہی کہ کیا شاہ جہان فی الواقع وہی کرنا چاہتا تھا جو کہتا تھا؟ اسلامی تعلق سے
شاہ جہان اور **عالمگیر** دونون یکسان واجب التعظیم ہین، گو وہ خلیفہ نہین لیکن لغوی معنون مین
(نہ شرعی) امیرالمومنین ہین، میرا دل دکھتا ہی کہ ان مین سے کسیکو ملزم ٹھہراؤن، لیکن سچائی اور تاریخ
نویسی کا کیا فرض ہی؟ **شاہ جہان** اور **عالمگیر** دونون قابل ادب ہین، لیکن دونون سے بڑھکر
بھی ایک چیز ہی "حق اور راستی" اور مجھکو اسی اعلیٰ تر چیز کے سامنے گردن جھکا دینی چاہیے،

تمام مورخین مین عاقل خان نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہی **عالمگیر** کے نام
شاہ جہان کے دردانگیز خطوط جن سے پتھر کا دل پانی ہوجاتا ہی بعینہ نقل کیے ہین، نواب
جہان آرا بیگم نے شاہ جہان کے اشارہ سے جو خط عالمگیر کو لکھا ہی وہ بھی نقل کیا ہی، **عالمگیر** کو جو لوگ
شاہ جہان کی خدمت مین حاضر ہونے سے روکتے تھے، ان کو فتنہ پرداز اور مفسد سے تعبیر کیا ہی، الغرض
یہ تمام داستان، اس تفصیل، اس زور، اس درد کے ساتھ لکھی ہی کہ پڑھنے والے کے منھ سے
بے اختیار عالمگیر کے حق مین نفرین نکل جاتی ہی، لیکن بالآخر جب یہ موقع آتا ہی کہ عالمگیر باپ کی خدمت
مین حاضر ہونے کے لیے قیامگاہ سے نکلتا ہی اور اسکے مقربین اسکو روکتے ہین، تو اسی مورخ
(عاقل خان) کو لکھنا پڑتا ہی،

درین اثنا کہ آن حضرت (عالمگیر) سمع مبارک بہ سخنان دولت
سگالان داشتہ متردد بودند ناگاہ **ناہردل خان** چیلہ برسید
فرمانے کہ بندگان اعلیٰ حضرت (شاہ جہان) بہ خط مبارک
بہ داراشکوہ نوشتہ از راہ اعتماد بہ کمال اہتمام و احتیاط بہ وحوالہ
فرمودند کہ اصلا احدے را برین راز وقوف ندادہ خود را بعنوان
شبگیر و یلغار بہ دارالخلافت شاہ جہان آباد نزد **داراشکوہ** رساند

عین اسوقت کہ عالمگیر خیر خواہان دولت کی
باتین سنکر سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے، دفعۃً
ناہردل خان چیلہ سامنے سے نکلا، شاہ جہان
نے خود اپنے ہاتھ سے داراشکوہ کے نام خط لکھ کر
بڑی احتیاط سے اسکے حوالہ کیا تھا کہ کسیکو اسکی خبر
نہونے پائے، اور یلغار کرتے ہوئے داراشکوہ کے پاس جاپہنچے

و فرمان را باآن جناب رسانیدہ جواب بیارد، و در نظر حضرت جہان پناہی در آورد و مضمون آن منشور ناطق بیان بود کہ دارا شکوہ خاطر خود را جمع کردہ در شاہجہان آباد ثبات قدم ورزد و از آن جا بیشتر نگزرد، کہ ما در این جا مہم را فیصل می فرمائیم»	خط کا مطلب یہ تھا کہ تم (دارا شکوہ) مطمئن ہوکر دلی سے آگے نہ بڑھو، اور وہین قیام کرو ہم یہان قصہ فیصل کیے دیتے ہین
این فرمان مصدق و مصداق قول خیر خواہان آمدہ،	اس خط سے عالمگیر کے ہوا خواہون کی رای کی بالکل تصدیق ہو گئی

ماثر الامرا مین بھی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے آخیر کے فقرے یہ ہین

«در این اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بر سخنان دولت سگالان داشتہ متردد بود ناہر دل چیلہ رسید و فرمانے کہ اعلیٰ حضرت بہ خط خود بہ دارا شکوہ نوشتہ از روی اعتماد بہ حوالہ نمودہ بود کہ خود بہ عنوان سبکروی بہ شاہجہان آباد نزد دارا شکوہ رسانیدہ جواب بیارد، آوردہ گذرانید، مضمون آنکہ او لشکرہا فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم ورزد ما درین جا مہم را فیصل می فرمائیم» (ماثر الامرا جلد دوم صفحہ ٦٩٧)

ایک غیر قوم کا شخص جو عالمگیر کا پورا دشمن تھا اور ان تمام جھگڑون مین موجود تھا اُس کے بیان سے اس اجمال کی گرہ کھل جاتی ہے، وہ لکھتا ہے،

شاہجہان نے ایک معتبر خواجہ سرا کو اورنگزیب کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ «بیشک دارا شکوہ نے جو کچھ کیا سب نامناسب تھا اور اُسکی بے سمجھی اور نالائقی کی باتین یاد دلا کر کہا کہ تم پر تو ہم ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے ہین پس تمکو ہمارے پاس جلد آنا چاہیے تاکہ تمھارے مشورہ سے اُن امور کا انتظام کیا جاے جو اس افراتفری کے باعث خراب و ابتر پڑے ہوے ہین، مگر اس محتاط شہزادہ (یعنی عالمگیر) نے بدگمانی سے

بادشاہ پر اعتماد کرکے قلعہ مین چلے جانے کی دلیری نہ کی، کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب (یعنی جہان آرا بیگم) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہین ہوتی اور اُس کے مزاج پر اس قدر حاوی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتی سب وہی ہوتا ہے اور یہ پیغام اُس کا ایک حیلہ ہے اور اُس نے قلماقنیون (تاتاری عورتین) مین سے جو محل سرا مین چوکی پہرے کے کام پر متعین رہتی ہین کچھ قوی ہیکل اور مضبوط اور مسلح عورتین اس قصد سے لگا رکھی ہین کہ جب وہ قلعہ مین داخل ہو تو فوراً اُس پر آن پڑین"۔

(سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۱۱۴)

لین پول نے سچ لکھا کہ "اُس سال مین جو شاہ جہان نے اپنے بیٹے کے پھانسنے کو بچھایا تھا شاہجہان خود پھنس گیا[1]"۔ عالمگیر نے بار ہا شاہجہان کی خدمت مین حاضر ہو کر عفو قصور کرانا چاہا لیکن شاہ جہان اب بھی دارا شکوہ کا خواب دیکھتا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ جہان آرا بیگم جو شاہ جہان کی دنیا مین سب سے بڑھکر عزیز تھی دارا شکوہ کی نہایت طرفدار تھی، شاہ جہان نے ہندی زبان مین خفیہ ایک خط شجاع کو عالمگیر کے برخلاف لکھا، اور اس قسم کی اُس کی کوششین برابر جاری رہین۔ عالمگیر اب مایوس ہو کر بیٹھ رہا، خافی خان لکھتا ہے

خلد مکان (عالمگیر) مکرر ارادہ دیدن پدر والا قدر بہ قصد معذرت والتماس عفو تقصیرات کہ از تقدیرات الٰہی و شومی برادر ناہنجار بلا اختیار بظہور آمدہ، نمودند، آخر چون دانستند کہ رضی اعلیٰ حضرت (شاہ جہان) طرف رعایت و اعانت دارا شکوہ غالب و راغب ست و سر رشتۂ اختیار بر حکم قلم تقدیر از دست رفتہ، مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر نامدار دانستہ"

(جلد اول صفحہ ۴۰)

[1] ترجمہ لین پول صفحہ ۴۵

اسی زمانہ مین عالمگیر نے ایک خط مہابت خان سپہ سالار کو جو اس وقت کابل مین تھا لکھا،
یہ خط خافی خان نے پورا نقل کیا ہے، اس کے چند فقرے یہ ہین،

"چون فرزند مظلوم داراشکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ" "بہ مدد و رفاقت
داراشکوہ با با پرداختہ بہ مقابلہ و جزای اعمال ہر دو نا برخوردار (یعنی عالمگیر و مراد) پردازد"

شاہ جہان کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کارروائیون کے ساتھ بھی عالمگیر نے یہ سلوک کیا
کہ اپنے بیٹے شاہزادہ اعظم کو شاہ جہان کی خدمت مین عفو تقصیرات کے لیے بھیجا اور پانسو اشرفیان
اور چار ہزار روپے نذر بھیجے، اور چند روز کے بعد جب قلعہ کی حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا
تو شاہ جہان کے ہر قسم کے آرام و راحت کے سامان مہیا کر دیے، ڈاکٹر برنیر کو بھی مجبوراً یہ شہادت
دینی پڑی،

غرض کہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہ جہان کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا
اور حتی الامکان وہ اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطرداری کرتا اور نہایت کثرت
سے تحفے تحایف بھیجتا رہتا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات مین اُسکی رائے
اور مشورہ کو مثل ایک پیر و مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اُس کے عرضیون سے
جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرمانبرداری ظاہر ہوتی تھی پس اس طرح سے شاہ جہان کی
گردن کشی اور اُس کا غصہ آخر کار یہان تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت مین بیٹے کو
لکھنے پڑھنے لگ گیا ** بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتین معاف کر کے
اُسکے حق مین دعاے خیر بھی کر دی[1]، (ترجمہ سفرنامہ ڈاکٹر برنیر جلد اول صفحہ ۲۸۹)

[1] اسکے بعد برنیر نے لکھا ہے کہ "عالمگیر شاہ جہان کی ہدایتون کے برخلاف بھی کرتا تھا لیکن وہ عام سلطنت کے
متعلق ہدایتون کی مخالفت تھی جس کو اس موقع سے کوئی تعلق نہین

انصاف کرو، شاہ جہان اتنی بات پر برسون جہانگیر سے لڑتا رہا کہ اس نے شاہ جہان کی جاگیر نورجہان کو لیکر دیدی تھی حالانکہ اور ہر طرح کی عنایتین بحال تھین تاہم شاہ جہان نیکنام ہے عالمگیر نے اس حالت مین کہ اس کی جاگیر چھین لی گئی تنخواہ بند کردی گئی۔ عین دشمنون کے مقابلہ کے وقت اس کی فوج اس کے پاس سے بلالی گئی ۵۰ ہزار فوج خود اس کے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے روانہ ہوئی قلعہ مین اس کے قتل کا بندوبست کیا گیا، ان سب باتون کے ساتھ وہ شاہ جہان کا نہایت ادب و احترام کرتا رہا، تاہم وہ بدنام ہے

رند و صوفی ہمہ سرمست گذشتند و گذشت قصۂ ماست کہ در کوچہ و بازار بماند

مورخین کو اپنے محکمۂ عدالت مین اس بات کا بہت کم موقع حاصل ہوسکتا ہے کہ خود مجرم کا بیان تحریری بھی حاصل کرسکین لیکن عالمگیر کی نسبت مورخ کو اسکا افسوس نہین ہوسکتا۔ عالمگیر نے شاہ جہان کو خطوط لکھے ہین اُن مین ان الزامات کی خود جوابدہی کی ہے۔ عالمگیر کو اس کے مخالفون نے ہمیشہ سخن ساز اور متفنی بیان کیا ہے لیکن اب تمام واقعات ایک ایک کر کے سامنے آگئے ہین اور راز ہاے سربستہ کے چہرے سے نقاب اُٹھ گئی ہے اسلیے موقع ہے کہ عالمگیر کو اپنے عذرات کے پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ ہم اُس کا اصلی خط خافی خان[1] کی تحریر کے مطابق نقل کرتے ہین، دیکھو اس سخن ساز اور متفنی شخص کا ایک حرف بھی سچائی کے مرکز سے ہٹا ہوا ہے؟

بعد ادای مراسم عقیدت و عبودیت بہ عرض اشرف می رساند صحیفہ کہ بہ خط خاص پس از تمادی ایام صادر شدہ بود پرتو ورود انداخت بہ مطالعۂ ارقام سرمایۂ سعادت حاصل کرد کیفیتے کہ نگارش یافتہ بود بہ وضوح انجامید، از سبب گرفت و گیر خطوط استفسار شدہ بود، بر خاطر دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ این مرید در ابتدای حال و آغاز وقوع مراتبے کہ بہ تقدیر ایزد متعال رو دادہ بہ اعتقاد آن کہ چون آنحضرت عقل کل اند

[1] جلد دوم مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۰۲

و اکثر اوقات گرامی در تجارب پست و بلند روزگار گذشته، شاید ظهور این امور از قضا و قدر دانسته، در شکست کار این مرید و رونق بازار دیگران که ارادت الله بدان تعلق نه گرفت، کوشش نه فرماید، سلوک را به نهجی مستحسن قرار داده بود و می خواست که بعد دفع شورش در استرضای خاطر والا کمر اهتمام به میان جان بسته بدان وسیله سعادت دارین حاصل کند، و هر چند می شنید که موجب ارتفاع غبار فساد و برهم خوردگی مهمات عباد به تحریک آن حضرت است، و برادران بفرمودهٔ اقدس دست و پا می زنند و جانی می کنند، گوش به سخنان مردم نینداخته، اندیشه انحراف از شاه راه عقیدت نمی نمود، لیکن از آن جا که اخبار بی توجهی حضرت به تواتر رسیده چنانچه از نوشته که به خط هندوی به شجاع قلمی گردیده بود و خان و مان او بر سر آن خراب گشته، هویداست، یقین حاصل شد که آن حضرت این مرید را نمی خواهند و آن که از دست رفته هنوز تلاش دارند که دیگر استقلال پذیرد و سعی و تردد این فدوی که مصروف بر اجرای احکام دین متین و انتظام مهمات مملکت است ضائع شود و به هیچ طریق از این فکر باز نیامده درین کار مصر اند، ناگزیر به مراعات لوازم حزم و احتیاط پرداخته و از حدوث مفسده های ممتنع التدارک اندیشه مند گشته آنچه به خاطر داشت نتوانست از قوه به فعل آورد و بر صدق این دعوی خدای توانا شاهد است ۰۰۰ انشاء الله تعالی بعد از آن که کار معاندان به یکی از این دو وجه ساخته شود چرا این همه عبث احتیاط خواهد نمود - در باب آبدار خانه قلمی بود، آب خاصه در غسل خانه درین وقت که آن حضرت پیوسته در محل می باشند چه درکار است، و مهر بر کار خانه ملبوس نمودن از برای تصدق شدن خواجه معمور می شد، الحال که دیگر بدین عمده مامور گردیده پوشاک مبارک به دستور سابق بی تعلل خواهد رسید،

دارا شکوہ کا قتل

موافق اور مخالف دونوں تسلیم کرتے ہین کہ دارا شکوہ اپنی بد تدبیری خود رائی کج فہمی کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ تیمور کے تخت[۱] کا مالک ہوتا، اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ بھائیون کی جنگ مین ابتدا اُس کی طرف سے ہوئی اور عالمگیر و مراد و شجاع کو مجبوراً اُس کے حملون کو روکنا پڑا یہ بھی الجھا الزام کی بات نہیں کہ دارا شکوہ گرفتار کر کے دربار مین لایا گیا لیکن اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ کسی محفوظ مقام مین نظر بند رکھا جاتا، وہ کتنا ہی برا سہی لیکن بھائی تھا اور بڑا بھائی تھا اگر عالمگیر اُس کے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرتا تو اخلاقی مرقع مین اُس کی تصویر اس قدر نفرت انگیز نہ ہوتی

بے شبہ یہ اعتراض بظاہر نہایت قوی ہے لیکن تیموری خاندان بلکہ تمام ایشیائی سلطنتون مین مدعیان سلطنت قید اور نظر بند ہو کر بھی سلطنت کے منصوبون سے دست بردار نہیں ہوتے تھے اسکے ساتھ اُن کے طرفدارون کا ایک گروہ ہمیشہ موجود رہتا ہے اور اُس وقت تک نچلا نہیں بیٹھتا جب تک کل آرزو کے

[۱] ڈاکٹر برنیر سے زیادہ کون شخص دارا شکوہ کا دوست ہو سکتا ہے اُس نے سخت مصیبت کی حالت مین دارا شکوہ کا ساتھ دیا تھا۔ تاہم وہ دارا شکوہ کی ذاتی خوبیان گنا کر لکھتا ہے،

«مگر بااین ہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا اور اُس کو یہ گھمنڈ تھا کہ مین اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست اور انتظام کر سکتا ہون اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح مشورہ دے سکے، وہ اُن لوگون سے جو اُس سے ڈرتے ڈرتے کوئی صلاح دینے کی جرات کر بیٹھتے تھے، تحقیر اور اہانت سے پیش آتا تھا چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اُس کے دلی خیر خواہ بھی اُس کے بھائیون کی پوشیدہ اور مخفی بندشون سے اُسے آگاہ نہ کر سکے وہ ڈرانے اور دھمکانے مین بڑا تیز تھا یہان تک کہ بڑے بڑے امرا کو برا بھلا کہہ بیٹھتا اور اُن کی ہتک کر ڈالتا لیکن اُس کا غصہ اور بد مزاجی ایک آن کی آن مین جاتی رہتی تھی»

(ترجمہ سفرنامہ برنیر صفحہ ۱۱، جلد اول) کیا ایسا شخص سلطنت کے بارگران کے اُٹھانے کے قابل تھا۔

ام ہرگ و ریشک نہ جائین، تم نے تمام تاریخون مین پڑھا ہوگا کہ داراشکوہ جب دلی مین گرفتار ہوکر آیا ہے
ر بازار مین اسی حالت سے نکلا ہے تو تمام شہر مین ہنگامہ برپا تھا، زن و مرد دھارمین مار مار کر روتے
تھے، بالا خانون سے سرکاری آدمیون پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے تھے **ملک جیون** پر جس نے
راکو گرفتار کیا تھا گالیون کا مینھ برس رہا تھا، ظاہربین خیال کرتے ہین کہ یہ داراشکوہ کی ہر دلعزیزی کا اثر
تھا اور اس لیے اس کا مالک تاج و تخت ہونا زیادہ موزون تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایک فتنہ گر کا
مفسدہ تھا **خافی خان** لکھتا ہے

روز دیگر کہ **کوتوال** بموجب حکم درپے تحقیق بانی آن فساد برد آمد ظاہر شد کہ **جیبت**
نام احدے پیش قدم این جرءت گشتہ مادہ فساد و آشوب تمام شہر گردیدہ بود[1]

بے شبہ لوگون کو خود بھی رقت ہوئی ہوگی، لیکن یہ ملکی ہر دلعزیزی کا ثبوت نہین ہے داراشکوہ
جس شان و شوکت کا شہزادہ تھا جس کروفر سے اس کی سواری شہر مین لوگون نے نکلتے دیکھی تھی جس طرح
وہ روپے برساتا ہوا بازار سے گذرا کرتا تھا، اس کے مقابلہ مین جب لوگون نے اس کو شکستہ حال، پابزنجیر
بیکس بے یار، بازار سے گذرتے دیکھا ہوگا تو کون سنگدل ہوگا جس کے دل سے آہ نہ نکل گئی ہوگی اس وقت
اس فیصلہ کرنے کا کیا وقت تھا کہ وہ تخت شاہی کے قابل بھی ہے یا نہین؟ ایسی حالتون مین تو دشمن
کے لیے بھی آنسو نکل آتے ہین اور داراشکوہ تو پھر بھی **صاحبقران ثانی** کا شہزادہ اعظم تھا

یہ قطعی ہے کہ داراشکوہ جب تک زندہ رہتا سازشین برپا رہتین اور ملک کو امن وامان نصیب نہ ہوتا
اسلیے عالمگیر کو وہی کرنا پڑا جو خود اسکے باپ شاہجہان سے اسکو ترکہ مین ملا تھا **شاہجہان** نے اپنے
بھائیون (داور بخش و شہریار) اور حقیقی بھتیجون (ہوشنگ وغیرہ) کو قتل کرادیا تھا عالمگیر کو بھی اس قسم کی
بھینٹ چڑھانے کا حق تھا ع این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند۔

[1] جلد دوم خافی خان صفحہ ۸۶

مراد کا واقعہ | یہ مسئلہ شاہ جہان کی قید اور دارا کے قتل سے بھی زیادہ مشکل ہے شاہ جہان اور دارا شکوہ
دونوں عالمگیر کے صریح مخالف تھے، لیکن مرادِ عالمگیر کا دست و بازو تھا جسونت سنگھ کے معرکہ مین
اُسی کی پامردی اور استقلال نے دارا شکوہ کی فتح کا پانسہ اُلٹ دیا تھا وہ ابتدا سے عالمگیر
کا ہواخواہ اور طاعت گذار تھا اور جو کچھ کرتا تھا عالمگیر کے تیور دیکھ کر کرتا تھا ایسے جانباز اور مطیع دوست
کا عالمگیر کے ہاتھ سے یہ صلہ ملا کہ قید ہوا اور پھر قید زندگی سے آزاد ہو گیا،

لیکن اس مسئلہ نے اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی ہے کہ مورخون نے پورا واقعہ بیان نہین کیا،
عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری کے مصنف تو اس قسم کے واقعات کے اسباب وعلل سے مطلق بحث نہین کرتے
اس لیے اُن سے کوئی شکایت نہین ہو سکتی لیکن خافی خان جو ان مصنفون پر ترجیح حاصل کرنے کی
غرض سے دوسرے ماخذون سے اور بالخصوص عاقل خان کی تصنیف سے حالات بہم پہونچاتا ہے
جب اس واقعہ کو لکھتا ہے تو صرف یہ لکھ کر رہجاتا ہے

اول روز محمد مراد بخش را حسن تدبیر کہ تقدیر برآن موافقت نمود وبہ ذکر
تفصیل آن نمی پردازد دستگیر ساختہ زنجیر بپا انداختہ الخ، (جلد دوم صفحہ ۳۰)

خافی خان اس واقعہ کی تفصیل نہین بیان کرتا، لیکن کیون ؟ کیا عالمگیر پر احسان ہے کہ وہ
زیادہ بدنام نہ ہونے پائے، لیکن شاہ جہان کی گرفتاری کا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ بدنام کن تھا
اس کو خافی خان نے بڑی تلاش سے بہم پہونچایا چنانچہ خود لکھتا ہے

اگرچہ مولفان عہد نویس ہرسہ عالمگیر نامہ منزوی ساختن اعلیٰ حضرت را موافق
مرضی مبارک مجمل بزبان قلم دادہ اند اما عاقل خان خافی در واقعات عالمگیری
تالیف خود بہ شرح وبسط ذکر کردہ خلاصۂ کلام آنکہ الخ (صفحہ ۳۲)

اتی عاقل خان نے مراد کی گرفتاری کو بھی تفصیل سے لکھا تھا اسکو خافی خان کیون قلم انداز کر گیا

اصل واقعہ یہ ہے کہ مراد کو نہایت دلیر بہادر اور جانباز تھا، لیکن اس کے ساتھ نہایت سادہ لوح نہایت آسانی سے لوگوں کے دم میں آجاتا تھا دارا شکوہ پر جب اس کو فتح حاصل ہو چکی تو اب اس کو ان کے بہکانے سے یہ خیال آیا کہ یہ معرکے میں نے سر کیے ہیں میں ہی تنہا تخت سلطنت کا حق دار ہوں اسی خیال سے اس نے عالمگیر سے علحدگی اختیار کی، اور عالمگیر کے بڑے بڑے امرا کو جاری تنخواہوں و انعامات کی طمع دلاکر توڑنا شروع کیا، چنانچہ بیس ہزار فوج اس کی رکاب میں جمع ہوگئی، اور روز بروز عالمگیر کی فوج گھٹتی جاتی تھی، مجبوراً عالمگیر کو اس کا بندوبست کرنا پڑا عاقل خان لکھتا ہے

درین منزل بہ عرض بار یافتگان محفل والا رسید کہ سلطان مراد بخش از اکبر آباد کوچ نہ کردہ از رفاقت پہلوتہی ساخت و جمعے از ملازمان بادشاہ مثل ابراہیم خان ولد علی مردان خان امیر الامراء وغیرہ ملازمت آن جناب (مراد بخش) اختیار کردہ در سلک ملازمانش انتظام یافتند، و چون مواجب و مناصب دہ بیست و دہ بلہ زدہ مقرر کردہ جمعیتے کہ بدان جناب رجوع می آرند رعایت کلی می فرمایند قریب بست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہر بین صورت پرست کہ از سر منزل معنی و حقیقت چندین مرحلہ دور افتادہ اند بواسطہ طمع منصب و چشم رعایت از اردوی معلی (یعنی از فوج عالمگیر) جدا شدہ بہ آن جناب (مراد بخش) می پیوندند، و جمعیت سپاہش آناً فاناً سمت ازدیاد می پذیرد ،،

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مراد بخش کو قابو میں لانا پڑا لیکن انصاف یہ ہے کہ عاقل خان کی تحریر کے موافق جس طرح مراد گرفتار کیا گیا یعنی عالمگیر نے اس کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور قیلولہ کرنے کے سبب وہ خوابگاہ راحت میں گیا تو ایک لونڈی بھیجکر اس کے ہتھیار منگوا لیے پھر شیخ میر وغیرہ کو بھیجکر اس کو گرفتار کرالیا، ایک ایسا کام ہے جو پولیٹیکل قانون کے رو سے گو جائز ہو اور گو مراد سے علانیہ

جنگ کرنے مین ہزارون کا خون ہوتا لیکن اگر عالمگیر اور خون ریزیون کی طرح اس کو بھی گوارا کرتا اور مراد کو تدبیر سے نہین بلکہ شمشیر سے قابو پاتا تو ہم اس کی مردانہ روش کی زیادہ داد دیتے، لیکن سچ یہ ہے کہ عالمگیر نے کبھی یہ دعوی نہین کیا کہ وہ خلیفہ منصور عباسی سے جس نے ابو مسلم اصفہانی بانی دولت عباسیہ کو دھوکے سے بلا کر قتل کرا دیا تھا، زیادہ مدح کا مستحق ہے

یورپین مورخون کی غلط بیانیان یورپین مورخون نے ان تمام واقعات کے متعلق جو غلط بیانیان اور فریب کاریان کی ہین ان سب کو اگر کوئی لکھنا چاہے تو ایک مستقل کتاب لکھنی ہوگی، مین نے ابتدائی بحث سے اس وقت تک قصداً ان کو نظر انداز کر رکھا تھا کہ ان مین الجھ کر کہین رہ نہ جاؤن، لیکن اب جب کہ مین ضبط نفس کر کے بحث کے خاتمہ پر آگیا ہون تو نہایت اجمال کے ساتھ اس مسئلہ پر اس غرض سے کچھ لکھنا ضرور ہے کہ یورپین مورخون کی غلط کاری، ناواقفیت، فریب بازی اور دانستہ تحریف کا اندازہ ہو سکے، شاہ جہان، دارا شکوہ، مراد ہر ایک کے واقعہ کے متعلق ان مورخون کا یکسان طرز عمل ہے لیکن مین اختصار کی غرض سے صرف مراد کے واقعہ پر اکتفا کرتا ہون

تمام یورپین مورخین لکھتے ہین کہ شاہ جہان کے مقابلہ مین بغاوت اور دارا شکوہ سے لڑنے پر مراد کو عالمگیر نے ابھارا اور مختلف فریبون سے اس کو اس پر آمادہ کیا، لیکن علاوہ تاریخی کتابون کے خود مراد کے خطوط موجود ہین جن سے صراحۃً ہر جگہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھی نہین چاہتا تھا اور بار بار مراد کو روکتا تھا، ایک خط مین جو ۲۳ صفر یعنی شاہ جہان کی بیماری سے دو مہینہ بعد مراد نے عالمگیر کو لکھا ہے، تمام واقعات کی اطلاع دیکر اور عالمگیر سے شریک جنگ ہونے کی درخواست کر کے لکھتا ہے

اگر آن صاحب مہربان نیز ازان طرف متوجہ شوند بہتر، والا مخلص بہیچ وجہ
درین باب توقف بخود قرار نمی تواند داد،

جب عالمگیر نے ان خطوط کے جواب مین لکھا ہے، کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہین اور ہم لوگون کو جگہ سے حرکت

کرنی چاہیے اور آپ نے بندر سورت پر چڑھائی نہ کی ہوتی تو بہتر ہوتا تو مراد نے متعدد خطوں میں عالمگیر کو
آگرہ کی طرف بڑھنے پر ابھارا ہے، ایک خط میں جو ۱۰- ربیع الاول کا لکھا ہوا ہے لکھتا ہے،

آنچہ از تقریر و تحریر گرامی معلوم شدہ کہ در وقوع آن واقعہ (وفات شاہجہان) تردد دارند
بخود معقول نمی تواند کرد، بہر حال چون ہرچہ بعد از تیقن این معنی بایستے کرد بہ فعل آمدہ برگشتن
ازان امکان ندارد،

پھر ایک اور خط میں لکھتا ہے

آنچہ اندراج یافتہ کہ چون تا حال خبر وقوع قضیۂ ناگزیر (یعنی وفات شاہجہان) بہ ما نرسیدہ
بلکہ آثار صحت ظاہری شود از جای خود حرکت کردن و بہ اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب
نمی نماید، اگر آن برادر نیز بعد از تحقیق اخبار افواج بہ سورت می فرستادند و درین کار وقت نمی
بہتر می بود، (یہاں تک عالمگیر کا قول نقل کیا ہے) در واقع نظر بہ نوشتہ جات وکیل
چنین بایستے کرد کہ مرقوم فرمودہ اند اما درین ایام بر این ہا اعتماد نیست کہ از تقاریر جاسوسان
معتمد بہ یقین پیوستہ کہ در اواسط شہر ذیحجہ حضرت را ہنگام موعود رسید و وکلای برادران
بہ معنی نظر بند اند * * * بہر دو تقدیر انتظار خبر بردن، وقت و قابو را از دست دادن و بہ
گفتگوی ارباب عناد بازی خوردن، و اطاعت او کہ اصلا طبیعت بر نمی تابد کردن است،،

اسی خط کے اخیر میں لکھا ہے

محصل این ہمہ مقدمات آنکہ قرار و مدار کار خود را بر محاربہ و جنگ گذاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادۂ
کارزار است و سوای این فکرے دگر ندارد و پیرامون خاطر نمی گردد و اگر انتظار آن صاحب
والا قدر مانع نمی بود تا حال خود را بہ آن نواحی می رسانید (مرقومہ ربیع الاول)

مگر عالمگیر مراد کو بار بار روکتا ہے اور مراد بڑھنے کے لیے بے قراری ظاہر کرتا ہے چنانچہ ایک

خط مین لکھتا ہے

"مخلص را سوای اجازت آن صاحب مہربان مانعے نیست"

اس کے بعد جب مراد نے سورت کا قلعہ فتح کر لیا ہے تو ۱۸ - ربیع الثانی کو عالمگیر کو ایک خط مین لکھتا ہے

"لشکرے کہ مشغول آن جا یعنی سورت بود درین زودی بحضور می رسد منتظر اشارہ و اجازت آن صاحب مہربان است"

اسی زمانہ مین یعنی ۱۴ - ربیع الثانی کو ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہے

"چون آن صاحب والا قدر درین وادی مترددخاطر بودہ در کارہائے ضروری آن وقت را موقوف بہ تشخیص خبری دارند، ہر چند روزی می گذرد، مخالف (یعنی داراشکوہ) قوت و استقلال دیگری می گیرد، ٭ ٭ ٭ این قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلی را (شاہ جہان) مطلق اختیارے نماندہ است، و آن حضرت را ملحد (داراشکوہ) البتہ بہ صید خویش در آوردہ است کہ افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ و درپے برہم زدن ماہا است، بہ محض رفتن ہر نہجے کہ رو دہد، آن ملحد را از میان برداشتہ حضرت اعلی را از دست او بر آریم بہر حال عازم مقصد شدن اولی است، اگر این طرز پسند خاطر اقدس - صاحب و قبلہ بھائی جیو (یعنی شجاع) را ہم درین باب متفق ساختہ در یک ساعت و یک وقت از جاہاے خود روانہ مطلب می باید شد"

اس قسم کے اور بہت سے خطوط ہین جن سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر بار بار روکتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور اقدس کی زندگی تک ہم لوگون کو اپنی اپنی جگہ پر رہنا چاہیے لیکن مراد کبھی تو یہ کہتا ہے کہ درحقیقت حضرت اقدس رحلت کر گئے، کبھی لکھتا ہے کہ حضور اگر دم بھی ہین تو [illegible]

تا ہمین ہین، کبھی لکھتا ہے کہ آپ تو جو ارادہ کر لیا کر لیا، اب آپ بھی ساتھ دیجیے تو دیجیے ورنہ بندہ تنہا روانہ ہوتا ہے

انصاف کرو ان تصریحات کے بعد یورپین مورخون یا خافی خان کا یہ بیان کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عالمگیر نے مراد کو دم دلاسے دیکر اپنی شرکت پر آمادہ کیا

۲ یورپین مورخ عموماً لکھتے ہین کہ عالمگیر نے مراد سے معاہدہ کیا تھا کہ سلطنت آپ کو ملیگی مین دارا شکوہ کے استیصال کے بعد حج کو چلا جاؤنگا، برنیر صاحب لکھتے ہین کہ اسی بنا پر عالمگیر ہمیشہ مراد کو حضرت، کے لفظ سے خطاب کیا کرتا تھا خافی خان کے طرز تحریر سے بھی پایا جاتا ہے کہ مراد کو سلطنت کی امید دلائی گئی تھی لیکن یہ ایک نہایت تاریخی غلطی ہے، بے شبہ تینون بھائیون مین ایک معاہدہ ہوا تھا لیکن خافی خان اور یورپین مورخون نے اس کی تحقیق کرنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ وہ معاہدہ کیا تھا، مرزا مراد نے اپنے خطوط مین جو عالمگیر اور شجاع کو لکھے ہین جابجا اس کا اشارہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دارا شکوہ جب ہم مین کسی ایک پر چڑھائی کرے تو اور بھائی بھی اعانت مین شریک ہون چنانچہ ایک خط مین لکھتا ہے

و از معہودات فیما بین آن ست کہ ہرگاہ ملحد[1] (دارا شکوہ) بہ یکے از برادران بپیچد، دیگران امداد بکنند،،

اسکے سوا یہ بھی معاہدہ مین داخل تھا کہ فتح کے بعد ایک ثلث مال غنیمت اور کابل و پنجاب و کشمیر کے علاقے مراد کو دے جائین عاقل خان واقعات عالمگیری مین لکھتا ہے

قرار یافت کہ ثلث از غنایم نصیبہ سلطان (یعنی مراد) و ثلثان بہ سرکار فیض آثار (یعنی عالمگیر) عاید گردد و بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحبقران و فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل بہ جناب سلطانی

---

[1] مراد اپنے خطوط مین عموماً دارا شکوہ کو ملحد لکھتا ہے

تعلق گیرد و آن جناب (یعنی مراد) در ولایات مذکوره علم سلطنت برافرازد و آن آہی سرو،
کوس فرمان روائی نواز د وخطبہ بسکہ بنام خود لبازد

چنانچہ دارا شکوہ کی شکست کے بعد جب **مراد** نے عالمگیر سے ناراضی اور علیحدگی ظاہر کی تو **عالمگیر** نے اسی معاہدہ کی بنا پر بیس لاکھ روپے نقد بھیجدیے اور کہلا بھیجا کہ دارا شکوہ کے قصہ فیصل ہونے کے بعد کابل اور پنجاب وکشمیر بھی حوالہ کیا جائیگا، **عاقل خان لکھتا ہے**

لاجرم آن حضرت (عالمگیر) مبلغ بست لکھ روپیہ نقد بہ واسطہ لوازم سال داشتہ پیغام کرد
کہ بالفعل این مبلغ را بضروریات خاصہ خود و سپاہ صرف نمایند بوجہے کہ بہ آن برادر والاتبار
مقرر کردہ شد کہ شاید از غنایم بسر کار ایشان عائد گرد د و تتمہ نیز خواہد رسید و ان شاء اللہ تعالیٰ
بعد از اتمام مہم دفع مہم دارا شکوہ ولایت پنجاب و کابل و کشمیر بہ آن مسند آرای سلطنت و
جہانداری ارزانی خواہد شد

ان واقعات کے مقابلہ میں ڈاکٹر برنیر صاحب اور دیگر یورپین مورخوں کا یہ بیان کہ عالمگیر نے مراد کو اس بہانے سے پرچہ لگایا کہ ہندوستان کی سلطنت کے صرف آپ مستحق ہیں اور میں آپ کو سلطنت دلا کر گوشہ نشین ہو جاؤنگا، کس قدر صریح افترا اور بہتان ہے ڈاکٹر برنیر نے اس مضمون کو بار بار بڑے زور سے بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

اورنگ زیب اگرچہ بظاہر **مراد بخش** کو برابر شاہ ہندوستان کہکر گفتگو کرتا رہا اور خلیل اللہ سے کہا کہ صرف حضرت ہی تخت نشینی کے لائق ہیں، (صفحہ ۱۴)

ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے **مراد** کو ایک خط لکھا جسکے جستہ جستہ فقرے یہ ہیں،

بھائی تم کو اس بات کے یاد دلانیکے لیے کچھ حاجت نہیں کہ امور سلطنت کی محنت اٹھانی میرے اصلی مزاج اور طبیعت کے کس قدر مخالف ہے ×× اور اگرچہ سلطنت کے حق حقوق اور

دعوۂ تاج میں بالکل دست بردار ہوں ٭ ٭ یہی نہیں کہ دارا شکوہ فرمان روائی کے اوصاف سے خالی ہے بلکہ لامذہب اور کافر ہونے کی وجہ سے بالکل تاج وتخت کے لائق نہیں ٭ ٭ پس اس صورت میں اس عظیم الشان سلطنت کی فرمان روائی کے لائق صرف آپ ہی ہیں ٭ ٭ اور میری بابت تو یہ تصور کر لیجیے کہ اگر آپ کی طرف سے موثق اور مستحکم طور پر مجھے یہ وعدہ مل جائیگا کہ جب بفضل خدا آپ بادشاہ ہو جائیں گے تو مجھکو اپنی قلمرو میں کوئی خلوت کا گوشۂ عافیت بہ اطمینان خاطر عبادت الٰہی بجا لانے کو عنایت فرما دیجیے گا ٭ ٭ پس ایک لحہ بھی ضائع نہ کیجیے اور موقع کو غنیمت سمجھیے اور جلدی سے سورت کے قلعہ پر قبضہ کر لیجیے"

انصاف کرو ڈاکٹر صاحب کے یہ بیانات کس قدر صحیح ہیں اور خصوصًا یہ بیان کہ آپ فورًا سورت پر قبضہ کر لیجیے اور دیر نہ لگائیے کس قدر سچ ہے، مراد کے خطوط میں خود تصریح ہے کہ عالمگیر مہینوں مراد کو نقل وحرکت سے روکتا رہا بالخصوص قلعہ سورت پر اس کی پیش قدمی کی نسبت صاف لکھا کہ نامناسب تھی ٭ ڈاکٹر برنیر صاحب اُلٹا عالمگیر کو مراد کی پیش دستی کا محرک بتاتے ہیں ہم کو مراد اور ڈاکٹر برنیر صاحب میں سے کس پر اعتبار کرنا چاہیے ؟

تمام یورپین مورخ لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے شراب پلوا کر مراد کو گرفتار کیا لیکن ڈاکٹر برنیر صاحب کے سوا کسی مورخ نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا، طرہ یہ ہے کہ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہندوستان کے ایک نوٹ میں لکھتے ہیں

اگرچہ برنیر صاحب بھی اسی زمانہ کے قریب تھے اور وہ عمدہ لکھنے والے ہیں مگر تقریری اور تحریری واقفیت اُن کی محدود ہوگی اور ہندوستانیوں پر داسے لگانے کے ذریعے اُن کے پاس کچھ تھوڑے موجود ہوں گے، علاوہ اس کے اُن کے بیان میں ایسی ایسی حکایتیں مذکور ہیں جو لوگوں کی بنا وٹیں معلوم ہوتی ہیں ٭ (صفحہ ۹۹ مطبوعہ علی گڈھ)

الفنسٹن صاحب نے برنیر صاحب کے متعلق نہایت محققانہ راے دی - لیکن افسوس یہ ہے کہ اُن کے نزدیک برنیر کا بیان وہین تک سنا قابل اعتبار ہے جہان تک عالمگیر کے موافق ہے ورنہ عالمگیر کی مخالفت مین اُس کا ایک ایک حرف دی ہے اور نہ صرف الفنسٹن صاحب بلکہ تمام یورپین مورخین اس کو صحیفۂ آسمانی سمجھتے ہین

عالمگیر کے الزامات کی تمام روداد اب تمھارے سامنے ہے غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور ایک ایک واقعہ کو جانچو اور پھر دیکھو کہ مخالف مورخون نے عالمگیر کے برا ثابت کرنے کے لیے کیا کیا غلط بیانیان کی ہین کس کس طرح واقعات کو بدلا ہے کیا کیا غلط نتائج قائم کیے ہین کن کن پُر فریب طریقون سے کام لیا ہے عالمگیر کیا، اگر یہ کوششین نوشیروان کے متعلق صرف کی جاتین تو وہ بھی شیطان مجسم نظر آتا

عبرت — عالمگیر کے دوستون مین ایک صاحب لین پول صاحب ہین انھون نے عالمگیر کے حالات مین ایک کتاب لکھی ہے اور اپنی دانست مین عالمگیر کے تمام الزامات کا جواب دینا اور عالمگیر کو قابل مدح ثابت کرنا چاہا ہے لیکن اس کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ عالمگیر کی ہر قسم کی برائیان یعنی داراشکوہ وغیرہ کا قتل، ہندو ریاستون سے بگاڑ کر بنیاد سلطنت کا متزلزل کر دینا - بت خانون کا توڑنا ہندوون کو ملازمت سے موقوف کرنا دکن کی اسلامی سلطنتون کا برباد کرنا، مرہٹون کے پیچھے فوج ملک اور سلطنت کو غارت کرنا، وغیرہ وغیرہ ثابت کی ہین، اور لکھا ہے کہ عالمگیر چونکہ ایک نہایت دیندار پکا راسخ مسلمان تھا اس لیے فرائض مذہبی کے لحاظ سے ایسا کرنا اُس کا فرض مذہبی تھا، چنانچہ منجملہ اور بہت سے مقامات کے ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہین

مغلون کی تاریخ مین یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو پکا مسلمان تھا، جو منہیات سے خود پرہیز کرتا تھا اور دوسرون کو جو اُسکے گرد تھے باز رکھتا تھا، وہ ایسا بادشاہ ہوا جس نے محض مذہب کی بدولت اپنے تخت کو معرض خطر مین

ڈال دیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میل جول سب سے زیادہ محفوظ طریقہ تھا جو مختلف قوموں اور متناقض
مذاہب کی بنی ہوئی سلطنت کے قائم رکھنے میں اختیار کیا جاسکتا تھا۔ وہ ضرور اس پر خطر راستے
سے واقف ہوگا جس پر وہ گامزن ہو رہا تھا اور خوب جانتا ہوگا کہ ہندوؤں کی ہر ایک خیال سے علیحدگی کرنا
اور ایرانی متوسلوں کو جو اس کی فوج اور اس کے دربار میں بڑے بڑے سردار تھے علانیہ مخالفت کر کے دشمن
بنانا۔ گویا تعصب کو خود بلاتا تھا تاہم اس نے یہی راستہ اختیار کیا اور بڑے استقلال سے اپنی پچاس برس
کی عدیم المثال فرمانروائی میں اسی پر چلا گیا۔ یہ جملہ کارروائیاں اورنگ زیب نے کسی گہری حکمت عملی کی وجہ
سے نہ کی تھیں بلکہ ان کو وہ عین حق سمجھتا تھا (ترجمہ لین پول صفحہ ۶۳ و ۶۴)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ناکامی تو ہوئی لیکن یہ ناکامی بڑی عظیم الشان ناکامی تھی۔
دنیا کا راستہ اس نے اپنی قوت ایمانیہ پر بند کر دیا تھا۔ اس نے اپنے ادائے فرض کا راستہ منتخب کر لیا تھا
اور باوجودیکہ وہ قطعی غیر ممکن العمل تھا لیکن پھر بھی وہ بڑے استقلال سے اسی پر چلا گیا۔ اگر **اورنگ زیب**
ایک دنیادار شخص ہونے کے قابل ہو سکتا تو اس کا راستہ بے خلش فرش گل سے ڈھکا ہوتا لیکن اس کی شان فر
مانروائی تو اسی میں ہے کہ اس نے اپنی روح کو مجبور نہیں کیا اور علم عقائد کو پیچھے دکھانے کی جرأت نہ کی۔ ہندوستان کا یہ
دیندار خلیفہ ایسے مادہ کا شخص تھا کہ اس نے تاج شہادت جیت لیا (صفحہ ۱۷۱)

لین پول صاحب کی یہ مہربانی چنداں قابل تعجب نہیں وہ یورپین مورخ ہیں اور ان کو یہی کرنا چاہیے تھا لیکن عبرت کا یہ مقام
ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ **لین پول** صاحب کی کتاب کو عالمگیر کی حمایت خیال کرتا ہے چنانچہ ایک صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ
کیا اور قوم کے ایک مشہور اور معزز بزرگ کے نام معنون کیا کہ یہ ایک اسلامی خدمت ہے !!!

وغمازی بیجا کردہ ہمہ کار من ضائع   عجب این کہ برمن منت بسیار ہم دارد

باقی آئندہ

شبلی نعمانی

۲۰ نومبر ۱۹۰۶ء

خبرین

مدینہ منورہ سلطان روم نے مدینہ منورہ مین حرم نبوی کے لیے برقی روشنی کے انتظام کا حکم دیا ہے تار و ڈاک سے معلوم ہوا کہ بہت جلد اس کا نفاذ ہونے والا ہے

مکہ مبارکہ کہ معظمہ کے خطوط سے معلوم ہوا کہ اس سال مطوفین حجاج کو سخت پریشان کر رہے ہین، ہر حاجی کا فرض ہے کہ مطوف کو تین پونڈ نذرانہ دے۔ بدنظمیون کی زیادتی سے روز بروز حجاز ریلوے کی ضرورت واضح ہوتی جاتی ہے

بغداد اہل بغداد آج کل سابق کے طویل خواب غفلت سے بیدار ہو رہے ہین۔ دولت عباسیہ کی عظیم الشان یونیورسٹی اور مدرسہ مستنصریہ کے آثار بغداد مین اب بھی باقی ہین لیکن تباہ و ویران ہین۔ سنتے ہین بغدادیون کو ادھر توجہ ہوئی ہے اور حکومت سے اُس کے واگزار کرانے اور پھر تعلیم گاہ بنانے کی فکر مین ہین۔ زمانے کے بے درد ہاتھون سے یہ یادگار خراب ہو رہی ہے اور خرابات تو نہین مگر چونگی خانہ بنی ہوئی ہے

عراق عرب تاریخ بتا رہی ہے کہ سابق مین عراق عرب علم و تمدن کا چشمہ تھا بصرہ و کوفہ لٹریچر کے صدر مقام تھے۔ تمدن و تہذیب کے تذکرے مین حلہ، دجیل، نیل، سامرا، انبار کے نام آ جاتے ہین مگر اکثر کا نشان نہین ملتا۔ تعلیم نہایت محدود ہے اور حکومت نے جو مدرسے قائم کیے ہین ان مین عربی کی تعلیم پر ترکی زبان کو مقدم رکھا گیا ہے۔ الجوائب المصریہ اخبار فرات کے حوالے سے لکھتا ہے کہ بغداد ریلوے کی وجہ سے جرمنی، عراق مین تجارتی اغراض کے لیے جرمن عنصر بڑھا رہی ہے اور اہل جرمنیت طلوب کے لیے ایک عربی مدرسہ بھی قائم کرنا چاہتی ہے۔ پیشگاہ سلطانی مین عنقریب درخواست پیش ہونے والی ہے

مصر جنگ کا سیف وسنان کے علاوہ قلم وزبان سے بھی ہو سکتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصر میں جنگ خوب برپا ہے مصر جو عربی میں گروہ وجماعت کو کہتے ہیں مصر میں کئی پارٹیاں ہیں ایک یونین کا نفرنس ہے اور چونکہ اس کے ممبروں میں اکثر غیر ملکی ہیں لہذا اہل مصر اس کو «حزب الدخلاء» کہتے ہیں اس گروہ کا صدر و کارکن فارس نمر اڈیٹر المقطم ہے۔ لبرل پارٹیوں میں بڑی پارٹی مصطفے کامل پاشا اڈیٹر اللوا کی ہے جس کا نام «الحزب الوطنی» ہے ایک پارٹی رؤسا وامرا کی قائم ہے جن سے مقصود ریفارم ہے۔ اس پارٹی کا نام «حزب الامۃ» ہے سنا ہے شیخ علی یوسف اڈیٹر المؤید ایک اور پارٹی قائم کرنے کی فکر میں ہیں جس کے لیے پیشین گوئی امید ظاہر کرتا ہے کہ یہ سب سے اہم جماعت ہوگی۔ ان تمام پارٹیوں میں سخت خصومت ہے اور گو اول الذکر کے علاوہ باقی جماعتوں میں اصولاً کوئی اختلاف نہیں مگر فروعی منازعات نہایت بڑھے ہوئے ہیں

تونس فرانس نے تونس میں جو مجلس شوری قائم کی ہے اس میں فرنچ ممبروں کے علاوہ بہت سے عرب بھی داخل کیے گئے ہیں۔ تونس کی آزاد قومی جماعت کا سرگروہ سید عبد الجلیل شادش ہے اور انہی کی کوششوں سے اس مجلس کا ظہور ہوا ہے۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ باوجودے کہ تونس میں اہل عرب کی آبادی ہے اور اسلامی حکومت کا نام اب بھی باقی ہے مگر از روی معاہدہ قصر السعید فرانسیسی دخیل ہیں اور ملک میں انہیں کا انتظام واہتمام ہے

قیروان افریقہ کا یہ قدیم شہر اسلام کی پہلی صدی کا یادگار ہے۔ مشہور فاتح «عقبہ» نے جو دولت امویہ کی طرف سے افریقیہ کا گورنر جنرل تھا اس شہر کو آباد کیا تھا اور فتوحات کا ہیڈکوارٹر قرار دیا تھا۔ حال میں یہاں اسی فاتح جنرل کے نام پر ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس کا نام «جمعیۃ العقبہ» ہے۔ بزرگوں کی مفید یادگاریں قائم کرنا اور ان کے نام کو زندہ رکھنا یہ سب بیداری کی علامتیں ہیں

بصرہ رسالہ المغرب وعمان خلیج فارس میں مسلمانوں کی بہت سی جہازرانی کی کمپنیاں تھیں اور ساحل

ممالک کی بحری تجارت اکثر اُن کے ہات مین تھی، عربی سلطنت کے زوال نے اسلامی تجارت کو نابود کردیا لیکن واقعات کتابون مین اب بھی مذکور ہین اور مسعودی نے مروج الذہب مین ایک حد تک تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ آلاقبال نے امید ظاہر کی ہے کہ عثمانی مجوزہ کمپنی سے مسلمانون مین بحری تجارت کا شوق بڑھیگا یہ جہازران کمپنی خالص ترکی ہوگی اور ترکی حکومت کا بھی اس مین حصہ ہوگا

قسطنطنیہ تعلیم کی جانب سلطان روم کا طبعی میلان ہے وہ ہر ملک کے مستعد وذہین طلبہ کو سلطانی مدارس مین داخل کراتے ہین اور اکثرون کو شاہی وظیفہ دے کر تعلیم دلاتے ہین چین، روس ترکستان، بخارا، سمرقند، بہاور جاوہ وغیرہ کے بہت سے طلبہ قسطنطنیہ مین سلطانی خرچ سے تعلیم پارہے ہین ابھی حال مین کوریا کے سات لڑکے بغرض تعلیم مدرسۂ کتب ادخلی مین داخل کیے گئے ہین۔ ان کے مصارف سلطان کی جیب خاص سے متعلق ہین

کولمبو قرآن شریف مسلمانون کی جان وایمان ہے۔ سلطان روم کی عادت ہے کہ مطبعۂ عثمانیہ مین اپنے خرچ سے ہر سال قرآن شریف کی لاکھون جلدین چھپواکر مستحقین کو ہدیہ دیتے ہین اور ممالک دور دراز مین تقسیم کرتے ہین۔ اس سال کئی ہزار جلدین کولمبو مین مفت تقسیم ہوئی ہین۔ کاش اس کے ساتھ قرآن کی صحیح تعلیم کا بھی بندوبست ہوتا

سنگاپور تجارتی اغراض نے بکثرت عرب خاندانون کو سنگاپور مین آباد کر رکھا ہے مصر کی تازہ ڈاک سے معلوم ہوا کہ مسلمانون نے وہان بڑے پیمانے پر ایک مدرسہ قائم کرنے کا قصد کیا ہے جس مین علوم اسلام وفنون یورپ دونون کی تعلیم ہوگی اور عربی زبان ہی مین سب چیزین پڑھائی جائینگی ایک خاص شخص سنگاپور سے مصر مین اس غرض کے لیے بھیجا گیا ہے کہ مدرسہ کے لیے لائق مدرسون کو انتخاب کرکے اپنے ساتھ لالے

افغانستان وروم مصر مین شہرہ ہے کہ سلطان روم سنا میر حبیب اللہ خان والی افغانستان

بھیجا ایک وفد بھیجا ہے اور اس کی روانگی بالکل بغیر گورنمنٹ کی اجازت سے ہوئی ہے۔ حسب الحکم
اخبارعلی کے متعلق نے وفد کے نام بھی لکھ دیے ہین۔ پولٹیکل ریزیڈنٹ کی رپورٹ سے خاص پتا نا اور اطلاع
ملی ہے کہ افغانی فوج بھی ترکی طرز پر آراستہ ہو رہی ہے اور پندرہ ترکی فوجی افسر خاص اس غرض کے لیے
کابل مین طلب کیے گئے ہین۔ اس خبر کی تصدیق و تکذیب دونون مشکل ہے اور جب تک صحیح طور پر دریافت
نہو یہ نہین کہا جاسکتا کہ اس مین کس قدر حصہ صحیح ہے۔ ہم کو تحقیق سے صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ کچھ ترک
افسران نے افغانستان مین ملازمت کی درخواست ضرور دی ہے لیکن دربار کابل نے ابھی تک فیصلہ
نہین کیا کہ انکو طلب کرنا چاہیے یا نہین

مدرسۃ العشائر اس سال مدرسۃ العشائر سے ۹ طالب العلم فارغ التحصیل ہوے ہین۔ یہ مدرسہ
قبائل عرب کی تعلیم کے لیے قسطنطنیہ مین سلطان روم نے قائم کیا ہے اس مین عربون کو مفت تعلیم دی جاتی
ہے اور ان کے لیے ہر طرح کی آسانیان پیدا کی گئی ہین۔ لیکن جب سارے عرب مین کوئی قابل تذکرہ مدرسہ
نہین تو قسطنطنیہ کا مدرسہ اہل عرب کو تعلیم مین کہان تک مدد دے سکتا ہے۔

کتبخانہ خدیویہ یہ کتبخانہ علماے عرب کی دماغی قابلیتون کا ایک عظیم الشان عجائب خانہ ہے
اس مین ہر علم و فن کی قدیم عربی کتابین جمع ہین حال مین دریافت ہوا ہے کہ میڈرڈ کے کسی کتب خانہ مین
نہایت پرانی بیش بہا عربی کتابین موجود ہین۔ انتظام کیا گیا ہے کہ ان کتابون کی نقل لی جائے اور خاص
اسی غرض کے لیے دار السلطنت ہسپانیہ مین ایک وفد بھیجا جاے۔ یقین ہے کہ یہ کتابین مسلمانان اندلس
کی دلچسپ یادگار ہونگی۔ مسلمانون کے آثار تمام دنیا مین پھیلے ہوے ہین لیکن افسوس ہے کہ ہم
اسے بیخبر ہین

اسلامی بیتعصبی اس سال سلطان روم نے ۱۷ رومن کیتھولک طلبہ کو اپنے خرچ سے قسطنطنیہ کے
شاہی کالج مین تعلیم دلانا منظور کیا ہے ان مین پندرہ لڑکے علم تعلیم کے سکشن مین لیے گئے ہین اور دو طبی کالج مین

روس مین تعلیمی آزادی روس مین تعلیمی آزادی کے لیے ماہ گذشتہ مین جو قانون نافذ ہوا اور جس سے ۱۴۔ مارچ ۱۹۰۶ء کا قانون منسوخ کیا گیا ہے اُس کے دفعات حسب ذیل ہین

(۱) ابتدائی مدارس مین غیر روسی اقوام کی تعلیم قومی و دیسی زبان مین ہوگی۔ مثلاً اسلامی عنصر کو خاص اُسی کی زبان مین تعلیم دی جائیگی

(۲) غیر روسی اقوام کے لیے کم از کم ایک قسم یا دو قسم کے ابتدائی مدارس ہونے چاہییں

(۳) ان مدارس کا نصاب حسب ذیل ہوگا۔ ہر قوم کے مذہبی علوم، طلبہ کی دیسی زبان، روسی زبان حسب استعداد طلبہ، علم حساب و اشعار۔ دوسری قسم کے مدرسون مین اس کورس کے علاوہ تاریخ روس جغرافیہ تاریخ طبیعی، نقشہ کشی، علم ہندسہ (جامیٹری) کی تعلیم بھی ہوگی

(۴) غیر روسی اقوام کے طلبہ اگر چاہین تو خاص روسی زبان مین بھی تعلیم پا سکتے ہین لیکن یہ امر اُن کی خواہش پر منحصر ہوگا

(۵) طلبہ کو ابتدائی دو برسون مین اُن کی قومی و دیسی زبان مین تعلیم دی جائیگی اور اُس کے بعد روسی زبان مین

(۶) لڑکون کو پہلے ہی سال کے وسط سے روسی زبان مین گفتگو کی مشق کرنا ہوگی

(۷) سبق کی تقسیم اُس پروگرام کے مطابق ہوگی جو ۲۴۔ جولائی ۱۹۰۶ء کو نافذ ہو چکا ہے

(۸) روسی و غیر روسی لڑکون کی تعلیم کے متعلق ہیڈ ماسٹر کو ہر سال ایک رپورٹ سررشتہ تعلیم مین پیش کرنا ہوگی

(۹) ان مدارس مین صنعت و حرفت کی بھی ایک شاخ حسب منشای قانون نافذ شدہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۶ء ہونی چاہیے

(۱۰) مدرسین صرف یونی ورسٹی کے گریجویٹ ہو سکتے ہین اور اس مین کسی قوم کی تخصیص نہین

(۱۱) مذہبی تعلیم کے لیے ہر مذہب کے مدرسین الگ الگ ہونگے

(۱۲) جدید مدارس اسی وقت میں قائم ہو سکتے ہیں کہ قانون ہذا کے مخالف نہوں - ایسے مدارس کو گورنمنٹ بھی مدد دیگی

(۱۳) قانون ہذا صوبہ جات قازان و اورنبرگ واوڈیسہ و بلاد کوہ قاف و ترکستان و نواح سائبیریا میں نافذ ہوگا

(۱۴) سررشتہ تعلیم کا فرض ہے کہ اس قانون کو اُن تمام روسی ممالک میں نافذ کرے جہاں غیر روسی قومیں آباد ہیں

عربی زبان مسٹر آرنلڈ سابق پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڈھ عربی زبان کی تکمیل کے لیے مصر گئے ہیں مصری اخباروں نے پرجوش الفاظ میں ان کا خیر مقدم ادا کیا ہے - ناظرین نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ ہندوستان کے ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر بھی دو ماہ سے اسی شوق میں وہیں مقیم ہیں لیکن ابھی تک اس خصوص میں کسی مسلمان کا نام نظر نہ پڑا ہوگا!!! - اس سال عربی کی تکمیل کا سرکاری جائزہ بھی جس کی مقدار پانچ ہزار روپیہ تھی ایک شریف ہندو کو ملا ہے

شکاگو شکاگو یونیورسٹی کے لائق پروفیسروں نے سبط ابن الجوزی کی مشہور تاریخ «اخبار الزمان» کی جلد ہشتم تمام سے چھاپی ہیں اور اب خاص مولف کے حالات و واقعات زندگی اور اس کی تالیف پر ریویو کرنے کے لیے ایک مستقل رسالہ لکھنے کی فکر میں ہیں

لسان العرب عربی لغت میں لسان العرب کا جو پایہ ہے اور جس جامعیت کے ساتھ یہ کتاب لکھی گئی ہے ناظرین حضرات سے اس کی حالت مخفی نہیں - لیکن افسوس یہ ہے کہ چھاپے کی بکثرت غلطیاں اس میں موجود ہیں اور الفاظ کے معانی میں تحریف ہوگئی ہے - اس کی تصحیح کے لیے اہل مصر ایک خاص کمیٹی قائم کرنیوالے ہیں

ہنگری ہنگری کا مشہور مستشرق «گولڈزیہر» جس نے مصر میں رہکر عربی پڑھی اور خاص جامع ازہر سے سند فضیلت حاصل کی، آداب العرب کے عنوان پر ایک کتاب لکھ رہا ہے - ابن جریر کی اختلاف الفقہاء اسی کی چھاپی ہوئی ہے

ہوئی ہے - جامع ازہر کی نسبت سے وہ اپنے آپ کو ازہری لکھتا ہے

النادی اٹالین ڈاکٹر ازیکیانا باتو نے النادی نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے جو عربی و اطالیہ زبان میں نکلتا ہے اب تک جتنے پرچے نکلے ہیں انمیں فلسفہ تصوف کا رنگ غالب ہے اور ابن عربی کی سوانح بڑی تفصیل سے لکھی ہے

حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی علم اسرار الدین کے موجد ہیں اور اس علم کی سب پہلی تالیف اُن کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہے جس قبول اس کا نام ہے کہ حکومت سوڈان نے کلیہ خرطوم (گارڈن کالج) واقع خرطوم کے نصاب درس میں اس کو داخل کیا ہے اور سررشتہ تعلیم نے اسکے پڑھانے کی خاص طور پر سفارش کی ہے

رومیہ مسلمانوں کو اپنے بزرگوں کی قدر نہ کرنے کا اختیار لیکن یورپ کو اُن کی پایہ شناسی میں عذر ہی نہیں اہل رومیہ نے حال میں سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے نام پر ایک کلب کا افتتاح کیا ہے

جنیوا اس سال مؤتمر المستشرقین (اورنٹیل کانفرنس) کا اجلاس جنیوا میں ہوگا - العالم الاسلامی نے اعلان کیا ہے کہ جلسہ مذکور میں موسیو لشاتلیہ علوم عرب پر ایک مبسوط لکچر دینگے

افراط و تفریط غلو جس کام میں ہو بُرا ہے - مسلمانوں کو عام طور پر افراط تعصب کا الزام دیا جاتا تھا حال میں ایک مصری مولوی نے اس الزام کو عملی طور پر یوں اُٹھانا چاہا کہ ایک مسجد اپنے خرچ سے تعمیر کرا کر بادشاہ اٹالیہ کے نام وقف کر دی اور شرط لگا دی کہ جو مسلمان اس میں نماز پڑھیں اس کا ثواب بادشاہ مذکور کی روح پر پہنچے - یہ عجیب مضحکہ خیز تفریط ہے -

برلین علمای جرمنی کی خواہش ہے کہ ارض یمن میں ایک علمی وفد بھیجا جائے جو وہاں جا کر آثار قدیمہ عرب کی تحقیقات کرے - جرمن سفیر کے ذریعہ سے باب عالی میں اس کی سلسلہ جنبانی بھی کی گئی ہے - لیکن اس وقت یمن کی حالت خود مخدوش ہے اور ترکوں میں اور امام صنعا میں نزاع قائم ہے وفد کو شاید ہی اجازت مل سکے مع ہذا کون کہ سکتا ہے کہ وفد مذکور صرف علمی ہوگا پالیٹکس سے اس کو کوئی تعلق نہوگا -

مطبوعات مصر و بیروت

فن	نام کتاب	قیمت	فن	نام کتاب	قیمت
تفسیر	تفسیر کبیر	عسه	لغت	مختار الصحاح چھوٹی للرازی	۱۰ر
"	تفسیر خازن	صه	"	مختار الصحاح کلاں للرازی	۱۴ر
"	تفسیر بیضاوی	للعه	ادب	دیوان خنساء	۱۱ر
"	تفسیر جلالین	۱۴ر	"	علم الادب کامل	ے
[illegible]	کشف الظنون	۱۰ر	"	المحاسن والاضداد للجاحظ	۶ر
ادب	عکبری شرح دیوان متنبی	۱۴ر	کلام	منہاج السنہ لابن تیمیہ	معه
"	دیوان حماسہ مصری مع خلاصہ شرح تبریزی	۱۴ر	فقہ	طحاوی شرح مراقی الفلاح	۸ر
"	دیوان ابو تمام	ے	"	مراقی الفلاح	۷ر
"	دیوان بحتری	للعه	اصول فقہ	کشف الاسرار للبزدوی	۱۱ر
"	دیوان جریر	۶ر	"	توضیح وتلویح مجلد	۴ر
"	نفح الازہار فی منتخبات شعر العرب	۱۲ر	ادب	مقامات حریری مطبوعہ مصر مشرح	للعه
تاریخ	سلافۃ العصر فی تاریخ علماء مصر	ے	"	مقامات بدیعی ہمدانی	للعه
ادب	ابدع ما نظم فی الاخلاق والحکم	۸ر	"	غایۃ الارب فی صناعات شعر العرب	۱۲ر
"	دلائل الاعجاز جرجانی	۶ر	"	نیل المراد فی تسطیر الھمزیۃ والبردۃ وبانت سعاد	۸ر
"	اسرار البلاغۃ جرجانی	۱۱ر	"	شرح بانت سعاد	۸ر
"	دروس البلاغۃ	۱۳ر	"	مختارات شعراء العرب	۸ر
"	نقد الشعر لابن قدامہ	عه		شرح معلقہ للزوزنی	۶ر
لغت	فقہ اللغۃ مصری للثعالبی	۵ر	فلسفہ	تہافۃ الفلاسفہ للغزالی وابن رشد	۱۴ر
"	فقہ اللغۃ بیروت للثعالبی	ے	منطق	البصائر النصیریہ	۱۴ر
"	الالفاظ الکتابیہ للہمدانی	۱۴ر	تاریخ	تاریخ ابن خلکان	۸ر

فن	نام کتاب	قیمت	فن	نام کتاب	قیمت
ادب	الکامل للمبرد	[illegible]	قرآن مجید	حمائل شریف مطبوعہ استانبول	[illegible]
”	کتاب البیان والتبیین	[illegible]		نہایت عمدہ وخوشخط مجلد [illegible]	[illegible]
[illegible]	صراط المستقیم	[illegible]	”	حمائل شریف کلان	[illegible]
کلام	الاقتصاد فی الاعتقاد للامام الغزالی	عہ	عربی جدید	الطریقۃ المنکرہ	[illegible]

ہندوستان

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تفسیر نظام القرآن مولوی عبد الحمید صاحب		سعدی	[illegible]
سورۂ قیامت	۳ر	شرح جامی عمدہ	[illegible]
سورۂ ابی لہب	۱۰ر	قرآن شریف نقل نظامی	[illegible]
اقسام القرآن	۱ر	ہدیۂ سعیدیہ عمدہ	[illegible]
شرح وقایہ کامل عمدہ حاشیہ مولوی عبد الحی صاحب	سعہ	مختصر المعانی کلان عمدہ مطبوعہ نظامی کانپور	[illegible]
ہدایہ کامل عمدہ	[illegible]	سراجی	[illegible]
نفیسی	[illegible]	اخوان الصفا	[illegible]

منیم فضل الرحمن

ترجمہ اردو مناقب العارفین یعنی تاریخ مولانا روم صاحب

مصنفہ شمس الدین افلاکی مرید امیر عارف چلپی تصنیف سنہ ۷۱۸ھ مصنف نے دس فصلون مین مولانا کے والد مولانا کے پیر خود مولانا کے حالات. شمس الدین تبریزی صلاح الدین حسام الدین چلپی جو مثنوی کی تالیف کا باعث ہین۔ مولانا کے بیٹے سلطان ولد۔ مولانا کے پوتے امیر عارف اور امیر عابد اور دسوین فصل مین بقیہ خاندان کے حالات اور سلسلۂ بیعت کو لکھا ہے۔ مصنف خود مولانا کی خدمت مین رہا ہے. عجیب وغریب حالات ہین۔ درویشی کی چاشنی بیشل [illegible] تاریخی [illegible] لاجواب ہین۔ کاغذ سفید دبیز چکنا صفحات ۴۰۰ قیمت علاوہ محصول ڈاک دو عاہ روپے۔

مالک مطبع احمدی رامپور [illegible]

الندوہ

نمبر ۱	صفر ۱۳۲۶ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۰۸ء	جلد ۵

مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار علمی رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیاء تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہی

مُرتّبہ

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمن خانصاحب شروانی

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	اورنگ زیب عالمگیر	مولانا شبلی نعمانی	۱ .... ۲۱
۲	لارڈ کالون	سید سلیمانی	۲۲ .... ۲۹
۳	غزل	مولانا شبلی	۲۶ .... ۳۰
۴	علمی خبریں	سید سلیمان	۳۰ .... ۳۲

باہتمام خاکسار ابوالحسنات قطب الدین احمد غفرلہ اللہ الصمد

نامی پریس لکھنؤ مین طبع ہوکر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا

اشتہار

دستۂ گل

یعنی مولانا شبلی نعمانی کی جدید فارسی غزلون کا مجموعہ قیمت ۴ر

علم الکلام

طبع دوم درجہ اعلیٰ

مصنفہ

شبلی نعمانی

اس کتاب مین علم کلام کی ابتدا اسکی مختلف شاخین اور عہد بہ عہد کی ترقیون کی نہایت تفصیلی تاریخ اور اسکے متعلق مباحث اور تحقیقات ہین طبع اول ختم ہوچکی تھی اسلیے نہایت اہتمام سے دوبارہ خوشخط اور صحیح چھاپی گئی، قیمت عہ ر

زیادہ جلدون کے خریدار کو فی صدی عہ کمیشن ملیگا

موازنہ انیس و دبیر

یعنی میر انیس کی شاعری پر نہایت تفصیلی ریویو اور مرزا دبیر سے انکا موازنہ، قیمت ۱ر

الکلام

یعنی جدید علم کلام مصنفہ مولانا شبلی نعمانی قیمت طبع اول ۱ے طبع ثانی عہ ر

منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر ۶

اورنگ زیب عالمگیر

۶ عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

ایک طول طویل افسانہ جو مدت مین جاکر ختم ہوا اسکا حاصل صرف اسقدر نکلا کہ عالمگیر اتنا برا نہ تھا جتنا اسکے مخالف اُسکو بتاتے ہین لیکن کیا عالمگیر کی قسمت مین اِسی قدر ہے؟ کیا اسکو اسی پر قناعت کرنی چاہیے کہ تحسین نہ سہی نفرین سے بچ جائے۔

ہم کو مخالف مورخون کی اس حق گوئی کی داد دینی چاہیے کہ انھون نے گو عالمگیر کے معایب جی لگاکر لکھے لیکن محاسن کے اظہار مین کچھ کمی نہین کی یہ البتہ ہے کہ معایب کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ خوبیون کی بھنک بھی کانون مین نہ آسکی لیکن اب جبکہ الزامات کا تیرہ و تاریک مطلع کسی قدر صاف ہوگیا ہے عالمگیر کی حقیقی خوبیون کے پیش نظر کرنے کا موقع ہے۔

ملکی اصلاحات اور انتظامات

تیمور اپنے جانشینون کے کارنامہ مین ہمیشہ ملکی فتوحات اور وسعت حدود ڈھونڈھیگا، عالمگیر اس امتحان مین پورا اُتر سکتا ہے وہ آسام اور تبت کو مسخر کرچکا ہے دکن کی دو سلطنتین حدود حکومت مین شامل ہوگئی ہین مختصر یہ کہ اسکے عہد مین تیموری حکومت کے حدود جسقدر وسیع ہوئے کبھی نہین ہوئے تھے لیکن ہمکو عالمگیر کی تاریخ حکومت مین تیمور کے مذاق کی پیروی کی ضرورت نہین چنگیز خان نے بھی ملک فتح کیے تھے سکندر بھی بہت بڑا کشورستان تھا لیکن ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ ملکی انتظامات اور اصلاحات مین عالمگیر نے کیا کیا ہے؟

اسکی تفصیل حسب ذیل ہو۔

(ٹکسون کی موقوفی)

(۱) تمام سلاطین کے زمانہ میں مالگذاری کے علاوہ بیسیون ناجائز ٹکس اور محصول جاری تھے جنکی مجموعی تعداد مالگذاری کی برابر پہنچ جاتی تھی مثلاً **چنگی - پاندری** (مکان کا ٹکس) **سرشماری - برشماری - برگدی - طوعانہ** - جرمانہ - **شکرانہ** - وغیرہ وغیرہ ان محصولون کی تعداد اسّی تک پہونچی تھی اور انکی آمدنی جیسا کہ خافی خان نے لکھا ہے کرورون سے زیادہ تھی **عالمگیر** نے یہ تمام محاصل یک قلم موقوف کر دیے۔

(تمام مالگذاری کا بندوبست اور اصلاح؟)

(۲) اکبر کے زمانہ میں مالگذاری اور خراج کا جو سررشتہ مرتب ہوا تھا اسکی پھر تجدید اور ترمیم کبھی نہیں ہوئی عالمگیر نے اپنے زمانہ میں ترمیم و اصلاح کر کے ایک جدید دستور العمل تیار کیا چنانچہ ہمارے ایک بنگالی دوست جدوناتھ سرکار پروفیسر پٹنہ کالج نے اسکو مع انگریزی ترجمہ کے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل میں چھپایا ہو ہم قطعون کے لحاظ سے اسکو نقل نہیں کر سکتے اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مناسب ہوگا کہ عالمگیر کے زمانہ میں محاصل سلطنت اسقدر ترقی کر گیا تھا کہ اکبر اعظم کے عہد سے اسوقت تک کبھی نہیں ہوا تھا چنانچہ ہم عہد بعہد کی تفصیل لکھتے ہین۔[۱]

اکبر	شاہجہان	عالمگیر
ایک کرور روپے لاکھ [illegible]	[illegible] لاکھ [illegible] پونڈ	[illegible] کرور پونڈ یعنی ساٹھ کرور روپیہ

عالمگیر کے عہد حکومت میں جو اضافہ ہوا تھا وہ حیدرآباد بیجاپور آسام چاٹگام اور تبت تھا لیکن ان تمام ممالک کی آمدنی دس بارہ کرور روپیہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی تھی باقی جو اضافہ ہے وہ صرف بندوبست کی خوبی اور ملک کی آبادی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہو۔

(عہدہ دارون کے مرنے بعد انکی جائداد کی ضبطی کا موقوف کرنا)

(۳) عالمگیر کے زمانہ تک یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدہ دار سلطنت مرجاتا تھا تو اسکی تمام

---

[۱] لین پول صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷ لین پول نے نہایت صحیح ماخذون سے اسکے متعلق مفصل رپورٹ لکھی ہو۔

جائداد اور اسباب ضبط ہوکر شاہی خزانہ مین داخل ہو جاتا تھا، اگرچہ یہ قاعدہ جیسا آج ظالمانہ نظر آتا ہی اس زمانہ مین نہ تھا اور درحقیقت بعض خاص مصالح پر مبنی تھا لیکن اسمین شبہہ نہین کہ یہ طریقہ بہت سی برائیون اور بیرحمیون کا سرچشمہ بنگیا تھا، عالمگیر نے اس قاعدہ کو سرے سے موقوف کردیا مآثر عالمگیری مین ہے (صفحہ ۵۳۱)

واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار معلی نباشند زعقاب آنہا

کہ متصدیان بادشاہی در ایام سلاطین سابق بہ زاویائی حبس و ضبط مے نمودند واین

معنی سبب آزار ماتم زدگان و اقرباد حیران مے شد عفو فرمودہ بودند،

خافی خان اور لین پول بھی اصل واقعہ سے انکار نہین کرتے لیکن کہتے ہین کہ اس حکم کی تعمیل کم ہوتی تھی کیونکہ عالمگیر کے امرا اسکے احکام کی پوری تعمیل نہین کرتے تھے" اسکا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہی۔

۴ سب سے بڑا کام جس سے شاید دنیاے اسلام کی تاریخ خالی ہی یہ ہی کہ بادشاہ وقت کے مقابلہ مین اگر کوئی شخص دادرسی چاہے تو نہ اسکی مجال تھی نہ اسکا کوئی قاعدہ مقرر تھا عالمگیر نے سنہ ۱۰۸۲ھ مین یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع مین سرکاری وکیل مقرر کیے جائین اور عام منادی کرادیجاے کہ جسکسیکو بادشاہ پر کوئی دعویٰ ہو پیش کرے اور سرکاری وکیل اسکی جوابدہی کرے لو اسکا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے خافی خان لکھتا ہی (صفحہ ۲۴۹)۔

بدین سال از راہ حق پرستی و عدالت گستری حکم فرمودند کہ در حضور و شہرہا منادی نمایند

کہ ہر کہ بر ذمہ بادشاہ طلب و دعواے شرعی داشتہ باشد حاضر گشتہ بہ وکیل بادشاہی

رجوع نماید، بعد اثبات، حق خود را بستاند، و فرمودند کہ وکیل شرعی از طرف آن

بادشاہ دادگر برای جواب خلق اللہ کہ دست رس برسیدن حضور نداشتہ باشند

در حضور و بلاد دور و نزدیک مقرر نمایند در ہمہ صوبجات وکیل شرعی تعین گردید ند۔

واقعہ نگاری و پرچہ نویسی

۵ ملک اور رعایا کی حالت کے دریافت کرنے کے لیے پرچہ نویسی اور واقعہ نگاری کے صیغہ کو نہایت وسعت دی اگرچہ اسمین شبہ نہین کہ یہ محکمہ خطرہ سے خالی نہین اگر پرچہ نویس خودغرض اور رشوتی ہون تو اس سے بڑھکر کوئی چیز ملک کی بربادکرنے والی نہین ہوسکتی، لیکن اسمین شبہ نہین کہ ملک کے ایک ایک جزئی واقعہ سے واقف ہونے کا کوئی ذریعہ اگر ہے تو یہی ہی اور یہی وجہ ہی کہ جو خلفا اور سلاطین مثلاً عمر فاروق مامون الرشید ناصر لدین اللہ عدل و انصاف کے نمونے تھے سب نے یہ محکمہ قائم کیا تھا اور اسکو نہایت وسعت دی تھی، البتہ بڑی احتیاط سے اسکے متعلق کام لیتے تھے عالمگیر بھی نہایت احتیاط برتتا تھا اور اسکے خطرات سے بخوبی واقف تھا ایک موقع پر خود ایک رقعہ مین لکھتا ہے۔

> ازان جاکہ سوانح نگاران براے اغراض نفسانی چیزہا سے بسیار برغلط زادان تربیت کردہ ہا مے بندند باید کہ آن فدوی بدیوان برنگارد کہ ہمہ مراتب را چنانچہ باید تحقیق نماید بہ حضور معروض دارد۔

معز الدین اپنے پوتے کو ایک رقعہ مین ایک واقعہ نگار کے متعلق لکھتا ہی۔

> اگر دانند خدمت واقعہ نگاری بدیگرے مقرر نمایند کہ حالا واقعہ نگار واقعہ نگار نماند۔

اعظم شاہ کو ایک رقعہ مین لکھتا ہی۔

> واقعہ نگار و ہرکارہ ہاے معتبر و محتاط در محال بگذارند و روز مرہ احکام عمال بخوانند۔

پرچہ نویسی کے انتظام بدولت ہندوستان جیسے وسیع ملک کے ایک ایک گوشہ کی خبر عالمگیر کو پہنچتی تھی، اسکے عہد کی یہ مخصوص بات ہی کہ وہ جسقدر رعایا کی اصلی حالت سے خبر رکھتا تھا اور انکی آسایش و آرام کا انتظام کرتا تھا کسی سلطنت مین اسکی نظیر بہت کم مل سکتی ہی اسکے رقعات پڑھو شہزادون صوبہ داروں، عاملوں، کی ایک ایک فروگذاشت کو پکڑتا ہی اور واقعہ نگار کا حوالہ دیتا ہے،

ہزارون کوس پر کسی سوداگر یا کسی راہ چلتے کی کوئی چیز ضائع ہوجاتی ہے تو فوراً اسکو خبر لگ جاتی ہی اور وہان کی عامل سے بازپرس کرتا ہی۔

۶ عالمگیر کی تاریخ حکومت کا سب سے حیرت انگیز واقعہ اسکا کلیات اور جزئیات پر یکسان حاوی اور باخبر ہوتا ہی وہ ایک طرف تو ایسے بڑے بڑے مہمات مین مصروف رہتا تھا جنسے دم لینے کی مہلت بھی نہین مل سکتی ہی دوسری طرف چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اسکی آگہی سے مخفی نہین رہ سکتا تھا اور وہ انکو بھی اسی توجہ اور غور رسی سے انجام دے سکتا تھا۔

الفنسٹن صاحب سے زیادہ عالمگیر کا کوئی دشمن نہین گذرا ہی ان کو بھی مجبوراً لکھنا پڑا۔

"وہ خود تن تنہا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگذاری جزوی کامون کے لحاظ و حیثیت سے کرتا رہا۔ لشکرکشیون کے نقشے سوچا تھا لشکرکشیون کے زمانہ مین ہدایتین جاری کرتا تھا سردار اسکے قلعون کے نقشے بایں مقصود اسکی خدمت مین ارسال کرتے تھے کہ حملون کے مقامون کو مقرر کرے، اسکے رقعون مین پٹھان کے ہموار ملکون مین سڑکون کے جاری کرانے اور ملتان آگرہ کے فسادون کو دبانے بلکہ قندھار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیرین مندرج پائی جاتی ہین اور اسی عرصہ مین فوج کا کوئی ٹکڑا یا باربرداری کی کوئی رسد نہ تھی جسکا کوچ مقام دکن ایسے حکمون کے بدون پایا جائے جن مین سے تھوڑے بہت حکمون کو اورنگ زیب نے خاص اپنے ہاتھون سے جاری کیا ہو ضلع کی مالگذاری کے ادنی افسر کا تقرر یا کسی دفتر مین کسی محرر کا انتخاب اپنی توجہ فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سلطنت کے کارگذارون کی کارگذاری کی نگرانی جاسوسون اور آنے جانے والون کے ذریعہ سے کرتا تھا اور ایسی خبرون کی اصل و بنیاد ہمیشہ خانگی خط و کتابت یا ادنی عہدہ داران کے وسیلہ سے انکو آگاہ اور خبردار سکتا تھا، مگر تفصیل خبریات سے

ایسے ذوق و شوق سے متنفر ہونا جیسی کہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کی دلیل ہے ویسی ہی کام کاج کی اصلی ترقی اور اہل کار کی ذاتی عروج کے لیے چنداں مفید نہیں"

گرچہ **اورنگ زیب** کی ذات وطبیعت مین التفات جزئیات کے ساتھ بڑی جانکنی وجانکاہی کی سلطنت کی عمدہ عمدہ کامون مین بھی پائی جاتی تھی تو اس سے طبیعت کی آمادگی اور نہایت گرجوشی ایسی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانہ مین **بڑی عجیب وغریب سمجھی جاتی ہے**[1]

۷ ایشیائی سلطنتین اس بات مین ہمیشہ بدنام رہین کہ عمال ورعہدہ دار اکثر رشوت خوار ہوتے تھے اس رشوت خواری کے اسباب مین سے بہت بڑا قوی سبب **پیشکش** ونذرانہ کی رسم تھی یعنی تمام وزرا امرا عمال سالانہ جشن مین بادشاہ کو نہایت گران قیمت نذرانے پیش کرتے تھے یہ نذرانے اکثر ان لوگون کی سالانہ تنخواہ کے قریب قریب برابر پڑجاتے تھے، اس بنا پر ان لوگون کو اس نقصان کے تلافی کے لیے خواہ مخواہ رعایا سے رشوت لینی پڑتی تھی، جہانگیر اپنی توزک مین ان نذرانون کا ذکر بڑے لطف اور مسرت کے لہجہ سے کرتا ہے اور ایک ایک چیز کی تفصیل لکھتا ہے بعض نذرانون کی تعداد کرور سے زائد پہنچ گئی ہے، اگرچہ اسکے مقابلہ مین بادشاہ بھی بے شمار انعامات واکرامات کرتا تھا لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان انعامات سے نذرانون کا پورا بندوبست ہوتا تھا اسکے علاوہ انعامات اکثر نقد کی صورت مین نہین ہوتے تھے اور نذرانہ مین جو چیزین پیش کی جاتی تھین خرید کر مہیا کرنی پڑتی تھین بہرحال یہ قطعی ہے کہ یہ نہایت برا طریقہ تھا اور سیکڑون مفاسد اس سے پیدا ہوتے تھے،

---

[1] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صفحہ ۱۱۱۹ و ۱۱۲۰-

عالمگیر نے اس طریقہ کو بالکل بند کردیا چنانچہ تفصیل اسکی آگے آتی ہی۔

عدل وانصاف

عالمگیر کے عہد حکومت کا سب سے بڑا روشن کارنامہ اسکا عدل وانصاف ہی جسمین عزیز وبیگانہ غریب وامیر دوست دشمن، کی کچھ تمیز نہ تھی ایک رقعہ مین خود لکھتا ہی کہ معاملات انصاف مین شہزادون کو مین عام آدمیون کے برابر سمجھتا ہون، یہ محض دعویٰ نہین بلکہ غیرون نے بھی اسکی تصدیق کی ہی **لین پول صاحب** عالمگیر کے سوانح مین لکھتے ہین،

اوونگٹن جسکی ذاتی سند تو چندان قابل اعتبار نہین، لیکن جسنے اپنی رائے ایسی نکتہ چینون کی تحریر سے اخذ کی ہی جنکو اورنگ زیب کی خداپرستی پاسداری نہ تھی یعنی یہ نکتہ چین بمبئی اور سورت کے تاجر ہین کہتا ہی مغل اعظم عدل کا دریاے اعظم ہی جسے تلے انصاف سے دعموماً تجویز کرتا ہی کیونکہ شاہنشاہ کے حضور مین سفارش، امارت اور منصب کی کچھ پیش نہین جاتی، بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی **اورنگ زیب** اس تعدی سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی،،

"ڈاکٹر **کاریری** نے بھی جسنے اورنگ زیب کو بمقام دکن ۱۶۹۵ء مین دیکھا تھا اسکا یہی چال چلن بیان کیا ہی۔[1]

ایک اور موقع پر **لین پول** لکھتا ہی۔

سیاحون کے مخالفانہ نکتہ چینان اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک مین جبکہ وہ شاہزادہ تھا لیکن وہ سیاح جسوقت اسکے زمانۂ شاہنشاہی کا حال لکھتے ہین تو سواے کلمات تحسین کے اور کچھ نہین لکھتے، اسکی پچاس برس کی

---

[1] ترجمہ لین پول صفحہ ۷۵ و ۷۶۔

> ...دراز عہد حکومت مین ایک ظالمانہ فعل بھی اسکے خلاف ثابت نہین ہو حتی کہ
> ہندؤن کے ستانے مین بھی جو اسکی دینداری کا ایک جزو تھا سب کو تسلیم ہے کہ
> کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی نہین پیش آئی۔[۱]

عالمگیر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کی جاہ و جلال شان و شوکت ناز و نعم کے بجاے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی قرار دیا تھا، وہ انتہاے پیری تک، دربار مین کھڑے ہوکر رعایا کی عرضیان لیتا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے اُن پر حکم لکھتا تھا **ڈاکٹر جیملی کریری** نے اٹھتر برس کی عمر مین عالمگیر کو دیکھا تھا وہ بیان کرتا ہو۔

> کہ وہ صاف و سفید ململ کی پوشاک پہنے ہوے عصاے پیری کے سہارے ایک جھروکے مین
> کھڑا ہوا تھا اور اسکی پگڑی مین بڑا الماس زمرد کا ٹنکا ہوا تھا، داد خواہون کی عرضیان لیتا جاتا تھا
> اور بلا عینک پڑھکر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اسکے ہشاش بشاش چہرے سے
> صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شادان و فرحان ہو۔[۲]

وہ دن مین دو تین دفعہ دربار عام کرتا تھا اور مطلق کسی کی روک ٹوک نہ تھی ادنیٰ سے ادنی جو چاہتا تھا کہتا تھا اور عالمگیر نہایت توجہ سے سنتا تھا۔[۳] مرزا کام بخش عالمگیر کا نہایت چہیتا بیٹا تھا، اسکے کوکہ پر قتل کا الزام قایم ہوا، عالمگیر نے حکم دیا کہ عدالت مین تحقیقات کی جائے کام بخش نے اسکی حمایت کی، عالمگیر نے دربار مین کام بخش کو بلا بھیجا کام بخش اسکو بھی ساتھ لاتا تھا اور اپنے آپ سے جدا نہین کرتا تھا، عالمگیر نے حکم دیا کہ کام بخش بھی کوکہ کے ساتھ قید کیا جاے چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔

---

[۱] ترجمہ لین پول صفحہ ۷۵۔

[۲] ترجمہ تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علی گڈھ صفحہ ۱۳۳ -

[۳] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۷۔

سنہ ۱۴ جلوس مطابق ۱۰۸۱ھ مین حسن ابدال کے سفر مین عالمگیر نے ایک دن ایک باغ مین قیام کیا دیوار کے نیچے ایک بڑھیا کا مکان تھا بڑھیا کی ایک پن چکی تھی جس مین باغ سے پانی آتا تھا سرکاری آدمیون نے پانی روکدیا اور پن چکی بند ہو گئی عالمگیر کو خبر ہوئی اسیوقت پانی کھلوا دیا، رات کو جب خاصہ پر بیٹھا تو دو قاب کھانے کے، اور ۵ اشرفیان شیخ ابوالخیر کو دین کہ جا کر بڑھیا کو دو اور میری طرف سے معذرت کرو کہ افسوس ہمارے آنے کی وجہ سے تمکو تکلیف ہوئی تم معاف کردو صبح کو پالکی بھیجکر بڑھیا کو بلوایا اور حرم مین بھیجا، دریافت سے معلوم ہوا کہ بڑھیا کی دو بن بیاہی بیٹیان اور دو بچے ہین، دو سو روپے عنایت کیے، مستورات نے اسکو زر و جواہر سے مالامال کر دیا، دو تین دن کے بعد پھر بلوایا اور لڑکی کے شادی کے لیے دو ہزار روپے عنایت فرمائے بیگمات اور شہزادون نے روپے اور اشرفیان برسادین یہانتک کہ چند روز کے بعد بڑھیا اچھی خاصی امیر ہو گئی[1]۔

درشن کے طریقہ کو اسنے نہایت سختی سے بند کیا تھا لیکن یہ اجازت دی کہ کوئی دادخواہ آئے تو اسکی عرضی رسّی مین باندھکر اوپر پہنچا دیجائے[2]۔

اس قسم کے سیکڑون واقعات ہین لیکن ایک آرٹیکل مین یہ تمام کارنامے سما نہین سکتے۔

عالمگیر کے رقعات پڑھو ہر ہر سطر مین نظر آتا ہی کہ کس تاکید، کس اہتمام، کس شفقت سے انصاف رسانی کے متعلق احکام، اور فرامین بھیجتا رہتا ہی، اور دل سے لگی ہی کہ ایک شخص کا بھی بال بیکا نہ ہونے پائے۔

بادشاہ پرستی کو مٹا

۸ - تیموری سلاطین اگرچہ درحقیقت شخصی حکومت کے بہتر سے بہتر نمونے تھے۔ لیکن حکومت کا نظام تمام تر بادشاہ پرستی پر مبنی تھا۔ بادشاہ ایک وجود مافوق الفطرۃ سے وہ خدا کا سایہ نہین بلکہ خدا کا مظہر ہو اکبر کی زیارت عبادت تھی اور ہر روز صبح کے وقت ایک جھروکے پر عبادت بجالاتا تھا۔

---

[1] آثر عالمگیری صفحہ ۱۲۲ و ۱۳۳ و ۱۴۲۔

[2] آثر عالمگیری صفحہ ۹۵۔

دربار میں بادشاہ کو علانیہ سجدہ کیا جاتا تھا شاہ جہان نے سجدہ بند کیا لیکن زمین بوس قائم کیا کہ وہ سجدہ کی دوسری صورت تھی، بادشاہ کے مصارف، خورونوش، لباس و پوشاک سیر و سفر، ان سب پر لاکھوں کروڑوں روپیے خرچ ہوتے تھے اور سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کے احکم الحاکمین کا یہ اصلی حق ہے، بادشاہ سے کوئی شخص بجز طریقۂ عبودیت کے عرض معروض نہیں کرسکتا تھا، غرض آسمان پر کوئی اور خدا ہو تو ہو لیکن دنیا کا خدا تو بادشاہی ہوتا تھا، اسی بنا پر تیمور کہا کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہی۔ زمین پر بھی ایک ہی بادشاہ ہونا چاہیے لیکن یہ طریقہ اسلام کے اصول کے بالکل خلاف تھا اسلام نے مساوات کا اصول قائم کیا تھا جسکی رو سے بادشاہ و رعایا، امیر و غریب، شریف و ذلیل، سبکا ایک درجہ ہی۔

جو طریقہ تیمور کے عہد سے شاہ جہان تک روز افزوں وسعت حاصل کرتا آیا تھا عالمگیر اسکو سرے سے بدل تو نہیں سکا لیکن نہایت کوشش کی کہ خدایانہ عظمت و جلال کا رنگ سلطنت کے چہرے سے اُتر جائے۔

۱۰۷۰ھ میں درشن کا طریقہ یعنی جو لوگ صبح کو بطور عبادت کے بادشاہ کا جمال مبارک دیکھنے آتے تھے اور جب تک زیارت نہیں کر لیتے تھے کچھ کھاتے پیتے نہ تھے اسکو قطعاً موقوف کر دیا[1]۔

دربار میں شعرا مقرر تھے جو بادشاہ کی مدح لکھکر لاتے تھے اور بادشاہ کو خدا کا ہمسر بناتے تھے، انکی بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی تھیں اور ایک شخص سبکا افسر یعنی ملک الشعرا ہوتا تھا، اسی سنہ میں عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی سرے سے بند کر دیا[2]،

نوروز کے جشن میں تمام امرا بادشاہ کی خدمت میں بڑی بڑی نذریں پیش کرتے تھے،

---

[1] خافی خان صفحہ ۲۱۳ حالات عالمگیر۔

[2] خافی خان ۱۲۔

بعض بعض نذرون کی تعداد کروڑ سے متجاوز ہو جاتی تھی۔ جہانگیر ان نذرون کو نہایت تفصیل سے مزہ لیکر لکھتا ہے۔ عالمگیر نے ۲۱ سنہ جلوس مطابق ۱۰۸۸ھ مین یہ طریقہ موقوف کر دیا آثر عالمگیری مین ہے۔ (صفحہ ۱۶۲)

بخشی الملک صفی خان مخاطب شد کہ ما جشن موقوف کردیم پیشکش امیر الامراء واپس دہند و دیگر نوئینان ہم نگذارند۔[1]

تکلفات سلطنت کا استیصال

دربار مین جسقدر تکلفات و رساز و سامان کیا جاتا تھا، سب بند کر دیا، یہانتک کہ چاندی کی دوات کے بجاے چینی کی دوات کا حکم دیا، انعام کی رقمین چاندی کی سینیون مین لاتے تھے، حکم دیا کہ سپر مین رکھکر لائین[2]، زربفت وغیرہ کے خلعت بھی موقوف کر دیے۔

دربار مین یہ خلاف ادب سمجھا جاتا تھا کہ کوئی کسی کو سلام کرے اسلیے صرف سر پر ہاتھ رکھدیتے تھے ۱۰۸۰ھ مین عالمگیر نے حکم دیا کہ اس طریقہ کے بجاے لوگ معمولاً سلام علیکم کہا کرین[3]،

عالمگیر نے مختلف موقعون پر صاف صاف اپنے طریق عمل سے جتا دیا کہ بادشاہ ایک معمولی آدمی ہے اسکے حقوق عام لوگون کے برابر ہین، ۱۶ سنہ جلوس مطابق ۱۰۸۳ھ مین عالمگیر بقرعید کی نماز کو جا رہا تھا۔ واپسی مین ایک شخص نے لکڑی پھینک کر ماری جو عالمگیر کے زانو پر آکر لگی، گرز بردار اسکو گرفتار کرکے لائے عالمگیر نے کہا، چھوڑ دو۔

۲۳ سنہ جلوس مین جب وہ جامع مسجد سے واپس آ رہا تھا ایک شخص تلوار علم کیے ہوے اسکی طرف دوڑا، لوگون نے گرفتار کر لیا، اور قتل کر دینا چاہا عالمگیر نے روکا اور ۸۰ روپیہ

---

[1] آثر عالمگیری صفحہ ۱۶۲۔

[2] آثر عالمگیری۔

[3] آثر عالمگیری۔

اسکا روزینہ مقرر کردیا (مآثر عالمگیری)

یہ واقعہ کسی اور بادشاہ کے ساتھ پیش آتا تو مجرم کے ٹکڑے اُڑا دیے گئے ہوتے؛

سلاطین سابق کے زمانہ مین بادشاہ کی جیب خرچ کے لیے کرورون روپے آمدنی کے علاقے مخصوص ہوتے تھے جنسے بادشاہ کے مصارف ادا ہوتے تھے، عالمگیر نے چند گانون اور چند نمک سار اپنے مصارف کے لیے مخصوص کرلیے تھے، باقی کو بیت المال قرار دیا[1]

اسکی زندگی بالکل سادی اور زاہدانہ تھی ٹورنیر نے اسکو ۱۶۶۵ء مین دیکھا تھا، وہ لکھتا ہی؛

"وہ نحیف و زار ہوگیا تھا اور اس لاغری مین اسکی روزہ داری نے اور اضافہ کردیا تھا"

لین پول صاحب لکھتے ہین-

"اورنگ زیب فرصت کے وقت کلاہین بنایا کرتا تھا"

کلاہون کا بنانا یقینی ہو یا نہ ہو لیکن اسقدر یقینی ہی کہ عالمگیر خود اپنے ہاتھ کی محنت سے اپنی خوراک بہم پہنچاتا تھا، اور یہ سب باتین، اسی طرز عمل کے مٹانے کے لیے تھین جس سے بادشاہ کا درجہ خدا کے قریب قریب قایم کردیا گیا تھا۔

۱۰ عالمگیر نے تعلیم اور درس و تدریس کو جسقدر ترقی دی تھی ہندوستان مین کبھی کسی عہد مین نہین ہوئی تھی ہر ہر شہر اور قصبہ مین، تمام علما اور فضلا کے وظایف اور روزینے مقرر تھے جسکی وجہ سے وہ مطمئن ہوکر تعلیم اور تعلم مین مشغول رہتے تھے اسکے ساتھ ہر جگہ طالب علمون کے لیے وظایف مقرر تھے، مآثر عالمگیری مین ہی؛

"در جمیع بلاد و قصبات این کشور وسیع، فضلا و مدرسان را بوظایف لایقہ از روزانہ و املاک کامیاب ساختہ

برا ے طلبہ علم وجوہ معیشت درخور حالت و استعداد مقرر فرمودہ اند" (صفحہ ۵۲۹)

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۹-

ندوۃ العلما کی نمایشگاہ علمی بین جو بنارس بین قایم ہوئی تھی، جنکے کثرت سے سلاطین تیموریہ کے عہد کے فرامین بہم پہونچائے تھے، انمین دو ثلث سے زیادہ عالمگیر کی فرامین تھے اور یہ کل فرامین کسی عالم یا درویش کی جاگیر یا مدد معاش کے متعلق تھے، اہل علم کے لیے وظایف کے لیے جو فرمان ہکو ہاتھ آتا تھا، عموماً عالمگیر کے دربار کا ہوتا تھا،

رفاہ عام کے کام

تمام ملک بین سرائین، کاروان سرا مسافرخانے بنوائے اور اکثر اضلاع بین طعام خانے قائم کیے کہ قحط کے وقت غربا کو مفت غلہ تقسیم کیا جاے۔

مذہبی حیثیت

عالمگیر کو اگرچہ خلافت کا دعویٰ نہ تھا تاہم وہ مسلمان بادشاہ تھا اور اُسکا فرض تھا کہ وہ حکومت مین اُسقدر اسلامی شان باقی رکھے جسقدر ایک اسلامی حکومت کے لیے اصل عنصر کے لحاظ سے ضروری ہی اکبر نے جس رنگ بین سلطنت کو رنگنا شروع کیا تھا، اور جسکی یادگارین شاہجہان کے زمانہ تک بھی باقی تھین وہ اگر قایم رہتا تو تیموری سلطنت ایک ہندو سلطنت بن چکی تھی، اسلامی شعار بالکل مٹ چکے تھے، لباس کا عام دستور کھیردار جامہ اور ہندوانی پگڑی تھی راجاؤن کی طرح، سلاطین زیور پہنتے تھے، دربار بین سلام وغیرہ کے بجاے سجدہ یا پالگی رایج تھی، یہ بے غیرتی اسقدر بڑھی کہ بے غیرت مسلمانون نے ہندوؤن کو لڑکیان دینی شروع کین چنانچہ اسکی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہین، عالمگیر نے عنان سلطنت ہاتھ مین لی تو

تبدیل سن

اسکا یہ فرض تھا کہ اسلامی شعائر دوبارہ قایم کرے، اسنے سب سے پہلے ۱۰۶۹ء مین یعنی تاریخ جلوس کی ایک ہی برس کے بعد سنہ شمسی کو جو پارسیون کی تقلید ستی قائم کیا گیا تھا قمری سے بدلدیا، یہ اگرچہ بظاہر معمولی سی بات ہی لیکن اسی قسم کی معمولی باتون سے دنیا مین سیکڑون قومین بنین اور فنا ہوگئین۔

درشن کا طریقہ

درشن کا طریقہ بالکل اسلام کے مخالف تھا، اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہی ہی

کہ اُسنے انسان کو ہمیشہ انسان کے درجہ پر رکھا، کبھی کسی انسان کی پرستش اور عبادت کی اجازت نہین دی لیکن درشن کا طریقہ صریح ایک قسم کی عبادت تھی۔ چنانچہ عالمگیر نے ۱۰۷۹ھ مین اسکو سرے سے بند کر دیا۔

سلام علیک کا طریقہ

۱۰۷۰ھ مین سلام مسنون کا طریقہ جاری کیا اور حکم دیا کہ عام طور پر مسلمان آپس مین ملنے جُلنے کے وقت یہی طریقہ برتین،

گانا بجانا بھی دربار کا ایک لازمہ قرار پا گیا تھا، اور ہر روز ایک وقت معین تک دربارشاہی، رقص و سرود کا تماشاگاہ بن جاتا تھا،

عالمگیر اگرچہ خود جیسا کہ آثر عالمگیری مین بہ تصریح لکھا ہی فن موسیقی کا ماہر تھا، لیکن نزاہیر کے ساتھ گانا چونکہ شرعًا ممنوع ہی اور دربارشاہی کی شان کے بالکل خلاف ہی عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی بند کر دیا، گویون نے اسپر ایک مصنوعی جنازہ نکالا، عالمگیر نے دیکھکر کہا ہان مگر ایسا دفن کرنا کہ پھر نہ اُٹھے۔

احتساب

احتساب کا مستقل محکمہ قائم کیا، اور تمام اضلاع مین محتسب مقرر کیے جن کا کام یہ تھا کہ لوگون کو منہیات اور ممنوعات سے باز رکھتے تھے، اس محکمہ کے افسر ملا وجیہ الدین تھے۔

مساجد کا انتظام

تمام ممالک مین جسقدر مسجدین تھین، سب مین امام، موذن، خطیب مقرر کیے جنکی تنخواہین سرکاری خزانے سے ملتی تھین[۱]،

فتاوی عالمگیری

سب سے مقدم کام یہ تھا کہ شرعی مقدمات کے فیصلہ کے لیے کوئی ایسی جامع مانع کتاب فقہ کی موجود نہ تھی جس مین تمام مفتی بہ مسائل جمع کر دیے گئے ہون اور جنسے ہر شخص بہ آسانی مسائل کا استخراج کر سکے، عالمگیر نے تمام علما و فضلا کو جمع کر کے تصنیف کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا

[۱] آثر عالمگیری صفحہ ۵۲۹۔

جسکے افسر ملا نظام تھے، اس کام کے لیے شاہی کتب خانہ جسمین بیشمار کتابین فراہم تھین وقف کردین، کئی برس کی لگاتار محنت کے بعد وہ کتاب طیار ہوئی جو آج عالمگیری کے نام سے مشہور ہی اور عرب و روم مین فتاوای ہندیہ کہلاتی ہی۔ باوجود اسکے کہ علما کی تنخواہین کچھ بہت زیادہ نہ تھین چنانچہ جیسے مآثر الامرا مین کسی کا روزینہ تین روپیہ سے زیادہ نہین لکھا ہی تاہم دو لاکھ روپے صرف ہوگئے اس کتاب کا یہ خاص امتیازی وصف ہی کہ جو مسائل تمام کتب فقہ مین پیچیدہ الفاظ مین پائے جاتے تھے ان کو اسقدر آسان کرکے لکھا ہی کہ ایک بچہ تک سمجھ سکتا ہی۔

تعلیم و بنا

فقہ اور حدیث کی تعلیم کو نہایت رواج دیا ایک ایک قصبہ مین مذہبی علماء علوم مذہبی کی درس تدریس مین مشغول تھے اور انکو سرکار کی طرف سے وظیفے ملتے تھے،

خود بھی اوامر و نواہی کا نہایت پابند تھا ہمیشہ باوضو رہتا تھا، ہمیشہ نماز جماعت سے پڑھتا تھا ہفتہ مین ہمیشہ تین دن کے روزے رکھتا تھا، عیش و نشاط کی مجلسون مین کبھی شریک نہین ہوا،

ایک عجیب بات یہ ہی کہ باوجود اس دینداری اور مذہبی وارفتگی کے وہ ظاہر پرست اور سریع الاعتقاد نہ تھا، اسکی دینداری دیکھکر شریف مکہ نے کئی دفعہ اپنے سفیر بھیجے اسپر عالمگیر ایک رقعہ مین لکھتا ہی،

شریف مکہ معظمہ در ہندوستان دولت بیشمار شنیدہ ہر سال برائے طلب نفع خود ایلچی می فرستد، این مبلغان کرمی فرستیم برائے مستحقین ست، بجہت او فکرے، بجا باید نمود کہ بہ آن جماعت برسد دوست این شلف حق ایران نرسد۔
یعنی شریف مکہ ۱۲

۱ے مآثر عالمگیری خاتمہ۔

ذاتی اوصاف

شجاعت و بہادری | تیمور کے خون مین سب سے پہلے شجاعت کی گرمی کا اثر ڈھونڈھنا چاہیئے عالمگیر اِس وراثت کا سب سے بڑا حصہ دار ہی تیمور کی نسل بابر سے شاہ جہان تک شجاعت اور بہادری کا مرقع ہی جس مین ایک دوسرے سے ممتاز نہین نظر آسکتا، اکبر مست ہاتھیون کو مین لڑنے کی حالت مین سونڈ پکڑ کر پیچھے ہٹا دیتا تھا، شاہجہان نے شاہزادگی مین تلوار سے شیر مارا ہی، لیکن عالمگیر کی شجاعت کے خط و خال اِس موقع مین بھی نمایان ترمین؛ وہ جب چودہ برس کا تھا تو ایک موقع پر جب **شاہ جہان** ہاتھیون کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا ایک ہاتھی فوج کی طرف ٹوٹ پڑا، اور مطلع صاف تھا، لیکن عالمگیر پہاڑ کی طرح اپنی جگہہ سے نہ ہلا، اور ہاتھی سے معرکہ آرا ہوا ہاتھی نے اسکے گھوڑے کو سونڈ مین پکڑ کر دور پھینکدیا، عالمگیر لوٹ پوٹ کر اُٹھا اور بڑھکر ہاتھی پر تلوار ماری اس معرکہ کو تمام مورخین نے تفصیل سے لکھا ہی ابو طالب کلیم ملک الشعراے شاہ جہان بھی اس موقع پر موجود تھا، اُسنے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہی، چنانچہ چند اشعار ہم اس موقع پر نقل کرتے ہین،

بہ معانی گوش ارباب ہوش	یکی قصہ دارم من دار گوش
ز مردم من این نقل شنیدہ ام	من از دل شنیدم دل از دیدہ ام
چو آرا ید این قصہ ہنگامہ را	شمارند افسانہ شہنامہ را
صباحے شہنشاہ گیتی فروز	شہ معدلت گستر ظلم سوز
بدرشن بر آمد چو خور بر سپہر	جہان از رخش غرق انوار مہر
خلایق چو بعد از زمین بوس شاہ	اگر فتند در خورد خود جایگاہ
بہ فیلان جنگی چو نوبت رسید	دران عرصہ آمد قیامت پدید

فتادند فیلان جنگی بہم / سپہ جنگ خرطوم باشد علم
دو دیو از قضا زان دو فیل مہیب / یکے سوے شہزادہ اورنگ زیب
بمردی ز جا یکسر مو نشد / درا و چنین سیل کہسار شد
یکی نیزۂ برق سان تافتہ / نظر از رگ غیرتش یافتہ
و قدرت چنان زد بہ پیشانیش / کہ جست از قضا برق رخشانیش
دران کوہ پیکر نہان شد سنان / دگر بار در رفت آہن بہ کان
ز خرطوم انداخت پیچان کمند / فتاد اسپ شہزادہ در پیل بند
گرفت اسپ شہزادہ بر روے سوار / ز بیم آب شد زہرۂ روزگار
بیفشرد بر اسپ دندان کین / بر آمد خروشش از زمان و زمین
چو در اسپ سامان جولان ندید / چو شہبازے از خانۂ زین پرید
ہمان دم کہ بر خاک پا را فشرد / روان دست جرأت بہ شمشیر برد
علم کردہ شمشیر بر وے دوید / گران سوے فیل غنیمش رسید
چو بنود پسندیدۂ پر دلان / کہ گیرد یکی را دو تن درمیان
ندوے مروت از و دست داشت / بہ پیکار پیل غنیمش گذاشت

شاہجہان یہ رودبدل خود دیکھ رہا تھا ہاتھی ہٹا تو عالمگیر کو بلا کر سینہ سے لپٹا لیا اور اسپر سے موتی اور روپے نچھاور کیے ۔

دارا شکوہ کی جنگ مین وہ ۲۵-۳۰ ہزار سے ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیدل فوج کے مقابلہ مین معرکہ آرا ہوا، اور جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو اسکے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے اُسوقت اُسنے جو شجاعت ظاہر کی ہی اسکو لین پول ان الفاظ مین لکھتا ہی

جنگ کی یہ نازک حالت ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ اورنگ زیب کو ہزیمت ہو کیونکہ

دسکی چیدہ سے چیدہ رسالے پس پا ہو چکے تھے اور وہ تنہا کھڑا ہوا تھا اور

مشکل سے ایک ہزار آدمی اسکے گرد ہونگے اور انکو بھی دارا کے حملون کا

انتظار تھا اس سے زیادہ مستقل رستانہ شجاعت کی کبھی جانچ نہ ہوئی ہوگی لیکن

اورنگ زیب بدن مین بجائے پٹھون کے فولاد کے تار تھے"

صرف اورنگ زیب کی شجاعت تھی جسنے ایک ہزار کو ایک لاکھ پر فتح دی،

عالمگیر کی اس جرأت انگیز شجاعت، اور اس تعجب خیز عزم و ثبات، کو بڑھاپا، کمزوری،

مصائب سفر، تواتر حوادث، کوئی چیز کم نہ کر سکی، سنہ ۱۱۱۰ھ مطابق ۱۶۹۹ء مین جب بمقام ستارا مرہٹون

نے ایک سرنگ اڑائی اور فوج مین بربادی پھیلی تو یہ بیاسی برس کا بوڑھا شاہنشاہ جھٹ

گھوڑے پر چڑھکر مقام حادثہ پر پہنچا × آدمیون کی لاشون کا ڈھیر لگوایا اور چاہتا تھا کہ حملہ

کی سرداری خود کرے لیکن بڑی دقت سے اسکو اس ارادہ سے باز رکھا گیا اب بھی وہ وہی

سامانگڈھ کا جوان تھا جسنے اپنے ہاتھی کے پاؤن مین بیڑیان ڈلوادی تھین"

یہ لین پول کے الفاظ ہین خافی خان اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتا ہے،

چون دانستند کہ مبارزان قلعہ کشا حوصلہ باختہ اند خود بدولت بر اسپ ×

سوار شدہ × بر سر کار آمدہ فرمودند کہ لاشہ مردہا را بالائے ہم فراہم آوردہ

سینہا را سپر تیر بلا ساختہ × قدم یورش پیش گذارند، چون در مردم اثر حرف

شنیدن مشاہدہ ننمودند خواستند خود بذات شریف × پیش قدم بہادران

جان نثار گردند، ارکان سلطنت بہ الحاح و تضرع ازین جرأت مانع آمدند"

یہ وقت تھا کہ ہزارون آدمی سرنگ کے اڑنے سے برباد ہوگئے تھے اور فوج نے حملہ کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا"

عالمگیر کے عزم و ثبات کی تصویرین سیکڑون مرقعون مین مل سکتی ہین جن مین ایک یہ بھی ہو کہ جب وہ شاہزادگی کے زمانہ مین بلخ کی مہم پر گیا تھا اور عبدالعزیز خان سے معرکہ آرا تھا تو عین حالت جنگ مین نماز ظہر کا وقت آگیا، دشمن کی فوجین چارون طرف سے تیر برسا رہی تھین یہ استقلال کا دیوتا گھوڑے سے بہ کمالِ متانت اترا، نماز کی صف قائم کی، سکون و اطمینان کے ساتھ فرائض اور نوافل ادا کیے۔ عبدالعزیز خان یہ حیرت انگیز سمان دیکھکر لڑائی سے ہٹ گیا کہ ایسے شخص سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہی۔[1]

الفنسٹن صاحب کی زبان سے عالمگیر کی تعریف مین ایک لفظ بھی نکلنا عالمگیر کی قسمت کی یاوری ہی تاہم صاحب موصوف نے عالمگیر کی استقلال کا ایک جدا عنوان قائم کیا ہی جن مین تفصیل سے واقعات لکھے ہین، اور انپر سخت حیرت ظاہر کی ہے ہم طول کے لحاظ قلم انداز کرتے ہین، فوج کے سب سے دلاور سپاہی بارھہ کے سادات گنے جاتے تھے اور اسمین شبہہ نہین کہ تیموریون کے اکثر معرکے انھی نے سر کیے ہین، ایک موقع پر ان سب لوگون نے درباریون سے خانہ جنگی کی، عالمگیر نے حکم دیا کہ قاضی کے محکمہ مین مقدمہ پیش ہو، سادات نے کہا، ہم اپنا فیصلہ خود کرینگے، عالمگیر نے آستین چڑھاکر کہا جو لوگ میری تلوار کا مزہ چکھ چکے ہین وہ شریعت کے حکم کے مقابلہ مین ایسے الفاظ مونہہ سے نکالتے ہین کہدو سب ملکر آئین یہ کہکر حکم دیا کہ بارھہ وغیرہ پر جسقدر سادات بارھہ مین سب برطرف کر دیے جائین، سادات کا وہ تمام غرور جاتا رہا، شہزادہ اکبر نے جب بغاوت کی ہی اور ستر ہزار راجپوتون کو لیکر قریب آگیا تو عالمگیر کے ساتھ صرف ایک ہزار فوج تھی، باقی فوجین نہایت دور دراز مقامات پر تھین، لیکن عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہ پڑی اور بالآخر شہزادہ خود پسپا ہو کر چلا گیا،

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۰۳۔

شہزادہ اعظم شاہ جسکی دلیری اور بہادری کا تمام ملک مین سکہ بیٹھا ہوا تھا اسکے
ساتھ جو معاملہ گذرا، عام طور پر مشہور ہی جسکا یہ اثر تھا کہ اسکے بعد جب عالمگیر کا خط آتا تھا تو
شہزادہ کا رنگ زرد پڑجاتا تھا اس قسم کے بیشمار واقعات ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا،

عالمگیر تیغ و قلم دونون کا مالک تھا، اسکی انشا پردازی کی داد منالفون تک نے
دی ہی اسکے رقعے باوجود اسکے کہ واقعات کا ذخیرہ قصہ طلب حوالون کا مجموعہ جغرافیانہ
اطلاعون کی یادداشت ہین تاہم ادائے مطلب کی قدرت، عبارت کی سادگی، فقرون کی
ہمواری، مطالب کا اختصار، پہلو بہ پہلو جملے دلنشین ترکیبین نہایت حیرت انگیز ہین یہانتک
کہ اردو کے سب سے بڑے انشا پرداز مولوی محمد حسین آزاد کو بھی بادل ناخواستہ یہ جملے لکھنے پڑے،
عالمگیر کے رقعات سے، انشا پردازی کے علاوہ اسکی وسعت معلومات، مسائل دینیہ
کی اطلاع عام باخبری خوش مذاقی اور حسن انتخاب کا بھی اندازہ ہوتا ہی۔

عالمگیر کے عام اخلاق وعادات یہ تھے کہ نہایت سنجیدہ اور متین تھا، کبھی نامناسب
لفظ اسکی زبان سے نہین نکلتا تھا، نہایت رحیم اور وسیع الظرف تھا۔ اہل کمال کا نہایت
قدردان تھا، لوگون سے نہایت اخلاق سے پیش آتا تھا، نہایت خشک زاہدانہ زندگی
بسر کرتا تھا، لہو ولعب کی باتون سے قطعًا محترز تھا،

تم کو حیرت ہوگی کہ ان کمالات کا شخص اسقدر کامیاب کیون نہ ہوا جسقدر ہونا
چاہیے تھا اسکی چند وجہین ہین،

۱ اسکی اولاد لایق نہ ہوئی اسکا جانشین بہادر شاہ دوپہر چڑھے دن کو سوکر
اُٹھتا تھا، اس سے اسکے اور اوصاف کا اندازہ ہوسکتا ہی،

۲ باوجود ان تمام خوبیون کے، عالمگیر مین یہ بڑا عیب تھا کہ وہ اپنی ذاتی شجاعت

اور استقلال کی وجہ سے کسیکو خاطر مین نہین لاتا تھا اور اسوجہ سے کسیکو وہ اپنا دوست نہین بنا سکا،

۳ مرہٹون کے تعاقب مین اسنے زائداز ضرورت اپنی کوشش صرف کی۔

۴ مزاج مین سخت کفایت شعاری تھی، یہہ وصف حضرت عمر فاروق کے جانشین کے لیے گو موزون ہی لیکن شاہ جہان کے تخت پر بیٹھنے کے لیے کام نہین آسکتا تھا۔

غرض عالمگیر کی جو تصویر اسکے مخالفون نے کھینچی ہی، اسمین تو تمام تر، تعصب اور عداوت کا رنگ بھر گیا ہی، لیکن یہ کہنا بھی بالکل مبالغہ ہی کہ وہ انسانی کمزوریون سے پاک تھا، باوجود ان تمام خوبیون کے جو اسمین تھین ہم تیموری سلاطین کی فہرست مین وہی درجہ اسکو دے سکتے ہین جو اسکو ترتیب شمار کی رو سے حاصل تھا۔ تاہم عام اسلامی دنیا مین اسکے بعد آجتک کوئی اسکے برابر کا شخص بھی نہین پیدا ہوا،

شبلی نعمانی

۷ مارچ ۱۹۰۸ء

ندوۃ العلما

لکھنؤ

لارڈ کالون

یا

سر ولیم ٹومسن

ہمارے علما اور طلبا کو ارسطو، فلاطون، سقراط، بقراط کے نام اور اُن کے کارنامے اس طرح حفظ ہین کہ مذہبی پیشواؤن کے بھی نہ ہونگے لیکن یورپ کے موجودہ حکما، اور انکی ایجادات اور اختراعات سے اسقدر بیخبر ہین کہ ان کو ایزک، ٹیلر، ڈیکارٹ، پاسٹور، ہیکل، تو اُن کا نام تک معلوم نہین چونکہ ندوہ کا ایک مقصد دونون مذاقون کا باہم آشنا کرنا ہی، اسلیے ہم چاہتے ہین کہ وقتاً فوقتاً یورپ کے علما اور اُنکے تحقیقات سے بھی الندوہ کے ناظرین متمتع ہوتے رہین مضمون ذیل، اسی سلسلہ کا ایک ابتدائی خاکہ ہی۔

لارڈ کالون ۲۶ - جون ۱۸۲۴ء کو انگلینڈ کے مشہور شہر بلفاسٹ، مین پیدا ہوا تھا، جو عام شہرت کے لحاظ سے آئرلینڈ کا دوسرا شہر ہی، لارڈ کالون کا باپ، جیمس ٹومسن ایک متوسط الحال آدمی تھا، جسنے نہایت کوشش اور محنت کے بعد اتنی لیاقت پیدا کر لی تھی کہ ایجوکیشنل لائن مین داخل ہو سکے اپنے شہر ہی کے ایک اسکول مین معلم تھا، اوسکی دلی خواہش تو یہ تھی کہ وہ کالج کی تعلیم حاصل کرے مگر اوسکی مالی حالت اوسکو اسکی اجازت نہین دیتی تھی، آخر فلاسفی شوق کو نہ دبا سکا، اسنے اپنے سال کے دو حصے کر دیے، ایام گرما مین اپنے مقامی اسکول مین معلمی کرتا تھا اور جاڑے مین گلاسکو جا کر خود تعلیم حاصل کرتا تھا یہانتک کہ اسی طرح اسنے ڈاکٹر کا خطاب حاصل کر لیا، اسی اثنا مین بلفاسٹ کالج قائم ہوا جہان جیمس ٹومسن ریاضیات کا پروفیسر مقرر ہو گیا، اسکے چند سال کے بعد ۱۸۳۲ء مین

گلاسکو یونیورسٹی مین متھمیٹکس کا پروفیسر ہوگیا جیمس نے ریاضیات مین ایک خاص شہرت حاصل کی تھی علم حساب ورجبر ومقابلہ مین اسنے کچھ مسائل کا اضافہ بھی کیا،

جیمس کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام جیمس تھا اور چھوٹے کا نام ولیم، جیمس کو اپنے باپ جیمس ٹومسن کی طرح ریاضیات سے ایک خاص مناسبت تھی چند سال تک گلاسکو یونیورسٹی مین ہندسہ کا پروفیسر رہا، طبیعیات مین اسکا ایک عظیم الشان کارنامہ ہی،

ٹومسن جب گلاسکو آیا تھا تو اوسکا چھوٹا بیٹا ولیم جو آگے چلکر لارڈ کالون ہوا صرف آٹھ برس کا تھا، اسوقت تک اور اسکے بعد اور دو برس تک ولیم اپنے باپ ہی کے آغوش تعلیم مین تربیت پاتا رہا، لائق باپ کی تعلیم نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ ولیم دس برس کی عمر مین گلاسکو یونیورسٹی مین داخل ہونے کے لائق ہوگیا اور تھوڑے دن کی محنت مین اپنے تمام کلاس مین ریاضیات اور نیچرل سائنس مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا،

اسی زمانے مین اسنے "زمین کی شکل" پر ایک مضمون لکھا تھا جس سے اوسکی طبیعت کی آیندہ بلند پروازی کا اندازہ ہوتا تھا، تھوڑے دن کے بعد گلاسکو یونیورسٹی سے کیمبرج یونیورسٹی مین چلا آیا، ابھی اٹھارہ برس سے اسکی زیادہ عمر نہ تھی کہ اسنے کیمبرج اینڈ ڈبلن متھمیٹکس پیپر مین متعدد علمی مضامین لکھے جن مین سے بعض کے عنوان یہ تھے، حرارت اور اسکی حرکت، کہربائیت، اپنی عمر کے اکیسوین برس مین ہائی متھمیٹکس کے امتحان مین ایک طالبعلم کے سوا سیکڑون طلبا سے گوے سبقت لے گیا، جسکے صلہ مین اوسکو ایک گرانبہا انعام ملا اور سینٹ پیٹر کالج کا ممبر ہوگیا،

یہان سے ریاضیات کی سند حاصل کرکے ولیم پیرس چلا گیا، جہان وہ کچھ دنون رینل کے کیمیاوی کارخانہ مین کچھ کام کرتا رہا ۱۸۴۶ع مین جبکہ وہ ۲۲ سال کا تھا

گلاسکو یونیورسٹی مین نیچرل سائنس کا پروفیسر ہوگیا، اور اس اثنا مین "کیمبرج اینڈ ڈبلن میتھمیٹکس پیپر" کا اڈیٹر بھی مقرر کیا گیا، اس اخبار کی اسنے سات برس اڈیٹری کی، ۱۸۴۷ء مین اوکسفورڈ کی علمی مجلس مین اسنے مشہور فلاسفر جول سے ملاقات کی، ولیم ان دونون اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا کہ حرارت کیا چیز ہی اور اوسکو حرکت سے کیا تعلق ہی؟ اس اتفاقی تعارف پر دونون نے ملکر اس مسئلہ کی تحقیق شروع کی اور چالیس برس تک دونون ایک دوسرے کی امداد سے فائدہ اٹھاتے رہے -

ولیم نے بڑے بڑے اکتشافات اور ایجادات اور بہت سے علمی خدمات انجام دئے، حکومت نے ان خدمات کی یہ قدر کی کہ اوسنے ولیم کو سر خطاب دیا لیکن ولیم کی جلالت شان اس سے زیادہ بلند تھی اسلیے ۱۸۹۲ء مین انگریزی گورنمنٹ نے ولیم کو لارڈ کالون کے نام سے یاد کیا، فرانس، جرمن، بلجیم کی سلطنتون نے تمغے بھیجے، بولونیا، اوکسفورڈ، کیمبرج، گلاسکو، ڈبلن ہیڈلبرگ، مونٹریل کی یونیورسٹیون سے بڑی بڑی ڈگریان حاصل کین، دنیا کی تمام مشہور علمی انجمنون کا ممبر ہوا، ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۵ء تک رائل ایسوسی ایشن کا پریسیڈنٹ رہا، ۱۸۷۱ء مین اڈنبرگ کی سائنٹفک ایسوسی ایشن کا پریسیڈنٹ مقرر ہوا اور دوسرے سال پھر دوبارہ پریسیڈنٹ منتخب ہوا، اسکے سوا اسنے اور بہت سی اعزازی ڈگریان، رتبے، تمغے، حاصل کئے،

لارڈ کالون کو جو اعزازات حاصل ہوئے اونمین سے سب سے زیادہ قابل فخر اعزاز ۱۸۹۶ء مین لارڈ کالون کی رسم جوبلی تھی جو گلاسکو مین منعقد ہوئی تھی جسمین تمام مہذب دنیا کے علما اور ارباب علم شریک تھے برٹن اور آئرلینڈ کی یونیورسٹی اور تمام مشہور یونیورسٹیون نے اپنی طرف سے اس جلسہ مین شریک ہونے کے لیے وکلا بھیجے کوئن وکٹوریہ، اور موجودہ شہنشاہ ہند نے تہنیت نامے بھیجے، فرانس کی علمی مجلس نے ولیم کو وہ اعزازی تمغہ بخشا جو ولیم سے پہلے صرف پاسٹر کو ملا تھا،

بحری ٹیلیگراف کی کمپنی نے ایک دور دراز مقام سے پیغام تہنیت بھیجا، اس دور و دراز مقام کی مسافت گلاسکو سے کل محیط ارض کے ۲/۳ درجہ کے برابر تھی اور صرف ساڑھے سات منٹ مین یہ تار برقی گلاسکو پہونچی، ۱۹۰۲ء مین انگریزی حکومت نے اسکو مرتبۂ اعلا استحقاق کا اعزاز بخشا، ۱۹۰۴ء مین گلاسکو یونیورسٹی کا پرنسپل مقرر ہوا،

لارڈ کالون باوجود اِن اعزازات کے جن مین سے ایک ایک انسانی دماغ کو مغرور بنانے کے لئے کافی تھا، غرور و نخوت سے بمراحل دور تھا، اپنے شاگردون کو اُسی طرح مخاطب کرتا تھا جس طرح کسی دوست یا معاصر کو،

با وجود اس کثرت معلومات واکتشافات کے وہ اپنی کم علمی کا اعتراف کرتا تھا، اسنے اپنی رسم جوبلی کے دن جو تقریر کی تھی اوسکا ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ "مین نے ایک مدت تک علم کی خدمت کی ہے اور کر رہا ہون لیکن افسوس ہے کہ اب تک کہربائیت اور کشش یا مادہ اور کشش کیمیاوی یا ایتھر اور کہربائیت کے باہمی تناسب کے متعلق مین اُس سے کچھ زیادہ نہ جان سکا جو مین اس سے پچپن برس پہلے اوسوقت جانتا تھا جب مین نے اپنے شاگردون کے سامنے پہلا لکچر دیا تھا،

لارڈ کالون روحانیت کا سخت منکر تھا، روحانیت کے عقیدہ مندون کو وہ مجنون سمجھتا تھا زیادہ تر وہ مادہ اور اوسکے خواص کا معتقد تھا جیسا کہ اوسکے ذیل کی فہرست اکتشافات سے ظاہر ہوگا،

لارڈ کالون کے کارنامے

حرارت اور حرکت لارڈ کالون کی طبیعی تحقیقات کا سلسلہ مسئلۂ حرارت سے شروع ہوا، کالون سے پہلے جو علماے طبعیات تھے جن مین سب سے زیادہ مشہور کارنو ہے انکا خیال تھا کہ حرارت ایک مادی شے ہے جو ایک جسم سے دوسرے جسم مین اس طرح منتقل ہوتی ہے جس طرح غبار کے ذرے فضاے ہوا مین، جول نے اسکے بعد جو تحقیقات کی اوسکا ماحصل یہ تھا کہ حرارت کو حرکت سے

بہت بڑا تعلق ہی اور حرارت دراصل خود مادی شے نہین ہی بلکہ حرارت مادہ میں ایک قسم کی حرکت کا نام ہی
لارڈ کالون نے متعدد آرٹکل مین ریاضی دلائل سے یہ ثابت کیا کہ جس طرح سیال
اور گیس مین تموجی بہاؤ مین اہتزازی حرکت ہوتی ہی اسی طرح مادہ کے ذرات مین ایک اور قسم کی
حرکت ہوتی ہی جسکو ہم حرارت کہتے ہین، اس مسئلہ کی تحقیق مین ایک اور اہم مسئلہ بھی طے ہوا کہ
دنیا کی موجودہ کائنات ایک دن فنا ہو جانے والی ہی، کیونکہ مسئلہ حرارت کی اثناے تحقیقات مین یہ
بات ثابت ہوئی کہ قواے طبیعیہ یعنی حرارت، روشنی، کہربائیت، کشش، جب ایک شکل چھوڑ کر دوسری
شکل اختیار کرتے ہین تو اونمین حرکت پیدا ہوتی ہی حرکت، حرارت پیدا کرتی ہی اور حرارت شعاع
بنکر منتشر ہو جاتی ہی، اسی طرح رفتہ رفتہ کائنات کا خزانۂ حرارت ایک دن خالی ہو جائیگا، اور مادہ سے
زندگی معدوم ہو جائیگی، کیونکہ مادہ اپنی زندگی مین کبھی حرارت سے بے نیاز نہین ہو سکتا،

بحری ٹیلیگراف لارڈ کالون کی زندگی کا بہترین کارنامہ یہ ہی کہ اوسنے بحر اوقیانوس کے نیچے جو امریکہ کو قدیم
دنیا سے علحدہ کرتا ہی یورپ اور امریکہ کے درمیان سلسلۂ تار برقی قائم کرنے مین کامیابی حاصل کی، علماے
علم البرق کا خیال تھا کہ چونکہ یورپ اور امریکہ مین بہت بڑا فاصلہ ہی اسلیے دریاے اوقیانوس کے نیچے نیچے
کوئی بحری ٹیلیگراف کا سلسلہ نہین قائم ہو سکتا، لارڈ کالون جب بحر اٹلانٹک کے ٹیلیگراف کمپنی مین
مینیجنگ ڈائرکٹر تھا تو اوسنے ۱۸۵۶ء مین یہ دعوی کیا کہ یورپ و امریکہ کے درمیان بحری ٹیلیگراف کا سلسلہ
قائم ہو سکتا ہے اور اُسنے دلائل سے ثابت کر دیا کہ اوقیانوس کے نیچے بھی برقی قوت کام کر سکتی ہے،
چنانچہ بحری کمپنیون نے بحر اوقیانوس کے نیچے یورپ اور امریکہ کے درمیان سلسلۂ تار برقی قائم کر لیا
اور اب دنیا دیکھ رہی ہی کہ کیونکر یورپ سے امریکہ منٹون مین خبرین پہونچتی ہین، اس کامیابی پر اُسنے
ایک اور برقی آلہ ایجاد کیا جس سے ٹیلیگرام کے لفافہ بند کیے جاتے ہین یہ آلہ آجکل تمام بحری ٹیلیگراف کی کمپنیون مین مستعمل ہی
ٹامسن (لارڈ کالون) نے اس بحری ٹیلیگراف مین جب کامیابی حاصل کی تو انگلش گورنمنٹ نے

ٹامسن کو نائٹ کا درجہ اور سر کا خطاب دیا اسی زمانہ سے ٹامسن سر ولیم ٹامسن کے نام سے مشہور ہوا

سر ولیم ٹامسن کی علم الکہربائیت کی اس ممتاز لیاقت کا جب عام شہرہ ہوا تو برازیل، ویسٹ انڈیا اور اٹلانٹک کی مشہور بحری ٹیلیگراف کمپنیون کا مینیجنگ انجنیر مقرر ہوا، اس طرح وسعت کی بہت اور صنف چند کہربائی آلے ایجاد کیے

قطب نما

لارڈ کالون کو بحری سفر کا بہت شوق تھا اور لڑکپن ہی سے اوسکو ہر چیز کو غور سے دیکھنے کی عادت تھی اسلئے اوسنے اکثر جہاز کے بعض آلات مین کچھ نہ کچھ نقص دیکھا جسکو دور کرنے کی اوسنے کوشش کی اور کامیاب ہوا قطب نما جس سے جہاز رانی مین سمت دریافت کرنے مین بڑی مدد ملتی ہی اوسکی ایک سوئی مقناطیس کی ہوتی ہی اس مقناطیس کی سوئی پر جہاز کے اور آہنی آلات کی کشش کا اثر پڑتا تھا جسکی وجہ سے بالکل ٹھیک سمت دریافت نہین ہوتی تھی، لارڈ کالون نے ایک قطب نما بنایا جس سے یہ عیب بہت کچھ دور ہو گیا، یہ قطب نما اب تمام جہازون مین مستعمل ہی، سمت دریافت کرنے کے لئے ایک حساب کا طریقہ دریافت کیا جس سے بہت آسانی سے سمت کا پتہ چل جاتا ہی،

دریا کی گہرائی دریافت کرنے کا آلہ

جہاز کے کپتانون کو پانی کے عمق جاننے کی سخت ضرورت ہی پہلے ایک معمولی آلہ تھا جس سے دریا کی گہرائی دریافت کی جاتی تھی مگر زیادہ گہرائی مین یہ آلہ بیکار ہو جاتا تھا، لارڈ کالون نے اس غرض کے لئے جو آلہ بنایا ہی وہ چھ سو فٹ کی گہرائی تک کام کر سکتا ہی، لارڈ کالون نے جہاز کے متعلق اور بہت سے آلات بنائے ہین جن سے طوفان موج کی بلندی اور دریا کے جزر و مد کا حال معلوم ہوتا ہی،

زمین کا اندرونی حصہ

علماے طبیعیات کا خیال تھا کہ زمین کا اندرونی حصہ سیال اور پگھلا ہوا ہے، کیونکہ اونکی رائے تھی کہ جسقدر کسی چیز کا عمق زیادہ ہوگا اوسیقدر اوسمین حرارت زیادہ ہوگی، اس بنا پر اونکا خیال تھا کہ ایک معین درجہ کی گہرائی تک اتنی حرارت پیدا ہو جاتی ہی جو سخت سے سخت معدنی مادہ کو پگھلا سکے اسلئے اونکے اصول سے زمین کا اندرونی حصہ سیال اور پگھلا ہوا ہونا ایک لازمی امر تھا اپنے اس دعوے پر اونکو ایک مشاہدۃ دلیل یہ ملی کہ آتش فشان پہاڑ کی چوٹیان اکثر سیال اور گداختہ ہی مادہ اگلتی ہین،

لارڈ کالون کا خیال اسکے بالکل مخالف ہو وہ کہتا ہی کہ زمین کے اندرونی حصہ کا گداختہ اور سیال ہونا ممکن ہی نہین کیونکہ اس حالت مین زمین دوری حرکت نہین کرسکتی، جس طرح تم دیکھتے ہو کہ سیٔے انڈون کا اندرونی حصہ دوری حرکت نہین کرتا، جارج ڈارون نے بھی لارڈ کالون کی تائید کی، بلکہ اُسکے ساتھ اسنے یہ بھی دعویٰ کیا کہ زمین کا اندرونی حصہ اُسکے بالائی حصہ سے زیادہ سخت ہونا چاہیے. ڈارون نے مخالفین کے اس اعتراض کا بھی جواب دیا کہ باوجود غیر معمولی حرارت موجود ہونے کے زمین کا اندرونی مادہ کیون نہ پگھلا،

مسئلۂ حیات | گذشتہ صدی کے آخری حصہ مین علماء طبعیات مین یہ بحث پیدا ہوئی کہ زندگی کیا چیز ہی اور حیوان دراصل بذاتہ پیدا ہوئے ہین، یا جمادات سے ترقی پاکر یہ حیوان بنے ہین، لارڈ کالون کی تھیوری یہ ہی کہ کرۂ زمین مین حیات یا حیوانیت ٹوٹنے والے ستارون کے ذریعہ دوسرے اجرام کرۂ ی سے آئی ہی، لارڈ کالون کے اکثر معاصرین نے اس تھیوری پر اعتراضات کیے مگر لارڈ کالون نے دلائل اور مثالون سے اس تھیوری کو ثابت کیا،

بہرحال اگر لارڈ کالون کی یہ تھیوری تسلیم بھی کرلی جائے تو بھی مسئلۂ حیات کا اصلی عقدہ حل نہین ہوا زمین مین تو حیات دوسرے اجرام سے آئی آخر خود دوسرے اجرام مین زندگی کہان سے آئی،

کہربائیت اور حرارت | لارڈ کالون کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہی کہ اُسنے یہ ثابت کیا کہ حرارت کہربائیت کی صورت مین بھی متبدل ہوتی ہی" خواص مادہ بحیثیت حرارت و کہربائیت" "جوہر فرد" کے مسئلون کی بھی اسنے تحقیقات کی ہی-

روشنی | حرارت اور کہربائیت کی بحث مین روشنی کا مسئلہ چھڑنا ضرور تھا کہ روشنی کیا چیز ہی اور اسکے فطرتی اصول کیا ہین، ذرات مادہ کی حرکت سے روشنی کیونکر پھیلتی ہی ایتھر کیا چیز ہی اور اسمین کس قسم کی حرکت ہوتی ہی یہ مباحث گو زیادہ تر تخمین و قیاس پر مبنی ہین لیکن پھر بھی لارڈ کالون کی

طرز استدلال نے بہت سی مشکلات کی گرہین کھولدین،

تالیفات اور ایجادات لارڈ کالون نے بہت سی تالیفات اپنی یادگار چھوڑین جو اون آرٹکلز

اور لکچرز کے علاوہ ہین جو وقتاً فوقتاً لارڈ کالون نے رسائل ور اخبارات مین لکھے یا علمی انجمنون مین

دیے، یہ سب تصنیفات فلسفیانہ ہین جو اختصار عبارت اور دقت معنی کے سبب سے مشکل سے سمجھ مین آتی ہین

لارڈ کالون کی تصنیفات کے زیادہ تر موضوع یہ ہین، فلسفہ طبیعیہ کہربائیت، کشش، ریاضیات

لارڈ کالون کا طرز استدلال بالکل منطقیانہ اصول پر ہوتا ہی،

لارڈ کالون نے جو آلات ایجاد کئے ہین انکی کثرت کا اس سے قیاس کرو کہ گلاسکو مین

لارڈ کالون کی ایجادات و آلات کی ایک خاص دکان ہی جہان لارڈ کالون کے سوا اور کسی کی چیز نہین ہوتی،

لارڈ کالون ہمیشہ گلاسکو مین طبعیات کا درس دیتا رہا، ۱۸۹۹ء اسنے اس عہدہ سے استعفا دیا،

اخیر عمر تک تالیف وایجاد مین مشغول رہا آخر ستہ دسمبر ۱۹۰۷ء مین ۸۴ برس کی عمر مین انتقال کیا،

(ماخوذ از الہلال)

غزل

اے آنکہ ہی گوئی گذر از خبر دارم	اندیشۂ خامی ہست من نیز بسر دارم
اے رنگ زرخ جستہ یک لحظہ توقف کن	من نیز ازین عالم آہنگ سفر دارم
روئے چنین روئے شایان نہفتن نیست	بگذار کہ این پردہ از روئے تو بردارم
اے دوست مپرس از من رسم و رہ تقوی را	اکنون کہ من بیدل سودائے دگر دارم
تا سال دگر خواہد شد رہن مئی و مطرب	این خرقۂ مستوری کامسال ببر دارم
اے معتکف کعبہ این جلوہ فروشی چیست؟	من ہم بسر کوئے اگر گاہ گذر دارم
رندی وسیہ کاری، مستی ونظر بازی	زینگونہ اگر خواہی بسیار ہنر دارم

یک دیدۂ حیرانی از ہستیِ من باقیست	دانم نیز نمی خواہم کز روے تو بر دارم
از بہر دو روزہ عمر خود بفتادہ ام غلطے	اے دوست اگر چہ می دانی تا من چہ ہنر دارم
اے شبلی نعمانی این پردہ دری از چیست	اینہا کہ ز خود گفتے من نیز خبر دارم

علمی خبرین

ترکون مین علم طب

فرانس کے علمی رسالہ العالم الاسلامی مین ایک ترکی ڈاکٹر نے ،، ترکون مین علم طب کی سرگذشت ،، سے ایک بسیط مضمون لکھا ہی جسمین اُسنے ترکون کے اصول طب و طبی مدارس و شفاخانون پر مفصل بحث کی ہی، جسکا اجمالی خاکہ یہ ہی'

امراض و آلام مین کون قوم مبتلا نہین ہوتی ؟ اسلیے ہر جاہل سے جاہل قوم کے پاس بھی اُسکے سالہا سال کے طبی تجارت کا سرمایہ موجود ہی، جسمین نہ کوئی اصول ہی نہ فن کی ترتیب، قبل از اسلام عرب مین بھی اس قسم کی طب موجود تھی، اس علم طب کو تجربی علم طب کہتے ہین، قسطنطنیہ مین مڈیکل کالج قائم ہونے سے پہلے ترکون مین صرف تجربی علم طب رائج تھی، مغربی علم طب سے ترکون کو حسن عقیدہ نہ تھا' بلکہ تجربی علم طب سے بھی وہ زیادہ اعتنا نہین کرتے تھے، اونکی تمام بیماریون کی دوا صرف چند جڑی بوٹیان تھین جنکو معمولی عطارون کی ہدایت کے موافق وہ استعمال کرتے تھے، مسلمان اسکے ساتھ دعا تعویذ کے معتقد تھے'

۱۸۳۸ء مین قسطنطنیہ کا سب سے پہلا طبی کالج قائم ہوا، جسکے تمام پروفیسر اور ڈاکٹر غیر ملک کے تھے' کورس کی زبان فرنچ تھی' چالیس برس کے متواتر جد و جہد کے بعد اونکے ملک مین اتنی صلاحیت پیدا ہوئی کہ ۱۸۷۰ء سے طبی تعلیم ترکی مین دی جانے لگی' قوم و ملک کی بے توجہی سے ابتداءً ان جدید ترکی ڈاکٹرون مین افسردگی پیدا ہونے کو تھی، لیکن استقلال نے اونکے ارادون مین قوت اور

اونکی ہمتون مین استحکام بخشا، اونھون نے طبی اصطلاحات کا ترکی مین ترجمہ کیا ترکی مین اگر الفاظ کی کمی ہوتی تو عربی اور فارسی سے پوری کی جاتی، جہان عربی، فارسی ترکی مین کوئی لفظ نہ ملتا، لاطینی اور فرنچ الفاظ سے مدد لیتے لیکن اس ترجمہ مین اونھون نے، کبھی انگریزی اور جرمنی زبانون کا احسان نہین اُٹھایا،

دولت عثمانیہ مین دو شاہی طبی کالج ہین ایک قسطنطنیہ مین اور دوسرا دمشق مین جو بنوامیہ کے عروج و کمال کی ایک زندہ یادگار ہے، قسطنطنیہ اور نواح قسطنطنیہ مین دس شفاخانہ ہین، دولت عثمانیہ مین ۱۳۰ صوبے ہین جن مین ۱۲۲ شفاخانہ ہین یہ تعداد اون شفاخانون کے علاوہ ہی جو مدارس کے متعلق ہین،

شاہی اور فوجی شفاخانون مین مُردون کی تشریح کی ممانعت ہی، اگر کوئی مجرم یا قیدی مرجاے تو اوسکی تشریح کی جاسکتی ہی، تشریح کی ممانعت بہت کچھ ممالک عثمانیہ مین طبی ترقی کے سدّ راہ ہی حالانکہ تشریح اصول اسلام کے خلاف نہین ہی، سلطان محمود ثانی نے شیخ الاسلام سے جب اسکے متعلق فتویٰ پوچھا تو شیخ الاسلام نے اُسکے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔

معذرت

الندوہ پرچہ نومبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۶ مین کالیستھ لوگون کی نسبت جو الفاظ ایک ضمنی تذکرہ مین لکھدیے گے ہمکو افسوس ہوا کہ کالیستھ صاحبون کو اس سے رنج پہنچا۔ ہماری عادت کسی فرقہ اور کسی قوم کی نسبت بدگشگی اور طعن و تشنیع کی نہین ہی، الفاظ مذکورہ سے کوئی عام الزام اس فرقہ پر مقصود نہ تھا لیکن چونکہ کالیستھ صاحبون نے ایسا خیال کیا ہی اسلیے ہم اُن الفاظ کو واپس لیتے ہین اور اون سے معافی چاہتے ہین۔

خواطر فی الاسلام، یہ آنریبل عطا بک حسنی کی ایک جدید عربی تصنیف ہی جسمین تاریخ اسلام کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے ابتداے کتاب مین گذشتہ قدیم قومونکی تمدن کی تاریخ کے

تمدن اسلام، خلافت راشدہ، سلطنت اندلس، مصر، بنو امیہ، عباسیہ، کے حالات لکھے
بیان کیے ہین، شیعہ سنیون کی تاریخ کے متعلق بھی ایک دلچسپ بحث ہی، اختتام کتاب پر
مسلمانون کے اسباب تنزل کی تفصیل کی ہی،

عطا بک حسنی مصر کے ایک دولتمند رئیس ہین جنکو خاندان خدیوی کے ساتھ قرابت کے
تعلقات ہین، ہندوستان کے امراکو خاندان خدیوی کے ایک ممبر کی علمی خدمت پر رشک کرنا چاہیے
مسلمانون کے سیکڑون کتب خانے برباد ہو چکے، اور ہو رہے ہین، ندوۃ العلما کی
تحریک تھی کہ کم ازکم ہندوستان کے پرائیوٹ اور منتشر کتبخانہ یکجا ہو جاتے، لیکن قوم کی غفلت سے
امید نہین ہی کہ تحریک اسمین کامیابی ہو، قسطنطنیہ جو اسلامی قوت کا مرکز ہی وہان حسب ذیل کتب خانے ہین،

نام	تعداد کتاب	نام	تعداد کتاب
کتبخانہ سلطانی محمد ثانی	۱۵۳۱	کتب خانہ عاکف پاشا دفتروا	۱۳۳۶
” سلطان سلیمانی	۸۰۴	” سرائے غلطہ	۵۵۶
” قلیچ علی پاشا	۷۵۲	” سلطان عثمان ثالث	۲۴۲۱
” حافظ احمد پاشا	۴۱۲	” محمد راغب پاشا	۱۲۰۰
” کبرلی زادہ	۱۴۴۸	” لعلہ لی	۲۹۸۰
” داماد علی پاشا	۲۶۱۸	” سرائے ہمایون	۱۱۹۸
” ابراہیم پاشا	۸۳۱	” ولی الدین آفندی	۱۷۶۹
” سلطانہ والدہ	۷۳۲	” عاشر آفندی	۱۹۰۰
” بشیر قزلار آغا	۵۵۲	” داماد محمد مراد آفندی	۱۱۱۰
” ایا صوفیا	۱۴۴۵	” سلطان عبد الحمید خان	۱۱۹۴
” حالت آفندی	۶۵۶		۱۷۴۷۷

المعین کی جدید تجارتی کتابیں

کتاب	قیمت
تفسیر ابن جریر ورق عال	سے
تفسیر خازن بہامشہ تفسیر النفسی	صہ
اعراب القرآن للعکبری	عہ ر
کتاب الناسخ والمنسوخ	عہ ر
غریب القرآن للسجستانی	۱۲ ر
بلوغ السول فی تفسیر لقد جاءکم رسول	۶ ر

فن ادب

کتاب	قیمت
دیوان بحتری	للعہ ر
دیوان ابو تمام	سے ر
دیوان عنترہ ابن شداد	۱۰ ر
دیوان عمر ابن ربیعہ	عہ ر
دیوان زہیر	۶ ر
دیوان ابو نواس	عہ ر
دیوان خرنق اخت طرفہ	عہ ر
دیوان ابو العلاء معری	عہ ر
دیوان بدیع الزمان ہمدانی	۱۰ ر
دیوان حماسہ (حاشیہ پر تبریزی کا خلاصہ ہے)	سے ر

کتاب	قیمت
نہایۃ الارب فی شرح عشرہ معلقات العرب	عہ ر
اعجب العجب فی شرح لامیۃ العرب	۱۰ ر
عکاظ الادب	۱۲ ر
کتاب الصناعتین لابی ہلال عسکری (فن شعر و انشاء پر مستند تصنیف ہے)	سے ر
کشف المعانی والبیان فی شرح رسائل بدیع الزمان	للعہ ر
مقامات بدیع الزمان ہمدانی محشی مجلد	للعہ ر
مقامات زمخشری	۱۲ ر
اطباق الذہب	۱۲ ر
کتاب الامالی للزجاج	عہ ر
امثال العرب للضبی	عہ ر
العقد الفرید لابن عبد ربہ	للعہ ر
نثر النظم للثعالبی	عہ ر
جواہر الانشاء	۱۰ ر
شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل	عہ ر
حیوۃ الحیوان للدمیری	عہ ر
العرف الادبیہ (جعفر ابو العباس کی فصیح الثعلب اور ابو اسحاق کی کتاب [illegible])	عہ ر
مصارع العشاق	۱۲ ر

فن طب

کامل الصناعة

تذکرہ ابو داؤد انطاکی

منافع الاغذیہ

منطق وفلسفہ

محک النظر فی المنطق

تہافت الفلاسفہ لابن رشد

کشف الادلہ لابن رشد

شرح حکمۃ الاشراق

شرح حکمۃ العین مطبوعہ قازان

المحصل للرازی

متفرقات

الکلم الروحانیہ فی الحکم الیونانیہ

مفتاح العلوم للسکاکی

مجموعہ رسائل فارابی

منہاج السنہ مع کتاب العقل والنقل لابن تیمیہ

دلائل الخیرات مجلد سادہ

دلائل الخیرات مجلد مطلا

فضل الرحمن

نیمجر المعین ندوہ لکھنؤ

ترجمہ اردو مناقب العارفین یعنے تاریخ مولانا روم صاحب

مصنفہ شمس الدین افلاکی مرید امیر عارف چلپی تصنیف ۷۱۸ ہجری مصنف نے دس فصلوں میں والد مولانا کے پیر خود مولانا کے حالات. شمس الدین تبریزی صلاح الدین حسام الدین چلپی جو مثنوی کے باعث ہیں۔ مولانا کے بیٹے سلطان ولد۔ مولانا کے پوتے امیر عارف اور امیر عابد وغیرہ میں بقیہ خاندان کے حالات اور سلسلہ بیعت کو لکھا ہے۔ مصنف خود مولانا کی خدمت میں رہا ہے۔ عجیب وغریب حالات ہیں۔ درویشی کی چاشنی بیشل اور تاریخی حالات اسمیں کاغذ سفید ونیز چکنا صفحات (۵۴۰) قیمت علاوہ محصول ڈاک دو روپیہ

مالک مطبع احمدی رام پور اسٹیٹ یوپی

بلاذری کے خاص الفاظ یہ ہیں

کانت کتب الحجاج ترد علی محمد وکتب محمد ترد علیہ بصفۃ ما قبلہ واستطلاع رائہ فیما یعمل بہ فی کل ثلاثۃ ایام فورد علی محمد من الحجاج کتاب ان انصب العروس واقصر منہا قائمۃ ولتکن مما یلی المشرق ثم ادع صاحبہا فمرہ ان یقصد بہا الدقل الذی وصفت لی فرمی الدقل فکسر .... ففتحت عنوۃ	حجاج کے خطوط محمد بن قاسم کے پاس اور محمد کے خطوط حجاج کے پاس جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آیا جایا کرتے تھے محمد بن قاسم جو کچھ کرنے والے ہوتے حجاج کی رائے دریافت کر لیا کرتے حجاج کا ایک خط اس مضمون کا آیا کہ منجنیق کا ایک پایہ کٹوا کر اُسکو مشرق رخ نصب کراؤ اور منجنیق انداز کو حکم دو کہ تمہارے ہنیکے منارے کو جس کی کیفیت تم مجھے لکھ چکے ہو نشانہ بنائے منجنیق نے منارہ پر جب سنگباری کی تو وہ ٹوٹ گیا........ اور شہر زبردستی فتح ہو گیا[1]

اگر ابن خلدون کی رائے میں اہل عرب میں یہ مادہ نہ تھا اس نظم و تدبر کا منشاء اسلام تھا تو اس کے اعتراف میں ہمکو تامل نہیں ہو سکتا ہم کو تسلیم ہے کہ قوم عرب نہایت وحشی اور جاہل قوم تھی اسلام نے اور صرف اسلام نے اُسکو اعلیٰ درجہ کا متمدن بنا دیا اور اس کے کارناموں میں ایسی شان پیدا کر دی جس پر آج ساری دنیا کو حیرت ہے

کیمیا ئیست عجب بندگی پیر مغاں   خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

عمارت صنعت اور کارخانے فن تعمیرات سے عرب کو قدرتی مناسبت تھی قبل اسلام بھی وہ اس فن میں شہرۂ آفاق تھے اور بعد اسلام بھی یہ فن اُن کے سایۂ عاطفت میں رہا سیلاب کی طغیانی روکنے کے لئے مارب (یمن کا ایک شہر ہے) میں اُنھوں نے جو دیوار بنائی تھی عرب میں اس کے استحکام کے عجیب و غریب افسانے اب تک مشہور ہیں ابن خلدون نے بھی اُس کا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں

ان الذی بناہ (ای بنی سد مارب) سبا بن یشجب وساق الیہ سبعین وادیا وعاقہ الموت	سد مارب کو بادشاہ سبا بن یشجب نے تعمیر کیا تھا اس نے ستر نہریں نکالی تھیں تعمیر کا کام تمام نہونے پایا تھا کہ موت

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۲-

[illegible] فی تمہ ملوک تبع من بعدہم | نے اس کا کام تمام کر دیا اس کے بعد سلاطین حمیر نے اس کی تکمیل کی

[illegible] اس کی تفصیل تمہیں دریافت کرنا ہو
[illegible] قرطبہ میں [illegible] کی زیارت کرو غرناطہ جا کر دیکھو کہ
[illegible] میں شکستہ مسجدوں سے پوچھو
[illegible] کا تمدن [illegible] کا تھا اور ایوان حمراء سے دریافت کرو کہ اہل عرب
[illegible] زندگی بسر [illegible] مسٹر جیلوٹ رمار لو تھ نے مصر و شام کی
[illegible] عمارتوں پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں دمشق اور قاہرہ کی عمارتیں
نمایاں طور پر پیش کی گئی ہیں اور بحث کی گئی ہے کہ اہل عرب کا مذاق فن تعمیر کس قدر
[illegible] یہ کتاب مسٹر لونگ مانس اینڈ کو لندن سے ملتی ہے [illegible] صنعتوں میں اہل عرب کا
[illegible] اور جس کثرت سے انہوں نے آلات ایجاد کیے تھے [illegible] متعلق ہم ایک نہایت
مفصل مضمون لکھ چکے ہیں جو صنائع الاسلام کے عنوان سے دو برس ہوئے البیان میں شائع
ہوا تھا لیکن ابن خلدون کو ان باتوں پر یقین نہیں آتا وہ اہل عرب کو بالکل وحشی اور جنگلی
جانتے ہیں عربی صنعتوں اور عمارتوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور کارخانہ کے تو غالباً
سرے سے قائل نہیں بایں ہمہ امور ذیل کا ان کو بھی اعتراف ہے کہ

(۱) اہل عرب کی سلطنت بڑی سطوت اور جبروت کی سلطنت تھی

(۲) اس زمانہ میں عربی سلطنتیں دم توڑ رہی تھیں اور سخت انقلاب برپا تھا

(۳) سلطنت عرب کے شباب میں ہر قسم کی عمدہ صنعتیں بلاد اسلام میں رائج تھیں

(۴) ضعف سلطنت سے تمام صنعتیں گویا مٹ گئیں

(۵) اس زمانہ میں بھی بعض اسلامی ممالک میں بکثرت صنعتوں کا رواج تھا۔ امر
اول کے متعلق فرماتے ہیں

(قد جہل الکثیر منہم انہم قد کان دولۃ للعرب) اب تو اکثر لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ پرانے زمانہ میں عرب

ابن خلدون ص ۲۸۹

عربی	اردو
ملك في القديم وما كان في القديم لاحد من الامم في الخليقة ما كان لاجيالهم من الملك ودول عاد وثمود والعمالقة وحمير والتبابعة شاهدة[1] بذلك ثم دولة مضر في الاسلام بني امية وبني[2]	کی کوئی سلطنت بھی تھی یا نہیں حالانکہ پرانے زمانہ میں عرب کی ایسی سلطنت تھی کہ مخلوقات میں کسی قوم کی ایسی سلطنت نہ تھی عاد وثمود وعمالقہ وحمیر وتبابعہ کی سلطنتیں اس کی گواہ ہیں اور اسلام میں سلطنت مضر یعنی دولت امویہ وعباسیہ کو اس دعویٰ کی دلیل سمجھنا چاہیے
امر دوم	
اما لهذا العهد وهو آخر المائة الثامنة فقد انقلبت احوال المغرب الذي نحن شاهدوه وتبدلت بالجملة ...... وانتقص عمران الارض بانتقاص البشر فخربت الامصار والمصانع ودرست السبل والمعالم وخلت الديار والمنازل وضعفت الدول والقبائل وتبدل الساكن وكأن بالمشرق قد نزل به مثل ما لكن على نسبته ومقدار عمرانه[2]	لیکن اس زمانہ میں کہ آٹھویں صدی ہجری کا آخری دور ہے ملک مغرب کی حالتیں جس کے دیکھنے والے ہم خود ہیں انقلاب آگیا ہے اور بالکل تبدیلی ہوگئی ہے ...... آدمیوں کی کمی سے زمین کی آبادی کم ہوگئی۔ شہر ویران ہیں کارخانے خراب خستہ ہیں راستے اور سڑکیں بری حالت میں ہیں مکانات اور عمارتیں خالی پڑی ہیں سلطنتیں اور قبائل کمزور ہو گئے ہیں اور باشندے بدل گئے ہیں مشرقی ممالک کی بھی غالباً یہی حالت ہوگی لیکن اندازے اور مقدار آبادی کے لحاظ سے ہوئی ہوگی
امر سوم	
ان كان امد الدولة ومدتها منفسحة فلا تزال المصانع فيها تشاد والمنازل الرحيبة تكثر وتتعدد ونطاق الاسواق يتباعد .... كما وقع ببغداد وامثالها[3]	سلطنت کا زمانہ دراز ہوا اور مدت وسیع ہوئی تو ہمیشہ صنعتی کارخانے قایم ہوتے رہتے ہیں کشادہ اور وسیع عمارتیں بڑھتی جاتی ہیں، سڑکیں فراخ بنتی ہیں .... جیسا کہ بغداد وغیرہ میں واقع ہوا
ان القيروان وقرطبة كانتا حاضرتي المغرب والاندلس واستبحر عمرانهما وكان فيهما للعلوم والصنائع اسواق نافقة وبحور زاخرة[4]	قیروان اور قرطبہ ملک مغرب واندلس کے مرکز تھے دونوں آبادی سے لبریز تھے اور دونوں میں علوم اور صنعتوں کے بازار گرم تھے اور دریا موجیں مار رہے تھے۔

[1] ابن خلدون ج ۱ ص ۱۱ [2] ابن خلدون ص ۲۷ [3] ابن خلدون ص ۲۲۷ [4] ابن خلدون ص ۳۶۱

امر چہارم و پنجم

نجد فیها ان فی الاندلس رسوم الصنائع قائمة واحوالها مستحکمة راسخة ...... لهم علی حصة موفورة من ذالك وحظ متمیز بین جمیع الامصار وان کان عمرانها قد تناقص والکثیر منه لا یساوی عمران غیرها ...... وما ذالك الا لما قدمناه من رسوخ الحضارة فیهم برسوخ الدولة الامویة وما قبلها ... وما بعدها ... فبلغت الحضارة فیها مبلغا لم یبلغه فی قطر الا ما ینقل عن العراق والشام ومصر ایضا لطول آماد الدول فیها فاستحکمت فیها الصنائع وکملت جمیع اصنافها ...... وبقیت صبغتها ثابتة فی ذالك العمران لا تفارق ...... وکذا ایضا حال تونس فیما حصل فیها بالحضارة من الدول الصنهاجیة والموحدین من بعدهم وما استکمل لها فی ذالك فی سائر الاحوال .... وکذا نجد بالقیروان ومراکش وقلعة ابن حماد اثرا باقیا من ذالك وان کانت هذه کلها خراب او فی حکم الخراب[1]

لا اوفر الیوم فی الحضارة من مصر فهی ام العالم وایوان الاسلام وینبوع العلم والصنائع وبقی بعض

اندلس میں ہمکو صنعتیں قایم ملتی ہیں اور صنعتی حالت مستحکم ومضبوط نظر آتی ہے۔ .... یہاں کے باشندوں کو تمام شہروں کے مقابلہ میں وافر وممتاز حصہ ہے۔ ہاں اور باوجودیکہ یہاں کی آبادی کم ہوگئی ہے اور اکثر مقامات میں اضلاع غیر کی آبادی کے برابر آبادی نہیں ہے ...... اسکا سبب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ سلطنت امویہ اور اسکے قبل ...... اور اس کے بعد کی سلطنتوں کی وجہ سے تمدن کو یہاں بخوبی استحکام ہوا .... جس کے سبب سے اتنی ترقی ہوئی کہ کسی ملک میں نہیں ہوئی۔ بجز عراق وشام ومصر کے کہ یہاں بھی سلطنتوں کی مدت طویل ہونیکی وجہ سے صنعتوں کو استحکام ہوا اور ہر قسم کی صنعت مکمل طور پر رائج ہوئی .... اسکا رنگ اس آبادی میں بھی باقی ہے جدا نہیں ہوا .... تونس میں بھی اسی طرح سلطنت صنہاجہ اور اس کے بعد دولت موحدین کی وجہ سے صنعت کو استحکام ہوا اور ہر طرح کی صنعتیں پوری طرح پر پائی جانے لگیں۔ .... علی ہذا قیروان ومراکش وقلعہ ابن حماد میں بھی اسکا اثر باقی ہے گو یہ سب آجکل ویران ہیں یا ویرانے کے حکم میں ہیں۔ تمدن میں آج مصر سے کوئی ملک بڑھ کر نہیں ہے یہ شہر جہان کی بنیاد اسلام کا قصر علم وصنعت کا سرچشمہ ہے تھوڑی

[1] ابن خلدون ص ۳۳۲

بعض الحضارة فی ما وراء النهر لما هنالک من الحضارة بالدولة التی فیها فلهم بذلک حصة من العلوم والصنائع[1]

سی ترقی ماوراء النہر میں بھی باقی ہے جو وہاں کی سلطنت کی وجہ سے ہے، علم وصنعت میں ان لوگوں کا بھی ایک حصہ ہے

ایک مقام پر انھوں نے بعض بعض ممالک کی مخصوص صنعتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے اہل عرب کو وہ ابعد الناس عن الصنائع لکھتے ہیں لیکن اُن کے زمانہ میں عرب و یمن میں صنائع کا اس قدر رواج تھا کہ مجبوراً انھیں بھی اعتراف کرنا پڑا فرماتے ہیں

اما الیمن والبحرین وعمان والجزیرة وان ملکه العرب الا انهم تداولوا ملکه آلافاً من السنین فی امم کثیرین منهم واختطوا امصاره ومدنه وبلغوا الغایة من الحضارة والترف مثل عاد وثمود والعمالقة وحمیر من بعدهم والتبابعة والاذواء فطال امد الملک والحضارة واستحکمت صبغتها وتوفرت الصنائع ورسخت فلم تبل ببلی الدولة کما قدمناه فبقیت مستجدة حتی الآن واختصت بذلک الوطن کصناعة الوشی والعصب وما یستجاد من حوک الثیاب والحریر فیها

یمن، بحرین، عمان، و جزیرہ میں گو عرب کی سلطنت تھی لیکن یہ سلطنت ہزاروں برس سے چلی آتی ہے عرب کی بہت سی قوموں نے یہاں فرمانروائی کی ہے بڑے بڑے شہر آباد کئے ہیں اور تمدن اور ثروت کی انتہائی درجہ کو پہنچ چکے ہیں مثلاً قوم عاد، ثمود، عمالقہ، ان کے بعد حمیر تبابعہ، اذواء اس وجہ سے سلطنت اور تمدن کا زمانہ نہایت وسیع ہوا شائستگی کا رنگ پختہ ہوگیا اور صنعتوں کی کثرت بڑی ہوئی اور استحکام کے ساتھ قائم ہوگئیں اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ضعف سلطنت کی وجہ سے بھی ان میں ضعف نہیں آیا صنعتیں اب تک رونق پر ہیں اور اس ملک کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً منقش کپڑے، پردے اور ریشمین کپڑوں کی تیاری وغیرہ وغیرہ

ان مباحث کے علاوہ وہ سحر وجادو کے قائل ہیں (امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ "لا حقیقة للسحر" جادو کی اصل وحقیقت ہی نہیں اس کی تفصیلی بحث ہم البیان میں شائع کر چکے ہیں، خوارق عادات کے معترف شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی الکلام میں اس غلطی

[1] ابن خلدون ص ۹۷۱ [2] ابن خلدون ص ۳۲۸

کو نہایت بسط اور تحقیق سے دفع کرچکے ہیں، عرب کے مشہور فلاسفر خالد بن یزید کو بدوی کہتے ہیں، خالد کے فضل و کمال و تالیفات کا مفصل اور محققانہ تذکرہ ہمارے مضمون کیمیا کے اسلام میں ہو چکا ہے، حضرت عمرؓ کو الزام دیتے ہیں کہ فتح ایران کے واقعہ میں جو سیون کی تمام علمی کتابیں انھوں نے تلف کرادیں (علامہ شبلی نعمانی، رسالہ تراجم وغیرہ میں اس الزام کی کافی طور پر تردید کرچکے ہیں، علم مغیبات وغیرہ کے مقر ہیں جن سے اس روشنی کے زمانہ میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے عیب شے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو ابن خلدون کی رایوں سے جہاں جہاں ہمکو اختلاف تھا اس کا اجمالی نمونہ اس وقت ناظرین کے زیر نظر ہے ان جزئی اختلافات سے اگر قطع نظر کیا جائے تو ساری کتاب میں ان کی نکتہ سنجیاں، نقد و تحقیق کی اعلیٰ مثالیں ہیں حکیمانہ انداز میں اجتماعی مباحث کے وہ موجد ہیں اور جس بسط کے ساتھ ہر مسئلہ کی انھوں نے تحقیق کی ہے اس زمانہ میں بھی اسکی نظیریں کمیاب ہیں اس پر ریویو کرنیکے لئے بڑی تفصیل درکار ہے جس کے لئے محترم ناظرین کو آیندہ اشاعت کا انتظار کرنا چاہیے۔

دفتر البیان لکھنؤ

خادم قوم
عبد اللہ العمادی

بلاغات النساء

تیسری صدی ہجری کی ایک تصنیف ہے جسمیں عورتوں کی تقریریں اور خطبے جمع کئے ہیں

قدما کی تصنیفات کی گم شدگی کی وجہ سے اسلامی تمدن اسلامی اخلاق بلکہ خود شریعت اسلام کی جو تصویر ہمارے پیش نظر ہے اس قدر اصلیت سے دور ہے کہ صحیح خط و خال کا تصور کرنا بھی آج مشکل ہے۔ فرض کرو جو کتابیں ہمارے پیش نظر

ہیں جو روایتیں تم سنتے آئے ہو۔ جو حالات آنکھوں کے سامنے ہیں ان سے یہ پتہ لگا کہ اسلام میں جنس **اُناث** کا کیا درجہ تھا تو یہ جواب نظر آئے گا کہ ملکی معاملات میں نظم و نسق میں شاہی درباروں میں۔ مناظرہ کے معرکوں میں اس جنس لطیف کا گذر تک نہیں اگر تم سے یہ کہا جائے کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ میں جو قیامت انگیز معرکے ہوئے ان میں خاندانی عورتیں اونٹوں پر سوار میدان جنگ میں پر جوش لکچر دیتی پھرتی تھیں اور اُن کی پر اثر تقریریں دلوں میں آگ لگا دیتی تھیں تو کس کو یقین آئے گا؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس معرکہ میں متعدد عورتیں تھیں جو رجز خوانوں سفیروں اور کڑکھیتوں کا کام دیتی تھیں اور جن کی وجہ سے معرکہ جنگ سرد ہو ہو کر گرم ہو ہو جاتا تھا۔

کس کو خیال تھا کہ عورتیں بھی کسی زمانہ میں پوزیشن (درجہ) رکھتی تھیں کہ اُن کی تقریریں اور گفتگوئیں قلمبند اور مدوّن کی جائیں لیکن اسوقت ہمارے سامنے جو کتاب ہے اور جو ہمارے مضمون کا عنوان ہے وہ خاص اسی موضوع پر ہے

یہ کتاب قریباً گیارہ سو برس کی تصنیف ہے مصنف کا نام احمد بن ابی طاہر بغدادی ہے جو ۲۰۴ھ میں پیدا ہوا اور جس نے سب سے پہلے بغداد کی تاریخ لکھی یہ کتاب مصر میں چھپ کر شائع ہوئی ہے ضخامت ۲۰۰ صفحوں کی ہے اور چونکہ عبارت بہت مشکل ہے اس لئے ہر جگہ کثرت سے حاشیے چڑھائے ہیں

قدما کا طرز تھا کہ واقعہ کو مسلسل اور متصل روایت کے ذریعہ سے بیان کرتے تھے اور یہ طرز **حدیث** کے ساتھ مخصوص نہ تھا یہ کتاب بھی اس التزام سے لکھی گئی ہے اس سے یہ فائدہ ہے کہ کبھی روایت میں شک ہو تو اس کی کافی تحقیق ہو سکتی ہے

سب سے پہلی اس کتاب میں حضرت عایشہ کا وہ خطبہ دلکچر نقل کیا ہے جو انھوں نے حضرت ابوبکر کے فضائل میں دیا تھا پھر حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت حفصہ کے خطبے

ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ خطبے اعتبار کے قابل نہیں خطبوں میں وہ الفاظ اور وہ خیالات اور وہ طرز ادا پایا جاتا ہے جو اس زمانہ میں سرے سے پیدا نہیں ہوا تھا مثلاً حضرت فاطمہ کے خطبہ میں خدا کی نسبت یہ الفاظ ہیں۔

الممتنع من الابصار رؤیتہ — اسکا آنکھوں سے دیکھا جانا ممتنع ہے

ابتدع الاشیاء لا من شیء کان قبلہا — اسنے تمام چیزوں کو عدم محض سے پیدا کیا

ظاہر ہے کہ یہ معتزلہ اور اہل فلسفہ کی متنازع فیہ مسائل ہیں معتزلہ کہتے ہیں کہ خدا کا دیکھا جانا محال ہے برخلاف اس کے اہل سنت وجماعت اس کے جواز کے قائل ہیں اہل فلسفہ اسبات کے قائل ہیں کہ خدا نے عالم کو مادہ سے پیدا کیا لیکن مسلمانوں کا عموماً یہ مذہب ہے کہ خدا نے دنیا کو بغیر کسی سابق مادہ کے پیدا کیا عجیب بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کے اس قسم کے خطبے جس میں ہیولی تک کا لفظ موجود ہے شیعہ علماء کی تمام مستند کتابوں میں منقول ہیں۔

حضرت فاطمہؓ و زینبؓ اور ام کلثومؓ وغیرہ کے خطبہ کے بعد مصنف نے اُن عورتوں کے خطبے نقل کئے ہیں جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے معرکوں میں شریک تھیں ان خطبوں کے ساتھ ان کے متعلق مزید حالات بھی بیان کئے ہیں جن کو ہم دلچسپی کے لحاظ سے نقل کرتے ہیں۔

زرقا ایک عورت تھی جو معرکہ صفین میں شریک تھی ایک دن امیر معاویہ نے قصہ خوانی کے وقت مصاحبین سے کہا کہ کسی کو زرقا کا لکچر (خطبہ) بھی یاد ہے حاضرین نے کہا ہم سب کو یاد ہے امیر معاویہ نے کہا اس کی نسبت تم لوگوں کی کیا رائے ہے سب نے کہا قتل امیر معاویہ نے کہا کیا یہ مناسب ہے کہ ایک عورت کو قتل کرڈالوں یہ کہکر کوفہ کے عامل کو لکھا کہ زرقا کو اُس کے عزیزوں کے ساتھ بھیجدو چند سوار بھی اس کی جلو میں ساتھ ساتھ آئیں عامل نے حکم کی تعمیل کی اور امیر معاویہ

کا خط زرقا کو دیا زرقا نے کہا اگر میری مرضی پر مجھکو چھوڑ دیا جائے تو مجھکو جانا منظور
نہیں لیکن حکم ہے تو چلتی ہوں عامل نے ایک اونٹ سواری کے لئے پیش کیا جس کا محمل
یمنی چادر سے منڈھا ہوا تھا زرقا بڑی عزت اور احترام سے دربار میں آئی امیر معاویہ
نے مزاج پرسی کے بعد کہا "کیوں وہ موقع یاد ہے؟ جب تو سرخ رنگ اونٹ پر چڑھ کر لوگوں
کو لڑائی پر آمادہ کرتی پھرتی تھی" زرقا نے کہا امیر المومنین! گئی گذری بات ہوئی یہ زمانہ کا
رنگ ہے آج یہ حالت ہے کل خدا جانے کیا ہو گا"
امیر معاویہ نے کہا اپنا وہ خطبہ بھی یاد ہے زرقا نے کہا نہیں امیر معاویہ نے کہا لیکن
مجھکو یاد ہے اور وہ یہ ہے"
اس کے بعد مصنف نے پورا خطبہ نقل کیا ہے لیکن ہم نے اس لحاظ سے نقل نہیں کیا
کہ افسوس یہ ہے کہ ترجمہ میں زور نہیں قائم رہتا اور بیچ بیچ میں سے اکثر جملے چھوڑ دئے ہیں
کہ ناظرین عربی داں کتنے ہیں اور ترجمہ میں خطبہ کا لطف نہیں قائم رہ سکتا۔

فرید وجدی بک

ہندوستان اور مصر کے مسلمانوں کی حالت اگرچہ اکثر باتوں میں ملتی جلتی ہے
لیکن بعض حالات میں تعجب انگیز اختلاف ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہندوستان
میں اب تک ہر قسم کی علمی، سیاسی، تمدنی، کام جو انجام پائے ہیں وہ قدیم تعلیم یافتہ بزرگوں
کے ہاتھ سے انجام پائے ہیں سرسید نواب محسن الملک نواب انتصار جنگ آزاد۔ نذیر احمد حالی قدیم طریقہ کے
تعلیم یافتہ ہیں بخلاف اسکے مصر میں جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے سب جدید تعلیمیافتہ لوگوں کا زور دست و بازو ہے مصطفے کامل پاشا
سیاست مصر کا علمبردار ہے قاسم بک امین جس نے سب سے پہلے جنس لطیف کی آزادانہ حمایت کی۔
فرید وجدی بک جس نے فلسفۂ حال اور اسلام کی تطبیق پر ایک وسیع لٹریچر
پیدا کر دیا سب کے سب جدید تعلیم کے پیداوار ہیں۔

فرید وجدی بک کی تصنیفات کا چونکہ ہم نے بھی اپنی تصنیفات میں جا بجا ذکر کیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کے مختصر حالات ناظرین کے پیش کریں۔

فرید وجدی ۱۸۷۸ء میں بمقام اسکندریہ پیدا ہوئے ان کے والد کا نام مصطفیٰ بک وجدی ہے جو نہر سویز کے محکمہ میں دکان کے منصب پر ممتاز تھے۔

فرید وجدی ۴ برس کی عمر میں اسکندریہ کے ایک اسکول میں جو مدرسہ اسمٰعیل آفندی کے نام سے مشہور ہے داخل ہوئے نویں برس میں اس مدرسہ کو چھوڑ کر انھوں نے حمزہ قبطان کے مدرسہ میں نام لکھوایا پھر بانیو فالو کے سکول میں داخل ہوئے ۱۸۸۲ء میں جب ان کے والد سویز سے بدل کر قاہرہ میں آگئے تو یہ بھی اُن کے ساتھ آئے اور مدرسہ توفیقیہ میں داخل ہوئے لیکن ان کے والد نے اس خیال سے کہ یہ جلد تعلیم سے فارغ ہو جائیں خانگی طور پر بھی تعلیم کا انتظام کیا پھر ان کے والد دمیاط میں بھیج دئے گئے یہ بھی والد کے ساتھ چلے آئے یہاں انھوں نے معمولی درسی علوم چھوڑ کر خاص فلسفہ پر توجہ کی اور اسلام و فلسفہ کی مطابقت پر غور کرتے رہے چنانچہ ۱۸۹۶ء میں مذہب اور تمدن کی مطابقت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام تطبیق الدیانۃ الاسلامیہ علی نوامیس الطبیعۃ ہے۔

ان کے والد پھر بدل کر سویز میں آگئے جہاں اُنھوں نے الحیواۃ کے نام سے ایک ماہوار پرچہ نکالا جو ایک مدت تک نکل کر بند ہو گیا اس میں عموماً مذہبی اور فلسفیانہ مضامین ہوتے تھے لیکن چونکہ مصر کی آب و ہوا میں آج کل پالٹکس سرایت کر گئی ہے اس لئے یہ اس دایرہ میں محدود نہیں رہ سکے اور ایک روزانہ پرچہ دستور کے نام سے نکالا جو نہایت دلیری کے ساتھ اپنے فرایض ادا کرتا ہے۔

فرید وجدی نے اس وقت تک جو کتابیں تصنیف کیں حسب ذیل ہیں۔

تطبیق (او پر گذر چکی) یہ کتاب بھی فرنچ زبان میں لکھی تھی۔ ۴۸

لہ یہ حالات پرچہ مجلۃ المجلات المصریہ سے لئے گئے ہیں

الفلسفۃ الحقہ فی بدائع الاکوان،

الحدیقۃ الفکریہ فی اثبات اللہ بالبراہین الطبیعۃ،

المرأۃ المسلمۃ،

الاسلام فی عصر العلم یہ بھی پانزدہ روزہ پرچہ تھا

صفوۃ العرفان فی تفسیر القرآن

سفر الاسلام الی سائر الاقدام

کنز العلوم و اللغۃ یہ گویا انسائیکلوپیڈیا ہے چالیس روپیہ قیمت ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ باوجود تعلیم جدید کے عورتوں کی آزادی اور خود مختاری کے متعلق اس کے خیالات جدید تعلیم کے بالکل مخالف ہیں قاسم بک امین کی کتاب تحریر المراۃ کا اس نے جو جواب لکھا وہ درحقیقت لاجواب تھا

یہ بھی تعجب انگیز ہے کہ بخلاف عام جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے وہ فرائض مذہبی کا نہایت پابند ہے کسی وقت کی نماز میں کبھی تاخیر تک نہیں ہوسکتی شراب کو کبھی اس نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ کاش ہمارے ملک کے نوجوانوں میں بھی کوئی فرید وجدی ہوتا

فرید وجدی کے کمالات کے اعتراف کے ساتھ ہمکو کسی قدر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ان کی مذہبی معلومات سطحی اور سرسری ہیں اس لئے جب وہ حدیث یا قرآن مجید کے متعلق کچھ لکھتے ہیں ان کی کم مائگی کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔

ملک الشعرا فیضی

تولد ۹۵۴ھ وفات ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ

فن شاعری نے چھ سو برس کی وسیع مدت میں ہندوستان میں صرف دو شخص پیدا کئے جن کو اہل زبان کو بھی چار ناچار ماننا پڑا

خسرو اور فیضی مرزا صائب نیفیضی کی طرح پر غزل کہتے ہیں اور مقطع میں کہتے ہیں

این آں غزل کہ فیضی شیریں کلام گفت در دیدہ ام خلیدہ و در دل نشستہ است

ملی نقی کمرہ ایران کے شاعر نے ایک قصیدہ ۵۴ شعروں کا اصفہان سے

لکھ کر بھیجا جس کے چندہ شعر یہ ہیں

ہر اوفگند بر نظم امورم پر توفیضی | ابو الفیض ان گزین اکبر و شیخ کبیر من
اگر ہستم مجیر اندر سخن او ہست خاقانی | دگر من سنجیر آستان او مجیر من
کیم با او رسد در شاعری دعوائے ہم چشمی | کہ در این خانقاہم من مرید او ست پیر من

افسوس یہ ہے کہ شاعری کی شہرت نے فیضی کے اور تمام کمالات پر پردہ ڈال دیا

وہ کہتا ہے اور سچ کہتا ہے

امروز نہ شاعرم نہ حکیم | دانندۂ حادث و قدیم

لیکن شاعری کی شہرت عام اور تصنیفات کی گم شدگی نے اس دعوے کو بے دلیل کر دیا، فیضی کے مذہبی اور علمی خیالات کا برائے نام کچھ پتا چلتا ہے تو ان اتہامات سے جو بدایونی نے نہایت بیدردی سے اس پر لگائے ہیں تاہم ایک نکتہ داں کو اس غلط اور جھوٹی تصویر میں اصلیت کے خط و خال نظر آتے ہیں لیکن ابھی ان بحثوں کے چھیڑنے کا موقع نہیں ابھی اس کے سرسری حالات زندگی سننے چاہیں۔

فیضی عربی الاصل ہے، اسلاف یمن میں رہتے تھے شیخ موسیٰ جو فیضی کے اوپر نویں پشت میں ہیں وطن سے ترک تعلق کر کے سیاحت کو اٹھے اور پھرتے پھرتے سندہ کے علاقہ میں ریل ایک قصبہ ہے یہاں قیام کیا اور شادی کر لی دسویں صدی ہجری میں شیخ خضر فیضی کی دادا وطن چھوڑ کر ناگور میں آئے یہاں ایک عربی خاندان میں شادی کی جس سے شیخ مبارک پیدا ہوئے فیضی اسی نخل کمال کا نونہال تھا شیخ مبارک بڑے

لہ سرو آزاد

پایہ کا شخص تھا علوم ظاہری و باطنی دونوں میں کمال رکھتا تھا ۴ جلدوں میں تفسیر کبیر کے انداز پر ایک تفسیر لکھی جس کا نام منبع العیون رکھا نہایت سیر چشم اور قانع تھا نیز شاہی حکومت میں سلطنت کی طرف سے جاہ وعزت کی ترغیبیں دلائی گئیں لیکن اس کی چشم استغنا نے نظر اٹھا کر نہ دیکھا ان کے مفصل حالات ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھے ہیں وہاں دیکھنا چاہیے

شیخ مبارک ناگور سے گجرات اور گجرات سے آگرہ میں آئے جمنا کے کنارے میر رفیع الدین حسینی کے ہمسایہ میں قیام اختیار کیا اور وہیں ایک معزز خاندان میں شادی کی خدا نے کثرت سے اولاد دی جن میں سب سے پہلا فیضی تھا جو سنہ ۹۵۴ھ[1] میں پیدا ہوا فیضی نے ابتدائی اور انتہائی تعلیم باپ سے حاصل کی شباب کو پہنچا تو اس کا دامن کمالات کے پھولوں سے بھرا تھا لیکن قسمت نے مدتوں عجیب عجیب مصیبتوں میں مبتلا رکھا جس کی داستان نہایت لمبی ہے لیکن چونکہ دلچسپ بھی ہے اس لئے بالکل قلم انداز بھی نہیں کرسکتا۔

شیخ مبارک کو وسعت نظر اور ہمہ فن ہونے نے تقلید اور تعصب کی بندشوں سے آزاد کردیا تھا وہ خود حنفی تھا لیکن شیعی سنی مسلمان کا فرسب ملتا تھا اس زمانہ میں مہدوی فرقہ نہایت مطعون خلائق تھا شیخ کو ان سے ملنے میں بھی دریغ نہ تھا عوام میں شہرت پھیلی کہ شیخ رافضی ہے۔ مہدوی ہے۔ دہریہ ہے۔ سوء اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں یعنی ۹۷۴ھ میں کہ اکبر کی سلطنت کا چودھواں برس تھا شیخ گوشۂ عزلت سے نکل کر افادۂ عام کی مسند پر بیٹھا اکبر اس زمانہ تک متعصب مولویوں کے قبضہ میں تھا اس کے بل پر درباریوں کو شیخ کے ستانے کا اور موقع ملا۔ ان میں سے ایک شخص آدمی رت

[1] آئین اکبری میں بھی سنہ ہے لیکن تعجب ہے کہ خود ابوالفضل نے اکبرنامہ میں فیضی کے اول مرتبہ دربار میں پہنچنے کو بارھویں سال کے واقعات میں بیان کیا ہے۔

اسی وقت ہیبتا کا بیٹا فیضی کے پاس آیا کہ امرائے دولت سب کے سب آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہیں مصلحت یہ ہے کہ آپ شیخ کو لیکر کہیں نکل جائے جب یہ فتنہ دور ہو جائے تو پھر [illegible] فیضی گھبرایا ہوا باپ کے پاس آیا شیخ مبارک نے بڑے استقلال سے جواب دیا کہ [illegible] ہونا ہے ہو گا لیکن فیضی اسقدر حواس باختہ تھا کہ تلوار نکال کر کہا آپ کو اختیار ہے چلئے یا نہ چلئے میں اپنے آپ کو ہلاک کئے ڈالتا ہوں میں ذلت و خواری کا تماشا اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا باپ کو محبت نے مجبور کیا ابوالفضل کو سوتے سے جگایا تینوں باپ بیٹے گھر سے نکل کھڑے ہوئے لیکن کچھ معلوم نہیں کہ کہاں جاتے ہیں چلتے چلتے فیضی کو ایک آشنا کا خیال آیا اس کے گھر پہنچے وہ ان لوگوں کو دیکھ کر سخت گھبرایا مکان کے اندر گئے تو [illegible] کدہ تھا وہاں سے بھی چل کھڑے ہوئے ابوالفضل نے واپس چلنے کی رائے دی لیکن فیضی نہ مانا اور ایک شخص کا نام لیا کہ اس کے ہاں ضرور امن ملیگا غرض اس کے گھر پہنچے اس نے نہایت گرم جوشی کا اظہار کیا دو دن تک یہاں ٹھہرے ادھر مخالفوں نے اکبر کو برہم کر کے فرمان شاہی صادر کرایا کہ شیخ مبارک کا سارا خاندان دربار شاہی میں حاضر کیا جائے۔ شاہی چوبدار شیخ مبارک کے گھر پہنچے اور چاروں طرف پہرے بیٹھ گئے۔ ابوالخیر فیضی کا چھوٹا بھائی گھر میں تھا اس کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے گئے شیخ کے دشمنوں کو اکبر کے بھڑکانے کا موقع ملا کہ شیخ کے دل میں چور نہ ہوتا تو روپوش کیوں ہو جاتا اکبر کو مخالفوں کی سختی اور جوش انتقام دیکھ کر رحم آیا درباریوں سے کہا ایک غریب گوشہ نشیں کی جان کا دشمن بنا کیا ضرور ہے۔ شیخ اکثر سیر کو نکل جاتا ہے اس وقت بھی چلا گیا ہو گا اس بیچارے لڑکے (ابوالخیر) کو کیوں پکڑ لائے ہو۔ غرض ابوالخیر چھوڑ دیا گیا اور پہرا بھی اٹھ گیا

دشمنوں نے اب بادشاہ کی زبان سے جھوٹی خبریں مشہور کرنی شروع کیں کہ شیخ

[1] اکبرنامہ میں اس واقعہ کی تاریخ ۲۰ ربیع الاول ۹۸۲ھ بیان کی گئی ہے۔

مبارک اور فیضی معتوبان بارگاہ ہیں چند روز کے بعد صاحب خانہ نے بے اعتنائی شروع کی شیخ کو کھٹکا ہوا کہ خود صاحب خانہ کہیں نہ پکڑوا دے۔ رات کے وقت بے سروسامانی کے ساتھ وہاں سے نکلے اتفاق سے ایک شاگرد راہ میں مل گیا اس نے لیجا کر مہمان رکھا لیکن اس کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا بالآخر یہ رائے ٹھیری کہ اس شہر سے نکلنا چاہیے فیضی بھیس بدل کر نکلا اور ایک امیر کے پاس جس سے قدیم ملاقات تھی گیا اس نے بزبانی کو فخر سمجھا کچھ ترک جوان ساتھ کر دے کہ شیخ کو ساتھ لائیں آدھی بجے فیضی نے جا کر باپ بھائی کو یہ مژدہ سنایا سب نے بھیس بدلے اور غیر معروف راستوں سے امیر کے پاس پہنچے دس دن تک یہاں اطمینان سے گذری لیکن دشمنوں نے امیر کو دربار میں پکڑ بلوایا مجبوراً یہاں سے بھی نکلنا پڑا چلتے چلتے ایک باغ نظر آیا ٹھیر گئے کہ ذرا آرام لے لیں بدقسمتی سے چونکہ جاسوسوں کا ایک گروہ جو شیخ کی تلاش میں ہر طرف پھرتا تھا باغ کے پاس اُترا ہوا تھا یہاں سے بھی گھبرا کر نکلے راستہ میں ایک باغبان نے پہچانا اور دلدہی کر کے اپنے گھر لو اگیا باغبان کا آقا باہر سے آیا تو اس نے شیخ سے شکایت کی کہ میرے ہوتے آپ نے کیوں اس قدر تکلیف اُٹھائی چونکہ شیخ کی قیافہ سے بے اطمینانی ظاہر ہوتی تھی اس نے چور گھر میں لے جا کر رکھا کہ اب اطمینان سے رہئے مہینہ سے کچھ اوپر یہاں قیام رہا۔

چونکہ اکبر اس زمانہ میں فتح پور میں رہتا تھا فیضی آگرہ سے فتحپور گیا کہ ان مصیبتوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نکالے لیکن قسمت کی گردش یہاں بھی ساتھ تھی فیضی نے جب اپنی مظلومی کی داستان سنائی تو درباریوں میں ایک نیک دل امیر کو اس قدر جوش آیا کہ اسی وقت اُٹھا اور دربار میں جا کر بغیر اس کے کہ شاہی آداب بجا لائے گستاخانہ لہجہ میں کہا کہ اس ظلم کی کچھ انتہا بھی ہے اکبر نے کہا خیر ہے!! امیر نے کیفیت واقعہ بیان کی اکبر نے کہا تمکو خبر بھی ہے تمام علما نے فتوے تیار کئے ہیں اور مجھ کو

چین نہ لینے دیں کہ جہاں سے ہو شیخ مبارک کا خاندان ڈھونڈ کر پیدا کیا جائے
اور اس کو سزا دی جائے مجکو شیخ کا قیام گاہ معلوم ہے یہ کہکر اکبر نے خاص حجرہ محل کا
پتہ دیا جہاں شیخ کا قیام تھا لیکن دانستہ ٹالتا ہوں کل کوئی جاکر شیخ کو دربار میں لائے
اور علما جمع کئے جائیں۔

فیضی یہ واقعہ سن کر سخت گھبرایا راتوں رات گرتا پڑتا باپ کے پاس آیا اسی وقت
سب نے بھیس بدلے اور گھر سے نکلے جس مصیبت اور پریشانی میں گھر سے نکلے ہیں اس کی
تصویر ابوالفضل نے ان لفظوں میں کھینچی ہے۔

نورستان آفتاب وتاریک ہائے بدگوہر وہجوم سالک شہر وہنگامہ پژوہندگان
ناہنجار ویادر ناپدید، ویار اندازنایافت شلم چوہیں راچہ پاکہ قدرے ازاں حال
گذارد۔

غرض ایک ویرانہ میں جاکر پناہ لی چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ بادشاہ اپنی ذات سے
مہربان ہے اس لئے یہ رائے ٹھیری کہ پائے تخت میں چل کر بادشاہ تک رسائی کے
سامان پیدا کئے جائیں ایک امیر سے پورانی ملاقات تھی اس کے پاس گئے اس نے
کہا کہ پہلے آتے تو معاملہ آسان تھا اب حضور کے دل میں بھی رنج آگیا ہے یہاں رہنا
کسی طرح مناسب نہیں یہ کہکر گاڑی منگوائی اور ایک گانوں میں بھجوا دیا وہاں پہنچکر
معلوم ہوا کہ گاؤں کا رئیس اس خاندان کا قدیمی دشمن ہے غرض یہاں سے بھی نکلے اور
ایک اور گانوں میں پہنچے۔ یہاں بھی ایک مفسد کا سامنا ہوا اب پھر پھرا کر آگرہ میں
آئے اور ایک دوست کے گھر ٹھیرے دو مہینہ تک یہاں قیام رہا صاحب خانہ نیکدل
اور نیک نیت تھا اور چند لوگ بھی شیخ کے طرفدار پیدا ہو گئے دربار شاہی میں تقریب
ہوئی ۹۷۲ھ میں اکبر نے بڑے احترام سے بلایا۔

(باقی دارد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

لوگوں کو خیال تھا کہ قوم کو اب ندوہ کی داستان سے دلچسپی نہیں رہی لیکن اُس شاہی فیاضی کا جو ندوہ کو حاصل ہوئی قوم نے جس گرمجوشی اور خوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ندوہ کی ایک تھوڑی کامیابی بھی دفعۃً قوم کی قوم میں حرکت پیدا کر سکتی ہے۔

شاہجہانپور، امرتسر، غازیپور، لدھیانہ، لاہور، آگرہ، کے مسلمانوں نے اپنے اپنے شہروں میں جلسے منعقد کرکے ندوہ کی تائید میں تقریریں کیں۔ اس شاہی عطیہ کے متعلق اپنی خوشی کا اظہار کیا اور جناب عصمت مآب بیگم صاحبہ بھاولپور کی خدمت میں شکریہ کے تار بھیجے، ندوۃ العلما اُن تمام مسلمانوں کا ممنون ہے جنہوں نے اس نیک کام میں شرکت کی اور اُسکے ساتھ خلوص کا اظہار کیا۔

جناب نواب صدر الدین خاں بہادر رئیس بڑودہ، جن کی اسلامی ہمدردی اسلامی حمیت سے قوم اچھی طرح واقف ہے ماہ گزشتہ میں قومی درسگاہوں کا معائنہ کر رہے تھے، اسی تقریب سے وہ آٹھویں صفر ۱۳۲۶ھ کو لکھنؤ آئے، اور دسویں صفر کی صبح کو

دار العلوم کا معائنہ کیا، دار الاقامہ، درسگاہ اور کتبخانہ کو دیکھا، بعض بعض طلبہ سے نہایت مہربانی سے اُنکا نام اور وطن پوچھا۔

ہم جہانتک خیال کرتے ہیں، نواب صاحب دار العلوم سے خوش واپس گئے، ندوہ کی عمارت کے متعلق البتہ اُنھوں نے شکایت کی، لیکن ہم اسکے لیے قوم کی عدم توجہی کی شکایت کرتے ہیں۔

جناب مولانا محمد علی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلما جو قریباً دو برس سے حرمین میں تشریف رکھتے تھے، اوسط ماہ صفر میں ہندوستان واپس آئے۔ ابتک جناب مولانا کو ندوۃ العلما کے ساتھ جو شغف اور ہمدردی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ باوجود اس پیرانہ سالی اور ضعف قوی کے اپنے اصلی مستقر مونگیر جانے سے پہلے لکھنؤ تشریف لائے، طلبہ، مدرسین اور بعض ارکان نے اسٹیشن تک استقبال کیا۔ ... صفر کی صبح کو دار العلوم تشریف لائے اور طلبہ کو دیر تک مفید نصائح فرماتے رہے۔

شمس العلما مولانا شبلی صاحب نے فرمایا کہ ندوہ کی طرف سے لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلی ہیں اُن کی اصلی وجہ یہ ہے کہ مخالفین ندوہ نے ندوہ کی طرف جو غلط اتہامات منسوب کیے، ارکان ندوہ نے اُسوقت سکوت مناسب سمجھکر اُن الزامات کے دفع کرنے کی کوشش نہیں کی، اسلیے اکثر لوگوں نے اُن اعتراضات کو واقعی اور صحیح سمجھ لیا، حالانکہ اگر اُسیوقت ساتھ ساتھ اُنکے جوابات بھی شائع کر دیے جاتے تو غالباً ندوہ کی طرف سے لوگوں میں اس کثرت سے غلط فہمیاں نہ پھیلتیں، اور اب بھی ضرورت ہے کہ صحیح اور سادہ طریقہ سے ان اعتراضات کے جواب شائع کیے جائیں۔

ہمایوں نامہ

از

گلبدن بیگم

ایک طرف تو ہمارے مولوی، مسلمانوں کے کافر بنانے میں مصروف ہیں اور اس کام میں وہ کوشش کرتے ہیں، جو صحابہ کافروں کے مسلمان بنانے میں کرتے تھے، دوسری طرف یورپ کی علمی فیاضیوں کا بادل عالم پر آب حیات برسا رہا ہے۔ دنیا کی تمام قوموں کے مردہ علوم، فنون، تاریخ اور یادگاریں زمین کے طبقے اُلٹ اُلٹ کر نکالے جارہے ہیں اور دنیا کی نمائش گاہ ان گم شدہ جواہرات سے اس طرح سجادی گئی ہے کہ گویا پچھلا زمانہ اُسی سروسامان سے دوبارہ سامنے آگیا ہے۔

ان علمی کوششوں میں نہ صرف مردوں کا گروہ مصروف ہے بلکہ طبقہ اناث بھی جو ہمارے ملک میں صرف ایوان عیش کی سجانے کی تصویریں ہیں، اسی ہمت، جوش اور استقلال سے مشغول ہے جو ازل سے آجتک مردوں کا خاصہ سمجھا جاتا تھا۔

مدت ہوئی جب میں علی گڑھ کالج میں پروفیسر تھا، ایک صاحب پرنسپل نے مجھ سے کہا کہ گلبدن بیگم کا ہمایوں نامہ کہاں ملیگا؟ لندن سے ایک خاتون نے اسکا پتہ پوچھا ہے۔ مجھ کو اپنی تاریخ دانی پر ناز تھا، میرے غرور توڑنے کی لیے یہ کچھ کم بات نہ تھی کہ میں ہمایوں نامہ کیطرف سرے سے گلبدن بیگم کو نہیں جانتا تھا، مینے ہندوستان کے مشہور کتب خانوں کو خطوط لکھے کہیں سے جواب نہ آیا، لیکن اب یہی نایاب چیز، عام ہوکر بازاروں میں آگئی۔ گلبدن بیگم بابر کی بیٹی، ہمایوں کی بہن، اور شہنشاہ اکبر کی پھوپھی تھی، اسنے بابر اور ہمایوں کے حالات میں ایک کتاب لکھی اور ہمایوں نامہ نام رکھا۔

ہمایوں نامہ چونکہ ایک خاتون کی تصنیف تھی، یورپ کی خوش مذاقی نے اس کتاب کی اشاعت کے لیے ایک خاتون ہی کو انتخاب کیا یعنی لیڈی اینٹ ایس بیورج کو اس کتاب کے بہم پہنچانے کا خیال ہوا، لیڈی موصوف نے اس کتاب کی تلاش میں بے انتہا جاں فشانیاں کیں، اس سلسلہ میں یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ لیڈی صاحبہ نے شوق جستجو میں اردو تصنیفات پر بھی نظر ڈالی اور چونکہ وہ ناامید ہو گئی تھیں اس لیے جب انکو مولوی محمد حسین صاحب آزاد کی دربار اکبری میں گلبدن بیگم کا نام ملا تو انکی امیدیں دوبارہ تازہ ہو گئیں، انھوں نے بمبئی میں اپنے ایک دوست کو خط لکھا کہ مولوی صاحب موصوف سے ملکر ہمایوں نامہ کا پتہ لگائیں، لیکن مولوی محمد حسین آزاد سے ملکر ان کو معلوم ہوا کہ آزاد نے جو کچھ لکھا تھا وہ خود لیڈی صاحبہ کی خوشہ چینی تھی، یعنی اس آرٹیکل سے ماخوذ تھا جو لیڈی صاحبہ اس سے پہلے ایک انگریزی پرچہ میں گلبدن بیگم کے متعلق لکھ چکی تھیں، **مصرعہ**

آں کس کہ گفت قصہ ما ہم ز ما شنید، فاعتبروا یا اولی الابصار، بہرحال لیڈی صاحبہ کی تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ انھوں نے اس نایاب کتاب کے متعدد نسخے بہم پہنچائے اور نہ صرف کتاب کو چھاپا بلکہ حسب ذیل باتیں اضافہ کیں،

۱۔ گلبدن بیگم کی غایت مفصل سوانح عمری لکھی۔

۲۔ کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا

۳۔ ترکی الفاظ نہایت کثرت سے تھے انکی تحقیق کی اور ان کو حل کیا۔

۴۔ کتاب میں سیکڑوں شاہی خاندان کی بیگمات کے نام آگئے تھے ان سب کے حالات لکھے۔

۵۔ جسقدر نام کتاب میں آئے ہیں ان کی مفصل فہرست شامل کی کہ جس شخص کے متعلق کچھ دیکھنا چاہیں فوراً اسکا پتہ لگ جائے۔

یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں چھپکر بمقام لندن شائع ہوئی اور نو (لعم) قیمت پر بمبئی میں تھیکر کی دکان سے مل سکتی ہے

انشاپردازی

اب ہم اصل کتاب پر مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالتے ہیں۔

سب سے پہلے ہمکو اس بات پر حیرت ہوتی ہی کہ **گلبدن بیگم** کا زمانہ وہ زمانہ ہی جب تیموری سلطنت کی بنیاد قائم ہو رہی تھی، ایسے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کی یہ حالت تھی کہ بیگمات ایسی تصنیفیں کرتی تھیں جو آج مردوں سے بن نہیں آسکتیں، فارسی زبان میں سادہ اور صاف واقعہ نگاری کا عمدہ سے عمدہ نمونہ، تزک جہانگیری، اور رقعات عالمگیری ہیں، اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ کتابیں سادگی اور لطافت کے لحاظ سے اس قابل ہیں کہ ہزاروں تاریخ تیموری اور وقائع نعمت خاں ان پر نثار کردی جائیں لیکن انصاف یہ ہی کہ ہمایوں نامہ کچھ ان سے بھی آگے بڑھا ہوا ہی، اسکے چھوٹے چھوٹے فقرے سادہ اور بے تکلف الفاظ روزمرہ، عام فہم بیان، طرز ادا کی بے ساختگی، دل کو بے اختیار کردیتی ہی۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

بابر نے ایک چھوٹے بچے کو ایک اشرفی بھیجی تھی کہ سوراخ کرکے اُسکے گلے میں پہنا دینا، لیکن پہلے اس کی آنکھیں بند کردینا کہ دیکھنے نہ پائے، بچہ نے گو دیکھا نہیں لیکن اشرفی کو ہات سے ٹٹولتا ہی اور خوش ہو ہو کر اچھلتا ہی، ساتھ ہی دونوں ہاتوں سے اشرفی کو مٹھی میں دبائے ہوئے ہی کہ کوئی چھین نہ لے، اس واقعہ کو یوں ادا کیا ہی۔

> حکم بود کہ اشرفی را سوراخ کردہ و چشمش را بستہ در گردنش انداختہ، درون حرم فرستید، بچہ دید کہ اشرفی سوراخ کردہ در گردنش انداختند، از گرانی طرفہ بے طاقتی و اضطراب و خوش حالی میکرد، و بہ دو دست اشرفی را گرفتہ طرفگیہا میکرد کہ کسے اشرفی مرا نگیرد،

ایک اور موقع

> حضرت بادشاہ فرمودند کہ آکہ جانم (بیگم کا خطاب ہی) اگر حکم شود در حوض آب (پانی میں) بمانند، آکہ جانم گفتند بسیار خوب، خود آمدہ بر سر زینہ (اتریں) نشستند و مردم غافل بیکبارگی

شراس زدہ (زورت) آب آمد، جوانان را طرفہ اضطرابے دست داد، حضرت بادشاہ

[illegible] نیلے ندارد (کچھ مضائقہ نہیں)۔

حمیدہ بانو بیگم (اکبر شاہ کی ماں) سے جب ہمایوں نے شادی کرنی چاہی تو وہ راضی نہیں ہوتی تھی، ایک مہینہ سے زیادہ جھگڑا رہا، بالآخر بڑی مشکلوں سے راضی ہوئی، اس وقعہ کو یوں ادا کیا ہے۔

> تا چہل روز از جہت حمیدہ بانو بیگم مبالغہ و مناقشہ بود، بیگم راضی نشدند، آخر حضرت والدہ ام (دلدار بیگم) نصیحت کردند کہ آخر خود بہ کسے خواہی رسید، بہتر از بادشاہ کہ خواہد بود؟ بیگم گفتند کہ آرے بہ کسے خواہم رسید کہ دست من بگریبان او برسد نہ آنکہ بہ کسے برسم کہ دست من میدانم بہ دامن او نرسد

اس آزادی اور بلند حوصلگی کو دیکھو، ایک بادشاہ ذوی الاقتدار شادی کرنا چاہتا ہے حمیدہ بانو نہیں مانتی، اور جب شاہ بیگم نے کہا کہ آخر کسی کے پلّے تو بندھے ہیگی تو کہتی ہے کہ ہاں اُس سے بندھونگی جسکے گریبان تک میرا ہات پہنچے؛ نہ اُس سے کہ میرا ہات اُسکے دامن تک بھی نہ پہنچے

قدیم تصنیفات میں روزمرہ اور محاورے بہت کم ملتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ارباب قلم نے تصنیفی زبان علیحدہ قرار دے لی تھی، اس میں عام بول چال اور روزمرہ کا لانا خلاف متانت سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آج سے تین سو برس پہلے کی عام زبان نہیں معلوم ہوسکتی، جسقدر کتابیں موجود ہیں، سب میں وہی مصنوعی اور ساختہ زبان مستعمل ہے لیکن ہمایوں نامہ میں کثرت سے ایسے محاورے ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ نمونے درج ہیں

ایستادہ دریافتم	کھڑے کھڑے ملا
پیشواز آمدند،	استقبال کو آئے
قلعگی شد	محاصرہ ہوا
طربگیہا میکرد	شوخیاں کرتا تھا۔

بیائید تا یکدیگر م را دریابیم	آؤ گلے لگیں
ہندال مرزا چہ مقدار شدہ است	ہندال مرزا اب کتنا بڑا ہوا (یعنی کتنا قد ہی)
پاے میداد	ہار جاتا تھا
جاں درازی	طول عمر
آب را تنگ نمیکردند	پانی بند نہیں کرتے تھے
خفتن شد	سونے کا وقت آیا
نماز دیگرے بود	عصر کی نماز کا وقت تھا
مرا بہ شمشیر گرفتند	تلواریں لیکر مجھ پر آپڑے
سر و پا	لباس
سر حضرت شوم	آپ پر قربان ہوں
روستاے گری	گنوارپن
ساعتے معطل کردند	ذرا دیر توقف کیا
اسپش اندک بلند رفت	اُنکا گھوڑا ذرا اونچا اُڑا

تاریخی مذاق ہمکو سب سے پہلے اس بات پر حیرت ہوتی ہی کہ شاہی خاندان کی ناز پرورد خاتون تاریخ نویسی کے فرض اور ذمہ داری سے کسقدر واقف ہی، اس نے یہ کتاب اپنی مرضی سے نہیں لکھی اور شاید لکھنا پسند بھی نہ کرتی لیکن اکبر اعظم کی فرمایش ٹالی نہیں جاسکتی تھی اسنے تعمیل حکم کی، تاہم فرائض تاریخ نویسی کے لحاظ سے سب سے پہلے یہ ظاہر کردینا ضروری سمجھتی ہی

> وقتیکہ حضرت فردوس مکانی (بابر بادشاہ) از دار الفنا بہ دار البقا خرامیدند این حقیر ہشت سالہ بود، وبیان واقع شاید کمترک بہ خاطر ماندہ بود، بنابر حکم بادشاہی (اکبر شاہ) انچہ شنیدہ وبہ خاطر بود نوشتہ میشود۔

یہ خاص عرب مورخین کا مذاق ہی کہ روایت کا سلسلہ اخیر تک پہنچا دیتے ہیں۔ گلبدن کی عمر بابر کی

وفات کے وقت عمر بندرہ آٹھ برس کی تھی اسیلیے انسے صاف اسکا اظہار کیا اوراسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ بھی بتصریح کہدیا کہ اس عمر کے واقعات کم یاد رہتے ہیں، ساتھ ہی مجبوری بھی ظاہر کی کہ بادشاہ کا حکم تھا آگے چلکر ہمایوں کے واقعات میں بھی جو واقعہ خود اُس کی آنکھوں کے سامنے نہیں گذرا اُسکے متعلق تصریح کردیتی ہو کہ مینے فلاں شخص سے سُنا ہو۔

ایشیائی مورخین کی عادت ہو کہ وہ تاریخی واقعات میں سے صرف جنگ وجدل بغاوت اور خونریزیوں کے واقعات کو لیتے ہیں، اور انکو خوب پھیلاتے ہیں، اسیلیے یورپ والے ہماری تاریخوں کو قصائی کی دکان کہتے ہیں، اور واقعی ان تاریخوں سے اُس عہد کے تمدن، شائستگی، پبلک معاشرت، خانگی زندگی، کا پتہ لگانا چاہیں تو بہت کم کامیابی ہوتی ہو، گلبدن بیگم، یا تو اس نکتہ سے واقف تھی، یا اس لیے کہ عورت تھی اور لڑائی بھڑائی کی باتوں میں اسکو لطف نہ آتا ہوگا، بہرحال وجہ کچھ ہو لیکن کتاب اس مذاق میں لکھی ہو کہ اس عہد کی معاشرت اور زندگی کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہو، کسی شادی یا جلسہ کی تقریب کا حال لکھتی ہو تو من وعن تصویر کھینچدیتی ہو۔ مثلاً میرزا ہندال کی شادی کے ذکر میں لکھتی ہو

مردم دیگر کہ بدست چپ بادشاہ نشستہ بودند بر توشک زر دوزی معصومہ سلطان بیگم وگلرنگ بیگم (اور بہت سے بیگمات کے نام گنائے ہیں) وطرح خانہ طلسم بدین تفصیل خانۂ کلاں مثمن کہ دراں جا طوی (جلسہ) دادند خانہ خورد دیگر برابر آں ہم مثمن بود، تخت مرصع نہادہ در بالا وپایان تخت او شتہائے زر دوزی انداختہ وشدہاے مروارید آویختہ بہ مقدار یک نیم گز درازی، ہر لڑے دو کرہ آینہ در پایان، در مثمن خورد چہپرکھٹ مرصع نہادہ و پاندان وصراحی وشربہ وگلاس مرصع، دراں خانہ اسباب سپہ گری بود مثل شمشیر مرصع، وقور مرصع وکمر خنجر مرصع، وجمدہر وکپہوہ مرصع وترکش (شادی میں بھی ہتھیار ساتھ ہیں) وخانہ دوم کہ آں را خانہ سعادت می گفتند دراں خانہ جاے نماز، وکتاب، وقلمدانہاے مرصع، وجزدانہاے خوش، ومرقعہاے لطیف مع تصویرہاے وخطہاے خوش نہادہ بودند،

+ + درلب حوض نالارسے (کمرہ) بود ودرنالارہ دریچہ ہا ابرک گرفتہ بودند کہ جوانان

دراں نالار نشستہ وبازی گراں بازی می کردند، **بازار زنانہ** نیز کردہ بودند (اکبر

کے مینابازار کی یہی بنیاد ہے) وکشتی ہا آئیں بستہ بودند + + ودر کشتی بالاخانہ

بودند وپایاں باغے ساختہ بودند از قسم قلعہ وتاج خروس وناقرماں لالہ کاشتہ بودند

اس کتاب سے اس زمانہ کی تہذیب ومعاشرت کے جو حالات معلوم ہوتے ہیں،

اُن میں سے بعض قابل ذکر ہیں۔

۱۔ عورتیں لکھنے پڑھنے کے علاوہ فنون سپہگری سے خوب واقف ہوتی تھیں اور سفر

اور سیر وشکار میں عموماً گھوڑے پر سوار ہوتی تھیں، یہانتک کہ بعض عورتیں مردانہ لباس پہنتی

تھیں۔ مہرانگیز بیگم کے حال میں لکھا ہے۔

لباس مردانہ می پوشیدند وبہ انواع ہنر ہا آراستہ ہیچو زہگیر تراشی، وچوگاں بازی و

تیراندازی واکثر سازہا (باجے) می نواختند۔

ایک موقع پر کہتا ہے۔

ماہ چوچک بیگم نادانستہ اندک بلند رفت۔

ہمایوں جب ایران گیا ہے تو حمیدہ بانو بیگم (اکبر کی ماں) بھی ساتھ تھی اور محافہ

میں سفر کرتی تھی، لیکن ہمایوں کی بہن ہمیشہ گھوڑے پر سوار، بادشاہ کے عقب میں چلتی تھی

یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں موسیقی میں بھی کمال رکھتی تھیں، اور خاندان کے آدمی

جب ایک جگہ ملکر بیٹھتے تھے تو عورتیں خود بھی گانے میں شریک ہوتی تھیں لیکن یہ احتیاط

رہتی تھی کہ اُسوقت کوئی بیگانہ آدمی نہیں ہوتا تھا،

۲۔ عورتوں کا نہایت احترام کیا جاتا تھا، بابر کی بیوی جسکا نام **ماہم بیگم** تھا جب

کابل سے ہندوستان میں آئی ہے تو بابر دو کوس تک پاپیادہ استقبال کو گیا، اور جب بیگم

کی سواری سامنے آئی، اور اُسنے بابر کو پیادہ دیکھکر، سواری سے اُترنا چاہا تو بابر نے نہ مانا

اور ماں کی سواری کے ساتھ ساتھ پیدل مکان تک آیا۔ ان عجیب واقعات کو گلبدن بیگم ان الفاظ میں لکھتی ہیں:

حضرت بادشاہ بابام چون شنیدند تا کول جلالی پیشواز (استقبال) رفتند، ... گفتند که حضرت (ماہم بیگم) را در دو گروہی گذشتہ آمدہ ام، حضرت بادشاہ بابام ... تا اسپ آوردن تحمل نکردند و پیادہ رواں شدند، و پیش خانہ ... ماہم دوچار شدند۔ آکام (یعنی ماہم بیگم) می خواستند کہ پیادہ شوند بادشاہ بابام نماندند و خود در جلوی آکام[1] تا خانہ خود پیادہ آمدند۔

ملکی معاملات میں عورتوں سے مشورہ اور رائے لیجاتی تھی اور ہر قسم کے امور میں ان کی شرکت ضروری سمجھتے تھے۔

۳۔ آج یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوگی کہ اُس وقت عورتوں کو اپنی شادی اور نکاح کے معاملہ میں پوری آزادی حاصل تھی، ہمایوں نے جب حمیدہ بانو بیگم سے شادی کرنی چاہی تو اس نے صاف انکار کیا، اور مدت تک اپنے ارادہ اور ضد پر قائم رہی اور جب معزز بیگمات نے کہا کہ آخر کسی سے شادی کرنا ہی ہے، بادشاہ سے کیوں احتراز ہے تو حمیدہ نے کہا کہ میں اُس سے شادی کروں گی جس سے برابری کا دعویٰ ہو سکے، بادشاہ کا اور میرا جوڑ کیا۔

۴۔ لیکن ہمارے زمانہ کے پردہ شکن گروہ کو یہ سنکر مایوسی ہوگی کہ ان سب باتوں کے ساتھ عورتیں نامحرم سے پردہ کرتی تھیں اور بغیر نقاب اور برقع کے باہر نہیں نکلتی تھیں ہمایوں نے نکاح سے پہلے جب حمیدہ بانو بیگم کو بلایا ہے تو اُس نے کہا کہ آداب سلطنت کے لحاظ سے ایک دفعہ میں بادشاہ کے سلام کو جا چکی ہوں۔ دوبارہ جانا نامحرم کے سامنے

---

[1] آکا، ماں کو کہتے ہیں میم متکلم کی ہے یعنی میری ماں، اسی طرح بابا میں متکلم کی میم لگا کر بابام کر دیا ہے، یعنی میرے والد۔

جاتا ہے، چنانچہ خود حمیدہ بانو کے یہ الفاظ ہیں۔

"دیدن بادشاہاں یک مرتبہ جائز ہست در مرتبہ دیگر نا محرم ہست من نمی آیم"

چنانچہ جب تک شادی نہیں ہوئی کبھی ہمایوں کے سامنے نہیں آئی۔

۵۔ ایشیائی سلطنتوں میں بادشاہ نہ صرف تخت پر بلکہ خانگی زندگی میں بھی بادشاہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کا خردسال پیارا بچہ بھی جب اسکے سامنے جاتا ہے تو پیارے باپ کی گود میں نہیں بلکہ ایک شاہنشاہ کے دربار میں جاتا ہے۔ یہ بادشاہ پرستی اور شخص پرستی کی اخیر حد ہے اور قومی زندگی کی یہ آخری علامت ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ حالت نہ تھی۔ بابر اور ہمایوں اسی طرح اپنے عزیز، قریب اور بھائی بہنوں سے ملتے تھے جس طرح ایک عام آدمی اپنے پیارے عزیزوں سے ملتا ہے۔ گلبدن بیگم اس قسم کے واقعات کو نہایت دلچسپی سے لکھتی ہے اور ان موقعوں پر اسکے قلم سے محبت کا آب حیات ٹپکتا ہے۔ ہمایوں جب بیمار ہوا ہے اور اس کی بہنیں اسکی عیادت کو آئی ہیں اس موقع پر لکھتی ہے۔

این حقیر ہمراہ ہمشیرہا ملازمت آں حضرت فرشتہ خصال رفتہ کردم + ہرگاہ کہ آں حضرت بہوش خوش می آمدند از زبان دُرافشان خویش پرسش میفرمودند کہ خواہراں! خوش آمدید، بیائید تا یکدگر را دریابیم کہ شمارا در نیافتہ ایم۔

ایک اور موقع پر ہمایوں گلبدن بیگم سے کہتا ہے۔

این حقیر را دیدند و فرمودند کہ اول ترا نشناختم از برای آنکہ وقتیکہ لشکر ظفر اثر بہ گور بنگالہ کشیدہ بودم، طاقی[1] پوش بودی، الحال لچک قصابہ دیدم نشناختم گلبدن! من ترا بسیار یاد می کردم وگاہے پشیماں شدہ می گفتم کہ کاشکے ہمراہ مے آوردم،

---

[1] طاقی یعنی ٹوپی، شہزادیاں بچپن میں ٹوپیاں پہنا کرتی تہیں،

بابر اپنے چھوٹے بیٹے ہندال کا حال ایک شخص سے پوچھتا ہے۔

ہندال کجاست ؟ کہ خواہد آمد ؟ چہ بلا انتظار داد ، ، ، ہندال میرزا چہ مقدار

شدہ ہست ؟ وبہ کہ ماند ہست ؟

چوں میر بردی بیگ را ہ میرزا پوشید بود ، نمود کہ ایں جامہ شاہزادہ ہست کہ

بندہ عنایت فرمودہ اند ، حضرت (بابر) پیشتر طلبید ند کہ بہ چیم قد و قامت ہندال

بہ مقدار شدہ ہست ؟

ہندال سے گلبدن کو بھی نہایت محبت تھی ، جب وہ لڑائی میں مارا گیا تو گلبدن کو

سخت صدمہ ہوا ، اس موقع پر لکھتی ہے۔

نمی دانم کدام ظالمے بے رحمے آں جوان کم آزار را بہ تیغ ظلم بے جاں کردہ ،

کاشکے بہ دل و دیدہ من ، یا بہ سعادت یار پسر من ، یا بہ خضر خواجہ خان (گلبدن کے

شوہر کا نام ہے) ، آں تیغ بید ریغ می رسید ،

یعنی بھتیجہ ، بیٹے اور شوہر سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

اگرچہ ہمنے گلبدن بیگم کی کتاب سے وہی حالات انتخاب کیے ہیں ، جلسے اس

زمانہ کی معاشرت اور خانگی زندگی کا پتہ لگتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ بیگم ملکی اور

سیاسی واقعات کو قلم انداز کرتی ہے ، اسنے ہمایوں کے ایک ایک واقعہ کو تفصیل سے

لکھا ہے ، اور اس میں بھی وہ اور مورخین سے ممتاز نظر آتی ہے ، وہ اس بات سے بخوبی

واقف ہے کہ کس واقعہ کو سمیٹ کر اور کس واقعہ کو پھیلا کر لکھنا چاہیے ، وہ خوب جانتی ہے

کہ کونسا واقعہ کیا اثر رکھتا ہے ، اور اسیے اُسکے اسباب و علل سے کہانتک بحث

کرنی چاہیے۔

مثلاً ہمایوں نے اپنے بھائی مرزا کامراں کی بار بار خونریزی اور بدعہدی سے

تنگ آکر اُسکو اندھا کرا دیا تھا ، لیکن ہمایوں اسقدر نرم دل اور رحم مجسم تھا کہ یہ حرکت

اس سے بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ بااین ہمہ بدایونی، اور فیاضی خاں نے اس واقعہ کے متعلق صرف اسقدر کہا کہ ہمایوں کے حکم سے اُس کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں۔ لیکن بیگم اس واقعہ کو تفصیل سے لکھتی ہے جس سے واقعہ کی اصلیت ذہن نشین ہو جاتی ہے چنانچہ اسکے الفاظ یہ ہیں۔

عاقبۃ الامر جمیع خانان و سلاطین و وضیع و شریف و صغیر و کبیر و سپاہی و رعیت وغیرہ کہ از دست میرزا کامراں داغہا داشتند دراں مجلس متفق شدہ بعرض حضرت بادشاہ رسانیدند کہ در بادشاہی و تحکم رسم برادری منظور نمی باشد، اگر خاطر برادر میخواہید ترک بادشاہی بکنید و اگر بادشاہی می خواہید ترک برادری بکنید + + + + حضرت بادشاہ در جواب فرمودند کہ اگرچہ ایں سخنان شمایاں خاطر نشاں می کنید اما دل من نمی شود، ہمہ فریاد برآوردند و گفتند کہ انچہ بعرض رسانیدہ شدہ است عین مصلحت است۔ اخر الامر حضرت فرمودند کہ اگر مصلحت و رضامندی ہمہ شمایاں دریں ست پس ہمہ شمایاں جمع شوید و محضرے نویسید ہمہ از یمین و یسار امرایاں جمع شدہ نوشتہ دادند ہماں مصرع را ع رخنہ گر ملک سر افگندہ بہ، بہ حضرت بادشاہ ہم ضرور شد،

افسوس اور سخت افسوس ہے کہ کتاب میں سیکڑوں ہزاروں الفاظ ترکی کے ہیں اور زیادہ تر وہی ہیں جو ساز و سامان اسباب خانداری، ظروف و طعام، سامانِ سفر، وضع و لباس وغیرہ کے متعلق ہیں ہم انکو سمجھ نہیں سکتے۔ ورنہ سوشل لائف کی پوری تصویر اس سے تیار ہو سکتی تھی۔

اخیر میں ہم کو دوبارہ اس معزز انگریزی خاتون کی علمی شوق کی داد دینی چاہیے جسنے اس نایاب کتاب کے بہم پہنچانے اور تصحیح و تحشیہ میں وہ قابلیت اور محنت صرف کی جو ہماری قوم کے مردوں سے بھی بن نہیں آتی۔

شبلی نعمانی

عربی[1] اور فارسی شاعری کا موازنہ

(ماخوذ از شعر العجم)

اوپر کے بیانات سے اسقدر تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ فارسی شاعری عرب کی دست پرور ہے لیکن یہ سوال پیدا ہوگا کہ اُستاد و شاگرد میں کیا فرق ہے، شاگرد نے اُستاد پر کیا اضافہ کیا۔ اور کن باتوں میں اب بھی وہ اُستاد کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ فارس کی شاعری اگرچہ بالکل عرب کا سایہ ہے لیکن دونوں ملکوں کی تمدن معاشرت اور مقامی حالات میں اسقدر اختلاف ہے کہ ہر طرح کے تعلقات کے ساتھ بھی۔ دونوں شاعریوں میں زمین آسمان کا فرق پیدا ہو گیا ہے۔ عرب کا تمدن یہ تھا کہ بڑے بڑے جتھے، پہاڑوں اور میدانوں میں رہتے تھے۔ کسی بادشاہ یا فرمانروا کے محکوم نہیں ہوتے، آزادی اور خودسری کے خیالات ساتھ لیکر پیدا ہوتے تھے، اور ساتھ لیکر جاتے تھے، طبیعت جنگجو اور شوریدہ سر تھی اسلیے آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے اور ذرا ذرا سی بات پر قبیلے کے قبیلے لڑکر فنا ہو جاتے تھے، فصاحت و بلاغت کا ملکہ فطرتی تھا، اسلیے جو حالت پیش آتی اور جو خیالات پیدا ہوتے اُن کو اسی اصلیت اور جوش و خروش کے ساتھ ادا کر دیتے تھے۔

رزمیہ شاعری ان باتوں کا اثر یہ تھا کہ انکے اشعار میں شجاعت، جانبازی، مخاطرہ نفس، اندھا دھند دلیری کے جو خیالات پائے جاتے ہیں فارس بلکہ دنیا کی کسی قوم کو

---

[1] عربی شاعری سے مراد اسلام کے ماقبل کی شاعری ہے یا زیادہ سے زیادہ بنوامیہ کے عہد تک اسکے بعد کی شاعری عربی نہیں بلکہ عجمی ہے، صرف زبان کا فرق ہے جس طرح حکومت کہ برائے نام عباسیہ کی تھی، اصلی حکمراں فارس اور ترک تھے۔

نصیب نہیں ہوسکتی، اس قسم کے اشعار کو حماسیات کہتے ہیں، ان حماسیات کو پڑھو تو یہ عالم نظر آتا ہے کہ جنگل میں شیر گونج رہا ہے۔ فردوسی نے بھی شاہنامہ میں بڑے بڑے زور کے معرکے لکھے ہیں، لیکن وہ اوروں کے افسانے ہیں، فردوسی داستان گو بنکر اُن کو بیان کرتا ہے لیکن عرب کا شاعر جو کہتا ہے اپنی سرگذشت کہتا ہے، اور اسلیے اسکا جو اثر ہوتا ہے شاہنامہ کا نہیں ہو سکتا، عرب میں جو مشہور شاعر گذرے ہیں وہی مشہور بہادر اور جنگ آور تھے مثل امراء القیس، عمرو بن کلثوم، عمرو معدی کرب، اسلیے وہ زبان سے وہی کہتے تھے جو ہاتھ سے کرتے تھے

اسکے مقابلہ میں عجم کے شعراء کی یہ حالت تھی کہ انوری ایک دفعہ ڈاکوؤں میں گھر گیا، ایک حکیم صاحب اور ایک درزی بھی ساتھ تھا سب جان بچاکر بھاگ نکلے، انوری بطور علوم متعارفہ کے کہتا ہے۔

ع حکیم و شاعر و درزی چگونہ جنگ کند،

آزادانہ خیالات اسباب مذکورۂ بالا نے عرب کی شاعری کو آزادانہ خیالات سے لبریز کردیا تھا، فارسی شاعری ہم کو یہ سکھاتی ہے۔

اگر شہ روز را گوید شب ست این بباید گفت اینک ماہ و پرویں

بخلاف اسکے عرب کا شاعر اتفاق سے فلاکت میں پڑجاتا ہے۔ ایک فرمانروا رئیس جو نسب میں اس سے کم رتبہ ہے اسکو حاجتمند دیکھکر چاہتا ہے کہ اس سے قرابت پیدا کرے شاعر کو خبر ہوتی ہے وہ یہ اشعار جواب میں بھیجتا ہے۔

تبغی ابن کوز والسفاهة کاسمها لیستادمنا ان شتونا لیالیا

ابن کوز (رئیس کا نام ہے) نے جسکا نام بھی ویسا ہی کمینہ ہے جیسا وہ خود کمینہ ہے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہمارے ہاں قرابت کرکے شریف بنجائے اور یہ اس بنا پر کہ ہم نے چندروز فاقہ سے گزارے۔

دہنا علی عض الزمان الذی ترے　　　لعاج من کرہ المخازی الد واھیا

اس زمانہ نے ہم کو ستایا تاہم ہم　　　ذلت کے مقابلہ میں مصائب کو برداشت کرتے ہیں

فلا تطلبنہا یا ابن کوز فانہ　　　غذ الناس مذ قام النبیؐ الجواریا

ابن کوز اس خیال سے درگزر جب سے رسول اللہ پیدا ہوے لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں

وہ کہیں شادی کرلو،

متنبی کے زمانے میں عرب کی تمام خصوصیات مٹ چکی تھیں تاہم جب سیف الدولہ نے متنبی کی نازبرداریوں میں کمی کی اور شعراء کو اسکا ہم رتبہ قرار دیا تو اسنے ایک قصیدہ لکھکر دربار میں پڑھا جسکا ایک شعر یہ ہے۔

وما انتفاع اخی الدنیا بناظرہٖ　　　اذا استوت عندہ الانوار والظلم

یعنی جب انسان کو روشنی اور تاریکی یکساں معلوم ہو تو آنکھ سے کیا حاصل، تمام قصیدہ میں اسی قسم کے آزادانہ خیالات ظاہر کیے اور بگڑکر دربار سے چلا آیا۔

مفاخرت　اسی بناپر عرب کی شاعری کا ایک بڑا میدان مفاخرت ہی جس میں شاعر اپنے کارناموں کو بڑے جوش وخروش سے فخریہ بیان کرتا ہی اور وہ اسکو زیب دیتا ہے عرب کا ایک مشہور بادشاہ عمرو بن ہند گزرا ہی، اسکا عظمت واقتدار جب زیادہ بڑھا تو اُسنے ایک دن درباریوں سے کہا کہ کیا اب عرب میں کوئی ایسا شخص بھی ہی جس کی ماں کو میری ماں کے سامنے گردن جھکانے سے عار ہو، اُنھوں نے کہا، ہاں، عمرو بن کلثوم (قبیلہ تغلب کا مشہور شاعر تھا) بادشاہ نے اُسکو دعوت دیکر بلایا اور لکھا کہ مستورات بھی ساتھ آئیں، عمرو بن کلثوم دربار میں آیا، اور عورتیں شاہی حرم میں گئیں، اِدہر اُدہر کی باتیں ہورہی تھیں کہ بادشاہ کی والدہ نے عمرو بن کلثوم کی ماں سے کسی چیز کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ بی ذرا اسکو اُٹھادینا، اُسنے کہا، آدمی کو اپنا کام آپ کرنا چاہیے، بادشاہ کی ماں نے دوبارہ کہا، وہ چیخ کر پکاری

واتغلباه واذُلّاه یعنی "ہاے تغلب کی ذلت" عمرو بن کلثوم نے باہر سے آواز سنی
اور سمجھا کہ ماں کے ساتھ کوئی نامناسب برتاؤ ہوا اُسی وقت تلوار سے بادشاہ کا سر
اُڑا دیا اور خود بچکر نکل آیا، پھر دونوں قبیلوں میں بڑے زور کا رن پڑا، اور ہزاروں آدمی
کٹ گئے، عمرو بن کلثوم نے اسپر ایک قصیدہ لکھا اور جب عکاظ کا مشہور میلا قائم
ہوا تو مجمع عام میں جوش وخروش کے ساتھ پڑھا۔ ایک مدت تک یہ حالت رہی کہ قبیلہ
تغلب کا بچہ بچہ اس قصیدہ کو زبانی یاد رکھتا تھا، بالآخر یہ قصیدہ آب زر سے لکھکر، درکعبہ
پہ آویزاں کیا گیا، اسی بنا پر اسکو معلقہ کہتے ہیں اور آج وہ سبعہ معلقہ میں داخل ہے۔
اسی قصیدہ کا ایک ایک شعر، جوش، وغیرت، حمیت وآزادی، دلیری وفخر کے صاعقہ
کی گرج ہے، بادشاہ کو مخاطب کرکے کہتا ہے۔

ابا هند فلا تعجل علینا — وانظرنا نخبرك الیقینا
اے ابو ہند! جلدی نہ کر — ہم تجھکو سچے واقعات بتاتے ہیں

بانا نورد الرایات بیضا — ونصدرهن حمرا قد روینا
ہم معرکہ جنگ میں سفید جھنڈے لیکر جاتے ہیں — لیکن اُن کو سرخ کرکے لاتے ہیں

الا لا یجهلن احد علینا — فنجهل فوق جهل الجاهلینا
ہاں ہم سے کوئی جہالت نہ کرے — ورنہ ہم جاہلوں سے بڑھکر جاہل ہیں

تهددنا وتوعدنا رویدا — متی کنا لامك مقتوینا
تو ہمکو دھمکاتا اور ڈراتا ہے — لیکن ہم کیا، تیرے ماں کے غلام ہیں

فان قناتنا یا عمرو اعیت — علی الاعداء قبلك ان تلینا
اے عمر! تجھ سے پہلے بھی — ہمارے نیزوں کو لوگوں نے لچانا چاہا؟ لیکن تھک کر رہ گئے

وانا المانعون لما اردنا — وانا النازلون بحیث شینا
ہم جسکو چاہتے ہیں روک دیتے ہیں — اور خود جہاں چاہیں پڑاؤ ڈالدیتے ہیں

اذا بلغ الفطام لنا صبی تخر له الجبابر ساجدینا

ہماری قوم کا بچہ جب دودھ چھوڑتا ہے تو بڑے بڑے جبار اُسکے آگے سجدہ میں گر پڑتے ہیں

غور کرو، شعرائے فارس اسکے مقابلہ میں کس چیز پر فخر کرسکتے ہیں، نظامی اور عرفی نے بڑے زور کے فخریہ لکھے ہیں، لیکن فخر کی ساری کائنات یہ ہے کہ ہم اقلیم سخن کے بادشاہ ہیں، الفاظ اور حروف ہمارے باجگذار ہیں، مضامین ہمارے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں، اس سے آگے بڑھے تو یہ کہ ہم پری پیکر ہیں، چنانچہ عرفی فرماتے ہیں۔

سر بر زدہ ام بامہ کنعاں ز یکے جیب معشوق تماشا طلب و آئینہ گیرم

می گویم و اندیشہ ندارم ز ظریفاں من زہرۂ رامشگر و من بدر منیرم

مناظر قدرت | مناظر قدرت مثلاً پہاڑ، صحرا، جنگل، سبزہ زار، آب رواں، ان چیزوں کی تصویر بھی جس طرح عرب کا شاعر کھینچ سکتا ہی، ایران کے شاعر سے نہیں کھنچ سکتی اول تو اس قسم کی شاعری ایران میں کم ہی اور ہے تو وہ اصلیت اور مرقع نگاری نہیں جو عرب کا خاصہ ہی البتہ باغ و بہار کے مضامین نہایت بہتات کے ساتھ ہیں اور عرب اس باب میں ایران کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اور یہ بھی عرب کی واقعیت پسندی کی دلیل ہی وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہی کہتا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ عرب کو باغ و بہار کہاں نصیب تھے، یہ ہمارے ہندوستان کا جوہر ہی کہ نرگس، یاسمن، سنبل، بنفشہ، کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا، لیکن بہاریہ قصائد ایران میں ہم پیش کرسکتے ہیں، یہاں کی کوئی چیز گویا دیکھی ہی نہیں۔

جذبات انسانی | یہ شاعری بھی عرب کے ساتھ مخصوص ہی، جذبات انسانی میں سب سے بڑھکر رنج و غم کا جذبہ ہی جو مرثیہ کی بنیاد ہی، لیکن ایران کے مرثیے بھی درصل قصائد ہیں، فرق یہ ہی کہ قصائد میں زندہ ممدوح کی مدح ہوتی ہی اور مرثیوں میں مُردہ کے اوصاف

بیان ہوتے ہیں، بخلاف اسکے عرب اپنی اولاد، عزیز، دوست احباب بلکہ اونٹ اور گھوڑے کا مرثیہ لکھتا ہی اور اس جوش وخروش کے ساتھ لکھتا ہی کہ دل پانی ہوجاتے ہیں۔

مرثیہ پر ختم نہیں ایران کے تمام جذبات کا یہی حال ہی، فارسی میں چار شعر ایسے نہیں ملتے، جن میں کسی شاعر نے خاص اپنے غیظ وغضب کے جذبہ کا اظہار کیا ہو بخلاف اسکے چونکہ عرب کے تمام جذبات نہایت سخت اور مشتعل ہوتے ہیں اسلیے اُسکو غصہ آتا ہی تو مونھ سے شرر جھڑنے لگتے ہیں۔ ایران میں غزل کو بہت ترقی ہوئی جو ایک خاص جذبہ عشق کا اثر ہی لیکن یہاں بھی جسقدر آورد ہی آمد نہیں۔

تمدن ومعاشرت کی خصوصیات عرب کی شاعری اس بات میں بھی ایران سے ممتاز ہی کہ عرب کا شاعر معاشرت اور خانگی زندگی کی خصوصیات اسقدر بیان کرتا ہے کہ اُس سے اس زمانہ کی رفتار گفتار، نشست برخاست، وضع قطع، رہنے سہنے کے طریقے، زندگی کی ضرورتیں، اسباب خانہ داری ایک ایک چیز کا حال معلوم ہوسکتا ہے بخلاف اسکے فارسی شاعری میں یہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا کہ لوگ زمین پر رہتے تھے یا آسمان پر بسر کرتے تھے۔

معشوق عرب کا معشوق بھی ایران سے جدا ہی یعنی ایران میں بجاے عورت کے مرد کو معشوق قرار دیتے ہیں، اور اسنے ایرانی شاعری پر سخت بُرا اثر ڈالا ہی تفصیل اس کی آگے آئیگی۔

فارسی شاعری کی ترجیحی خصوصیات

ع۔ عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو، بے شبہ عرب کی شاعری میں ایسی بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں جو ایران کو نصیب نہیں لیکن فارسی شاعری کو بھی

بہت سی خصوصیتیں حاصل ہیں جن میں وہ عرب سے علانیہ ممتاز ہے۔

مثنوی | فارسی شاعری کی ایک بڑی صنف مثنوی ہے جس میں سیکڑوں واقعات اور ہزاروں خیالات مسلسل بیان کیے جا سکتے ہیں عربی اس سے محروم ہے۔

فلسفہ | عربی شاعری میں فلسفہ بہت کم ہے بخلاف اسکے فارسی میں ناصر خسرو، عمر خیام، سحابی نجفی، مولانا روم، عرفی وغیرہ نے ہر قسم کے فلسفہ کے مسائل اور خیالات ادا کر دیے ہیں

اخلاق | اخلاقی شاعری عرب میں تھی لیکن فارسی کی طرح مستقل حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ قصائد میں اخلاقی خیالات ادا کر دیتے تھے، بخلاف اسکے فارسی میں سیکڑوں مثنویاں اخلاق میں لکھی گئیں جن میں مسائل اخلاق مثلاً عفت، شجاعت، ہمت توکل، استغنا کے عنوان قائم کیے گئے اور ہر عنوان کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا۔

تصوف | تصوف میں بھی عربی کم مایہ ہے لے دیکر ابن فارض اور محی الدین عربی کا دیوان ہے لیکن فارسی نے تصوف کے دریا بہا دیے۔

غزل | غزل کو بھی ایران نے بے انتہا ترقی دی، چنانچہ ان تمام خصوصیتوں کی تفصیل الگ الگ مستقل عنوانوں کے ذیل میں آئیگی۔

تنوع خیالات | فارسی شاعری عمر میں عرب کی شاعری سے بہت زیادہ ہے اسکے ساتھ اس کی حدود حکومت بہت وسیع ہیں، جسکے مقابلہ میں عرب کی وسعت نقطہ سے بھی کم ہے، اس بنا پر گوناگوں اور رنگ برنگ کے خیالات جو فارسی میں پائے جاتے ہیں، عرب میں نہیں مل سکتے۔

جدت تشبیہات | ایران آب وہوا، اور زمین کی شادابی کی وجہ سے بہشت کا چمن زار ہے، اسلیے ایرانی شاعری کے لیے تشبیہات کا جو سرمایہ ہات آسکتا تھا،

عرب کو نصیب نہیں ہوسکتا تھا، مثلاً عرب کا شاعر دہن کی تعریف میں بڑی قوت تخیل صرف کرتا ہی تو انگوٹھی کے حلقہ سے تشبیہ دیکر رہجاتا ہی، لیکن ایران کا خیال بند دُرج گوہر چشمہ نوش، پستہ، غنچہ، ذرہ جوہر فرد سب کچھ دیجاتا ہی اور پھر اُس کی تشبیہ کا خزانہ خالی نہیں ہوتا۔

امرء القیس عرب کا سب سے بڑا شاعر معشوق کی اُنگلی، مسواک، اور اسروع سے تشبیہ دیتا ہی جو جنگل کا ایک کیڑا ہوتا ہی۔ لیکن فارسی کا شاعر اسکو دم قاقم سے تشبیہ دیتا ہے،

آں دلاویز دارد از نرمے ہر انگشت چوں دم قاقم

غرض تشبیہات کی لطافت، اور استعارات کی نزاکت جو فارسی میں پائی جاتی ہی عرب میں اسکا پتہ نہیں لگ سکتا، بے شبہ متاخرین عرب کے کلام میں بھی ہر قسم کے لطیف استعارات و تشبیہات پائے جاتے ہیں، لیکن یہ شعرا یا تو خود عجمی ہیں یا عجم میں نشو و نما پایا ہی اسلیے ان کی شاعری درحقیقت فارسی شاعری سے صرف زبان کا فرق ہی۔

شبلی نعمانی

حضرت عائشہ رضؓ

صحابیہ میں حضرت عائشہ جس پایہ کی عورت ہیں اس کی نظیر عورتوں میں بہت کم ملیگی۔ انکے حالات اور اجتہادات میں ایک مستقل تصنیف لکھنے کا ہمنے ارادہ کیا ہے جسکا ابتدائی ٹکڑہ یہ ہے۔

نام، نسب، خاندان

عائشہ نام، ام عبداللہ کنیت۔ صدیقہ لقب، ام المومنین خطاب، حضرت عائشہ کے والد کا نام عبداللہ (ابوبکر کنیت۔ صدیق لقب) اور ماں کا نام ام رومان تھا،

حضرت عائشہ کا باپ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہی، عائشہ بنت ابوبکر صدیق ابن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب. بن سعد بن تیم. بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک. اور ماں کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہی عائشہ بنت ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس. بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ. اس لحاظ سے حضرت عائشہ باپ کی طرف سے قریشیہ تیمیہ ہیں اور ماں کی طرف کنانیہ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ کا نسب ساتویں آٹھویں پشت میں مرہ پر جاکر ملجاتا ہی. اور ماں کی جانب سے گیارہویں بارہویں پشت میں کنانہ پر جاکر ملتا ہے۔

حضرت عائشہ کے والد حضرت ابوبکر صدیق نے سنہ ۱۳ھ میں وفات پائی۔ اور حضرت عائشہ کی ماں ام رومان نے مدینہ میں سنہ ۶ھ میں وفات پائی، بعض مورخین نے ام رومان کا سنہ وفات سنہ ۴ اور سنہ ۵ ہجری بتایا ہی لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ معتبر حدیثوں سے یہ ثابت ہی کہ ام رومان واقعۂ افک تک زندہ تھیں اور افک سنہ ۶ ہجری کا واقعہ ہی، رسول اللہ نے ام رومان کو خود قبر میں اُتارا اور اُنکے لیے دعاے مغفرت کی اور اُنکے جنتی ہونے کی بشارت دی[1]۔

تاریخ ولادت اور طفولیت

ام رومان کا پہلا نکاح عبداللہ بن ازدی سے ہوا تھا، عبداللہ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر نے اُنسے نکاح کیا، ام رومان سے حضرت ابوبکر کی دو اولاد ہوئی عبدالرحمن اور عائشہ، حضرت عائشہ کی تاریخ ولادت سے تاریخ و سیر کی عام کتابیں خاموش ہیں۔

ابن سعد نے لکھا ہی کہ "حضرت عائشہ نبوت کے چوتھے سال کی ابتدا میں

[1] اسد الغابہ ابن اثیر ج ۵ ص ۵۸۳

پیدا ہوئیں اور نبوت کے دسویں سال ۶ برس کے سن میں بیاہی گئیں[۵۱] لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ اگر نبوت کے چوتھے سال کی ابتدا میں حضرت عائشہ کی ولادت مان لیجائے تو نبوت کے دسویں سال حضرت عائشہ کی چھ سال کی عمر نہیں بلکہ سات سال کی ہوگی، اور رسول اللہ کے انتقال کے وقت بیس برس کا سن ہوگا، حالانکہ تمام مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ رسول اللہ کے انتقال کے وقت حضرت عائشہ صرف اٹھارہ سال کی تھیں، نیز اسپر بھی تمام مورخین متفق اللفظ ہیں کہ حضرت عائشہ نے ۵۸ھ میں ۶۶ برس کی عمر میں وفات پائی، اس لحاظ سے حضرت عائشہ کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہوگا۔

آیندہ کے تاریخی واقعات جاننے کے لیے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نبوت کے قریباً کل ۲۳ سال ہیں، تیرہ سال مکہ معظمہ میں گزرے اور دس سال مدینہ منورہ میں، حضرت عائشہ جب پیدا ہوئی تھیں تو نبوت کے چار سال گزر چکے تھے اور پانچواں سال گزر رہا تھا، اور یہ وہ وقت تھا جب حضرت ابوبکر اور ام رومان مسلمان ہوچکی تھیں، اسلیے حضرت عائشہ جب پیدا ہوئیں، تو اُنکے گھر سے کفر کی ظلمت مٹ چکی تھی، خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا اُنکو مسلمان[۵۲] پایا۔

حضرت عائشہ کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا تھا، وائل کی کنیت ابوالقعیس تھی وائل کے بھائی افلح، حضرت عائشہ کے رضاعی چچا حضرت عائشہ سے ملنے آتے تھے اور رسول اللہ کی اجازت سے حضرت عائشہ اُنکے سامنے ہوتی تھیں[۵۳]

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں برگزیدہ اور عالی مرتبہ پیدا ہوتے ہیں وہ ابتدا ہی سے تمام حرکات و سکنات نشو و نما میں ممتاز ہوتے ہیں اور جس طرح اُن کے

---

[۵۱] طبقات النساء ابن سعد ص ۴۲ [۵۲] بخاری شریف ج ۱ ص ۵۵۲۔

[۵۳] بخاری شریف ج ۱ ص ۳۶۰

دماغی اور ذہنی قوی میں ترقی کے لیے غیر معمولی استعداد ہوتی ہے اسی طرح قد و قامت میں بھی بالیدگی کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے ایسے ہی لوگوں کو انگریزی میں پری کوشس کہتے ہیں اور ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ اس قسم کے ممتاز اور غیر معمولی شخص میں ایک خاص کشش ہوتی ہے جو انکو دوسروں کی نگاہ میں ہر دلعزیز اور موقر بنا دیتی ہے، حضرت عائشہ بھی اسی قسم کے لوگوں میں سے تھیں، بچپن ہی میں انکے ہر انداز سے سعادت اور بلند رتبگی کے آثار نمایاں تھے، اور جس طرح اپنی ہمسن لڑکیوں سے ذہانت سعادت صورت سیرت میں ممتاز تھیں۔ اُسی طرح نشو و نما اور قد و قامت میں بھی بڑھکر تھیں۔ فیاض ازل نے چونکہ اُنھیں ام المومنین کا شرف حاصل کرنیکے لیے پیدا کیا تھا اسلیے یہ ابتدا ہی سے اپنی ہمجولیوں میں سر برآوردہ تھیں، لڑکیاں اکثر انکے پاس جمع رہتیں اور چونکہ انکا نکاح بچپن ہی میں ہو گیا تھا اسلیے کچھ تو تقاضلے سن اور کچھ سہیلیوں کی خاطر داری کے لیے انکے ساتھ اکثر کھیلا کرتی تھیں، لیکن اس لڑکپن اور کھیل میں بھی رسول اللہ کا بہت لحاظ رکھتی تھیں۔

اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ حضرت عائشہ لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی ہوتیں کہ رسول اللہ پہنچ جاتے تھے تو حضرت عائشہ جلدی سے کھلونے چھپا لیتی تھیں، اور سہیلیاں بھی رسول اللہ کو دیکھکر ادہر اُدہر ٹلجاتی تھیں، لیکن آنحضرت کو چونکہ خدا نے رؤف رحیم اور مصلح الامم پیدا کیا تھا آپ بچوں سے خاص محبت رکھتے اور بچوں کے کھیل کو بُرا نہیں سمجھتے تھے اسلیے لڑکیوں کو پھر بلا بلا کر حضرت عائشہ کیساتھ کھیلنے کو کہتے تھے[1] بہ نسبت اور کھیلوں کے حضرت عائشہ کو دو کھیلوں کا زیادہ شوق تھا ایک گڑیاں کھیلنے کا اور دوسرا ہنڈولے جھولنے کا،

ایک مرتبہ حضرت عائشہ گڑیاں کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ پہنچ گئے گڑیوں میں

[1] ابن ماجہ باب مداراۃ النساء

ایک گھوڑا بھی تھا جسکے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے، رسول اللہ نے پوچھا کہ عائشہ یہ کیا ہی؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ گھوڑا ہی، آپنے فرمایا کہ گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے حضرت عائشہ نے فوراً کہا کہ کیوں؟ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے تو پر تھے، رسول اللہ صلعم اس طفلانہ خیال اور اس بیساختہ پن کے جواب پر مسکرا دیا[۱] اس سے نہ صرف حضرت عائشہ کا ایک واقعہ ظاہر ہوتا ہی بلکہ اس سے اُن کی حاضر جوابی، ندرت تخیل، ذکاوت ذہن، سرعت فہم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عموماً ہر زمانہ کے بچوں کا وہی حال رہتا ہی جو آجکل کے بچوں کا حال ہی کہ سات آٹھ برس تک تو انھیں کسی بات کا مطلق ہوش نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی عمیق خیال کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں، حضرت عائشہ ایک مافوق الفطرت انسان تھیں لڑکپن کی ذرا ذرا باتیں وہ یاد رکھتی تہیں، اُن کی روایت کرتی تھیں، انسے احکام پیدا کرتی تھیں لڑکپن کے جزئی جزئی واقعات کے مصالح کو بتاتی تھیں، لڑکپن کے کھیل کود میں اگر کوئی آیت اُنکے کان میں پڑجاتی ہی تو اُسکو یاد رکھتی ہیں، حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ مکہ میں جب یہ آیت بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر نازل ہوئی تو میں کھیل رہی تھی،[۲]

ازدواج

رسول اللہ کی سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں، جب رسول اللہ کا انسے بیاہ ہوا تھا تو اسوقت رسول اللہ کا سن پچیس برس کا تھا اور حضرت خدیجہ چالیس برس کی تھیں، پچیس برس رسول اللہ کے پاس رہیں، رمضان سنہ نبوت میں سنہ ہجرت کے تین برس پیشتر وفات پائی، اسوقت رسول اللہ کی عمر پچاس برس

[۱] مشکوۃ باب عشرۃ النساء، [۲] بخاری ج ۲ ص ۲۰۳

کی تھی اور حضرت خدیجہ ۶۵ برس کی تھیں،

چونکہ حضرت خدیجہ کی ذات سے اسلام کو بڑی تقویت حاصل تھی، اسلیے رسول اللہ کو اُنکے مرنے کا نہایت غم ہوا، انتہا یہ ہی کہ خود رسول اللہ کا جینا دشوار معلوم ہوتا تھا[1] صحابہ کو اس کی نہایت فکر ہوئی۔ حضرت عثمان بن مظعون المتوفی سـ۲ـہ ھ ایک مشہور صحابی ہیں، اُن کی بیوی خولہ بنت حکیم رسول اللہ کے پاس آئیں اور عرض کی کہ اے رسول اللہ آپ کوئی دوسرا بیاہ کیوں نہیں کرتے؟ رسول اللہ نے پوچھا کس سے خولہ نے کہا بیوہ اور کنواری دونوں قسم کی عورتیں موجود ہیں جنکو آپ پسند کریں رسول اللہ نے فرمایا وہ کون ہیں؟ خولہ نے کہا بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں، اور کنواری ابوبکر کی لڑکی عائشہ، رسول اللہ نے کہا بہتر ہی، خولہ رسول اللہ کے پاس سے اُٹھکر حضرت ابوبکر کے گھر آئیں اور حضرت عائشہ کی ماں ام رومان اور حضرت ابوبکر سے اسکا تذکرہ کیا، عرب کا چونکہ دستور تھا کہ جس طرح سگے بھائیوں کی اولاد سے بیاہ نہیں ہوتا وہ اپنے مُنہ بولے بھائیوں کی اولاد سے بھی بیاہ نہیں کرتے تھے، اسلیے حضرت ابوبکر نے کہا کہ خولہ! عائشہ تو رسول اللہ کی بھتیجی ہی۔ رسول اللہ سے اسکا نکاح کیونکر ہوسکتا ہی؟ خولہ نے یہ رسول اللہ سے آکر کہا، رسول اللہ نے فرمایا کہ ابوبکر میرے اسلامی بھائی ہیں، اور اس قسم کے بھائیوں کی اولاد سے نکاح درست ہی، حضرت ابوبکر کو جب یہ معلوم ہوا تو اُنھوں نے قبول کرلیا[2] لیکن اس سے پہلے حضرت عائشہ جبیر بن مطعم سے منسوب ہوچکی تھیں اسلیے پہلی نسبت قطع کرنی پڑی[3]

حضرت عائشہ کا جب نکاح ہوا تھا تو اوقت حضرت عائشہ چھ برس کی تھیں، بعضوں نے لکھا ہی کہ سات برس کی تھیں، لیکن یہ غلط ہی، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تھا تو میں چھ برس کی تھی، عطیہ حضرت عائشہ کے نکاح کا واقعہ

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۴۱ [2] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۵۰۲ [3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۹۔

اس سادگی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ، لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں کہ انکی انا آئی اور ان کو لیگئی، حضرت ابوبکر نے آکر نکاح پڑھوا دیا، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجکو خبر بھی نہوئی کہ میرا نکاح ہوگیا، جب میری والدہ نے مجکو باہر نکلنے سے روکدیا تب میں سمجھی کہ میرا بیاہ ہوگیا، پھر میری والدہ نے مجکو بتا دیا۔[1]

ابن سعد کی دو روایتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ رسول اللہ نے مہر میں حضرت عائشہ کو ایک مکان دیا تھا جس کی قیمت پچاس درہم تھی، یعنی دس روپے تھے لیکن درایتاً یہ صحیح نہیں ہی دس روپے تو چھوٹے سے چھوٹے اور ٹوٹے سے ٹوٹے مکان کی بھی قیمت نہیں ہوسکتی، صحیح ابن سعد کی ایک دوسری روایت ہی جو خود حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ حضرت عائشہ کا مہر بارہ روقیہ اور ایک نش تھا[2] یعنی پانچسو درہم جسکے قریباً سو روپیے ہوئے، ابن سعد نے باب مہور نساء النبیؐ میں اسی قسم کی روایتیں درج کی ہیں جنسے ہمارے اس قول کی تائید ہوتی ہی۔

حضرت عائشہ کی تاریخ ازدواج میں سخت اختلاف ہی اور کل اختلافات کا مبنیٰ یہ ہے کہ یہ واقعات سنہ ہجرت سے پہلے کے ہیں اور اسوقت تک سنین تاریخ کی تدوین نہیں ہوئی تھی، علامہ بدرالدین عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہی کہ "حضرت عائشہ کا نکاح سنہ ہجرت سے دو برس پہلے ہوا تھا اور کہا جاتا ہی کہ تین برس پہلے ہوا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ ڈیڑہ برس پہلے ہوا تھا[3] بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے تین برس بعد رسول اللہ نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا، اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جس سال حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا اسی سال حضرت عائشہ کا نکاح ہوا، اس بنا پر ممکن تھا کہ حضرت خدیجہ کی تاریخ انتقال سے حضرت عائشہ کی تاریخ نکاح کی جستجو کیجاتی لیکن خود حضرت خدیجہ کی تاریخ انتقال میں سخت اختلاف ہی، کوئی کہتا ہے

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۰ [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۳ [3] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۵

کہ سنہ ہجرت سے پانچ برس پہلے انتقال ہوا تھا، کوئی کہتا ہی چار برس پہلے ہوا تھا، کسی نے لکھا ہی کہ تین برس پہلے ہوا تھا، لیکن صحیح یہ ہی جیسا کہ معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت خدیجہؓ نے نبوت کے دسویں سال سنہ ہجرت سے تین برس پہلے رمضان میں انتقال کیا اور اسی رمضان کی کسی تاریخ کو رسول اللہ نے سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا اور اسکے ایک مہینہ کے بعد شوال میں حضرت عائشہ سے نکاح کیا اسوقت حضرت عائشہ کا چھٹا برس شروع تھا اس لحاظ سے شوال میں سنہ ہجرت سے تین برس پہلے نبوت کے دسویں سال حضرت عائشہ کا نکاح ہوا، استیعاب میں علامہ ابن عبدالبر نے بھی اسی قول کی توثیق کی ہے[1]

ہجرت

حضرت عائشہ بیاہ کے بعد قریباً چار برس تک حضرت ابوبکر ہی کے گھر رہیں، رسول اللہ کے گھر نہیں گئیں، تین برس تین مہینے مکہ میں رہیں اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں رہیں، مسلمانوں نے دو ہجرتیں کی ہیں پہلی ہجرت، ہجرت اولیٰ اور دوسری ہجرت ہجرت ثانیہ کے نام سے مشہور ہی، مشرکین عرب کی تکلیف دہی اور ایذا رسانی جب مسلمانوں کی برداشت سے باہر ہوگئی، تو رسول اللہ نے انکو ملک حبش کی طرف ہجرت کرنیکی اجازت دی، شاہ حبش نے اُن کو نہایت آزادی سے اپنے ملک میں جگہ دی، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے بھی حبش کی طرف ہجرت کرنی چاہی اور برک الغماد جو مکہ سے پانچ روز کی مسافت پر ایک منزل ہی وہاں تک پہنچ چکے تھے کہ اتفاق سے ابن الدغنہ نام ایک شخص اُدھر سے کہیں آرہا تھا، اُسنے جو یہ دیکھا کہ ابوبکر قریش کے جور وظلم سے گھبرا کر حبش جا رہے ہیں، وہ فوراً حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور نہایت اصرار سے اُنکو مکہ واپس لیگیا[2] ممکن ہی کہ اس سفر میں حضرت عائشہ اور

---

[1] استیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۲ ص ۷۶۵، [2] ج ۱ ص ۵۵۲

اور انکا خاندان بھی شریک ہو،

دوسری مرتبہ جب قریب تھا کہ مشرکین مکہ کے جور وظلم کے شعلے مسلمانوں کے خرمن صبر و تحمل میں آگ لگا دیں رسول اللہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا، رسول اللہ روزانہ صبح یا شام حضرت ابوبکر کے گھر آیا کرتے تھے، ایک دن خلاف معمول چادر منہ پر ڈالے دوپہر کو آئے، حضرت ابوبکر کے پاس حضرت عائشہ اور انکی بہن اسماء بیٹھی تھیں رسول اللہ نے آواز دی کہ ابوبکر ذرا لوگوں کو ہٹادو میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ رسول اللہ یہاں کوئی غیر نہیں آپ ہی کے گھر کے لوگ ہیں، رسول اللہ اندر آئے اور مدینہ چلنے کا خیال ظاہر فرمایا، اُسی وقت حضرت عائشہ اور اسماء نے مل جلکر سامان سفر درست کر دیا اور رسول اللہ اور حضرت ابوبکر نے مدینہ کی راہ لی، اور اہل وعیال یہیں چھوڑ گئے، جسدن یہ مختصر قافلہ دشمنوں کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا سنہ ۵ نبوت کا چودھواں سال ربیع الاول کی بارہویں تاریخ تھی،

مدینہ میں جب رسول اللہ کو کچھ اطمینان ہوا تو رسول اللہ نے زید بن حارثہ اور ابو رافع اپنے غلام کو اپنے اہل وعیال کے لانے کو مکہ بھیجا، حضرت ابوبکر نے بھی انھیں لوگوں کے ساتھ اپنا آدمی بھیجدیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کے نام ایک خط لکھا کہ ام رومان، اسماء، اور عائشہ کو مدینہ لیتے آؤ، چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر، اپنی ماں ام رومان اور عائشہ اور اسماء اپنی دونوں بہنوں کو لیے ہوئے مکہ سے روانہ ہوئے، اتفاق سے جس اونٹ پر حضرت عائشہ اور ام رومان سوار تھیں، وہ بھاگ نکلا اور اس زور سے بے تحاشا دوڑا کہ ہر منٹ پر یہ ڈر تھا کہ اب پالان گرا اور اب گرا، جیسا کہ عورتوں کا قاعدہ ہے ام رومان کو اپنی پروا نہ تھی حضرت عائشہ کو دیکھ دیکھکر رونے لگیں، آخر میلوں پر جاکر جب اونٹ پکڑا گیا تو لوگوں کے جی میں جی آیا، جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو رسول اللہ مسجد اور اُسکے چاروں طرف کچھ مکانات بنارہے تھے اور حضرت فاطمہ، ام کلثوم اور سودہ بنت زمعہ اس نئے گھر میں اُتریں [۱]

[۱] طبقات النساء ابن سعد ص ۴۳ میں یہ کل تفصیل موجود ہے۔

رخصتی

حضرت عائشہ حضرت ابوبکر کے اہل و عیال کیساتھ بنو حارث بن خزرج میں اُتریں اور سات آٹھ مہینے تک یہیں اپنی ماں کے ساتھ رہیں، اسی اثنا میں اسقدر بیمار پڑگئیں کہ سر کے تمام بال گر گئے[1] صحت ہوئی تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ اب آپ اپنی بیوی کو کیوں نہیں منگوا لیتے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اسوقت میرے پاس مہر کے روپیے نہیں ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا کہ مجھ سے لیجیے، چنانچہ رسول اللہ نے بارہ اوقیہ اور ایک نش یعنی سو روپیے حضرت ابوبکر سے لیکر حضرت عائشہ کے پاس بھجوا دیے[2]

مدینہ کی انصاری عورتیں حضرت عائشہ کو لینے حضرت ابوبکر کے گھر آئیں، ام رومان نے حضرت عائشہ کو آواز دی وہ اسوقت سہیلیوں کے ساتھ ہنڈولے جھول رہی تھیں، آواز سنتے ہی ماں کے پاس آئیں، ابھی تک حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی خبر نہیں، ام رومان حضرت عائشہ کا ہاتھ پکڑے دروازہ تک لائیں وہاں مُنہ دُھلا کر حضرت عائشہ کو اُس کمرے میں لائیں جہاں انصار کی عورتیں حضرت عائشہ کے انتظار میں بیٹھی تھیں، حضرت عائشہ جب اندر داخل ہوئیں تو اُن عورتوں نے ان الفاظ میں مبارکباد دی علی الخیر والبرکۃ وعلی خیر طائر یعنی تمہارا آنا بخیریت اور بابرکت اور فال نیک ہو، اسکے بعد اُن عورتوں نے حضرت عائشہ کو سنوارا[3] اور رسول اللہ کے گھر لیگئیں، حضرت عائشہ کی رخصتی صحیح روایات کی بنا پر دن کے وقت شوال سنہ ۱ھ میں ہوئی تھی، علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کی رخصتی جنگ بدر کے بعد سنہ ۲ھ میں ہوئی تھی[4] لیکن یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس بیان کے موافق حضرت عائشہ کا دسواں سال ہوگا حالانکہ حدیث اور تاریخ کی تمام کتابیں اسپر متفق ہیں کہ اُسوقت حضرت عائشہ صرف نو سال کی تھیں،

---

[1] ابن ماجہ باب نکاح الصغار [2] طبقات النسا ابن سعد ص ۴۲ [3] ابن ماجہ باب نکاح الصغار
[4] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۵۔

مذکورہ بالا بیانات سے اتنا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عائشہ کا نکاح مہر رخصتی غرض ہر رسم کس سادگی سے ادا کی گئی تھی، جس میں تکلف آرائش، اسراف کا ایک ذرہ نام نہیں حضرت عائشہ کی تقریب نکاح کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس بیاہ کے ذریعہ سے عرب کی بہت سی بیہودہ اور لغو رسمیں مٹائی گئیں۔

عرب شوال میں بیاہ نہیں کرتے تھے کیونکہ پہلے کبھی شوال میں عرب میں طاعون ہوا اسلیے عرب ماہ شوال کو منحوس سمجھتے تھے اور اس مہینہ میں شادی کی کوئی تقریب نہیں کرتے تھے[۵] حضرت عائشہ کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں، نیز عرب کا قدیم دستور ہے کہ دلہن کے آگے آگے آگ جلاتے جاتے تھے اور یہ بھی ان کی قدیم رسم تھی کہ شوہر اپنی دلہن سے پہلی ملاقات ہودہ یا محفہ کے اندر کرتا تھا، بخاری اور قسطلانی نے تصریح کی ہے کہ اس رسم کی پابندی بھی اسی تقریب سے ٹوٹی،

سید سلیمان

تالیفات

مقام خلافت یعنی شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا، کی گزشتہ سیاحت قسطنطنیہ کے وہ نتائج جنکو انھوں نے مقام خلافت کی صورت میں قوم کے سامنے پیش کیا ہے، کتاب کھولنے پر سب سے پہلے اسٹنبول کی سرخی پر نظر پڑتی ہے جس میں بطور تمہید چند صفحوں میں فتح قسطنطنیہ کی ایک نہایت مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے، ۱۴ صفحہ سے ایوان حکومت، قصر وزارت مساجد، مدارس، دارالعجزہ، دارالیتامیٰ، مطابع، کارخانوں اور عجائب خانوں کی عمارتوں کا وہ طویل سلسلہ شروع ہوتا ہے جو ۱۴۵ صفحہ پر جاکر ختم ہوا ہے، آخر میں چند مختصر باب عثمانی معاشرت تعلیم نسواں، عیسائیوں سے تعلقات، اخباری دنیا، عثمانیوں کے عام حالات سے متعلق

---

[۵] طبقات النساء ابن سعد ص ۴۱

ہیں اختتام کتاب پر مصنف نے اپنی سیاحت قسطنطنیہ کا روزنامچہ درج کیا ہی
کتاب کے کل ابواب ۲۰۲ صفحوں پر ختم ہو گئے ہیں، جنمیں قسطنطنیہ کے متعلق تمام
ضروری معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں. اُردو زبان میں ابتک سیاحت قسطنطنیہ کے متعلق جتنی
کتابیں لکھی گئی ہیں مقام خلافت اُن سب سے زیادہ دلچسپ اور بہتر ہی، کتاب کی لکھائی
چھپائی. کاغذ نہایت اعلیٰ ہی، جابجا چھبیس ۲۶ عکسی فوٹو ہیں، تین روپیے آٹھ آنہ میں
دفتر مخزن دہلی کے پتہ سے کتاب ملسکتی ہے۔

ترجمہ قصیدۂ بردہ مع قصیدۂ بانت سعاد، قصیدہ بردہ علامہ شرف الدین بوصیری کی مشہور
عربی نعتیہ نظم ہی، اور بانت سعاد حضرت کعب بن زہیر صحابی کا وہ مشہور نعتیہ عربی قصیدہ
ہی جسکو حضرت کعب نے خود رسول اللہ کے سامنے پڑھا تھا، قرون وسطیٰ میں جبکہ ہماری زبان
فارسی تھی، مولانا جامی نے فارسی نظم میں ترجمہ کیا، اسوقت جبکہ ہماری زبان اُردو ہی ان قصائد
کے اُردو ترجمہ کی ضرورت تھی، جناب پیرزادہ محمد حسین خان بہادر ایم. اے جج ہائیکورٹ جموں
وکشمیر نے انکا اُردو ترجمہ نظم میں ترجمہ کیا ہی، گو قافیے بعض غیر مانوس لائے گئے ہیں تاہم نظم
میں ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

تاریخ القرآن، مولوی محمد اسلم صاحب جیراجپوری جنکے بعض مضامین سے لوگ روشناس ہو چکے
ہیں انکی پہلی تصنیف ہی جسمیں قرآن مجید کے جمع و ترتیب کی تاریخ اور اسکے متعلق اور بعض مفید
معلومات کا ذکر ہی، گو اس موضوع پر مصر میں ایک عربی رسالہ لکھا جاچکا ہی اور اُسکا اُردو میں بھی ترجمہ
ہو چکا ہی تاہم تاریخ القرآن اُس سے زیادہ جامع اور مفید ہی، لیکن ایک ایسے اہم موضوع کے لیے
جس احتیاط، تحقیق، تنقید واقعات تفصیل مطالب کی ضرورت تھی اس کتاب تاریخ القرآن میں اسکا کم حصہ ہے
جیسا کہ خود مصنف نے بھی دیباچہ میں لکھا ہی کہ "یہ ایک قرآن کا مختصر تذکرہ ہے اور اسکو تاریخ القرآن کا دیباچہ سمجھنا چاہیے"
لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ ہی، کتاب علیگڑھ کالج کے پتہ سے مصنف سے ملسکتی ہی، قیمت ۸/۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

آج کل مسلمانوں کی جو اخلاقی حالت ہی اُسکے لحاظ سے یہ امر خارق عادت معلوم ہوتا ہی کہ کوئی مسلمان وعدہ کرکے وفا بھی کرے۔ لیکن ہر کلیہ میں اتفاقی مستثنیات بھی ہوتے ہیں، مدراس کے متعدد معزز تاجروں نے دار العلوم ندوہ کے لیے ماہانہ چندے مقرر کیے تھے جنکی تعداد ۸۰؎ ماہوار تک پہنچی ہی، چندہ اور " برائے چندے" مترادف الفاظ ہیں لیکن ابتک غایت استواری کے ساتھ یہ وعدے قائم ہیں خصوصاً مولانا عبد السبحان کا شکریہ جسقدر ادا کیا جائے کم ہی، وہ صرف اپنا چندہ ادا نہیں کرتے بلکہ اور موعودہ رقموں کو بھی وصول کرتے ہیں اور برابر بھیجتے رہتے ہیں ؎ کاش ہوتے ملک میں دو چار ایسے اور بھی،

اسی سلسلہ میں شملہ کی معین الندوہ کا نام لینا بھی ضرور ہی، ابتدا میں بہت سی انجمنیں جا بجا معین الندوہ کے نام سے قائم ہوئی تھیں جنکا فرض ندوہ کو اعانت پہنچانا تھا، لیکن سب حباب کی طرح ہوا ہوگئیں۔ ایک شملہ کی معین الندوہ البتہ اپنا فرض ادا کرتی جاتی ہی، چنانچہ اس سال بھی اپنے مقامی چندہ کرکے ساڑھے تین سو کی رقم ارسال کی ہی جزاہ اللہ خیر الجزاء

آج کی ڈاک میں جناب چودھری محمد اجیر الحق صاحب رئیس بختیار پور کا ایک خط آیا، جسکا مضمون یہ تھا کہ ریاست کو چونکہ پچھلی کشمکشوں سے نجات حاصل ہوئی تھی اس لیے اس کے شکریہ میں پچیس روپیہ دار العلوم ندوہ کو بطور اعانت بھیجے جاتے ہیں، ہم اُن کی اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کو مطلع کرتے ہیں کہ خدائے پاک کا یہ وعدہ ہے لئن شکرتم لازیدنکم، اور خدا کا کوئی وعدہ غلط نہیں ہو سکتا۔

جناب شیخ غلام صادق صاحب رئیس امرتسر کا صاحبزادہ بی۔ اے میں پاس ہوا ہے، ہم مختلف ذاتی تعلقات کی بنا پر اُن کو اس کامیابی پر یوں بھی مبارکباد دیتے لیکن شیخ صاحب نے ہمارے اس فرض کو اس طرح اور بھی لازمی کر دیا کہ اُنھوں نے بطور شکریہ کے پچیس روپیہ دار العلوم ندوہ کو بھیجے ہیں، ہم دعا کرتے ہیں کہ صاحبزادہ موصوف، ایم۔ اے میں بھی کامیابی حاصل کریں تاکہ شیخ صاحب کا خاندان دولت اور علم دونوں کا جامع ہو۔

جناب مکرم ظفر اللہ خانصاحب سب جج جالندھر پنجاب رکن انتظامی ندوہ ہمیشہ ندوہ کی ترقی کی تدبیروں میں مصروف رہتے ہیں، اور اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ خود بھی مالی اعانت کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں اُنھوں نے پچاس کی رقم ارسال فرمائی ہے۔

الندوہ کے خریداروں میں جناب احمد جان صاحب وٹرنری اسسٹنٹ پشاور ندوہ کے ایک پرجوش ہمدرد ہیں، انھوں نے حال میں چھوٹی چھوٹی رقمیں چندہ سے جمع کر کے پچیس روپیہ بھیجے ہیں، مفصل فہرست، عام فہرست کے ساتھ شائع ہوگی، ہم اس قسم کی رقموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ یہی قطرے دریا بنجاتے ہیں۔

جناب مولوی مشتاق حسین صاحب وقار الملک سکرٹری کالج علیگڑہ کو گورنمنٹ نے نواب کا خطاب کیا، مولویصاحب موصوف کو ابھی سکرٹری ہوے اتنے دن نہیں گزرے کہ انکو اپنی مساعی جمیلہ کے دکھانیکا موقع ہات آتا، لیکن انکے ذاتی حالات خود انکے کاموں کی پیشین گوئی تھے اسیلیے خطاب بھی پیشگی دیا گیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ قوم اور گورنمنٹ کو ان کی ذات پرکسقدر اطمینان ہے، نواب صاحب موصوف ندوہ کے رکن انتظامی ہیں اس لیے ندوہ خاص طرح پر بھی ان کو مبارکباد دیتا ہی۔

معائنہ انسپکٹر تعلیمات۔ دار العلوم ندوہ کی شہرت زیادہ پھیلی تو رچرڈسن صاحب انسپکٹر مدارس نے اسکے معائنہ کی خواہش ظاہر کی، دار العلوم کی موجودہ عمارت اسقدر مبتذل ہے کہ جب کوئی اسکے دیکھنے کا قصد کرتا ہی تو ہم شرمندہ ہوتے ہیں۔ اور سچ یہ ہی کہ اکثر ہم نے ایسے موقعوں پر دفع الوقتی سے کام لیا ہی، بہرحال انسپکٹر صاحب ۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء کو تشریف لاے وہ عربی بالکل نہیں جانتے اور انگریزی بھی اُسیقدر جانتے ہیں جسقدر عموماً انگلشین جانتے ہیں، انکے ساتھ منشی احتشام علی صاحب اور مولوی مشیر حسین صاحب قدوائی تھے جو انکے معائنہ میں مدد دیتے تھے، صاحب موصوف نے کتاب معائنہ پر اپنی راے مفصل لکھی ہی، ابتدا میں اُنھوں نے ندوہ کے خاص مقاصد کا ذکر کیا ہی یعنی ایسے علما کا پیدا کرنا، جو موجودہ تعلیم یافتہ گروہ، کی رہبری کے قابل ہوں اسکے بعد وہ لکھتے ہیں۔

> بظاہر اسنے معقول ترقی حاصل کی ہی، گو یہ مدرسہ ابتک ابتدائی اور نمونہ کی حالت میں ہے اور اس میں شک نہیں کہ اسکے لیے ترقی کرنے کا بہت موقع ہی، لیکن یہ ایک عجیب تجویز ہی اور زیادہ ہمدردی کا مستحق ہی۔

اسکے بعد انھوں نے دار العلوم ندوہ کی مشکلات بیان کی ہیں یعنی قدیم متعصب علما کی مزاحمت کا خوف، لیکن انسپکٹر صاحب کو اگر یہ معلوم ہوتا تو زیادہ تعجب ہوتا کہ قدیم خیال والے

ایک طرف نئے روشن خیال فرقہ نے بھی اکثر ندوہ کی طرف سرد مہری کا اظہار کیا ہے، دونوں میں جو فرق ہے وہ دشمن نادان اور دانا کا ہے۔

اخیر میں انسپکٹر صاحب نے دار العلوم کے ایک تعلیم یافتہ طالب العلم کی جنھوں نے ان سے انگریزی میں باتیں کیں نہایت تعریف کیساتھ ذکر کیا ہے اور خاتمہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

مجھ کو اس مدرسہ کے ساتھ نہایت سرگرمی کے ساتھ ہمدردی ہے اور میں نہایت دلچسپی کے ساتھ اسکو پیش نظر رکھونگا۔

تفسیر کبیر امام رازی

پر

ریویو

نمبر ۱

اسلامی علوم میں سب سے زیادہ تصنیفیں جس فن میں لکھی گئیں وہ تفسیر کا فن ہی تاریخی حوالوں اور سندوں سے ثابت ہی کہ کئی ہزار مستقل کتابیں اس فن میں تصنیف ہوئیں لیکن آج تمام اور فنوں کی بہ نسبت، یہی فن سب سے زیادہ نادار ہی۔ قدما کی تصنیفیں تو سرے سے ناپید ہیں یہانتک کہ چوتھی صدی کی کوئی تفسیر موجود نہیں، زمانہ ما بعد کا جو سرمایہ ہی، گو بظاہر بہت کچھ ہی لیکن درحقیقت ایک ہی نغمہ ہی جو مختلف سازوں سے ادا ہوتا ہی، آٹھ سو برس کی وسیع مدت میں ہزاروں لاکھوں اہل فن پیدا ہوے لیکن ان تمام قالبوں میں ایک ہی روح کام کر رہی ہی، عام طریقہ سے الگ کسی نے کچھ کہا تو اشاعرہ کے حسن ذوق پر اُس کی قربانی چڑھا دی گئی غرض آج جو کچھ موجود ہی ادب اور لغت کی حیثیت سے زمخشری اور عقلیات کی حیثیت سے امام رازی کے نتائج افکار ہیں تفسیر کبیر جو ہمارے مضمون کا عنوان ہی امام موصوف ہی کا کارنامہ ہی اور اُنکا سب سے بڑا کارنامہ ہی اس لیے چارناچار ہم اسی کو شوق کی آنکھوں سے لگاتے ہیں، اور جان کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔

ہنوز در کفم از عمر رفتہ تارے ہست ۔۔۔ بدستم از سر زلف تو یادگارے ہست

زمانۂ تصنیف

یہ تفسیر غالباً ۵۹۵ھ سے کچھ پہلے شروع ہوئی امام رازی نے سورۂ آل عمران کی تفسیر جہاں ختم کی ہی خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ میںنے اس سورہ کی تفسیر جمعرات کے دن ربیع الثانی ۵۹۵ھ

نہیں تمام کی۔

امام رازی اس کتاب کو پوری نہ کرسکے انکے بعد ایک اور فاضل نے بقیہ جلدیں تمام کیں لیکن پوری تفسیر امام صاحب ہی کے نام سے مشہور ہی۔ یہانتک کہ اکثر لوگوں کو اس واقعہ کا سرے سے علم ہی نہیں ہی۔ اور یہ تو معلوم نہیں کہ تکملہ لکھنے والے کون بزرگ تھے۔ ابن خلکان نے صرف اسقدر لکھ کر چھوڑ دیا کہ امام نے یہ کتاب پوری نہیں کی۔ کشف الظنون میں لکھا ہی کہ شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی المتوفی ۷۲۷ھ نے تکملہ لکھا اور قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الخوئی الدمشقی المتوفی ۶۳۹ھ نے بھی تکملہ لکھا اور اسکا نام وشیح رکھا اس التباس اور گمشدگی کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ تکملہ لکھنے والوں نے امام رازی کے طرز کو اسقدر محفوظ رکھا کہ ذرہ برابر فرق نہیں نظر آتا۔ امام رازی کا یہ مخصوص وصف ہی کہ وہ مشکل سے مشکل مطلب کو اسقدر آسان اور سہل کرکے لکھتے ہیں کہ بچہ تک سمجھ سکتا ہی۔ اور اس خصوصیت میں تمام علماے اسلام میں کوئی شخص انکا ہمسر نہیں ہی۔ لیکن تفسیر کبیر کے تکملہ نگاروں نے اس طرز کو اس کمال تک پہنچایا کہ خود گم ہوگئے اور آج دنیا ان کی تحریر کو بھی امام رازی کی تحریر سمجھ رہی ہی

یہ امر افسوس ناک ہی کہ یہ تحقیق نہیں معلوم ہوتا کہ کہانتک اصل تفسیر ہی اور کہاں سے تکملہ شروع ہوا ہی۔ **شہاب** نے شفاے قاضی عیاض کی شرح میں لکھا ہی کہ امام نے صرف سورۂ **انبیا** تک تفسیر لکھی تھی۔ لیکن یہ صحیح نہیں سورۂ **فتح** تک امام صاحب کی تفسیر کا لکھا جانا یقینی ہی۔ اس سورہ کی تفسیر کے خاتمہ میں لکھا ہی کہ ۶۰۳ھ میں تمام ہوئی۔ امام کی عام عادت ہی کہ ہر سورہ کی تفسیر بعد اسکے ختم ہونے کے تاریخ لکھدیتے ہیں۔ امام نے ۶۰۶ھ میں وفات پائی ہی اسلیئے ۶۰۳ھ ان کی زندگی کا زمانہ ہی۔ اس سورہ کے بعد پھر کہیں اس قسم کی تصریح نہیں ملتی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہیں سے تکملہ نگاروں کا سلسلہ شروع ہوتا ہی۔

غرض آٹھ جلدوں میں سات جلدیں خود امام کی تصنیف ہیں کل زمانہ تصنیف کم وبیش آٹھ برس ہی۔ تصنیف کا زمانہ جس پریشانی اور بے سروسامانی کیحالت میں گزرا ہی اس کا اندازہ اس سے

ہوگا کہ مختلف حصے مختلف ممالک میں لکھے گئے ہیں، مثلاً سورہ ابراہیم کی تفسیر آخر شعبان ۶۰۱ھ میں بغداد کے صحرا میں تمام کی، سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر ۶۰۱ھ میں غزنین میں ختم ہوئی، ایک موقع پر لکھا ہے کہ سلطنت کی برہمی اور طوائف الملوکی کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے نہایت بے اطمینانی اور پریشانی ہے، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ چوتھی جلد یعنی سورہ یونس کی تفسیر لکھنے کے زمانہ میں ۶۰۱ھ میں ان کے سب سے عزیز فرزند محمد نے انتقال کیا اس واقعہ نے ان کو سخت صدمہ پہنچایا خود لکھتے ہیں۔

ختمت تفسیر ھذہ السورۃ یوم السبت	میں نے اس سورہ کی تفسیر ہفتہ کے دن رجب ۶۰۱ھ
من شہر اللہ الاصم رجب سنۃ احدی و ستمایۃ	میں ختم کی، اور میں فرزند صالح محمد کی وفات کی وجہ
وکنت ضیق الصدر کثیر الحزن بسبب وفاۃ الولد الصالح محمد	سے سخت غمگین اور تنگدل تھا۔

جوان اور صالح بیٹے کے مرنے کا یہ داغ تھا کہ متعدد سورتوں کے خاتمہ میں بار بار روتے ہیں اور دوسروں کو رلاتے ہیں یہاں تک کہ سورہ یوسف کی تفسیر کے خاتمہ میں ایک پُر درد مرثیہ لکھا ہے اور تفسیر میں شامل کیا ہے۔ اسکے چند اشعار یہ ہیں۔

فلو کانت الاقدار منقادۃ لنا	فدیناک من حماک بالروح والجسم
ولو کانت الاملاک تاخذ رشوۃ	خضعنا لها بالرق فی الحکم والاسم
سابکی علیک العمر بالدم دائما	ولم انحرف عن ذاک فی الکیف والکم
سلام علی قبر دفنت بتربۃ	واتحفک الرحمن بالکرم الجم
وما صدنی عن جعل جفنی مدفنا	لجسمک الا انہ ابدا یھمی
حیاتی و موتی واحد بعد موتکم	بل الموت اولی من مداومۃ الغم

ابتدائے تصنیف کے زمانہ سے کبھی ایک جگہ چین سے رہنا نصیب نہیں ہوا، عالمگیر خونریزیوں سے جان اور مال کے لالے ہیں، جوان اور قابل بیٹا بیکسی اور غربت کی حالت میں مرچکا ہے، یہ سب کچھ ہے لیکن سلف کی یادگار پہلو میں ایک دل ہے جو ان تمام قیامت انگیز

مصائب پر بھی نہیں دبتا، جوان اور لائق بیٹے کی لاش سامنے ہے لیکن مضامین اُسی زور اور بلندی، اسی شان کے ساتھ قلم سے نکلتے آتے ہیں کہ گویا آسمان سے ملکوتی فوجیں اتر رہی ہیں۔

ذکرتک والخطی یخطر بیننا وقد نهلت منا المثقفة السمر

(میں تجھ کو یاد کر رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ برچھیاں ہم سے بار ہو رہی تھیں اور نیزے میرا خون پی کر سیراب ہو چکے تھے)

تصنیف کی روزانہ مقدار بھی حیرت انگیز ہے، اکثر سورتوں کے خاتمہ سے تصنیف کی مدت کا پتہ لگتا ہے مثلاً سورہ انفال کے اخیر میں لکھا ہے کہ رمضان ۶۰۱ھ میں تمام ہوئی، اسکے بعد سورہ توبہ کی تفسیر شروع ہوتی ہے، اسکے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ ۲۲ رمضان ۶۰۱ھ میں تمام ہوئی یعنی زیادہ سے زیادہ دو ہفتے صرف ہوئے، سورہ توبہ کی تفسیر مصری چھاپے کے نسخہ میں ۱۹۲ صفحوں میں آئی ہے، ہر صفحہ میں ۳۵ سطریں ہیں اور نہایت باریک خط اور گنجان کتابت ہے، اس حساب سے روزانہ کم و بیش ۱۵ صفحے ہوتے ہیں، اسقدر آج کوئی شخص کتابت بھی نہیں کر سکتا یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ تصنیف کے زمانہ میں اور بھی بہت سے کام یعنی درس، تدریس، افتا، وعظ و پند روزانہ جاری رہتے تھے اور دن کا بڑا حصہ ان مشغلوں میں صرف ہو جاتا تھا۔

تصنیف کی روزانہ مقدار

اس تفسیر کا انداز تمام تفسیروں سے الگ ہے اسلیے بعض تقلید پسندوں نے نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھا، ابو حیان کہتے ہیں کہ "اس کتاب میں بہت سی فضول باتیں جمع کر دی ہیں، جنکے فن تفسیر کو کوئی تعلق نہیں اسی بنا پر بعض علما نے کہا کہ اس تفسیر میں اور سب کچھ ہے، مگر تفسیر نہیں[1]" سراج الدین مغربی نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی جس میں تفسیر کبیر کی غلطیاں اور بے اعتدالیاں بتائی ہیں۔

تفسیر کبیر کے متعلق علما کی رائیں

امام رازی سے پہلے جس قدر تفسیریں لکھی گئی تھیں خاص خاص موضوع پر تھیں، بعض میں صرف احادیث اور آثار جمع کیے تھے، بعض میں فن بلاغت اور عربیت سے بحث تھی بعض میں

[1] کشف الظنون ذکر فن تفسیر۔

صرف فقہی احکام کو طول دیا تھا، بعض میں عقلی مباحث تھے، تفسیر کبیر پہلی تفسیر ہی جس تمام حیثیتیں جمع کی ہیں، اور اس لحاظ سے وہ گویا تمام تفسیروں کا مجموعہ ہی۔

تفسیر کبیر کے ماخذ

سب سے پہلے ہماری نظر اسپر پڑتی ہی کہ امام صاحب نے جب تفسیر لکھنی چاہی تو قدما کا کیا سرمایہ ان کے پاس موجود تھا، اس زمانہ تک اگرچہ قدما خصوصاً معتزلہ کی اکثر نادر تصنیفات برباد ہو چکی تھیں، تاہم تفسیر کبیر کے حوالوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُمّہات کتب موجود تھیں، فن تفسیر کی سب سے بڑی کتاب جو عقلی مذاق پر لکھی گئی تھی اور جس میں قرآن مجید کو عقل سے تطبیق دی تھی ابو مسلم اصفہانی المتوفی ۳۲۲ھ کی تفسیر ہی، یہ ۱۴ جلدوں میں ہی، اور امام رازی سے پہلے وہی تفسیر کبیر کے نام سے پکاری جاتی تھی، یہ تفسیر آج اگرچہ بالکل ناپید ہی، لیکن امام رازی کے زمانہ تک موجود تھی، امام صاحب اکثر اس سے مدد لیتے ہیں، اور جا بجا بے اختیار اس کی تعریف کرتے ہیں چنانچہ سورۂ آل عمران کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وابو مسلم حسن الکلام فی التفسیر کثیر الغوص علی الدقائق واللطائف

اسی انداز کی دوسری تفسیر کعبی کی تھی۔ جسنے ۳۱۹ھ میں وفات پائی۔ یہ تفسیر بھی جیسا کہ کشف الظنون کا بیان ہی ۱۲ جلدوں میں تھی، کعبی مشہور متکلم تھا اور اسی مذاق میں تفسیر لکھی تھی۔

ابو مسلم اور کعبی دونوں معتزلی تھے، اور گو امام رازی نے اپنی تفسیر میں معتزلہ کو خاص طور پر معرکہ آرائی کے لیے منتخب کیا ہی اور اس فرقہ کے مقابلہ میں اپنی تمام طاقت صرف کر دیتے ہیں تاہم اسوقت تک مسلمانوں میں انصاف پسندی کا مادہ موجود تھا اور اس فلسفہ سے واقف تھے، ع متاع خوش زہر دکاں کہ باشد۔

تعجب یہ ہی کہ امام صاحب قرآن مجید کے متعلق جاحظ اور عبد القادر جرجانی کی کسی تصنیف کا حوالہ نہیں دیتے جس سے قیاس ہوتا ہی کہ یہ نوادر انکے زمانہ تک ناپید ہو چکے تھے۔

افسوس ہی کہ قصص اور سیر کے متعلق امام صاحب کی معلومات کا سرچشمہ مقاتل، کلبی، ضحاک کی تفسیریں ہیں جو عموماً نامعتبر ہیں، محدثین کی تفسیروں سے امام صاحب نے بہت کم

فائدہ - آمدی نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے متعلق جو قدما کی کتابیں انکے پیش نظر تھیں جاحظ نے خاص اس موضوع پر جو کتاب لکھی اسکا کہیں حوالہ نہیں عبدالقاہر جرجانی کے اعجاز القرآن کا بھی ذکر نہیں البتہ جاحظ خود اپنی کتاب نظم القرآن کا حوالہ دیتے ہیں افسوس ہے کہ یہ کتاب موجود نہیں احکام القرآن کے نام سے جو تفسیریں لکھی گئیں اور جن میں صرف قرآن کی فقہی احکام سے بحث ہے اُن میں سے ابو بکر رازی کی کتاب کا اکثر ذکر ہے اور چونکہ ابو بکر رازی حنفی ہیں اور شافعی فقہ کے خلاف آیتوں کی تفسیر کرتے ہیں اسلیے اکثر بڑے زور شور سے ان کا رد لکھتے ہیں، یہانتک کہ بعض جگہ سخت کلامی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

شبلی

۲۳ - اپریل ۱۹۰۸ء
ندوۃ العلما لکھنؤ

وصیت نامہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی

یہ وصیت نامہ ایک دوست نے ہم پہنچایا ہے ہم اسکو اس لحاظ سے چھاپتے ہیں کہ اس سے عالمگیر کے اخلاق و خیالات کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

وصیت اول آنکہ

ایں عاصی غریق معاصی را قمیص و تفریش بجوار تربت مطہرہ مقدسہ چشتیہ سلام اللہ علیہ نمایند کہ مغرفان بحار عصیان را بغیر التجا باں درگاہ غفران پناہ پناہے نیست مصالح ایں سعادت عظمیٰ نزد فرزند ارجمند شاہزادہ عالیجاہ است۔

وصیت دوم آنکہ

مبلغ چہار دہ روپیہ دوازدہ آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد عالیہ بیگم محل دارست از و بگیرند

وصرف کفن این بیچاره نمایند، ومبلغ سه صد روپیه از وجه کتابت قرآن مجید در صرف خاص وزوفات بفقرا وهند از این راه که از کتابت قرآن شریف شبهٔ حرمت دارد بکفن مایحتاج صرف نکنند۔

وصیت سوم آنکه

باقی مایحتاج از وکیل بادشاه زاده عالیجاه بگیرند که وارث قریب در اولاد ایشانند وحلت وحرمت بر ذمه ایشان ست، برین بیچاره بازپرس نیست که مرده بدست زنده،

وصیت چهارم آنکه

این سرگشته وادی گمراهی را سر برهنه نزد بادشاه عظیم الشان برند محل ترحم خواهد بود

وصیت پنجم آنکه

بربالای تابوت پارچهٔ گاڑها که آنرا گزی میگویند پوشش نمایند واز دیگر بدعات اغنیا احتراز نمایند

وصیت ششم آنکه

والی ملک باخانه زادان بیسرو پا که همراه این عاصی دور از جهات در دشت وصحرا گشته اند مدارا نمایند واگر بتصریح تقصیرے ازانها واقع شود بعفو کوشد و باحسان پوشد۔

وصیت هفتم آنکه

بهتر از ایرانی متصدی بودن دیگرے نیست که در جنگ هم از عهد عرش آشیان تا حال احدی ازین فرقه از معرکه رو گرداں نشده و پاے استقامت آنها نه لغزیده ومعهذا گاهی خودسری وحرام نمکی نکرده اند، لیکن بسیار عشرت طلب اند بآنها ساختن مشکل مگر بهرحال باید ساخت وکجدار ومریز باید کرد

وصیت هشتم آنکه

باسادات لازم السعادات بموجب آیه کریمه قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ عمل نموده در احترام ورعایت فروگذاشت نه نمایند ازین که محبت این جماعت اجر نبوت ست هرگز ازاں مقصر نباید بود که ثمرهٔ خیر در دنیا وآخرت ست لیکن احتیاط باید نمود در مرتبهٔ

ظاہر نما نباید از دو دگر شریک غالب و طالب ملک اند اگر استرخاے عنان شود ندامت آرد و سودے ندارد۔

وصیت نہم آنکہ

با شرفاے قوم شیوخ رفق و مدارات بسیار و سلوک و احسان باستمرار باید کرد جز پاداش بر بیہ کہ در گزاشتن ازیں راہے ندارد و دلہاے ایشاں نباید آزرد کہ ایں قوم را بسیار آزمودہ ایم، ہر فرد ایشاں در محبت و وفا فرد آمدہ و در طریق صدق و صفا پاے مرد مصداق "الانسان عبید الاحسان" گویا ہمیں ایشانند پس عفو در حق ایں قوم شبیہ تر از سرزنش است گر در دل ایشاں ہر گونہ خطا خطا۔

وصیت دہم آنکہ

تا مقدور والی ملک را باید از حرکت خود را معاف ندارد و از نشستن در یک مقام کہ بحسب ظاہر صورت آرام دارد در واقع منجر بہزار مصیبت و آلام است بپرہیزد۔

وصیت یازدہم آنکہ

بہ پسران ہرگز اعتماد نکنند و اصلا با ایشاں مصاحبانہ زندگی نہ نمایند کہ اگر اعلیحضرت بہ دارا شکوہ ایں سلوک نمیکردند کار تا اینجا نمیرسید۔

وصیت دوازدہم آنکہ

والی ملک را باید کہ با متوسلان خاصہ با مقربان و ملازمان قدیم ملاطفت و مرافقت بسیار مرعی دارد و دل ایشاں بلا ضرورت شدید از سیاست نیازارد کہ خوش دلی ایشاں کارہا میکند و ناخوشی ایشاں در وقتے آزار رسیدہ۔ تبرکاً و تیمناً بنام ائمہ اثنا عشریہ اختتام ایں دوازدہ وصیت نمودہ شد، فقط

وقف اولاد

وقف اولاد کی تحریک جو اخباروں کے ذریعہ سے عام طور پر مشتہر ہو چکی ہی اگرچہ اسکی نسبت تمام ملک میں نہایت سرگرمی اور جوش سے موافقت اور تائید کی صدا اٹھی، لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہی کہ اصل واقعہ کیا ہی؟ شریعت اسلامی کا کیا مسئلہ تھا؟ حکام پریوی کونسل نے اسکو کیونکر باطل کیا؟ اور کس غلط فہمی کی بنا پر باطل کیا، اسکے متعلق اب کیا کوشش ہو رہی ہی؟ اور کس حد تک ہو چکی ہی؟ اور آیندہ کیا کیا کرنا ہی۔

اصل یہ ہی کہ شریعت اسلام کا ایک یہ مسئلہ ہی کہ اگر کوئی شخص اپنی جائداد کو خدا کی راہ میں فقرا اور غربا کے لیے اس طرح مخصوص کر دے کہ اصل جائداد ہمیشہ محفوظ رہیگی اور اُس کا منافع فقرا، و غربا کو ملتا رہیگا تو اس معاملہ کا نام وقف ہوگا اور وہ جائداد ہمیشہ محفوظ رہیگی۔ یعنی نہ فروخت ہو سکیگی نہ ہبہ ہو سکیگی نہ وارثوں کو وراثت میں مل سکیگی، البتہ اس کا منافع فقرا کو ملتا رہیگا۔

وقف کی یہ صورت تمام اور مذہبوں میں بھی موجود ہی، لیکن تمام اور مذاہب نے وقف کو غیروں اور بیگانوں کے لیے محدود رکھا ہی۔

لیکن اسلام نے اسکو اور وسعت دی ہی۔ اسلام نے یہ قرار دیا کہ اپنی آپ مدد کرنا، اپنی آل اور اولاد کی پرورش کرنا انسان کا اصلی فرض ہی، اور ایسا فرض ہی جس کے ادا کرنے پر انسان کو ثواب حاصل ہوتا ہی، اس بنا پر اسلام نے وقف کو اولاد اور اعزہ تک وسعت دی، یعنی اگر کوئی شخص صرف اپنی اولاد پر کوئی جائداد وقف کرے تو یہ وقف بھی جائز اور نافذ ہوگا؟

لیکن جب وقف جائدادوں کے متعلق وارثوں میں نزاعیں پیدا ہوئیں، اور مقدمات انگریزی عدالتوں میں گئے تو حکام انگریزی نے وقف کو ناجائز قرار دیا کیونکہ انگریزی خیرات (چیریٹی) کا لفظ فقرا اور بیکانوں کے لیے مخصوص ہے اور اپنی اولاد کو کچھ دینا خیرات میں داخل نہیں، حکام انگریزی کے سامنے وکلا نے فقہ کے مسئلہ کی مستند روایتیں پیش کیں لیکن انہوں نے اسپر اصرار کیا کہ خیرات کے معنی وہی لیے جا سکتے جو انگریزی قانون میں ہیں، چنانچہ جسٹس پولیین نے ایک مقدمہ[ف] کے فیصلہ میں یہ الفاظ لکھے

میں لفظ خیرات کو انگریزی لفظ ہی کی مفہوم کے موافق سمجھتا ہوں اور اس مفہوم کے موافق انگریزی عدالتوں میں اور انگریزی ترجموں میں وہ استعمال ہوتا ہے، مجھ سے چاہا جاتا ہے کہ میں لفظ خیرات کی مفہوم کو مسلمانوں کی مفہوم کے موافق سمجھوں یعنی ایک دوسری زبان کا لفظ استعمال کروں جس کا مفہوم اس زبان کے مفہوم کے خلاف ہو۔

اس کے بعد کثرت سے مقدمات دائر ہوئے لیکن حکام نے اپنی رائے سے تجاوز نہ کیا،

ایک مقدمہ میں جو از طرف سید محمد اسمعیل خاں بنام مشتی چرن گھوش تھا، مولوی امیر علی صاحب جج بھی شریک فیصلہ تھے، انہوں نے نہایت مستند حوالوں سے اس مسئلہ کو ثابت کیا، یہ مقدمہ پریوی کونسل تک گیا، لیکن حکام پریوی کونسل نے وقف کو تسلیم نہیں کیا، پھر متعدد مقدمات پریوی کونسل تک گئے اور حکام اسی اپنی رائے پر قائم رہے، سب سے زیادہ مفصل اور مدلل فیصلہ اس باب میں وہ ہے جو حکام نے مقدمہ ابو الفتح محمد اسحاق بنام رسمیا چودہری ۲۲ نومبر ۱۸۹۴ء کو صادر کیا اور جو انڈین لا رپورٹ جلد ۲۲ صفحہ ۰ میں درج ہے۔

اس فیصلہ کا اقتباس ہم اس غرض سے لکھتے ہیں کہ یہ معلوم ہو کہ حکام پریوی کونسل نے کس بنا پر وقف اولاد کو ناجائز قرار دیا ہے، حکام کے نزدیک وقف اولاد کے ناجائز ہونیکی وجوہ ذیل ہیں۔

ف انڈین لا رپورٹ جلد ۴ کلکتہ از صفحہ ۲۰۰

(۱) اپنی اولاد پر وقف کرنا کوئی ایثارِ نفس اور فیاضی نہیں ہے، اولاد کو دینا، گویا جائداد کو خود اپنے ہات میں رکھنا، اور حفاظت جائداد کا بندوبست ہے، چنانچہ حکام پریوی کونسل مقدمہ مذکور میں لکھتے ہیں۔

یہ خیال کرنا مقنن عظم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت بیجا ہوگا کہ مقنن موصوف نے اسکے ذریعہ سے ایسے ہبہ جات کو پسند کیا ہو جنکے ذریعہ سے واہب نے کچھ نفس کشی نہ کی ہو جس میں وہ ایک ہات سے اس شے کو واپس لیتا ہو جو ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دوسرے ہات سے دی اور جو ذریعہ جمع کرنے اور ازدیا دجائداد خاندان ہیں۔

(۲) شریعت اسلام میں ہبہ مشروط ناجائز ہے، مثلاً اگر کوئی شخص یوں ہبہ کرے کہ میری جائداد فلاں شخص کو ملے اس شرط پر کہ وہ اسکو منتقل نہ کرسکیگا، پھر اسکے مرنے پر اس کی اولاد کو ملیگی لیکن اسی شرط پر کہ وہ اسکو منتقل نہ کرسکیگا، اور اسی طرح یہ ہبہ اولاد در اولاد تک قائم رہیگا تو یہ ہبہ ناجائز ہوگا، جب اس قسم کا ہبہ ناجائز ہے تو وقف کی بھی یہی صورت ہے، وہ کیونکر جائز ہوگا حکام پریوی کونسل کے الفاظ یہ ہیں

حکام ممدوح نے اثناے بحث میں دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ازروے عام قانون اسلام کے اقل درجہ جیسا کہ ہند میں معلوم ہے سادہ ہبہ جات منجانب معمولی اشخاص کے بحق اولاد بعید جو ہنوز نہیں پیدا ہوئی یعنی متواتر ناقابل انتقال حقوق حین حیاتی ممنوع ہیں آیا یہ تصور کرنا چاہیئے کہ وہی انتقالات جو اُس صورت میں ناجائز ہیں جب کہ معمولی الفاظ ہبہ کے استعمال کیے جائیں جائز ہوجاتے ہیں، اگر ہبہ کنندہ صرف یہ کہدے کہ وہ بطور وقف کے خدا کے نام پر غرباء کے لیے کیے گئے۔ ان سوالات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا، نہ جواب دینے کی کوشش کی گئی، نہ حکام عالی مقام کو کوئی جواب معلوم ہوتا ہے،

(مقدمہ ابوالفتح محمد اسحاق صفحہ انگریزی ۶۳۲)

مولوی امیر علی صاحب جج نے نہایت مفصل اور مستند طریقہ سے وقف اولاد کو ثابت کیا، اُنھوں نے

وہ تمام حدیثیں نقل کیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اپنی اولاد کو دینا بھی صدقہ اور خیرات کرنا ہو لیکن حکام پریوی کونسل کہتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثیں اخلاقی باتیں ہیں جو مناسب موقعوں پر کہی جاتی ہیں لیکن یہ کوئی قانونی اور فقہی مسئلہ نہیں بن سکتا حکام موصوف کے اصلی الفاظ یہ ہیں۔

حکام عالی مقام نے خدا اپنی بہترین لیاقت کے منحق اور متعلق کرنے اس شرع محمدی کے کوشش کی جو ہند میں معلوم ہو اور جس پر وہاں عمل کیا جاتا ہو۔ لیکن ممدوح کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ قطعی اور (جیسا کہ حکام ممدوح کو معلوم ہوتا ہو) بیجا متعلق کرنا حدیثہائے اصولی کا جو بنی کے موضوعات مانی گئیں مطابق اس قانون کے ہو ممکن ہو کہ یہ حدیثیں مناسب موقعوں پر نہایت عمدہ ہوں، (مقدمہ مذکور صفحہ انگریزی ۶۳۲)

مولوی امیر علی صاحب نے وقف اولاد کی جو مثالیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے صحابہ کے زمانہ میں عمل میں آئی تھیں اپنے فیصلہ میں پیش لیں لیکن حکام پریوی کونسل نے اُن کو کافی نہ سمجھا۔ حکام کے اصلی الفاظ یہ ہیں۔

نسبت نظائر کے حکام عالی مقام کو بہت زیادہ مفصل حالات معلوم ہونے چاہئیں قبل اس کے کہ وہ تجویز کرسکیں کہ آیا وہ متعلق بھی ہونگے یا نہیں، حکام ممدوح سُنتے ہیں کہ ہبہ[1] کیا گیا اور وہ بحال رکھا گیا لیکن بابت حالات جائداد کے، اسکے سوا اور کچھ اُنھوں نے نہیں سُنا کہ مقدمہ محولہ میں یہ معلوم ہوتا ہو کہ مکان مذکور خاص طور پر مقدس سمجھا جاتا تھا اُن کو کچھ حال خاندان یا واقف کا معلوم نہیں، (مقدمہ ابوالفتح۔ صفحہ انگریزی ۶۳)

حاصل یہ کہ حکام پریوی کونسل کی یا دیگر انگلش قوم کی کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ خود اپنی اولاد کو دینا ثواب اور خیرات کا کام کیونکر ہوسکتا ہو اور جب وہ خیرات نہیں تو وقف کیونکر ہوسکتا ہو۔ خان بہادر مولوی محمد یوسف صاحب وکیل کلکتہ نے اس بارہ میں نہایت قابل قدر کوشش کی

[1] وقف کو ہبہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہو۔

انھوں نے ایک مطول رسالہ انگریزی زبان میں لکھا، اور بحیثیت پریسیڈنٹی محمدن ایسوسی ایشن بنگال وایسراے کی خدمت میں بہیجا۔ لیکن اولاً تو رسالہ نہایت طول طویل اور حشو وزوایدپر مشتمل تھا اور ایک ہی مضمون کا باربار اعادہ کیا گیا تھا،

ثانیاً وہ رسالہ پیش ایسے طریقہ سے کیا گیا کہ بجز محدود براے نام ایسوسی ایشن کی ہندستان کی اسلامی جماعت اور اخبارات کو خبر تک نہوئی۔

ثالثاً۔ یہ قاعدہ مقررہ ہی کہ پریوی کونسل اپنے کسی فیصلہ کو منسوخ نہیں کرتی، نہ اُسکے فیصلہ میں وایسراے اور گورنمنٹ کوئی مداخلت کرسکتی،

غرض وجوہ مذکورۂ بالاسے، ناکامی ہوئی،

اب ہمکو کیا کرنا چاہیئے (۱) ایک **وقف ایسوسی ایشن یعنی وقف** کی ایک کیمٹی قائم ہوجس کے ممبر تمام اضلاع ہندوستان کے سربرآوردہ مسلمان، تعلقہ دار، زمیندار، عہدہ داران سرکاری۔ وکلا، وغیرہ وغیرہ ہوں

(۲) ایک فتوی تمام ہندوستان کے علما رکے دستخط سے مزین ہوکر طیار کرایا جاے۔

(۳) ایک رسالہ لکھا جاے جسمیں احادیث اور روایات فقہیہ سے **وقف** اولاد کو ثابت کیا جاے

(۴) ایک عرضداشت مرتب ہوکر، تمام ہندوستان کے مسلمانوں سے اُسپر دستخط کرایے جائیں اور وہ مع رسالہ وفتوی مذکورۂ بالا کے، حضور وایسراے کیخدمت میں بھیجی جائے جسکا مضمون یہ ہو کہ۔

تمام مسلمانان ہندوستان، اس تعبیر کو خلاف قانون اسلام سمجھتے ہیں جو پریوی کونسل نے **وقف** اولاد کے مسئلہ میں کی ہی۔ لیئے

ہم مسلمانوں کی درخوست ہی کہ گورنمنٹ ایک جدید قانون وقف اولاد کے متعلق حسب شریعت اسلام بنادے۔ جیساکہ ہندوبیوگان کی نسبت حضور وایسراے نے ہندوؤں کی درخواست پر ایک قانون موسومہ قانون نکاح بیوہ گان بنادیا ہی۔

غرض جب تک تمام مسلمانوں کی متفقہ آواز سے گورنمنٹ پر یہ ثابت ہوگا کہ پریوی کونسل کا

قیدیں لگائی ہوں جن سے مذہب اور شریعت کے خلاف ہو اس بارہ میں کچھ کامیابی نہیں ہو سکتی،

رسالہ کا مسودہ الندوہ میں اصلاح عام کے لیے شائع کیا جاتا ہے، جو حضرات کسی قسم کی اصلاح دینا چاہیں خاکسار کو تحریر فرمائیں۔ یہ رسالہ تمام علما کی خدمت میں منظوری کے لیے مرسل ہوگا اور ان کے دستخط سے ثبت کرا کے چھاپا جائیگا۔

شبلی نعمانی۔
ندوہ

لکھنؤ ۲۰ اپریل ۱۹۰۰ء

رسالہ

متعلق

وقف اولاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چونکہ انگریزی عدالتوں نے بالعموم **وقف علی الاولاد** کو جو شریعت اسلام کا ایک مسلمہ مسئلہ ہی، متعدد فیصلوں کے ذریعہ سے ناجائز اور باطل قرار دیدیا ہی، اور یہ ظاہر کیا ہی کہ خود اسلامی شریعت میں یہ مسئلہ ناجائز ہی، اسلیے یہ رسالہ تحریر کیا جاتا ہی جس سے دو امر ظاہر کرنا مقصود ہی۔

(۱) اولاد پر جائداد کا وقف کرنا، حدیث، اور فقہ، دونوں سے ثابت ہی، اور مسلمانوں کے تمام فرقے اس میں متفق الرائے ہیں۔

(۲) حکام انگریزی اور بالخصوص پریوی کونسل نے کس بناپر اس مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی کی ہی۔

وقف اولاد کا مسئلہ اُصول مفصلہ ذیل پر مبنی ہی،

پہلا اُصول۔ شریعت اسلامی میں، خیرات اور صدقہ، غیروں پر محدود نہیں، بلکہ خود اپنی اہل وعیال کو دینا بھی صدقہ اور خیرات (چیرٹی) ہے

قرآن مجید میں ہی۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن
یہ نیکی نہیں ہی کہ تم اپنے منھ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو، لیکن نیکی
البر من اٰمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتب والنبیین واٰتی
یہ ہی کہ جو شخص خدا پر اور قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور انبیا پر ایمان لائے اور خدا کی

المال علی حبه ذوی القربی والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین

محبت میں اپنا مال رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافر کو اور سائل کو اور آزادی

وفی الرقاب۔

(سورۂ بقرہ رکوع ۲۲)

دینے میں دے

ایک اور آیت میں ہی یسئلونک ماذا ینفقون، قل ما انفقتم من خیر

لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خیرات کریں کہدے کہ جو خیرات کرو

فللوالدین والاقربین والیتامیٰ والمسٰکین وابن السبیل۔

تو والدین کو اور رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو۔

قرآن مجید کی یہ آیت جب نازل ہوئی

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون

تم ثواب نہیں پا سکتے جبتک اس چیز میں سے خیرات کرو جو تمکو محبوب ہے۔

تو ابو طلحہ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ خدا کہتا ہی کہ جب تک محبوب چیز خیرات نکرو نیکی نہ ملیگی تو مجھ کو اپنی تمام جائدادوں میں سے بیرحا سب سے زیادہ محبوب ہی میں اسکو صدقہ دینا چاہتا ہوں، آنحضرتؐ نے فرمایا تو بہتر یہ ہی کہ اپنے عزیزوں پر صدقہ کرو، چنانچہ ابو طلحہ نے یہ جائداد اپنی اقارب اور خاص اپنے چچا زاد بھائیوں پر صدقہ کی، یہ حدیث صحیح بخاری میں ہی جو قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ مستند کتاب ہی اصل الفاظ بخاری کے یہ ہیں،

قال انس فلما نزلت لن تنالوا البر	انس کا بیان ہی کہ جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی
حتی تنفقوا مما تحبون۔ قام ابو طلحہ فقال	کہ تمکو ثواب حاصل ہوگا جبتک تم اپنا محبوب مال خیرات نکرو
یا رسول اللہ ان اللہ یقول لن تنالوا البر	تو ابو طلحہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ خدا یہ کہتا ہی
حتی تنفقوا مما تحبون وان احب اموالی	اور مجھ کو سب سے زیادہ عزیز میری بیرحا کی جائداد ہی
الی بیرحاء وانها صدقة للہ ارجو برها	تو وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہی

وذخرها عند الله فضعها حيث اراك الله فقال بخ ذلك مال رابح او رايح شك ابن مسلمة وقد سمعت ما قلت واني ارى ان تجعلها في الاقربين (بخاري باب الوقف)

میں اسکے ثواب کا اور خدا کے ہاں ذخیرہ ہونیکا امیدوار ہوں تو آپ اسکو جسطرح چاہیئے صرف کیجیے آنحضرت نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو بکار آمد جائداد ہی یا چلتی ہوئی چیز ہی ابن سلمہ کو شک ہے کہ ان دو لفظوں میں سے آنحضرت نے کیا فرمایا - مینے سنا جو تمنے کہا اور میری رائے ہی کہ تم اس جائداد کو عزیزوں کو وقف کرو (بخاری باب الوقف)

صحیح مسلم میں ہی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دينار انفقته في سبيل الله ودينار انفقته في رقبة ودينار تصدقت به على مسكين ودينار انفقته على اهلك اعظمها اجرا الذي انفقته على اهلك (صحيح مسلم كتاب الزكوة والصدقة)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روپیہ تمنے خدا کی راہ میں صرف کیا اور کسی گرفتار کے چھڑانے میں صرف کیا اور جو مسکین پر صرف کیا اور جو اپنی بیوی بچہ پر صرف کیا ان میں خدا کے ہاں سب سے زیادہ جسپر اجر ملیگا وہ وہ ہی جو بال بچہ پر تمنے صرف کیا (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ)

صحیح بخاری میں ہی

خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى وابدء بمن تعول (مشكوة)

اچھی خیرات وہ ہی جو اہل وعیال کے خرچ سے فارغ ہو کر کیجائے، اور شروع عیال سے کرو-

بخاری و مسلم میں ہی-

عن ام سلمة قالت قلت يا رسول الله لي اجر ان انفق على بني ابي سلمة انما هم بني فقال انفقي عليهم فلك اجر ما انفقت عليهم-

ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر میں ابو سلمہ کے بیٹوں پر صرف کروں تو کیا مجکو کچھ ثواب ملیگا وہ تو میرے بیٹے ہی ہیں، آپنے فرمایا ہاں ان پر صرف کرو تمکو اسکا ثواب ملیگا -

بخاری اور مسلم میں ہی کہ عبد اللہ بن مسعود کی بیوی زینب کہتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے بی بیو، خیرات دو، گو اپنے زیور ہی سے سہی، یہ سنکر میں اپنے شوہر کے پاس گئی اور کہا

کہ تم مفلس آدمی ہو، اور رسول اللہ نے ہم لوگوں کو خیرات کرنیکا حکم دیا ہی، تو تم جا کر آنحضرت سے
پوچھو کہ تم کو دینا خیرات میں داخل ہو یا نہیں؟ اگر نہو تو میں اوروں کو خیرات دوں، عبداللہ نے
کہا نہیں تم ہی جاؤ، زینب گئیں آنحضرت کے دروازہ پر ایک اور بیوی ہیں اور ان کو بھی یہی پوچھنا
تھا، اتنے میں بلال باہر نکلے، ان دونوں نے بلال سے کہا جا کر حضرت سے پوچھو کہ دو عورتیں یہ پوچھ
رہی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور یتیموں کو جو انکے زیر تربیت ہیں خیرات دیں، تو یہ خیرات میں داخل
ہوگا یا نہیں، زینب نے یہ بھی کہدیا کہ ہمارا نام نہ بتانا۔ بلال نے جا کر پوچھا، آنحضرت نے عورتوں کا
نام پوچھا، بلال نے کہا ایک زینب ہیں اور ایک انصاری عورت ہی، آنحضرت نے فرمایا کون سی
زینب؟ بلال نے کہا عبداللہ کی بیوی، آپ نے فرمایا اُن کو دو ثواب ہونگے ایک رشتہ کا اور
ایک خیرات کا (یہ صحیح مسلم کے الفاظ کا ترجمہ ہی)

صحیح ترمذی اور ابن ماجہ اور نسائی میں ہی۔

الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وھی علی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ	مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہی اور قرابتدار کو دینا صدقہ بھی ہی اور صلہ رحم بھی۔

بخاری اور مسلم میں ہی

اذا انفق المسلم نفقۃ علی اھلہ وھو یحتسبھا کانت لہ صدقۃ	جب مسلمان اپنے بال بچوں پر صرف کرتا ہی اور ثواب سمجھ کر کرتا ہی تو یہ خیرات ہی۔

ان تمام احادیث سے ثابت ہی کہ اسلام کا یہ اُصول ہی کہ خیرات اور صدقہ جس طرح غیر لوگوں
کو دینا ثواب ہی اسی طرح اپنی اولاد، عزیز اور اقارب کو دینا بھی ثواب ہی، اسلام کا اصول یہ ہی
کہ اپنے بال بچے بھی عام سوسائٹی کے افراد ہیں، اسلیے انکی مدد کرنا بھی بنی نوع انسان کی مدد کرنا
ہی اور اسلیے ثواب ہی، انگریزی میں بھی مثل ہی خیرات گھر سے شروع ہوتی ہی۔

دوسرا اُصول۔ اسلام نے خیرات کے دو طریقے قرار دیے ہیں۔ ایک یہ کہ اصل چیز
خیرات میں دیدی جائے۔ دوسرے یہ کہ اصل چیز محفوظ رہے اور اسکا منافع یا آمدنی خیرات میں صرف

ہوتی ہے۔ اس دوسری قسم کا نام وقف ہی۔
وقف کا یہ حکم ہی کہ اصل شے نہ کسی کی ملک ہوسکتی، نہ فروخت ہوسکتی، نہ منتقل ہوسکتی وقف کی یہ حقیقت خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرما دی تھی۔ حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک نخلستان ہاتھ آیا، اُنھوں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میں اسکو خیرات کرنا چاہتا ہوں، کس طریقہ سے کروں آپ نے فرمایا اصل محفوظ ہے یعنی نہ بک سکے، نہ ہبہ ہوسکے، نہ اس میں وراثت جاری ہو۔
یہ واقعہ بخاری میں متعدد طریقوں سے بتفصیل مذکور ہی، آنحضرت کے الفاظ یہ ہیں،

تصدق باصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث ولكن ينفق ثمره ،	اصل کو اس طرح خیرات میں دو کہ وہ بک سکے نہ ہبہ کیجاسکے نہ اُس میں وراثت جاری ہو بلکہ اُسکا پھل لوگوں کو ملا کرے۔

اگرچہ یہ وقف، غربا اور مسافروں اور مہمانوں وغیرہ کے لیے مخصوص تھا تاہم، رشتہ دار اور قرابت دار بھی اس میں داخل تھے، چنانچہ بخاری کے یہ الفاظ ہیں،
فی الفقراء والقربى وفی الرقاب وفی سبيل الله والضيف وابن السبيل۔
تیسرا اصول۔ فقہ اسلام کا تمامتر مدار نیت پر ہی یعنی ایک ہی چیز کسی شخص کو دوستانہ یا ہبہ کی نیت سے دیجائے تو اُسکے اور احکام ہونگے اور اگر یہ نیت کرلیجائے کہ خدا کی راہ میں دیگئی تو اُسکے احکام بالکل بدل جائینگے، مثلاً ایسی چیز کا دینا، سیدوں اور دولتمندوں کو ناجائز ہوگا، حالانکہ ہبہ کرنا ہر شخص کے لیے جائز ہے۔
وقف کا مسئلہ انھیں اصول مذکورۂ بالا کی بنیاد پر ہی، چنانچہ خود آنحضرتؐ کے زمانہ میں اس قسم کے وقفوں کی بنیاد پڑی اور اُسوقت سے آج تک یہ سلسلہ برابر قائم رہا۔
صحابہ نے اولاد پر وقف کیا تھا فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں بہ سند نقل کیا ہی،

ان الزبير بن العوام وقف دار اله على المردودة من بناته	زبیر بن عوام نے اپنا ایک مکان اپنی مطلقہ لڑکیوں پر وقف کیا،

فتح القدیر میں حاکم کی سند سے روایت ہو کہ ابتدائے اسلام میں آنحضرتؐ جس مکان میں رہتے تھے اور جو صفا کے پاس تھا۔ اسکو اُسکے مالک ارقمؓ نے اپنے بیٹوں پر وقف کر دیا تھا۔ وقف نامہ کے فقرات یہ تھے

بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا ما قضی الارقم ×× لا تباع ولا تورث

یہ وہ وقف ہی جو ارقمؓ نے قائم کیا ×× وہ نہ بیچا جائیگا نہ اس میں وراثت جاری ہوگی

اسے فتح القدیر میں بیہقی کی کتاب الخلافیات سے نقل کیا ہی۔

تصدق ابو بکر بدارہ بمکۃ علی ولدہ فھی الی الیوم ×× وتصدق سعد بن ابی وقاص بدارہ بالمدینۃ وبدارہ بمصر علی ولدہ فذلک الی الیوم ×× وعمرو بن العاص بوھط من الطائف ودارہ بمکۃ والمدینۃ علی ولدہ فذلک الی الیوم [52]

حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے مکان کو جو مکہ میں تھا اپنی اولاد پر وقف کیا چنانچہ وہ ابتک قائم ہی ×× سعد بن ابی وقاص نے اپنے مدینہ کے مکان کو اور مصر کے مکان کو اپنے بیٹوں پر وقف کیا جو ابتک قائم ہی ×× عمرو بن العاص نے طائف اور مکہ اور مدینہ کے مکانات کو وقف کیا چنانچہ وہ اب تک قائم ہی۔

عینی شرح ہدایہ میں ہی

وفی الخلافیات للبیہقی قال ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر الحمیدی تصدق ابو بکر بدارہ بمکۃ علی ولدہ فھی الی الیوم وتصدق عمر بربعۃ عند المروۃ [illegible] علی ولدہ فھی الی الیوم وتصدق علی رضی اللہ عنہ بارضہ ودارہ بمصر وباموالہ بالمدینۃ علی ولدہ فذلک الی الیوم وتصدق سعد بن

بیہقی نے خلافیات میں لکھا ہی کہ ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر حمیدی نے کہا کہ حضرت ابوبکر نے اپنے مکان کو جو مکہ میں تھا اپنے بیٹوں پر صدقہ کیا اور وہ ابتک ہی، اور حضرت عمرؓ نے ایک بازار کو جو مروہ میں تھی مع آلات کے اپنے بیٹوں پر وقف کی سو وہ ابتک ہی، اور حضرت علیؓ نے مصر کے مکان اور آراضی اور مدینہ کی جائداد کو اپنی اولاد پر وقف کیا جو اب تک موجود ہی۔ اور سعد بن ابی وقاص نے

[51] فتح القدیر ہدایہ کی شرح ہی اور نہایت معتبر کتاب ہی۔ [52] یہ سب عبارتیں فتح القدیر کے صفحہ [illegible] جلد دوم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ میں ہیں۔

ابی وقاص رضی اللہ عنہ بزبعۃ عند المروۃ وبدارہ بالمدینہ وبدارہ بمصر علی ولدہ فذلک الی الیوم (عینی جلد دوم صفحہ ۹۹۳)	مروہ کے پاس ایک جائداد کو اور مدینہ اور مصر کے مکانات کو اپنی اولاد پر وقف کیا تو وہ ابتک قائم ہے (عینی شرح ہدایہ جلد دوم صفحہ ۹۹۳ مطبوعہ لکھنو)

صحیح بخاری میں ہے، باب الوقف میں

وتصدق الزبیر بدورہ وقال للمردودۃ من بناتہ ان تسکن	اور زبیر نے اپنے مکانات اپنی اُن لڑکیوں پر وقف کیے جو مطلقہ ہوں۔
وجعل ابن عمر نصیبہ من دار عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکنی لذوی الحاجۃ من آل عبداللہ	اور عبداللہ بن عمر نے اپنا وہ حصہ جو حضرت عمر کی جائداد سے ملا تھا اپنی محتاج اولاد پر وقف کیا۔

جن بزرگوں نے یہ وقف کیے تھے یعنی ارقم حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر۔ سعد بن ابی وقاص۔ عمرو بن العاص۔ زبیر۔ حضرت علی۔ عبداللہ بن عمر۔ یہ سب آنحضرت کے مشہور اصحاب ہیں، تعجب ہے کہ باوجود اسکے حکام پریوی[۱] کونسل کہتے ہیں کہ "جو نظائر پیش کیے گئے ہیں وہ مبہم اور زیادہ تعیین طلب ہیں اور ہمکو ان وقف کرنے والوں کا حال معلوم نہیں" جن بزرگوں کا نام اوپر گزرا، اسلام کی تاریخ میں اتنے زیادہ کوئی نام اور نہیں، جو جائدادیں وقف کیں اُنکے موقعے اور پتے بتا دیے گئے ہیں، اور چوتھی صدی ہجری تک کے محدثین نے لکھا کہ آج تک یہ اوقاف قائم ہیں۔

فقہ میں وقف اولاد اسی بنا پر فقہ میں وقف اولاد کا خاص باب ہے، اور اسکے متعلق ہر قسم کے تفصیلی احکام درج ہیں،

فتاوای قاضی خاں میں جو نہایت معتبر کتاب فقہ حنفی کی ہے لکھا ہے،

رجل قال ارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ علی ولدی کانت الغلۃ لولد	ایک شخص نے کہا میری یہ زمین میری اولاد پر صدقہ اور وقف ہے، تو زمین کا محاصل صُلبی

۱؎ اس فیصلہ پر پریوی کونسل کا حوالہ آگے آئیگا۔

صلبه يستوي فيه الذكر والانثى . . . .
واذا جاز هذا الوقف فما دام يوجد واحد
من ولد الصلب كانت الغلة له لا غير
ان لم يبق واحد من البطن الاول تصرف
الغلة الى الفقراء (عالمگیری فصل فی الوقف علی الاولاد)

اولاد کو ملیگا، اس میں مرد عورت سب برابر ہوں گے،
. . . اور جب یہ وقف جائز ہوا تو جب تک ایک
شخص بھی صلبی اولاد سے موجود رہیگا منافع اُسی کو ملیگا
اور کسی کو نہیں اور اگر پہلی پشت کا کوئی شخص موجود
نہ رہجائے تو فقیروں کو ملیگا۔

فتاوای عالمگیری باب الوقف میں ہے۔

وان قال علی ولدی وولد ولدی وولد ولد
ولدی ذکر البطن الثالث فانه تصرف
الغلة الى اولاده ابدا ما تناسلوا ولا
تصرف الى الفقراء ما بقی احد یکون الوقف
عليهم وعلى من اسفل منهم الاقرب
والابعد فيهم سواء (كتاب الوقف عالمگیری
الفصل الثانی فی الوقف علی نفسه واولاده ونسله)

اور اگر کہا کہ جائداد میری اولاد اور اولاد اولاد
اور ان کی اولاد اولاد یعنی تیسری پشت کا بھی ذکر
کیا تو جائداد کا منافع ہمیشہ خاندان کو ملتا رہیگا جبتک
اولاد کی نسل باقی ہے اور فقیروں کو کچھ نہیں ملیگا
جب تک خاندان میں ایک شخص بھی باقی رہیگا اُسکو
اور اُسکے نیچے والوں کو منافع ملیگا، قریب و بعید
سب اس میں سب برابر ہونگے۔

درمختار میں ہے۔

ولو زاد البطن الثالث عم نسله ويستوي
الاقرب والابعد (درمختار فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد)

اور اگر تیسری پشت کو بھی اضافہ کیا تو تمام نسل کو
عام ہوگا قریب و بعید سب شامل ہونگے۔

چونکہ یہ مسئلہ بلا اختلاف تمام فقہاء نے تصریحاً لکھا ہے اسلیے زیادہ عبارتیں ہم نے نقل نہیں کیں
اس موقع پر بطور ایک واقعہ کے یہ ظاہر کر دینا بھی ضرور ہے | مفتی بہ قاضی ابو یوسف اور امام محمد کی رائے ہے
کہ وقف کے احکام جو بیان ہوئے وہ قاضی ابو یوسف اور امام محمد اور تمام دیگر فقہا کی رائے کیموافق
ہیں امام ابو حنیفہ سرے سے وقف کے قائل نہیں یعنی اُنکے نزدیک وقف میں واقف کی ملکیت
ساقط نہیں ہوتی، اور واقف جب چاہے وقف سے رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن تمام فقہائے تصریح

کی ہی کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتوی نہیں ہی بلکہ قاضی ابو یوسف صاحب و امام محمد صاحب کے قول پر فتوی ہی

فتاوای عالمگیری میں ہی

وفی العیون والیتیمۃ ان الفتوی علی قولهما۔	اور عیون اور یتیمۃ (کتابوں کا نام ہی) میں ہی کہ فتوی دونوں صاحبوں (قاضی ابو یوسف و امام محمد) کے قول پر ہی۔

فتاوای قاضی خاں میں ہی

والناس لم یاخذوا بقول ابی حنیفة فی هذا للآثار المشهورة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم والصحابة	اور لوگوں نے اس بارہ میں ابو حنیفہ کے قول کو اختیار نہیں کیا بوجہ اُن مشہور روایتوں کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے مروی ہیں،

در مختار میں ہی

فلا یجوز له ابطاله ولا یورث عنه وعلیه الفتوی۔	تو وقف کرنیوالے کو وقف کا باطل کرنا جائز نہیں اور نہ ہی موقوفہ میں وراثت جاری ہوسکتی ہی اور اسی پر فتوی ہی۔

فتح القدیر[1] حاشیہ ہدایہ میں ہی

والحق ترجح قول عامة العلماء بلزومه لان الاحادیث والآثار متظافرة علی ذلک قولا کما صح من قوله علیه الصلوٰة والسلام لا یباع ولا یورث الخ وتکرر هذا فی احادیث کثیرة واستمر عمل الامة من الصحابة والتابعین ومن بعدهم علی ذلک اولها صدقة رسول الله	اور حق یہ ہی کہ عام علما جو وقف کے لازم ہونیکے قائل ہیں انہی کے قول کو ترجیح ہی کیونکہ حدیثیں اور روایتیں اسمیں پے در پے ہیں جیسا کہ آنحضرت کا یہ قول صحیح طور سے ثابت ہی کہ جائداد موقوفہ نہ فروخت ہوسکیگی نہ اس میں وراثت جاری ہوگی اور متعدد حدیثوں میں ایسا آیا ہی اور تمام اُمت محمدیہ کا صحابہ سے لیکر تابعین اور مابعد کے لوگوں کا اسپر عمل رہا پہلا وقف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا

[1] فتح القدیر مطبوعہ لکھنؤ جلد ۲ صفحہ ۸۳

ثم صدقة ابي بكر ثم عمر ثم عثمان
وعلي والزبير ومعاذ بن جبل وزيد
بن ثابت وعائشة واسماء اختها و
ام سلمة وام حبيبة وصفية بنت حيي
وسعد بن ابي وقاص وخالد بن الوليد
وجابر بن عبد الله وعقبة بن عامر و
اروى الدوسي وعبد الله بن الزبير
رضي الله عنهم كل هؤلاء من الصحابة ثم
التابعين بعدهم كلها بروايات وتوارث
الناس اجمعون ذلك

پھر ابو بکر، عمر، عثمان، علی، زبیر،
معاذ بن جبل، زید بن ثابت، عائشہ اور انکی
بہن اسماء، اور ام سلمہ، اور ام حبیبہ اور صفیہ
بنت حی۔ اور سعد بن ابی وقاص اور خالد
بن الولید اور جابر بن عبد اللہ اور عقبہ
بن عامر، اور ابی اروی الدوسی، اور
عبد اللہ بن الزبیر، ان سب نے وقف
کیا، یہ سب لوگ صحابہ میں ہیں، اور انکے
مابعد کے لوگوں کا یہ عمل رہا، اور تمام لوگ
اسکو کرتے آئے ہیں۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق مصنفہ علامہ ابن نجیم میں ہی

وقد اكثر الخصاف من الاستدلال
لهما بوقوف النبي صلى الله عليه وسلم
والصحابة رضي الله عنهم وقد كان
ابو يوسف مع الامام حتى حج مع الرشيد
ورأى وقوف الصحابة رضي الله
عنهم بالمدينة ونواحيها فرجع وافتى
بلزومه ولقد استبعد محمد قول ابي
حنيفة في الكتاب لهذا وسماه تحكما
على الناس[له]

اور خصاف نے قاضی ابو یوسف اور امام محمدؒ
کے مذہب کے موافق بہت سے وقفوں سے استدلال کیا، جو
آنحضرتؐ نے اور صحابہ نے وقف کئے، پہلے قاضی ابو یوسف
بھی امام ابو حنیفہ کے ہم خیال تھے لیکن جب انھوں نے ہارون
الرشید کیساتھ حج کیا اور مدینہ میں جاکر وہاں اور اسکے اطراف
میں صحابہ کے اوقاف دیکھے تو انکی رائے بدلگئی اور فتوی دیا
کہ وقف لازم ہے اور امام محمد نے اپنی کتاب میں امام
ابو حنیفہ کے قول پر بہت تعجب کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ
زبردستی ہے۔

[له] بحر الرائق مطبوعہ مصر طبع اول مطبعہ علمیہ صفحہ ۲۰۹

پریوی کونسل کے شبہات کا جواب

اُصولہاے مذکورۂ بالا کے بیان کرنے کے بعد ہم پریوی کونسل کے اُن شبہات کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جنکی بنا پر اُنھوں نے وقف اولاد کو ناجائز سمجھا ہی

جناب مولوی امیر علی صاحب جسٹس نے اپنے فیصلہ مندرجہ انڈین لا رپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۲۰ صفحہ ۱۴۰ میں متعدد روایتیں وقف اولاد کی جائز ہونے کے متعلق نقل کی تھیں لیکن حکام پریوی کونسل نے ان کے متعلق یہ لکھا ہی۔

"رائے اس مقنن ذی علم شرع محمدی کی جیسا کہ حکام عالیمقام سمجھتے ہیں ایسے اقوال پر مبنی ہی جو اُصول فہمی تھے اور ایسے نظائر پر جو بہت غیر مکمل طور پر بیان کیے گئے ہیں مثلاً حاکم موصوف نے حوالہ ایک نصیحت خود پیغمبر یعنی محمد کا دیا ہی جسکا یہ مضمون ہی کہ نیکی کی راہ سے دینا اپنے خاندان کو اس غرض سے کہ وہ محتاج نہوں زیادہ تر کار ثواب بہ نسبت فقرا کے ہی" نہایت اعلی صدقہ وہ ہی کہ جو کوئی شخص اپنے خاندان کو دے" اور بطور نظیر کے حاکم موصوف نے ذکر ہبہ ایک مکان کا کیا ہی کہ جو وقف یا صدقہ میں دیدیا گیا تھا اور جسکی آمدنی اولاد مسمی رکان ابن کو بطور عطا کی گئی تھی" حاکم موصوف کی دیگر قدیم اسناد اسی قسم کی ہیں

نسبت نظائر کے حکام عالیمقام کو بہت زیادہ مفصل حالات معلوم ہونے چاہئیں قبل اسکے کہ وہ تجویز کرسکیں کہ آیا وہ متعلق بھی ہونگے یا نہیں حکام ممدوح سنتے ہیں کہ ہبہ کیا گیا اور وہ بحال رکھا گیا، لیکن بابت حالات جائداد کے سوا اسکی اور کچھ اُنھوں نے نہیں سنا کہ مقدمہ نمودہ میں یہ معلوم ہوتا ہی کہ مکان مذکور خاص طور پر مقدس سمجھا جاتا تھا" انکو کچھ حال خاندان یا واقف کا نہیں معلوم"

نسبت اُن حدیثوں کے جو بطور اصلی اُصول شرع محمدی کے بیان کی گئی ہیں، واضح ہو کہ حکام عالیمقام نے یہ امر فراموش نہیں کیا کہ کس حد تک شرع اور مذہب فرقہ ہاے اہل اسلام میں باہم مخلوط ہیں لیکن حکام ممدوح نے اثناے بحث میں دریافت کیا کہ کیا وجہ ہی کہ از روے عام قانون اسلام کے اقل درجہ جیسا کہ ہند میں معلوم ہوتا ہی سادہ ہبہ جات منجانب معمولی اشخاص کے بحق بعید اولاد

ہو جاتا پیدا نہیں ہوئی یعنی متواتر نا قابل انتقال حقوق حین حیاتی ممنوع ہیں اور آیا یہ تصور کرنا چاہیے کہ وہی انتقالات بوقت موت میں جائز ہیں جب کہ معمولی الفاظ ہبہ کے استعمال کیے جاویں جائز ہو جاتے ہیں اگر ہبہ کنندہ یہ کہدے کہ وہ بطور وقف کے خدا کے نام پر یا واسطے خوشنودی کے ... ان سوالات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا، نہ جواب دینے کی کوشش کی گئی نہ حکام عالیمقام کو کوئی جواب معلوم ہوتا ہے''

نتیجہ یہ ہے کہ واہب کا حق قطعی تمام ... میں کم ہو جاتا ہے اور حق حین حیاتی رہ جاتا ہے یعنی وقف کرنے کی وجہ سے وہ متولی یا مہتمم تصور کیا جاتا ہے لیکن وہ اس حیثیت میں تا حیات رہتا ہے اسکا اختیار ہے کہ آمدنی کو مطابق اپنی مرضی کے صرف کرے اور کوئی اس سے حساب طلب کر سکتا ... تبدیلی جائداد ملکیت میں بالکل مطابق اس ... کے ہے کہ خاندان میں میت واقع ہو جاتی ہے اور بلا شک اسکے تو تکمیل ایسے ارادہ کے ضروری ہے

حکام عالیمقام نے تا حد اپنی بہترین لیاقت کے متحقق اور معلوم کرنے اس شرع محمدی کی کوشش کی جو ہندوستان میں معلوم ہے اور جس پر وہاں عمل کیا جاتا ہے، لیکن حکام ممدوح کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ قطعی اور جیسا کہ حکام ممدوح کو معلوم ہوتا ہے بجا تعلق کرنا حدیثہائے اُصول کا جو نبی کے منہ سے سنی گئیں مطابق اس قانون کے ہے، ممکن ہے کہ یہ حدیثیں مناسب موقع پر نہایت عمدہ ہوں جہانتک کہ حکام عالیمقام کو معلوم ہے ممکن ہے کہ اُن حدیثوں کا یہ اثر ہو کہ اُنسے قاعدہ اور دستور وقف کی ترمیم ہوئی جیسا کہ جج ذیعلم نے تحریر کیا ہے کہ انکی یہ تاثیر تھی لیکن یہ خیال کرنا مقنن اعظم (محمد رسول اللہ) کی نسبت بیجا ہوگا کہ مقنن موصوف نے اسکے ذریعہ سے ایسے ہبہ جات کو پسند کیا ہے جنکے ذریعہ سے واہب نے کچھ نفس کشی کی ہو جسمیں وہ ایک ہاتھ سے اُس شے کو واپس لیتا ہے جو ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ اسنے دوسرے ہاتھ سے دی، اور جو ذریعہ جمع کرنے آمدنی اور ازدیاد جائداد خاندان ہیں اور جنکی رو سے وہ اشخاص جو مہتمان ہوں موسوم کیے گئے ہیں مطالبہ حساب سے باحتیاط محفوظ رکھے گئے ہیں''[1]

عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جن اسباب سے پریوی کونسل نے وقف علی الاولاد کے مسئلہ کو ناجائز قرار دیا ہے حسب ذیل ہیں

(۱) اپنی اولاد کو دینا، ثواب اور خیرات کا کام کیونکر ہو سکتا ہے" اسکے متعلق ہم پہلے اصول میں یہ تفصیل لکھ آئے ہیں کہ اسلام نے اولاد اور خاندان کی پرورش کو ثواب کا کام قرار دیا ہے اور عقل بھی اسکی مقتضی ہے کہ یہ ثواب کا کام قرار دیا جائے۔

(۲) وقف اولاد کے متعلق شارع اسلام سے جو روایتیں منقول ہیں اور جنکا تذکرہ مولوی امیر علی صاحب جسٹس نے اپنے فیصلہ میں کیا ہے، وہ مبہم اور زیادہ توضیح اور ثبوت طلب ہیں لیکن ہمنے صحابہ کے وقف اولاد کے متعلق تفصیلی روایتیں مع حوالوں کے نقل کر دی ہیں

(۳) شریعت اسلام نے ہبہ مشروط اور ہبہ حین حیاتی اور ہبہ ناقابل انتقال کو ناجائز قرار دیا ہے یعنی اگر کوئی شخص کوئی جائداد اس طرح ہبہ کرنا چاہے کہ موہوب لہ صرف اپنی زندگی تک اس سے متمتع ہو سکے اس کے بعد اس کی اولاد اور اولاد اولاد کو اسی طرح حین حیاتی حق حاصل ہوتا ہے تو یہ ہبہ فقہ اسلام کی رو سے ناجائز ہوگا، جب یہ مسلم ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہی طریقہ انتقال صرف اس وجہ سے جائز ہو جائے کہ ہبہ کے بجائے اسکو وقف کہدیا جائے کیا لفظ کے بدلنے سے حقیقت بدل جاتی ہے، لیکن یہ شبہ بھی صحیح نہیں ہے، ہبہ اور وقف بالکل مختلف چیزیں ہیں اور ان کے احکام بالکل مختلف ہیں۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ شریعت اسلام میں احکام کا مدار نیت پر ہے، اگر ایک شخص کوئی چیز کسیکو ہبۃً دینا چاہے، تو بلا کسی قید کے دے سکتا ہے، لیکن اگر اسی کا نام وہ زکوٰۃ رکھدے جو خیرات کی ایک قسم ہے، تو بہت سی شرطیں لازم ہو جائینگی مثلاً یہ کہ جسکو وہ چیز دی جائے وہ دولتمند نہ ہو، پیغمبر کے خانداں سے نہو، کھانے کمانے کے قابل نہو۔

حاشیہ صفحہ ماقبل [۱] دیکھو مقدمہ ابو الفتح محمد اسحاق وغیرہ مدعیان بنام راس ماے دہر چودہری وغیرہ مدعا علیہم مندرجہ جلد ۲۲ ترجمہ انڈین لا رپوٹ مطبوعہ جولائی ۱۸۹۵ء سلسلہ کلکتہ مطبع نظائر قانون ہند مندرجہ صفحہ کتاب انگریزی از صفحہ ۶۱۹ تا ۶۳۲)

فقہ اسلام میں ہبہ اسکا نام ہے کہ کوئی چیز کسی شخص کو قطعاً دیدیجائے کہ وہ جو چاہے کرے۔ اس صورت میں چونکہ یہ احتمال ہے کہ موہوب لہ اسکو جائز یا ناجائز طور پر بالکل صرف کر ڈالے اور اس سے کوئی مستقل اور مستمرہ مدد کسی کو حاصل نہ ہو۔ اس لیے یہ کوئی ثواب کا کام نہیں قرار دیا گیا بخلاف اسکے وقف کے معنی ہیں کہ مستقل اور مستمر طور پر ایک گروہ کی پرورش اور بقاے زندگی کا سامان کیا جائے اس طرح کہ یہ ذریعہ معاش کوئی شخص منقطع نہ کرنے پائے۔ اس لیے اسکی مذہب میں سے ایک گروہ انسانی کی پرورش کا ایک مستقل اور پائدار مسلہ قائم ہو۔ اور ان سے یقیناً بنی نوع انسان کی ہمدردی کا کام ہے اور داخل ثواب ہے۔

وقف میں موقوف علیہ بہت سے شرائط کا پابند ہے وہ جائداد کو منتقل نہیں کر سکتا جائداد کے منافع کو بجائے انمیں صرف کر سکتا جو مصارف وقف میں متعین ہو چکے ہیں ان میں ادل بدل اور تغیر نہیں کر سکتا۔ اگر موقوف علیہ وقف کا بیجا استعمال کرے تو ہر مسلمان کو حق حاصل ہے کہ عدالت میں اسپر دعوی کرے اور عدالت اسکو تمام ایسے تصرفات سے باز رکھیگا

اس صورت میں یہ ظاہر ہے کہ ہبہ اور وقف بالکل مختلف چیزیں ہیں اور ان کے احکام میں فرق کا ہونا لازمی ہے۔

جب تمام مذکورہ بالا حدیثوں اور فقہی روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ اسلام میں اولاد پر وقف کرنا جائز اور واجب النفاذ ہے تو پریوی کونسل کو اسلام ہی کے مطابق وقف کے مسئلہ پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ گورنمنٹ انگریزی کا یہ اصول ہے کہ وہ کسی قوم کے مذہبی احکام میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔"

[illegible] کی جدید تجارتی کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
تفسیر [illegible]	[illegible]	تفسیر [illegible] بحاشیہ تفسیر [illegible]	[illegible]
[illegible] القرآن عسکری	[illegible]	کتاب الناسخ والمنسوخ	[illegible]
[illegible] القرآن سجستانی	۱۲/	بلوغ السؤل فی تفسیر [illegible]	[illegible]

فن ادب

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
دیوان بحتری	[illegible]	دیوان عمر ابن ربیعہ	[illegible]
دیوان عنترہ ابن شداد	۱۰/	دیوان ابو نواس	[illegible]
دیوان زہیر	۶/	دیوان ابو العلاء معری	[illegible]
دیوان خرنق اخت طرفہ	[illegible]	دیوان حماسہ (حاشیہ پر تبریزی کا خلاصہ ہی)	[illegible]
دیوان بدیع الزمان ہمدانی	۱۰/	[illegible] العجب فی شرح لامیۃ العرب	۱۰/
[illegible] الارب فی شرح عشر معلقات العرب	[illegible]	کتاب الصناعتین لابی ہلال عسکری (فن شعر و انشا پر عمدہ تصنیف ہی)	[illegible]
[illegible] الادب	۱۲/	مقامات بدیع الزمان ہمدانی محشی مجلد	[illegible]
کشف المعانی والبیان فی شرح رسائل بدیع الزمان	[illegible]	اطباق الذہب	۱۲/
مقامات زمخشری	۱۲/	امثال العرب للضبی	[illegible]
کتاب الامالی للزجاج	۱۲/	نثر النظم للثعالبی	[illegible]
العقد الفرید لابن عبد ربہ	[illegible]	شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل	[illegible]
[illegible] الانشاء	۱۰/	الطرف الادبیہ جس میں ابو العباس کی	
[illegible] الحیوان	[illegible]	فصیح اللغت اور ابن اسحق کی کتاب لغت فہلت ہی	[illegible]
دیوان ابو تمام	[illegible]	مصارع العشاق	۱۲/

فن طب

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
[illegible]	[illegible]	تذکرہ داود انطاکی	[illegible]	منافع الاغذیہ	[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

مخبر دکن مدارس سے معلوم ہوا کہ ۹۔ جون ۱۹۰۸ء کو پرنس آف ارکاٹ کی صدر انجمنی میں ایک جلسہ ہوا جس میں مظفر پور کی کارروائی پر اظہار ناراضی کیا گیا، اس میں مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوۃ العلما نے رزولیوشن کی تائید میں گفتگو کی، اور ایسی پُر اثر تقریر کی کہ لوگوں کو اس بات کا افسوس رہا کہ اُن کو وقت کم دیا گیا تھا۔ ندوہ اگرچہ پالٹکس سے بالکل الگ ہے لیکن چونکہ اسکا اصلی مقصد، روشنخیال علما کا پیدا کرنا ہی، اور اس قسم کے علما کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہی کہ گورنمنٹ کی برکات حکومت سے واقف ہوں، اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں، اسلیے مولوی صاحب موصوف نے ندوہ کا فرض ادا کیا، ندوہ کے اور سفرا اور وکلا، بھی موقع بہ موقع، اس فرض کو انجام دیتے رہتے ہیں،

ہم مولوی حفیظ اللہ صاحب نائب تحصیلدار، اور اُنکے صاحبزادہ مولوی ثنار اللہ صاحب بی۔ اے کے مشکور ہیں کہ وہ وقتاً فوقتاً ندوہ کی امداد چندہ سے اور خود اپنی جیب خاص سے کرتے رہتے ہیں، چنانچہ حال میں بھی عـــہ کی رقم دونوں صاحبوں نے ارسال فرمائی ہی۔

ندوہ کا ڈپوٹیشن ایک مدت سے حیدرآباد جانے کی طیاریاں کر رہا ہی، اور درحقیقت ایسے زمانے میں جبکہ جناب نواب مدار المہام بہادر وزیر، مولوی عزیز مرزا صاحب بی۔ اے، معتمد عدالت و امور مذہبی، مولوی حمید۔ ن صاحب معتمد فنانس ہوں، ندوہ کی کامیابی کی نسبت بہت کچھ امیدیں کیجا سکتی ہیں، لیکن ابتک کچھ ایسے اسباب پیش آتے گئے کہ ڈپوٹیشن روانہ نہو سکا، اب خدا سے امید ہی کہ ہم کو دیر تک اس خبر کا انتظار نہ کرنا پڑے گا حضور نظام خلدہ اللہ تعالی کی فیاضی نے ندوہ کا سنگ بنیاد رکھا ہی اور انشاءاللہ یہی قوت اور مبارک ہات اسکو انجام تک پہنچائیگا۔

ہمارے پاس کثرت سے طلباء کی درخواستیں ندوہ میں داخل ہونے کے لیے آرہی ہیں لیکن اوّلاً تو موجودہ عمارت کافی نہیں، دوسرے باوجود اس شغف کے جو ہم کو ندوہ کے ساتھ ہے ہم یہ نہیں چاہتے کہ لوگ نہایت کثرت سے، عربی تعلیم پر مائل ہوجائیں، عربی تعلیم کی سخت ضرورت ہی، لیکن، تعداد کے زیادہ ہونے کی نہیں، بلکہ اس کی کہ جو لوگ تعلیم پائیں، وہ نہایت بلند پیمانے پر تعلیم پائیں، ایک آفتاب تمام دنیا کو روشن کرسکتا ہی، اور بہت سے تارے رات کی تاریکی بھی نہیں مٹا سکتے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی یونیورسٹی تو بظاہر روپیے کے نہ مہیا ہونے سے نہ بن سکی لیکن مصر کی حالت، تعجب خیز اور حیرت ناک ہی، لاکھ روپیے سالانہ خدیو نے منظور کیا ہے، اسی قدر آمدنی کی جائداد، ایک فیاض دولتمند نے دی ہی، پانچ چھ لاکھ ابتدا ہی میں جمع ہو چکے تھے، اور بہت سی معتدبہ رقمیں اب حاصل ہوئی ہیں، یہ سب ہی لیکن یونیورسٹی کا مجوزہ نقشہ دیکھکر ہنسی آتی ہی کہ کیا عجیب الخلقہ چیز ہی کہ، نہ اس میں بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریاں ہیں، نہ صنعت و حرفت کی تعلیم ہی، نہ تجارت و زراعت کے جدید اصول کا

سامان ہو۔ اس کی آمدنی سے یورپ میں تعلیم پانے کے لیے ایک جماعت بھیجی جایا کریگی، چنانچہ اب کی دفعہ بہت سے طلبا انتخاب ہوئے جنکے نام اللوا میں شائع ہوئے ہیں، یہ البتہ ایک مفید بات ہے لیکن اسکو عام لغۃ میں یونیورسٹی نہیں کہتے، اصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں نہ روپیہ کی کمی ہے، نہ دولت کی، نہ ہمت کی، صرف ایک ذرا سی چیز نہیں ہے۔ رائے صائب،

نومسلم راجپوتوں کی حفاظت اسلام کے لیے بڑی زور شور سے جابجا انجمنیں قائم ہوئیں اور اُن کی کوششیں کارگر ثابت ہوئیں لیکن سب نالاں ہیں کہ قابل اور لائق واعظ نہیں ملتے۔

اصل یہ ہے کہ ایک مدت سے عربی تعلیم کا معیار ایسا پست، اور تربیت کا طریقہ ایسا ناقص ہو گیا ہے کہ قابل اور دقیق النظر اور بلند ہمت پیدا ہونے کی توقع نہیں کیجا سکتی، سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ایک کمیٹی قائم ہو جسکا یہ کام ہو کہ مدارس اسلامیہ مثلاً دیوبند، سہارنپور رام پور وغیرہ میں جاکر، وہاں کی تعلیمی حالت دیکھے، اور اُن کی نقص اور کمی اور اصلاح کی نہایت تفصیلی رپورٹ تمام ملک میں شائع کرے۔ تاکہ تمام قوم کی طرف سے، ان مدارس کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے طریقۂ تعلیم اور تربیت میں اصلاح کریں، کیا موجودہ زمانہ میں وہ طرز تعلیم مفید ہو سکتا ہے، جس میں ملاحدۂ یورپ، عیسائی، اور آریہ کے اعتراضات کے بجائے معتزلہ کے مناظرات اور اعتراضات سے بحث کی جاتی ہے، جو مدت ہوئی فنا بھی ہو چکے، کیا آجکل یہ طریقۂ تربیت مفید ہو سکتا ہے کہ مدرسے کے طلبا کو نان بائیوں کی دوکانیں بتادی جائیں کہ وہاں جاکر کھا آیا کریں، یا گداگروں کی طرح لوگوں کے گھروں سے مانگ لائیں، اس طرز تربیت سے بلند ہمتی، ایثار نفسی، اور عالی حوصلگی کی توقع کرنا حماقت اور سخت حماقت ہے۔

لہ الہلال کے جدید پرچہ میں یونیورسٹی کے تین بڑے مقصد تفصیل سے لکھے ہیں، لیکن خود الہلال نے تسلیم کیا ہے کہ یہ موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے فضول باتیں ہیں۔

ندوہ میں بھاشا کی تعلیم

حالاتِ موجودہ سے اس بات کی سخت ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ندوہ میں سنسکرت اور بھاشائی زبانوں کی تعلیم کی بھی ایک شاخ کھولی جائے۔ کیونکہ ان زبانوں کی واقفیت کے بغیر آریوں کا مقابلہ کرنا اسکا مصداق ہے ع لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں،

اس بنا پر ہم چاہتے ہیں کہ نہایت جلد اس شاخ کا بھی انتظام کیا جائے، لیکن چونکہ موجودہ آمدنی اسکے مصارف کے لیے کافی نہیں، اسلیے ہم چاہتے ہیں کہ اربابِ ہمت ماہوار چندہ مقرر کریں، جس سے ایک پنڈت کی تنخواہ کا بندوبست ہو سکے۔ تنخواہ کی مقدار صہ ماہوار کافی ہوگی۔ اسلیے اگر پانچ بزرگ بھی ایسے مل جائیں تو فوراً یہ شاخ کھول دی جائے۔

سب سے پہلے ایک نام میں خود پیش کرتا ہوں — شبلی نعمانی

مُجدّدانِ اسلام

علامہ ابن تیمیہ حرانی

اسلام میں سیکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں علما، فضلا، مجتہدین، ایمۂ فن، مدبرین ملک گزرے، لیکن مجدد یعنی رفارمر بہت کم پیدا ہوئے، ایک حدیث ہے کہ ہرصدی میں ایک مجدد پیدا ہوگا؛ اگرچہ مشتبہ حدیث مان لی جائے تو آجتک کم ازکم ۱۲ مجدد پیدا ہونے چاہییں، لیکن اس حدیث کے صادق آنے کے لیے جن لوگوں کو مجددین کا لقب دیاگیا، ان میں سے اکثر معمولی درجے کے لوگ ہیں، یہانتک کہ علامہ سیوطی بھی اس منصب کے امیدوار ہیں. اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے مجدد کے رتبہ کا اندازہ نہیں کیا۔

مجدد یا رفارمر کے لیے تین شرطیں ضروری ہیں۔

۱. مذہب، یا علم، یا سیاست، (پالٹیکس) میں کوئی مفید انقلاب پیدا کردے۔

۲- جو خیال اُسکے دل میں آیا ہو، کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو، بلکہ اجتہادی ہو،

۳- جسمانی مصیبتیں اٹھائی ہوں، جان پر کھیلا ہو، سرفروشی کی ہو،

یہ شرائط، قدما میں بھی بہت کم پائے جاتے ہیں. اور ہمارے زمانہ میں تو رفارمر ہونیکے لیے صرف یورپ کی تقلید کافی ہے۔

تیسری شرط، اگر ضروری قرار نہ دیجائے تو امام ابوحنیفہ، امام غزالی، امام رازی، شاہ ولی اللہ صاحب اس دائرہ میں آسکتے ہیں، لیکن جو شخص رفارمر کا اصلی مصداق ہوسکتا ہے، وہ علامہ ابن تیمیہ ہے، ہم اس بات سے واقف ہیں کہ بہت سے امور میں، امام غزالی وغیرہ کو ابن تیمیہ پر ترجیح ہے، لیکن وہ امور

مجددیت کے دائرے سے باہر ہیں، مجددیت کی اصلی خصوصیتیں جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں، اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے، اسلیے ہم اس عنوان کے ذیل میں علامہ موصوف کے حالات، اور اُنکے مجددیت کی خصوصیات لکھنا چاہتے ہیں،

نام و نسب و ولادت

احمد نام، عرف ابن تیمیہ، تقی الدین لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبد اللہ بن تیمیۃ الحرانی، دمشق کے علاقہ میں حران ایک مقام کا نام ہے، انکے آبا و اجداد وہیں کے رہنے والے تھے، انکے دادا محمد بن خضر کی والدہ کا نام تیمیہ تھا، وہ نہایت قابل تھیں، اور وعظ کہا کرتی تھیں، علامہ موصوف انہیں کی طرف منسوب ہوکر، ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہیں، علامہ کے خاندان میں سات آٹھ پشت سے درس و تدریس کا مشغلہ چلا آتا تھا، اور سب لوگ علم و فن میں ممتاز گزرے، علامہ کے والد عبد الحلیم، بہت بڑے عالم تھے، فن حدیث میں ان کو کمال حاصل تھا،

علامۂ موصوف دوشنبہ کے دن ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ میں بمقام حران پیدا ہوئے یہ وہ زمانہ ہے کہ تاتاری، بغداد کو غارت کرکے شام کی طرف پھیل رہے تھے، اور جدہر جاتے تھے ملک کے ملک برباد کرتے جاتے تھے، علامہ کے والد اسی پریشانی میں رات کو چھپکر تمام خاندان کے ساتھ حران سے نکلے، الگ الگ سواری کا بندوبست نہ تھا، سب کے سب

لہ علامہ ابن تیمیہ کے حالات اگرچہ اکثر کتابوں میں مذکور ہیں، لیکن طبقات الحنابلہ میں ابن رجب حنبلی نے جو خود علامہ موصوف کے شاگرد ہیں، انکا حال زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، ذیل ابن خلکان اور طبقات الحفاظ میں بھی مفید حالات ہیں، حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں نہایت دلچسپ اور مفید حالات لکھے ہیں، لیکن میرے پاس اس کتاب کا جو نسخہ تھا، نہایت غلط تھا، اسلیے اکثر جگہ اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکا،

ایک گاڑی میں بیٹھے، کتابیں بھی اسی گاڑی میں رکھ لیں، تاتاری بھی تعاقب میں تھے لیکن خدا نے بچالیا اور گرتے پڑتے دمشق پہنچگئے، یہ ۶۶۷ھ کا واقعہ ہے، اسوقت علامہ کی عمر ۶ برس کی تھی، علامہ نے والد کے اشارہ سے دمشق میں علم کی تحصیل شروع کی، دس برس کی عمر نہیں ہونے پائی تھی کہ نحو صرف، ادب وغیرہ سے فراغت حاصل کی، ۱۷ برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے فتوے دینے کے قابل ہوگئے۔ تصنیف وتالیف بھی اسی عمر میں شروع ہوگئی، ۲۱ برس کی عمر میں انکے والد کا انتقال ہوگیا، وہ متعدد مدارس میں مدرس تھے اُنکے بعد، ان تمام مدرسوں میں باپ کا عہدہ ان کو ملا۔

علامہ موصوف نے جن اساتذہ سے علوم کی تحصیل کی، اُن کی تعداد ۲۰۰ تک پہنچتی ہے جن میں مشاہیر کے یہ نام ہیں، ابن ابی الیُسر، کمال بن عبد، شمس الدین حنبلی، قاضی شمس الدین بن عطار الحنفی، شیخ جمال الدین بن صیرفی، مجد الدین بن عساکر، نجیب مقداد، ابن ابی الخیر ابن علان، ابوبکر ہروی، کمال عبد الرحیم، فخر الدین بن البخاری، ابن شیبان، شرف بن القواس،

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اُنکے اساتذہ میں زینب بھی ہیں جو ایک فاضل خاتون تھیں، ۶۸۱ھ میں دار الحدیث سکریہ میں جو خاص فن حدیث کا درسگاہ تھا، پہلا درس دیا، اس درس میں بڑے بڑے علما اور فضلا استفادہ کی غرض سے شریک ہوئے چنانچہ قاضی القضاۃ بہاء الدین، شیخ تاج الدین فزاری، زین الدین بن مرجل، شیخ زین الدین بن منجا تک شریک تھے، علامہ نے صرف بسم اللہ کے متعلق اسقدر نکات اور دقائق بیان کیے کہ لوگ حیرت[۱] زدہ رہگئے، تاج الدین فزاری نے یہ تقریر حرف بہ حرف قلبند کی، اسی زمانہ میں جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد، قرآن مجید کی تفسیر پر ابتدا سے بہ ترتیب درس دینا شروع کیا، یہ درس اسقدر مفصل اور بسیط ہوتا تھا کہ سورہ نوح کی تفسیر کئی برس میں تمام ہوئی۔

---

[۱] طبقات الحنابلہ ابن رجب،

انکے علم وفضل کا شہرہ اسقدر عام ہوتا جاتا تھا کہ ۶۹۰ھ سے پہلے پہلے یعنی جب انکی عمر ۲۸ برس کو بھی نہ پہنچی تھی قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا، لیکن اُنھوں نے انکار کیا۔[1] ۶۹۱ھ میں حج کو گئے اور جب واپس آئے تو تمام ملک میں اُنکے فضل وکمال کا سکہ جم چکا تھا، لیکن اس حسن قبول کے ساتھ مخالفت کا سامان بھی جمع ہوتا جاتا تھا، اسلامی فرقوں میں سے اشعری اور حنبلی آپس میں حریف مقابل تھے۔

امام رازی نے اشاعرہ کے مذہب کو اسقدر مدلل اور روشن کر دیا تھا کہ حنبلی مذہب گویا بجھ چکا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ حنبلی تھے اور اُنکے نزدیک حنبلیوں ہی کی رائے صحیح تھی، اسلیے اُنھوں نے دلیری سے ان خیالات کا اظہار کیا۔ ۶۹۸ھ میں[2] ایک استفتا اُن کے پاس اسکے متعلق آیا۔ اُنھوں نے دو تین گھنٹہ میں اسکا لمبا چوڑا جواب لکھا جو حمویہ کے نام سے مشہور ہے، اس میں نہایت تفصیل سے اشعریوں کی غلطی ثابت کی، یہ پہلا دن تھا کہ اُن کی عداوت اور مخالفت کی صدا بلند ہوئی۔ فقہا نے اُن سے جاکر بحث کی، لیکن قاضی امام الدین قزوینی اُنکے طرفدار ہو گئے، اور کہا کہ جو شخص علامہ کے مخالف، کوئی بات کہیگا میں اُسکو سزا دونگا۔[3] شورش یہاں تک بڑھی کہ قاضی حنفی نے منادی کرادی کہ ابن تیمیہ فتویٰ نہ دینے پائیں، لیکن حکام میں سے ایک صاحب اثر نے علامہ کی طرفداری کی، اور وہ فتنہ فرو ہو گیا۔[4]

۷۰۵ھ میں یہ فتنہ پھر بڑے زور شور سے اُٹھا، یہاں تک کہ شاہی حکم آیا کہ نائب السلطنت افرم، علما وفضلا کے مجمع میں، علامہ کا اظہار لیں، غرض ۸ رجب ۷۰۵ھ کو تمام قضاۃ اور علما ایوان شاہی میں جمع ہوئے، اور علامہ کو بلوا بھیجا، وہ اپنی تصنیف، عقیدہ واسطیہ ہات میں لیکر آئے، اور اُسکو پڑھکر سُنایا، تین جلسوں میں پوری کتاب ختم ہوئی، پھر ۷ صفر ۷۰۶ھ

[1] طبقات الحنابلہ [2] فوات الوفیات [3] درر کامنہ حالات ابن تیمیہ۔
[4] طبقات الحنابلہ ابن رجب۔

کو مناظرہ کی مجلس منعقد ہوئی اور علامہ صفی الدین ہندی، افسر مناظرہ مقرر ہوئے۔ پھر کسی وجہ سے انکے بجائے کمال زملکانی جو مشہور محدث تھے، اس خدمت پر مامور ہوئے، بالآخر سب نے تسلیم کیا کہ علامہ کے عقائد، اہل سنت کے عقائد ہیں۔ چند روز کے بعد شاہی فرمان آیا کہ علامہ پر جو الزام لگائے گئے تھے، غلط تھے، حافظ بن حجر نے درر کامنہ میں لکھا ہی کہ علامہ نے اقرار کیا کہ میرے عقائد، امام شافعی کے عقائد ہیں۔

۱۲۔ رجب ۷۰۵ھ کو علامہ مزی نے، بخاری کی کتاب افعال العباد کا درس جامع مسجد میں دیا، اسپر بعض شافعیوں کو خیال ہوا کہ اسکا روی سخن ہماری طرف ہی، چنانچہ قاضی شافعی سے جاکر شکایت کی، قاضی نے الٹا، اُسی کو قید کر دیا، علامہ ابن تیمیہ کو خبر ہوئی تو خود گئے اور بزور اُسکو قید خانہ سے چھڑا لائے، قاضی یہ سُنکر قلعہ میں گئے کہ نائب السلطنة سے اس کی شکایت کریں، اتفاق سے، علامہ بھی وہیں موجود تھے، رو در رو گفتگو ہوئی اور سخت کلامی تک نوبت پہنچی، بالآخر، نائب السلطنت نے رفع فساد کے لیے منادی کرادی کہ جو شخص، ان عقائد کا اظہار کریگا اُسکو سزا دی جائیگی۔[۱]

چند روز کے بعد یہ فتنہ پھر اُٹھا، امرای دربار میں سے بیبرس چاشنگیر، حکومت کا دایاں ہات تھا، اور وہ شیخ نصر منبجی کا نہایت معتقد تھا، شیخ نصر، علامہ بن تیمیہ اور اُنکے عقائد کے سخت مخالف تھے، یہانتک کہ بعض لوگوں کو اس جرم پر قتل کرا چکے تھے، اُنھوں نے بیبرس کو آمادہ کیا کہ علامہ دمشق سے قاہرہ میں طلب کیے جائیں، چنانچہ ۲۱۔ رمضان ۷۰۵ھ کو علامہ ڈاک میں بیٹھکر، دمشق سے قاہرہ میں آئے، اور اسکے دوسرے دن قلعہ میں دربار عام ہوا، قاضی بن مخلوق مالکی، حَکَم ہو کر بیٹھے۔ ایک شخص جسکا نام، ابن عدلان تھا اُسنے اظہار دیا کہ ابن تیمیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا، حرف اور الفاظ کے ذریعہ سے بولتا ہی، اور اس کی طرف، اُنگلیوں سے اشارہ کیا جاسکتا ہی۔

---

[۱] یہ واقعات صرف درر کامنہ میں ہیں۔

یہ کہکر اسنے قاضی ابن مخلوف کی طرف دیکھا کہ گیا ایسا شخص قتل کا مستحق نہیں ہے، قاضی صاحب نے علامہ کی طرف خطاب کیا، علامہ نے خطبہ کے طریقہ پر جواب دینا چاہا، اسلیے پہلے حمد وثنا شروع کی، قاضی نے کہا جلد جواب دو، علامہ بولے کہ کیا حمد وثنا نہ کروں، قاضی نے کہا حمد وثنا ہو چکی، اب تو جواب دو، علامہ چپ ہو رہے، جب زیادہ اصرار ہوا تو انھوں نے کہا کہ حکم کون ہے، لوگوں نے قاضی صاحب کی طرف اشارہ کیا چونکہ وہ اشعری تھے، علامہ نے کہا، یہ خود فریق مقدمہ ہیں، حکم کیونکر ہو سکتے ہیں، اسپر لوگ برہم ہوئے اور علامہ کو مجلس سے اُٹھا دیا، علامہ کے بھائی شیخ شرف الدین بھی اس معرکہ میں موجود تھے وہ بھی علامہ کے ساتھ اُٹھے اور اُنکے موں سے بد دعا نکلی، علامہ نے روکا اور کہا کہ یوں کہو اللھم اھدھم

غرض قاضی مالکی کے حکم سے علامہ قلعہ کے قیدخانہ میں بھیجے گئے، لیکن جب قاضی صاحب کو معلوم ہوا کہ یہاں کسی کی روک ٹوک نہیں، لوگ علامہ سے بے تکلف ملتے جلتے ہیں، تو اُنھوں نے کہا کہ ابن تیمیہ کا کفر ثابت ہو چکا ہے، اسلیے فرض تو یہی تھا کہ وہ قتل کر دیے جاتے، لیکن کم از کم قیدخانے کی سختی تو ضرور ہے۔ غرض عید کے دن، قلعہ سے منتقل ہوکر، جُب یوسف میں جو نہایت تنگ وتاریک قیدخانہ ہے، قید کیے گئے، اسی زمانہ میں ایک شاہی فرمان نافذ ہوا کہ جو شخص ابن تیمیہ کا ہمخیال ہوگا قتل کر دیا جائیگا، یہ فرمان ابن شہاب محمود نے جامع مسجد میں جاکر پڑھا، حنبلی فرقہ کے لوگ ہر جگہ سے گرفتار ہوکر آئے اور اُنسے یہ اقرار لیا گیا کہ وہ شافعی العقیدہ ہیں[۱] قاہرہ میں حنبلیوں کو طرح طرح کی سزائیں دی گئیں کہ وہ ابن تیمیہ کے عقیدہ سے باز آئیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس عام آشوب میں علامہ کی جسنے حمایت کی، وہ شمس الدین ابن الحریری تھے جو مذہباً حنفی تھے، اُنھوں نے ایک محضر لکھا جس میں یہ عبارت لکھی کہ

[۱] درر کامنہ،

تین سو برس سے ابن تیمیہ کا کوئی ہمسر نہیں پیدا ہوا، اس جرم میں شمس الدین کی معزولی کی کوشش کی گئی، چنانچہ وہ اگلے سال معزول کر دیے گئے۔[۱]

اتفاق یہ کہ سالار جو سلطان ناصر کا دست و بازو تھا، علامہ کی حمایت پر آمادہ ہوا اسنے تینوں مذہب کے فقہا کو جمع کیا اور خواہش کی کہ علامہ قید سے رہا کر دیے جائیں، سب نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ اگر وہ چند شرائط قبول کریں، اور بعض عقائد سے باز آئیں تو البتہ ان کی رہائی ہو سکتی ہی، چنانچہ ان شرائط کے قبول کرنے کے لیے علامہ طلب کیے گئے، لیکن وہ نہ آئے، بار بار اُن کو پیغام بھیجا گیا، لیکن اُن کو خیال کی آزادی کے مقابلہ میں اپنا قید ہونا گوارا تھا[۲]

اس زمانہ کے واقعات کے متعلق، ایک تحریر خود علامہ کی ہماری نظر سے گزری ہے اسکا نام مناظرۂ مصریہ ہی اُسکے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "سنہ ہ میں دو شاہی عہدہ دار میرے پاس آئے کہ چلکر، علما کے سامنے اپنے عقائد کا ثبوت بیان کیجیے، میں نے کہا سال بھر سے تم لوگ میرے خلاف لوگوں کے بیان سنتے رہے، اور کبھی مجکو جواب کا موقع نہیں دیا۔ اب ایک دفعہ تنہا میرا بیان بھی سُن لو، پھر مجمع عام میں گفتگو ہو گی دونوں عہدہ دار واپس گئے اور یہ پیغام لائے کہ آپ کو مجبوراً چلنا ہوگا، میں نے انکار کیا، وہ لوگ واپس گئے اور پھر یہ پیغام لائے کہ فلاں فلاں عقیدوں سے باز آؤ، میں نے اسکے جواب میں یہ رسالہ لکھا۔

لطیفہ جن دنوں علامہ قید میں تھے، باہر کے ایک رئیس نے علامہ کی صورت کا ایک آدمی دیکھا، متعجب ہو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں، اُسنے کہا ابن تیمیہ، رئیس کو نہایت تعجب ہوا، اُس نے ماردین کے رئیس کو اس واقعہ کی اطلاع دی، رئیس ماردین نے بادشاہ مصر کو لکھا، لوگوں کو نہایت حیرت ہوئی، علامہ نے اس واقعہ کو ایک ضمنی

---

[۱] درر کامنہ [۲] طبقات و درر کامنہ۔

[موقع] پر رسالہ الفرقان میں لکھا ہے[۵۰] اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ غالباً جن تھا، لیکن حقیقت یہ ہے [کہ] علامہ کی عظمت و شان نے اس رئیس کے دل میں ایک خیالی صورت پیدا کی، جو مجسم ہوکر نظر آئی، جن کا خیال علامہ کی وہم پرستی ہے (جن کے وجود سے انکار نہیں، لیکن جن یوں صورت بدل کر لوگوں کے پاس آیا جایا نہیں کرتے)

غرض ڈیڑھ برس تک علامہ قیدخانہ میں رہے، انکے بھائی بھی ساتھ تھے، معمول تھا کہ قیدیوں کو کھانا کپڑا، حکومت کی طرف سے ملتا تھا، لیکن علامہ نے عطیہ سلطانی سے بالکل انکار کیا اور فقر و فاقہ سے بسر کی[۵۱]

ربیع الاول ۷۰۷ھ میں مہنا بن عیسیٰ جو عرب کا مشہور رئیس تھا، مصر میں آیا، اور خود قیدخانہ جاکر علامہ کو چھڑا لایا، اسکے بعد متعدد جلسے منعقد کیے اور تمام علما و فضلا کو جمع کیا جس میں علامہ نے مسائل متنازع فیہ پر گفتگو کی، صاحب طبقات نے علامہ ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ علامہ نے قتل کے ڈر سے بعض مسائل میں اتفاق کیا، لیکن صاحب ذیل طبقات نے جو علامہ کا شاگرد ہے لکھا ہے کہ علامہ نے حریفوں کو زور استدلال سے مغلوب کر لیا، بہرحال علامہ قیدخانہ سے نکل کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور چند روز کیلیے اُن کو اطمینان نصیب ہوا۔

سلسلۂ سخن کے اتصال سے ہم بہت دور نکل آئے، اور بیچ کے اہم واقعات جن میں علامہ نے ملکی معاملات انجام دیے چھوٹ گئے، علامۂ موصوف عام علماء کی طرح، اپنا فرض، صرف نماز روزہ ادا کرنا نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اُنکے نزدیک، مہمات سیاست میں دخل دینا، بھی علما کے فرائض میں داخل تھا، ۶۹۹ھ میں جب اُن کی عمر ۱۸-۱۹ برس کی تھی، غازان خاں بن ہلاکو خاں نے شام پر حملہ کیا، سلطان ناصر (بادشاہ مصر) اسکے مقابلہ کو نکلا، لیکن بڑے معرکہ کے بعد شکست کھائی، غازان خان نے آگے بڑھکر حمص پر قبضہ کرلیا، اس کی آمد آمد کی خبر سنکر دمشق میں اسقدر برہمی پھیلی کہ عام غارت گری

۵۱ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۔ ۵۲ طبقات الحنابلہ۔

شروع ہوگئی علامہ ابن تیمیہ یہ حالت دیکھکر خود غازان خاں کے پاس گئے اور اس سے امن کا فرمان لیکر آئے، عام لوگ تو یہ سنکر مطمئن ہوگئے، لیکن اہل فوج نے نہ مانا اور شہر کو لوٹنا شروع کردیا، علامہ ابن تیمیہ نے شیخ الشیوخ نظام الدین محمود کو لیکر شہر کا بندوبست اور امن و امان قائم کیا، پھر غازان سے جاکر ملاقات کی، اسکے بعد تاتاری فوجیں بیت المقدس وغیرہ پر بڑھیں، اور ہزاروں آدمی گرفتار کرلیے، علامہ سردار لشکر کے پاس گئے، اور بہت سے قیدیوں کو جاکر چھڑا لائے۔[1]

۶۹۹ھ میں غازان خاں نے بڑے زور شور سے شام کے حملہ کی تیاری کی۔ قتلوشاہ اور تولاے جو اسکے سپہ سالار تھے، فوجیں لیکر آگے بڑھے، یہ خبر سنکر علامہ ابن تیمیہ نے جاکر اُنسے گفتگو کی، اور اُن کو اس ارادہ سے روکا، ساتھ ہی جہاد کا سامان کیا، اور ہر قسم کی طیاریاں شروع کیں، اسوقت تو یہ فتنہ فرو ہوگیا، لیکن سال بھر کے بعد تاتاریوں کا سیلاب امنڈا، اور ہر طرف تاتاری فوجیں پھیل گئیں، علامہ ڈاک میں بیٹھکر مصر پہنچے اور اعیان سلطنت سے مل کر، ان کو جہاد کی ترغیب دی، تمام شہر اُن سے ملنے کے لیے آیا، یہانتک کہ علامہ تقی الدین بن دقیق العید جو امام المحدثین اور قاضی القضاۃ تھے وہ بھی تشریف لائے۔ مصر کے لوگوں کو آمادہ کرکے، علامہ دمشق کو واپس گئے اور جہاد کی طیاریاں کیں۔[2]

۷۰۰ھ میں تاتاریوں نے پھر نہایت سروسامان سے شام پر چڑھائی کی، قتلوشاہ اور چوپان جو سردار فوج تھے، نوّے ہزار فوج لیکر بڑھے، اسوقت شام سلطان ناصر کے قبضہ میں تھا، اسکو خبر ہوئی تو نہایت گھبرایا، ارکان دربار نے بھی ہمت ہار دی، علامہ ابن تیمیہ یہ حالات سُنکر، ڈاک میں شام سے مصر پہنچے، اور بادشاہ سے مل کر نہایت

---

[1] یہ تمام واقعات تاریخ ابن خلدون میں مذکور ہیں جلد ۵ ذکر سلطنت اتراک مصر۔

[2] فوات الوفیات۔

بیباکی سے اسکو غیرت دلائی اور کہا کہ اگر تم اسلام کی حمایت نہ کروگے، توخدا کسی اور کو بھیجیگا، جو اس فرض کو انجام دیگا۔ اسکے بعد علامہ نے قرآن مجید کی یہ آیتیں پڑھیں۔

وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم۔ اگر تم پیٹھ دکھاؤگے، توخدا تمہارے بدلے اور قوم بھیجیگا، اور وہ تمہاری طرح (بزدل) نہونگے۔

علامہ نے جس دلیری اور بیباکی سے بادشاہ سے گفتگو کی، تمام لوگوں کو حیرت ہوئی، امام تقی الدین بن دقیق العید کو بھی ان کی جرأت اور لطف استنباط پر حیرت ہوئی۔[1]

علامہ کو اس سفارت میں پوری کامیابی حاصل ہوئی، سلطان ناصر، شام کی طرف بڑھا اور مرج الصفر میں جسکا دوسرا نام شقحب ہے، دونوں فوجیں معرکہ آرا ہوئیں، بڑے زور کا ران پڑا، بالآخر تاتاریوں کی تمام فوجیں برباد ہوگئیں، ابن تیمیہ اس معرکہ میں، علامہ کے بجائے ایک بہادر سپاہی نظر آتے تھے۔

غازان خاں، اور امراے تاتار کی سفارتوں میں، علامہ نے جس آزادی، اور دلیری سے سفارت کی خدمت انجام دی اسکا اندازہ اس سے ہوگا کہ ایک دفعہ جب وہ سپہ سالار قطلوخاں کے پاس ایک شخص کی دادرسی کے لیے گئے تو قطلوخاں نے استہزا کے طور پر کہا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی، آپ نے بلا بھیجا ہوتا، میں خود حاضر ہوتا، علامہ نے کہا نہیں حضرت موسیٰ فرعون کے پاس جاتے تھے، فرعون حضرت موسیٰ کے پاس نہیں آتا تھا۔[2]

علامہ موصوف نے شیخ محی الدین اکبر وغیرہ کے متعلق متعدد رسالوں میں لکھا تھا کہ وہ وحدۃ وجود کے قائل ہیں یعنی خدا اور مخلوقات، سب ایک ہیں، اور یہ مذہب اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے، اسپر صوفیوں کے گروہ نے، حاکم شافعی سے جاکر شکایت کی۔ اسکے فیصلہ کے لیے ایک مجلس منعقد ہوئی، علامہ پر جو الزامات لگائے تھے، وہ غلط ثابت ہوئے لیکن علامہ نے یہ تسلیم کیا کہ میں رسول اللہ سے استغاثہ کرنے کو ناجائز سمجھتا ہوں

---

[1] ابن خلدون، اور طبقات الحنابلہ۔ [2] فوات الوفیات،

اسپر لوگوں میں اختلاف رائے پیدا ہوا، بعض کہتے تھے کہ اس میں کیا حرج ہی، لیکن حاکم بن جامہ نے کہا کہ یہ خلاف ادب ہی، فیصلہ یہ ہوا کہ مقدمہ قاضی کے پاس بھیجدیا جائے، وہ احکام شریعت کے موافق فیصلہ کردیں، آخر سلطنت کی طرف سے یہ حکم صادر ہوا کہ علامہ کے سامنے دو باتیں پیش کیجائیں، یا تو چند شرائط کے ساتھ چھوڑ دیے جائیں، یا اگر شرائط کے قبول کرنے سے انکار ہو تو قید خانہ گوارا کریں،

علامہ نے قید خانہ قبول کیا، لیکن انکے احباب نے جو دمشق سے انکے ساتھ آئے تھے اپنی طرف سے ذمہ داری کی کہ علامہ کو وہ شرطیں منظور ہیں، اس بناپر دمشق جانے کی اجازت ملی، اور علامہ ڈاک میں روانہ ہوئے، لیکن دوسرے دن پھر واپس آنا پڑا، اور اُمرار اور قضاۃ نے پھر ایک مجمع کیا، مختلف لوگ، مختلف رائیں دیتے تھے، بعض نے قید کی رائے دی، قاضی مالکی نے کہا ان پر کوئی جرم ثابت نہیں ہی، نورالدین زواوی سے لوگوں نے پوچھا تو متحیر ہوئے کہ کیا جواب دیں، علامہ نے دیکھا کہ ان کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف آرا ہوتا ہی، بولے کہ میں خود قید خانہ میں جاتا ہوں، زواوی نے کہا اگر قید خانہ میں بھیجے جائیں تو وہاں ان کی شان کے مناسب اُنسے برتاؤ کیا جائے، لیکن اوروں نے کہا، یہ نہیں ہو سکتا، سلطنت اسکو منظور نہیں کرسکتی، قید خانہ میں عام قیدیوں کی طرح رہنا ہوگا۔ غرض قید خانہ میں بھیجے گئے لیکن احترام قائم رہا، خدام کو اُنکے ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی، ہرشخص انکے پاس آنے جانے کا مجاز تھا، چنانچہ مشکل مشکل فتوے لیکر لوگ آتے تھے اور علامہ انکے جواب لکھتے تھے، اکثر لوگ برکت کی غرض سے ملنے جاتے تھے، خاص اُنکے یاران صحبت کو بھی آزادی حاصل تھی سب بے تکلف ان سے مل سکتے تھے،[1]

---

[1] طبقات ابن رجب،

سلطان مظفر کی چند روزہ سلطنت میں، قاہرہ سے اسکندریہ بھیجدیے گئے، اور ایک وسیع خوش منظر برج میں نظربند کیے گئے، لیکن یہاں بھی ہر طرح کی آزادی حاصل تھی نہانے کے لیے حمام میں بھی جا سکتے تھے، جب دوبارہ سلطان ناصر کو غلبہ حاصل ہوا اور سلطان مظفر قتل کردیا گیا تو سلطان نے حکم دیا کہ علامہ نہایت عزت و احترام کے ساتھ قاہرہ میں بلائے جائیں، چنانچہ ۷۰۹ھ میں علامہ نہایت احترام کے ساتھ قاہرہ میں آئے سلطان نے دربار میں بلایا، اور جب وہ آئے، تو کھڑے ہوکر تعظیم دی،

سلطان نے مجمع عام میں علامہ کی نہایت تعریف کی، جس سے غرض یہ تھی کہ لوگ، اُن کی مخالفت سے باز آئیں، سلطان نے یہ بھی ارادہ کیا کہ علامہ کے مخالفوں کو سزا دلائے، چنانچہ خود علامہ سے مشورہ کیا، لیکن اُنھوں نے بازرکھا، ابن مخلوق جو علامہ کے قتل کے درپے تھے، اس موقع پر موجود تھے، علامہ نے ان سے بھی درگزر کی، چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ابن تیمیہ جیسا جوانمرد نہیں دیکھا، میں نے اُنکے قتل کی کوشش کی، لیکن جب مجھپر اُن کو قابو ملا تو معاف کردیا،[۵۲]

مہینہ بھر کے بعد سلطان نے پھر علامہ کو طلب کیا، اور اُن سے ملاقات کی، سلطان کے حسن عقیدت کی وجہ سے علامہ کا آستانہ، مرجع عام بن گیا، امرار، اہل فوج، درباری، رب آتے تھے، اور نہایت عزت و احترام سے ملتے تھے، لیکن بعضوں کو اس قدر عناد تھا کہ اس حالت میں بھی شرارت سے باز نہ آتے تھے، ان میں ایک بزرگ فقیہ بکری تھے اُنھوں نے ایک دن علامہ کو اکیلا پاکر گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ عدالت میں چلو، مجکو تم پر استغاثہ کرنا ہی، زیادہ شور و غل ہوا تو ادہر اُدہر سے

---

۵۱ دررکامنہ میں لکھا ہو کہ قاضی زین بن مخلوق نے ان کو نائب السلطنت سے کہکر، اسکندریہ کے قیدخانہ میں بھجوایا تھا کہ کوئی اُنسے ملنے نہ پائے، لیکن لطف یہ، جب قاضی صاحب نے یہ حکم بھجوایا تھا تو مرض الموت میں گرفتار تھے، حُسن خاتمہ بغیر اسکے کیونکر ہوسکتا تھا، ۵۲ طبقات،

لوگ جمع ہو گئے، فقیہ صاحب بھاگ نکلے، اتفاق یہ کہ ایک مدت کے بعد کسی بات پر سلطان ان سے ناراض ہوا اور حکم دیا کہ اُن کی زبان کٹوا دیجائے علامہ کو خبر ہوئی، سلطان سے سفارش کی، اور اتنی بات پر معاملہ ٹل گیا کہ وہ فتوے نہ دینے پائیں۔

۷۱۲ھ میں سلطان تاتاریوں کے مقابلہ کے لیے شام کو روانہ ہوا، علامہ بھی جہاد کی غرض سے ساتھ ہوے اور عسقلان تک ساتھ ساتھ آئے، یہاں سے بیت المقدس کی زیارت کے لیے گئے، زیارت سے فارغ ہو کر سات برس کے بعد دمشق میں آئے، ان کے بھائی اور اکثر شاگرد بھی ساتھ تھے، شہر کے لوگوں کو خبر ہوئی تو تمام شہر اُمنڈ آیا، بڑی دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوئے اور جن مدارس میں درس دیتے تھے وہاں درس دینا شروع کیا،

۷۱۸ھ[1] میں علامہ نے حلف طلاق کے متعلق جمہور فقہا کے مخالف رائے ظاہر کی، اُس پر پھر ہنگامہ برپا ہوا، یہانتک کہ لوگوں نے حکام سے شکایت کی، اور امن و امان قائم رہنے کی غرض سے بادشاہی فرمان صادر ہوا کہ علامہ فتوی نہ دینے پائیں۔ شہر میں اس کی عام منادی کرا دی گئی لیکن علامہ نے کہا کہ حق کا چھپانا جائز نہیں چنانچہ وہ عام طور پر فتوی دیتے رہے بالآخر سلطان کے حکم سے قید کیے گئے، اور قلعہ میں بھیجدیئے گئے، ۵ مہینے کے بعد ۷۲۱ھ میں رہائی ملی، اور بدستور پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہوئے۔

لیکن جو عام ناراضی پھیل چکی تھی اس کی آگ رہ رہ کر سلگتی اور بھڑکتی تھی، بیس برس پہلے علامہ نے ایک فتوے لکھا کہ صرف زیارت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا شرعاً ثابت نہیں، یہ فتوی ایک فتنۂ خوابیدہ تھا، جسکو موقع پاکر لوگوں نے جگایا، اور تمام شہر میں آگ سی لگ گئی، اٹھارہ بڑے بڑے فقہا نے علامہ کے کفر کا فتوی دیا، جنکے سرگروہ قاضی اخنائی مالکی تھے، چاروں مذہب یعنی حنفی، شافعی۔ مالکی، حنبلی فقہا سے فتوی لیا گیا۔ سب نے بالاتفاق علامہ کی قید کا فتوی دیا۔[2] چنانچہ شعبان ۷۲۶ھ میں شاہی فرمان کی رو سے وہ دمشق کے قلعہ میں قید کر دیئے گئے، ان کے بھائی

---

[1] درر کامنہ میں حافظ ابن حجر نے اسکو ۷۱۹ھ کا واقعہ بتایا ہے۔ [2] طبقات

شرف الدین پر اگرچہ جبر و ستم نہ تھا لیکن اُن کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ بھائی کو تنہا چھوڑ دیں، اپنی خوشی سے قیدخانے میں گئے۔ ۲۰ جمادی الاولی کو قیدخانہ ہی میں اُنکا انتقال ہوگیا، اُنکے جنازہ کی نماز قلعہ سے باہر پڑھی گئی لیکن علامہ کو شرکت کا موقع نہ دیا گیا مجبوراً علامہ نے قیدی کی حالت میں قلعہ کے اندر نماز ادا کی چونکہ تکبیر کی آواز اندر تک آتی تھی اسلیے نماز کے ارکان میں فرق نہ آیا۔ لیکن بھائی کا بھائی کے جنازہ میں نہ شریک ہوسکنے پر سب کو رقت ہوئی اور لوگ بہت روئے۔

قید کی حالت میں بھی علامہ کا پاس ادب محفوظ رکھا گیا اُنکے رہنے کو بہت اچھا کمرہ دیا گیا کمرہ ہی میں پانی کا انتظام بھی تھا خدمت کیلیے ایک خادم موجود تھا، علامہ نے یہاں نہایت اطمینان سے تصنیف و تالیف شروع کی قرآن مجید کے حقائق پر بہت کچھ لکھا۔ کہا کرتے تھے کہ مجھ کو یہاں جو نکات اور حقائق خدا نے القا کیے کبھی نہیں کیے تھے افسوس ہے کہ قرآن کے سوا میں نے اپنی زندگی اور تصنیفات میں کیوں صرف کی جس مسئلہ پر علامہ کو سزا ملی تھی، اُسکے متعلق علامہ نے نہایت مفصل مضامین لکھے احباب اور اہل شہر کو خطوط اور فتوے بھی لکھتے رہتے تھے یہ تحریریں ملک میں پھیلیں تو رفع فساد کے لیے حکم دیا گیا کہ علامہ کے پاس قلم دوات وغیرہ کوئی چیز نہ رہنے پائے۔ اسکے بعد علامہ نے جو سب سے اخیر تحریر لکھی وہ چند سطریں تھیں جنکا مضمون یہ تھا کہ مجھ کو اگر اصلی سزا دی گئی تو وہ صرف یہی ہے یہ سطریں علامہ نے کوئلے سے لکھی تھیں۔

اب علامہ ہمہ تن ذکر و عبادات، تلاوت قرآن، مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے بالآخر بیمار ہوئے اور بیس دن بیمار رہ کر دوشنبہ کی رات ذوقعدہ ۷۲۸ھ میں وہ آفتاب علم دنیا کی اُفق سے چھپ گیا اور تمام عالم میں تاریکی چھاگئی

رفتم و از رفتن من عالمے تاریک شد   من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم

علامہ کی زندگی تک تو زمین اور آسمان اُنکے دشمن تھے، لیکن جب اُنکے مرنے کی خبر پھیلی تو تمام ملک پر سناٹا چھاگیا۔ مؤذن نے جامع مسجد کے مینار پر چڑھ کر اعلان دیا۔ پولس والوں نے

سلہ طبقات ذکر عبداللہ بن عبدالحلیم شرف الدین ۱۲

بجوں سے منادی کی۔ دفعۃً تمام دکانیں بند ہو گئیں۔ نائب الحکومۃ کے پاس جاکر لوگوں نے تعزیت کی رسم ادا کی۔ ائمہ محدثین امام مزی وغیرہ نے غسل دیا، قلعہ میں کثرت کی وجہ سے تل دہرنے کی جگہ نہیں رہی، قلعہ سے لیکر جامع مسجد تک آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی شہر کا شہر امنڈ آیا، جامع مسجد سے قلعہ تک ٹھٹ لگ گیا جنازہ جامع مسجد میں لاکر رکھا گیا، ہجوم اور کشمکش سے بچانے کے لیے ہر طرف فوجیں متعین ہو گئیں۔ سب سے پہلے قلعہ میں شیخ محمد تمام کی امامت سے جنازہ کی نماز پڑھی گئی پھر جامع دمشق میں نماز ہوئی جب جنازہ چلا تو یہ کثرت تھی کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا، لوگ دور سے رومال، عمامے، چادر پھینکتے تھے کہ جنازہ سے چھو جائیں تو انکو تبرک بنائیں۔

جنازہ سروں پر چلتا تھا، اور آگے بڑھ بڑھ کر کشمکش سے پیچھے ہٹ ہٹ جاتا تھا، ہر چند پہلے سے کچھ اطلاع نہ تھی، فقہا اور مفتیوں نے، شہر کو علامہ کا دشمن بنا دیا تھا، تاہم ڈہائی لاکھ آدمی جنازہ کے ساتھ تھے جن میں پندرہ ہزار عورتیں تھیں۔ رستہ میں لوگ زار زار روتے جاتے تھے، پردہ نشین عورتیں بالاخانوں اور کوٹھوں پر جنازہ کی طرف منہ کرکے نوحہ کرتی تھیں، نماز میں صف قائم نہ رہ سکی، صف سے صف اس طرح پیوستہ تھی کہ بیٹھنا تک ناممکن تھا، اسی حالت میں ایک شخص نے پکارا کہ اہل سنت کا جنازہ یوں اٹھتا ہے، اسپر مجمع کا مجمع چیخ اٹھا اور تمام فضا گونج گئی، علامہ کے بھائی زین الدین نے نماز پڑہائی اور مقبرۂ صوفیہ میں اپنے بھائی شرف الدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اسوقت ریل اور جہاز نہ تھے لیکن تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر پھیل گئی اور ہر جگہ غائبانہ نمازیں پڑہی گئیں، مسافروں نے بیان کیا کہ چین میں انکے جنازہ کی نماز پڑہی گئی اور منادی یہ پکارتا تھا کہ الصلوٰۃ علی ترجمان القرآن (مترجم قرآن کی نماز) باقی آئندہ

شبلی

۱؎ فوات الوفیات۔ ۲؎ یہ تمام حالات طبقات ابن رجب اور فوات الوفیات سے لیے گئے ہیں۔

بقیہ

ابن خلدون

اندلس میں جب مرابطین کی سلطنت ہوئی تو عربی عنصر کمزور ہو گیا مرابطین خود عرب تھے
اندلس میں فاتحانہ داخل ہوئے تھے انہوں نے اہل عرب کی طاقت عمداً توڑنی چاہی جسکا نتیجہ یہ ہوا
کہ عیسائیوں نے موقع پاکر اضلاع قرطبہ و اشبیلیہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا آل خلدون کو اس ناگوار حالت کا کب
تحمل ہو سکتا تھا؟ قدیم وطن کو خیرباد کہہ کے مراکش کو روانہ ہوئے بندرگاہ سبتہ میں پہنچے تو وہاں کے
فرماں روا عزفی نے مخلصانہ جوش سے خیر مقدم ادا کیا اور خواہش کی کہ یہ با اثر خاندان یہیں آباد
ہو جائے اس غرض کے لئے اُسنے خاندان مذکور سے قرابتیں بھی پیدا کیں اور لڑکوں اور
لڑکیوں کی شادیاں کر کے رشتہ داریاں قائم کرنا چاہیں مگر یہ لوگ کچھ روز قیام کرنے کے بعد گھبرا گئے
اور وسط افریقہ کو روانہ ہوئے تونس میں اُن دنوں بنی حفص کی سلطنت تھی بنی خلدون سے اس
خاندان کا تعارف قدیم سے تھا جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو ابوذکریا بادشاہ تونس نے انکی نہایت
بزرگداشت کی اور شیخ القبیلہ حسن بن محمد کے لئے وظائف مقرر کر دئے حسن نے بونہ میں اقامت
اختیار کی اور ۶۴۹ھ میں وفات پائی تونس میں ہمیشہ یہ خاندان معزز و موقر رہا۔ افراد
خاندان سلطنت کے اعلیٰ عہدہ دار رہے اور علم و فضل میں بھی نامور تھے

۷۳۲ھ میں ابن خلدون پیدا ہوئے انکے والد محمد تونس کے وزیر اعظم تھے اور تفقہ کے
ساتھ تصوف میں بھی دستگاہ رکھتے تھے آج تصوف کیساتھ اہل ملک کو خواہ کیسی ہی بدگمانی کیوں
ہو لیکن کوئی شک نہیں کہ ایک زمانہ میں تصوف حسن اخلاق اور اعلیٰ تہذیب و شائستگی کا معیار تھا
ابن خلدون کی تربیت اسی طریقہ پر ہوئی اور ذاتی استعداد نے والد کی نگرانی میں انکو حسن تربیت
کا اعلیٰ نمونہ بنا دیا

تعلیم | تعلیم کے بارے میں ابن خلدون نہایت خوش قسمت تھے، اُن کے والد نے ۷۴۹ھ
میں انتقال کیا اور وہ سترہ برس کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ پس ممکن تھا کہ وہ اُس

معرکہ امتحان میں ناکام رہتے، ابتدائی زندگی کے مشاغل میں پھنسکر لذت تعلیم کو فراموش کر دیتے یا زیادہ ذکاوت ہوتی تو خاندان کے سنبھالنے کا خیال پیدا ہوتا اور فکر معاش میں مصروف ہو جاتے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا جسکا سبب غالباً یہ ہوگا کہ ان کی طبیعت کو تعلیم سے مانوس بنا دیا گیا تھا، جس طرح بچوں کو لہو ولعب میں مزہ آتا ہے اُن کا یہی کھیل تھا کہ لکھیں پڑھیں، اس زمانہ کے نصاب تعلیم میں سب سے زیادہ مقدم درس قرآن تھا، قرآن پڑھتے، اُسکے معنی سمجھتے، تفسیر و مطالب پر عبور کرتے، تجوید و قرأت سیکھتے، قرآن کی تعلیمات میں بصیرت پیدا کرتے، اور پھر اس کی تکمیل کے بعد دوسرے علوم کی طرف توجہ کرتے، یہ طریقہ تمام بلاد اسلام میں جاری تھا، اور غور کرو تو محسوس ہوگا کہ آج بھی مسلمان بچوں کو گھروں میں ابتدائً قرآن کی جو تعلیم دیجاتی ہے اگرچہ وہ صلاح طلب ہے تاہم اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ اُس قدیم نصاب تعلیم کا ایک بگڑا ہوا نمونہ ہے جسکا ضابطہ یہ تھا کہ آغاز عمر میں پہلے پہل بچوں کو کلام اللہ سے روشناس کیا جائے اور جب تک کہ قرآن و علوم قرآن کی وہ تکمیل نہ کرلیں کسی دوسرے فن میں اُن کو نہ لگایا جائے۔ اسی طریقہ کے مطابق ابن خلدون نے ابو عبداللہ محمد بن نزال الانصاری سے قرآن شریف کو سبقاً سبقاً پڑھا اور جب اس کی تکمیل کر لی تو علم قرأت کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور اکیس مرتبہ ساتوں قرأتوں کے ساتھ اساتذہ فن کو قرآن سنایا اور اس عملی مشق کے ساتھ ہی علمی حیثیت سے بھی فن قرأت میں تبحر پیدا کیا اور مشائخ سے سند فضیلت حاصل کی۔

حدیث میں ابن عبدالبر کی کتاب التقصی لاحادیث الموطا پڑھی اور فقہ میں تسہیل ابن مالک اور مختصر ابن الحاجب شروع کی۔ اُن کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جس کتاب کو پڑھتے زبانی یاد کر ڈالتے گو یہ دونوں کتابیں پوری حفظ نہیں ہوئیں چنانچہ اُنکے ہاتھی منشی قلم نے خود اس کی تصریح کردی۔ علم ادب اُنھوں نے اپنے والد سے پڑھنا شروع کیا۔

اور اُنکے بعد حصائری و شواش مزازی و ابن القصار کے درس سے مستفید ہوئے
تونس میں محمد بن بحر عربی زبان کے ایک بحرِ زخار تھے۔ ابن خلدون اُنکے حلقہ میں حاضر ہوئے
تو اُنھوں نے تکمیل علم ادب کے لیے اشعار عرب یاد کرنے کو کہا اور فرمایا کہ شعرائے عرب
کے کلام پر جب تک کافی عبور نہو عربی زبان میں مہارت نہیں پیدا ہوسکتی۔ ابن خلدون
کی سعادتمند طبیعت نے اس نصیحت کو غور سے سنا اور قوت حافظہ نے بہت تھوڑے
دنوں میں قدیم شعرائے عرب کے چھ دیوان اور حماسہ کو ازبر کر لیا، اسکے علاوہ دیوان متنبی و
کتاب الاغانی کے اکثر اشعار بھی اُن کو یاد تھے۔

شیخ الحدیث محمد بن جابر سے صحیح مسلم و موطا امام مالک اور صحاح ستہ کی بعض
کتابیں سنیں (اُس وقت تک تعلیم میں لکھ دینے کا قاعدہ تھا۔ اُستاد حدیث کو پڑھتے
اور فوائد حدیث کی توضیح میں لکھ دیتے اور شاگرد بیٹھے سنتے اور قلمبند کر لیا کرتے تھے)
اور ادب و فقہ کی اکثر کتابیں اُنسے پڑھیں۔ ابو القاسم محمد القصیر سے فقہ کی تکمیل کی،
سلسلۂ تعلیم کی تاریخ کو غور سے دیکھو۔ پہلے علوم قرآن میں اُنھوں نے صاحب فن کا
رتبہ حاصل کیا، پھر بقدر ضرورت علوم مروجہ کو جامعیت کے لیے سیکھتے رہے، آخرش
ادب و فقہ میں بھی یک فنی ثابت ہوئے جنکو اہل مصر کی اصطلاح میں اختصاصی کہتے
ہیں۔ سنہ ۷۴۷ھ میں اندلس و مراکش کے اکثر علما و فضلا تونس میں وارد ہوئے، اُن کی
آمد پولیٹکل حیثیت سے تھی۔ اور سلطان ابو الحسن کے مذاق علمی کی کشش ان کو ارض
مغرب سے تونس کھینچ لائی تھی، ابن خلدون اس حسن اتفاق سے فائدہ اُٹھاکر
ان بزرگوں سے استفادہ میں مشغول ہوئے اور سال بھر کی مسلسل جانفشانی کے
بعد علوم حدیث و معقولات (منطق و فلسفہ وغیرہا) میں اختصاصی یعنی کامل الفن
کی ڈگری حاصل کی۔ ان تمام مشائخ کے حالات اُنھوں نے تفصیل سے لکھے ہیں
اور ہر ایک کے متعلق اسباب سیاست و پالیٹکس سے بھی بحث کی ہے۔ سنہ ۷۴۹ھ میں

تونس میں ہولناک طاعون آیا جس میں ابن خلدون کے خاندان کے اکثر افراد، اُنکے والد اور نیز اُن تمام بزرگوں نے وفات پائی، ابن خلدون اسوقت علوم مروجہ میں تبحر حاصل کر چکے تھے، ہر علم کے الگ الگ اجازے اُن کو شیوخ فن نے دیے تھے جنکا تذکرہ اُنھوں نے فخر کے ساتھ کیا ہی۔ لہذا ہم کو یقین کر لینا چاہیے کہ سترہویں برس جبکہ طاعون آیا ہی وہ فارغ التعلیم ہو چکے تھے۔ اسکے بعد بھی تین برس تک ابو عبداللہ الابلی کے حلقۂ درس میں وہ بغرض استفادہ شریک ہوا کیے لیکن یہ شرکت صرف مذاکرہ کے لیے تھی، تحصیل بیشتر ہی ختم ہو چکی تھی، اس قلیل مدت میں فارغ التحصیل ہونے کا شاید آج کم لوگوں کو یقین آئیگا لیکن اگر بزرگان اسلام کے سوانح کو پڑھو تو اس قسم کی ہزاروں مثالیں ملیں گی جسکا خاص سبب یہ ہے کہ اُن دنوں مسلمانوں کی غرض یہ تھی کہ تمام دنیا میں تعلیم عام ہو جائے، یہ دقتیں نہ تھیں جو آج یونیورسٹی نے پیدا کر رکھی ہیں اور جنکی وجہ سے بہت سا وقت ضائع ہونے پر بھی کسی ایک فن میں تبحر نہیں حاصل ہوتا۔

ملازمت ۷۵۳ھ میں ابن خلدون کی عمر ۲۱ برس کی ہو چکی تھی اور اُنکے فضل و کمال کا غلغلہ درسگاہوں سے نکلکر ایوان سلطنت تک پہنچ چکا تھا، تونس میں اُن دنوں سلطان ابو ریحان کی سلطنت تھی، وزیر السلطنت ابن تافراکین نے ابن خلدون کو بادشاہ کا مرکہ نویس یعنی کاتب العلامہ متعین کیا، اور یہ اُن کی ملازمت کا پہلا زینہ تھا۔ اُنھوں نے یہ خدمت کامیابی کے ساتھ انجام دی اور چونکہ وہاں چندروز سے بادشاہ گردی کا دور تھا اسلیے سفر مغرب (مراکش) کا خیال پیدا ہوا، ابو زید کے مقابلہ کے لیے ابن تافراکین نے لشکر کشی کی تھی، ابن خلدون بھی اس حملہ میں ساتھ تھے، فوج کو اتفاقیہ شکست ہوئی، تمام سپاہی بھاگ نکلے، ابن خلدون نے بھی ارض مغرب کی راہ لی۔

سفر مغرب ملک مغرب (مراکش) میں سلطان ابو عنان کی حکومت تھی، یہ بڑی

ستان دشود کا بادشاہ تھا۔ ابن خلدون جب مراکش کے مشہور شہر بجایہ میں پہنچے تو اسوقت
وہاں شاہی لشکر خیمہ زن تھا اور غنیم سے جنگ ہو رہی تھی۔ ابن خلدون بھی شریک
جنگ ہوئے۔ فتح ہونے پر سپہ سالار نے ان کو بھی ساتھ لیا اور دارالسلطنت میں آکر
بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان ابو عنان کو نہایت مسرت ہوئی کہ مشرق کا یہ
آفتاب آج مغرب میں طلوع ہوا ہے، وہ اہل کمال کا عاشق تھا، اُس کے مجلس مذاکرہ
میں بہت سے سرآمد روزگار علما جمع تھے، یہ چیدہ و منتخب مجلس ایک علمی کلب یا لٹریری
اکاڈمی تھی۔ جو اُن دنوں تمام مسلمان بادشاہوں کے دربار کا ایک جز تھی اور جس کے
ذریعہ سے سلاطین کو وسعت معلومات میں مدد ملتی تھی، ابن خلدون کو بھی اسی مجلس میں
جگہ دی گئی، اور درحقیقت اس سے زیادہ کوئی اور صورت انکے لیے موزوں بھی
نہ تھی۔ ۷۵۵ھ میں وہ اس مجلس کے آنریری ممبر مقرر ہوئے اور حکم ہوا کہ نماز پنجگانہ
خاص بادشاہ کے ساتھ پڑھا کریں۔ ۷۵۶ھ میں وہ شاہی میر منشی مقرر ہوئے اور دربار
میں بادشاہ کی طرف سے عرضیوں کے جواب لکھنے کی خدمت اُن کو تفویض ہوئی۔
یہ بڑے پایہ کا منصب تھا۔ مگر ابن خلدون نے ناگواریٔ چشم و ابرو سے اسکو قبول کیا۔
علمی مذاق اُن کی فطرت میں داخل تھا جسقدر فرصت ملتی اُسی کام میں صرف کرتے،
علمی حیثیت سے وہ خود سرآمد روزگار تھے مگر آجکل کے علما کی طرح اُن کو استفادہ سے
عار نہ تھا، جب تک وہاں رہے اساتذۂ فن کے فضل و کمال سے مستفید ہوتے رہے
جہاں موقع آتا ہے وہ ان صحبتوں کا تذکرہ تفصیل سے لکھتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ
مزہ سے لیکر لکھتے ہیں۔

مشرقی درباروں میں سازش کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے اور زیادہ تر مقربین اسکے
شکار ہوتے ہیں، ابن خلدون کا تقرب ایسا نہ تھا کہ اہل زمانہ رشک نہ کرتے، انکے
خلاف سازشیں ہونے لگیں، مسلسل دراندازیوں نے بادشاہ کے مزاج کو برگشتہ

کر دیا اور ۷۵۸ھ میں ابن خلدون قید کر دیے گئے اس قید سے اُن کو اسوقت رہائی ہوئی جبکہ بادشاہ مذکور نے قید ہستی سے رہائی پائی اور ۷۵۹ھ میں اُسکے جانشین حسن بن عمر نے عام قیدیوں کے ساتھ ان کو بھی آزاد کر دیا۔

مراکش کے چند سالہ قیام میں ابن خلدون کی قابلیت نے اہل ملک کو ایک طرح سے تسخیر کر لیا، عربی قبائل اور خصوصاً بنی مرین پر انکا اسقدر اثر تھا کہ مراکش کی سلطنت حاصل کرنے کے لیے سلطان ابو سالم نے اُنسے امداد طلب کی اور اُنھیں کے اثر سے ملک پر بادشاہ کا قبضہ ہوا، ۷۶۱ھ میں سلطان نے اُنکو رئیس الانشا (میر منشی) و صاحب التوقیع (شاہی احکام نویس)، وکاتب السّر (پرائیویٹ سکرٹری) کے تین جلیل القدر عہدے عنایت کیے، لیکن یہاں بھی حاسدین سے اُن کی منزلت دیکھی گئی کچھ ایسے ناگوار واقعات پیش آتے رہے کہ وہ دل برداشتہ ہو گئے اور دو تین برس کے بعد ترک اقامت کا قطعی فیصلہ کر لیا، بادشاہ نے بہت روکا لیکن دل ٹوٹ چکا تھا، اب رہنا مشکل تھا، وزیر السلطنت مسعود بن رحو بن ماسی کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور مبارکباد عید کی تقریب سے عید کے روز جاکر پیش کیا، اس طریقہ سے سفر کی اجازت مل گئی اور ۷۶۴ھ میں ابن خلدون نے اہل وعیال کو قسنطینہ میں جہاں اُنکی سسرال تھی چھوڑ کر اندلس کو روانہ ہوئے۔

سفر اندلس

ابن خلدون مراکش سے نکلکر سبتہ ہوتے ہوئے اور رئیس سبتہ کی مہمانداری کا لطف اُٹھاتے ہوئے غرناطہ پہنچے اور ابن الاحمر بادشاہ اندلس اور اُسکے وزیر ابن الخطیب کو قاصد بھیجکر اپنی آمد سے اطلاع دی جسکے جواب میں بڑی آرزوؤں کے ساتھ تشریف آوری کی درخواست کی گئی۔ ۸ ربیع الاول ۷۶۴ھ کو دربار شاہی میں روانہ ہوئے، امرائے دربار نے استقبال کیا، اور بادشاہ و وزیر نے تعظیم و تکریم کے ساتھ اُنکو ہاتوں ہات لیا۔ ابن الخطیب وزارت کیساتھ علم و ادب میں بھی یگانۂ روزگار تھا، تاریخ و لٹریچر میں اُس کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں بعض

یورپ چھپ گیا اور بعض مصر میں چھپ گئی ہیں۔ یہ شرف کچھ ابن الخطیب کے ساتھ مخصوص نہ تھا
بلکہ عام اسلامی سلطنتوں میں عہدہ داروں کا سربرآوردہ عالم ہونا لازمی شرط تھی۔ ابن خلدون
جیسا جوہر قابل ابن الخطیب کو قسمت سے ملا تھا وہ قدرشناسی میں نہایت مراتب کے ساتھ
پیش آیا اور جہانتک ممکن تھا تعظیم و تکریم کی۔

سفارت | آٹھویں صدی اندلس کے لیے ملوک طوائف کی صدی تھی۔ مسلمانان اندلس تمدنی اور
صنعتی ترقی میں تمام دنیا کے پیشرو تھے۔ اجتماعی خصوصیتیں بڑھتی گئیں فوجی اوصاف کم ہوتے
گئے۔ آخر کو یہ نوبت پہنچی کہ ملک میں روز بروز مسیحیوں کا قبضہ بڑھتا گیا۔ اندلس کے ناعاقبت اندیش
مسلمان بادشاہ آپس کے سنیوں اور شیعوں کی طرح باہم لڑتے رہے اور مجموعی طاقت
کمزور ہوتی رہی۔ اندلس سے پرتگال کا ملک پیشتر سے جدا ہو چکا تھا۔ شاہ پرتگال نے رفتہ رفتہ
خاص اندلس کے اضلاع بھی دبا لیے اور اب اُس کی طاقت تمام سلاطین اندلس سے بڑھی ہوئی
تھی۔ جسوقت کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں اُن دنوں اُسکے حملوں سے محفوظ رہنے کے لیے بغرض
مصالحت سلاطین اندلس کو ایک سفارت بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی جسکے انجام دینے
کے لیے ابن خلدون سے زیادہ تجربہ کار مدبر کوئی دوسرا شخص نظر نہ آیا۔ اتفاق رائے سے یہ مہم
انھیں کو تفویض ہوئی اور سنہ ۷۶۵ھ میں دو بڑے سازوسامان کے ساتھ منزل مقصود کو روانہ ہوئے
شاہ کیسٹل اشبیلیہ میں تھا۔ سفارت نے بھی اشبیلیہ ہی کا رخ کیا۔ بادشاہ نے عزت و حرمت سے
ملاقات کی۔ ابن خلدون کے بزرگوں کے آثار اُسوقت تک اشبیلیہ میں موجود تھے اور اُس
خاندان کی عظمت ابھی فراموش نہیں ہوئی تھی۔ ابن خلدون کو سب سے بڑی مسرت ان یادگاروں
کے دیکھنے سے ہوئی۔ شاہی طبیب ابراہیم بن زرور نے ابن خلدون کو بادشاہ سے ملایا۔ خاندانی و
نیز ذاتی اوصاف بیان کیے۔ اور بہت کچھ ثنا و صفت کی۔ بادشاہ بڑی توقیر و بزرگداشت سے پیش
آیا اور خواہش کی کہ اگر آپ یہاں قیام فرمائیں تو آپ کے بزرگوں کی تمام ریاست و جائداد جو اسوقت
انکے زیر تصرف ہے آپ کو واپس ملجائیگی۔ ابن خلدون نے شکریہ کے ساتھ یہ درخواست نامنظور کی

سفارت کو حسب خواہش جب مقصد میں کامیابی ہوئی اور روانگی کا دن آیا تو بادشاہ نے ابن خلدون کو بہت سے بیش بہا تحفے دیئے اور خاص اپنی سواری عنایت کی جس کا ساز اور لگام سب سونے کی تھی۔

سفر بجایہ ابن خلدون ایک پولیٹکل اور سٹیٹسمین آدمی تھے، پالیٹکس اُن کے علم و عمل کا جزو غالب تھا، جہاں جاتے تھے یہ خصوصیت اُنکے ساتھ رہتی اور بیشتر اوقات اُس کو برانہ بالیسی سے بدگمانیاں بھی پیدا ہوتی تھیں حتی کہ ابن خلدون کے سب سے بڑے دوست وزیر اعظم ابن الخطیب کو اُنسے کچھ شکائتیں پیدا ہوئیں اس سوء ظن سے بچنے کے لیے اُنھوں نے اندلس سے بجایہ کا رخ کیا جو افریقہ کا ایک مشہور بندرگاہ ہے ۷۶۶ھ میں وہ بجایہ پہنچے، یہاں سلطان ابو عبداللہ کی نئی نئی سلطنت قائم ہوئی تھی، قیام سلطنت اور قبائل عرب کو زیر اثر رکھنے کے لیے ابن خلدون جیسے شخص کا قابو میں رہنا ضروری تھا، سلطان نے انکو حاجب کبیر مقرر کیا، حاجب کا عہدہ افریقہ میں بڑا جلیل القدر عہدہ تھا، اس عہدہ کا خاص فرض یہ تھا کہ بادشاہ و رعیت کے مابین جو تعلقات ہیں عمدگی کے ساتھ قائم رہیں، بادشاہ کے علاوہ کوئی امیر و وزیر حجاب کے فرائض میں دخل دینے کا مجاز نہ تھا۔ ابن خلدون جب اس عہدہ کا چارج لینے کے لیے بجایہ آئے تو اہل شہر نے اس جوش و خروش کیساتھ استقبال کیا کہ معلوم ہوا اہل علم کی پایہ شناسی مسلمانوں کی خاص ڈیوٹی ہے، اعیان شہر رکاب تھامے ہوئے تھے، لوگ قطار در قطار آتے تھے۔ سلام کرتے تھے، ہات چومتے تھے اور صف باندہ کر کھڑے ہوجاتے تھے۔ ابن خلدون نے اپنے چھوٹے بھائی یحیٰی کو خدمت مفوضہ انجام دینے کے لیے اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور خود علمی مشاغل میں مصروف ہوئے۔

وزارت تلمسان سلطان ابو حمو فرمانروائے تلمسان سے رعایائے افریقہ اُن دنوں برسر جنگ تھی، سلطان نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے ۷۶۹ھ میں ابن خلدون کو طلب کیا، وزارت و حجابت کا عہدہ اُنکے لیے تجویز ہوا، مگر وہ خود نہیں گئے، اپنے بھائی یحیٰی کو بھیجدیا اور آپ بسکرہ میں مقیم رہے

انکا اثر دیکھو صرف اتنے انقلاب سے یہ شورش فرو ہوگئی اور تمام لوگ بادشاہ کے مطیع
ہوگئے۔ ابن الخطیب وزیر اندلس کی علمی قدردانی نے مدت کے بعد پھر ابن خلدون کو یاد کیا،
انکے پاس اسکے بعد خطوط آئے اور یہ سلسلہ ابن الخطیب کے آخر ایام حیات تک جاری رہا۔
خطوط میں ابن خلدون کو وزیر لکھا گیا ہے، گو انکا عہدہ حاجب کا تھا مگر درحقیقت وہ تلمسان کی
وزارت کرتے تھے۔

سلطان عبدالعزیز حکمران مغرب نے تلمسان پر جب فوج کشی کی ہے اور ابوحمو کو شکست
ہوئی ہے تو گرفتاروں میں ابن خلدون بھی تھے، ایک روز قید رہنے کے بعد دوسرے دن رہا کردیئے
گئے، آزاد ہونے پر حضرت ابومدین کی خانقاہ میں انھوں نے گوشہ نشینی اختیار کی اور مصمم
قصد کرلیا کہ علمی خدمت کے سوا اب کوئی کام نہ کرینگے۔ قبیلہ بنی رباح کے عرب سلطان عبدالعزیز
کے مطیع نہیں ہوتے تھے اور فوجی طریقہ سے سلطان کو ان کی اطاعت سے ناامیدی ہوچکی تھی
شوریدہ پشتوں کو راہ پر لانے کے لیے ابن خلدون کو تکلیف دی گئی اور ۷۷۲ھ میں وہ خاص اسی
کام کے لیے روانہ ہوئے جس میں انکو خاطرخواہ کامیابی ہوئی۔

سفر مغرب بار دوم

مشہور ہے کہ "نزدیکان را بیش بود حیرانی"، ابن خلدون کے فضل و کمال اور تقرب کو
یاد کرو اور پھر دیکھو کہ با ایں ہمہ آرام مفقود ہے، کسی ایک جگہ آسایش سے رہنے نہیں پاتے، اور
اکثر وقت گردش میں گزرتا ہے۔ اہل غرض نے سلطان عبدالعزیز کو ابن خلدون جیسے مخلص سے
بدگمان کردیا، سلطان کا کیمپ ان دنوں ملک مغرب (مراکش) میں تھا، وہیں سے ابن خلدون
کی طلبی کا حکم دیا، انکو کیا عذر ہوسکتا تھا، حساب پاک وصاف تھا، محاسبہ کا خوف کیوں ہوتا،
بارہ ربیع الاول ۷۷۴ھ کو چل کھڑے ہوئے، رستہ میں نہایت مصیبتیں پیش آئیں، غارتگروں نے
تمام سامان لوٹ لیا، بے زاد و راحلہ پیدل چلنا پڑا اور اہل عرب کی مہمان نوازی سے فائدہ
اٹھاتے ہوئے اسی طرح فاس (دارالسلطنت مغرب اقصی) تک پہنچے، فاس میں وزیر اعظم
ابوبکر کا دربار حاجتمندوں کا مرکز تھا، ابن خلدون بھی وہیں پہنچے، وزیر نے دیکھتے ہی پہچان لیا،

نہایت مسرت ظاہر کی، فوری سامان جسقدر درکار تھا فراہم ہوگیا اور اب ابن خلدون بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ کیمپ وزارت میں رہنے لگے۔

سفر اندلس بار دوم پولیٹکل زندگی سے ابن خلدون گھبرا گئے تھے، چاہتے تھے کوع رہیئے اب ایسی جگہ چلکر جہاں کوئی نہو، اندلس میں اُن دنوں مطلع صاف تھا، پالیٹکس کے تعلقات پیدا ہونیکا اندیشہ نہ تھا، ۷۷۶ھ میں خاص اسی غرض کے لیے اندلس روانہ ہوئے، وہاں پہنچے تو ہر طبقے نے آمد کی خوشی منائی، مگر ان کو صرف علمی مشاغل میں زندگی بسر کرنا تھی، درس و تدریس میں مشغول ہوئے دوسرے تعلقات سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور اُمید ہوئی کہ اب چند روز اطمینان سے بسر ہونگے، لیکن دنیا تعلقات کی جگہ ہی، اس عالم میں رہ کر بے تعلقی کا حاصل ہونا معلوم، اس مرتبہ کوئی اور سبب پیش نہیں آیا تو ایک نئی صورت یہ پیدا ہوگئی کہ خود ابن خلدون کے اہل و عیال کو اُنکا پردیس میں رہنا اور اس طرح کی زندگی بسر کرنا سخت ناگوار تھا، اُنھوں نے ایسی تدبیریں کیں کہ مجبوراً ابن خلدون کو اپنے ارادے سے باز آنا پڑا۔

اندلس سے واپس آکر ابن خلدون تلمسان مین فروکش ہوئے، وہیں اُنکے اہل و عیال بھی آئے، خاص عید کے روز ملاقات ہوئی، اور اس طرح ایک دن میں اُنکی دو عیدیں ہوئیں قبیلہ زواودہ سلطنت کا مخالف تھا، بادشاہ نے چاہا کہ ابن خلدون آکر اصلاح حال کردیں۔ مگر انھوں نے انکار کردیا۔ اب اُن کی ساری دلچسپیاں علمی دائرے میں محدود ہوگئی تھیں، یہی مشغلہ تھا، اسی کا شوق تھا اور دراصل اسی چیز کی ضرورت بھی تھی، اُنھوں نے اپنے غیر معمولی انہماک اور طرز عمل سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ علمی خدمت کے سوا اب میں اور کسی کام کا نہیں رہا، لیکن اسکے لیے کیا کیا جائے کہ زمانہ اُنکو اور بہت سے اہم کاموں کا اہل سمجھتا تھا۔

مقدمۂ تاریخ کی تالیف ابن خلدون ۷۷۶ھ سے ۷۸۰ھ تک قلعۂ بنی سلامہ میں مقیم رہے، بظاہر چار برس کا زمانہ اُنھوں نے بیکاری میں گزارا، لیکن حقیقت یہ ہی کہ کام کے آدمی سے بیکار بیٹھنا ممکن ہی نہیں اُنھوں نے یہ مدت مقدمۂ تاریخ لکھنے میں صرف کی، یہ تالیف نہ تھی ایجاد تھی، جسنی

باتیں اس میں لکھی ہیں اور جس دقت نظر سے لکھی ہیں انکے لحاظ سے جو وقت اس میں صرف ہوا
وہی حاصل زندگی تھا اور اسی کی وجہ سے آج ابن خلدون کا نام مشہور ہے۔

مراجعت وطن مقدمۂ تاریخ لکھنے کے بعد تاریخ لکھنے کا خیال پیدا ہونا ایک طبعی بات تھی، لیکن اسکے
لیے کتابیں درکار تھیں، ابتک جو کچھ لکھا تھا وہ سب قوت اختراع اور حافظہ کے بھروسہ پر لکھا تھا
مگر یہ حصہ تاریخ کا اصولی و تمہیدی حصہ تھا، نفس تاریخ اور واقعات میں ایسا ہونا کیونکر ممکن تھا، اس
غرض سے کچھ مدت کے بعد ابن خلدون کو اپنا وطن تونس یاد آیا، تونس میں سلطان ابو العباس
کی حکومت تھی، انہنے حاضری کی اجازت طلب کی جسکا جواب حسب خواہش ملا، ابن خلدون
چلے تو بعض قبائل عرب بھی انکے ساتھ ہو لیے، سلطنت کیطرف سے سب کی رعایت کی گئی،
ابن خلدون کے ساتھ اُن کی عظمت و شان کے موافق سلوک ہوا اور اُنکے لیے ہر طرح کے
وسائل راحت فراہم کر دیے گئے۔

سلطان سے ابن خلدون کے مراسم اتنے بڑھے کہ خلا و ملا میں انہیں سے گرمی صحبت کا
مزہ آتا تھا اور انہیں کی جانب بادشاہ کی نظر عنایت تھی، اہل علم اس کثرت سے اُنکے حلقۂ درس
میں حاضر ہوتے تھے کہ دوسری علمی مجلسیں سرد پڑ گئیں، یہ باتیں ایسی نہ تھیں جنسے اہل زمانہ کو
صدمہ نہ پہنچتا۔ ابن خلدون راستباز آدمی تھے وہ اپنے آپ کو بے جرم سمجھتے ہونگے لیکن ع
ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبی ست، سب سے بڑا جرم یہی تھا کہ وہ اس پایہ کے صاف طینت کیوں
ہوئے مجرم کیوں نہ ہونے، بادشاہ کے دل میں اُن کی طرف سے بدگمانی پیدا کی جانے لگی
اور ثابت کیا گیا کہ وہ سلطنت کے بدخواہ ہیں نیکخواہ نہیں ہیں، ابن خلدون کو جب اس سازش
کی خبر ہوئی تو حج کے لیے بادشاہ سے رخصت طلب کی اور ۷۸۴ھ میں مصر کے قصد سے روانہ ہوئے

تاریخ ابن خلدون کی تالیف تونس کے دوران قیام میں ابن خلدون کا زیادہ زمانہ تاریخ کی تالیف
میں صرف ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ اسی کام کے لیے وہ تونس میں آئے تھے، خود سلطان ابو العباس
نے بھی اس کی فرمائش کی تھی، تقریباً چار برس تک (۷۸۰-۷۸۴) تونس میں اُنکا قیام رہا، اس

مدت میں انھوں نے حالات قبل اسلام، سلطنت بنی امیہ و بنی عباس کے واقعات، اور قوم بربر و زناتہ کے حالات لکھ ڈالے اور یہ جلدیں مکمل کرکے سلطان ابو العباس کے نام سے معنون کیں اور سلطانی کتبخانہ میں داخل کردیں۔

سفر مصر | ابن خلدون ۱۵۔ شعبان ۷۸۴ھ کو تونس سے روانہ ہوئے تھے، چالیس دن کے بعد جہاز اسکندریہ پہنچا، ملک الظاہر برقوق کا زمانہ تھا اور اسکو تخت نشین ہوئے صرف دس دن گذرے تھے، مہینہ بھر اسکندریہ میں سامان سفر فراہم کرنے میں گزرا، سفر حج کے لیے وقت اب باقی نہیں رہا تھا، سال آیندہ کے لیے ارادہ ملتوی کرنا پڑا، ذیقعدہ کی پہلی تاریخ کو قاہرہ پہنچے اور پہلے پہل جامع ازہر کے مدرس مقرر ہوئے پھر مدرسۂ القمحیہ کی تدریس سپرد ہوئی اور آخر میں ۷۸۶ھ میں مذہب مالکیہ کے قاضی القضاۃ متعین ہوئے۔ اہل وعیال سب تونس میں تھے، اہل غرض نے بعض ارکان سلطنت کے حکم سے اُن کو روک رکھا تھا، ابن خلدون کے حسب خواہش ملک الظاہر برقوق نے ایک شاہی سفارت خاص اس امر کے لیے تونس روانہ کی کہ سلطنت تونس ابن خلدون کے متعلقین کو مصر میں آنے کی اجازت دیدے، سفارت کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی، لیکن فی الواقع یہ کامیابی انتہائی ناکامیابی کا پیش خیمہ تھی، جہاز جب روانہ ہوا تو چند روز کے بعد سمندر میں طوفان آیا جہاز غرق ہوگیا اور ابن خلدون کے اہل وعیال کو دریا کی موجوں نے اپنے آغوش میں چھپا لیا، یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ ہوش وحواس بجا رہتے، اس صدمہ نے ابن خلدون کو از خود رفتہ کردیا، عہدۂ قضا سے مستعفی ہوگئے، ترک دنیا کا خیال پیدا ہوا، اور حج کے لیے طبیعت نے آمادگی ظاہر کی۔

سفر حج | رمضان ۷۸۹ھ میں ابن خلدون سفر حج کے ارادہ سے مکۂ مبارکہ کو روانہ ہوئے، اور حج مبرور سے فارغ ہوکر جمادی الاولی ۷۹۰ھ میں پھر مصر واپس آئے۔ بادشاہ مصر نے نہایت فیاضی اور فراخدلی سے بزرگداشت کی اور ماہوار علمی وظیفہ مقرر کردیا، ابن خلدون اب پولیٹیکل مین نہیں رہے تھے، دنیا کی عام دلچسپیوں سے اب اُن کو کچھ بہت زیادہ تعلق نہیں رہا تھا،

ان کے ان کے پہلے مقیم تھے وہ بھی چھوڑ دیا، ایک خانقاہ میں گوشہ نشینی اختیار کی، صرف علم و عبادت سے اُن کو واسطہ تھا اور ضروریات زندگی کے علاوہ نہ کسی چیز سے تعلق تھا اور نہ دل میں کسی بات کی خواہش باقی رہی تھی

تاریخ کی جلد تاریخ ابن خلدون کی تالیف کی ابتدا سنہ میں ہوئی اور انتہا ۷۸۴ھ میں اسکی سات جلدیں ہیں اور ہر جلد میں چار پانسو صفحات ہیں پوری کتاب بیس برس میں ختم ہوئی، گویہ مدت تھوڑی نہیں لیکن جب کتاب کی حیثیت و نوعیت پر نظر کیجاتی ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ ابن خلدون سے پہلے کے مولفین کو بیس صدی میں بھی اس قسم کی تالیف پر قدرت نہو سکی، یہ کام انہیں کا تھا

ہر کارے وہر مردے!!

بہ حیثیت واقعات گزشتہ کو نتیجہ خیز بنانا اہل نظر کا پہلا کام ہے، ابن خلدون کے سوانح میں چند خصوصیتیں قابل لحاظ ہیں۔

(۱) وہ نہایت بااثر شخص تھے نظم و نسق میں سلاطین اُنسے رجوع کرتے تھے، وہ شورشیں جو تلوار سے فرو نہوتیں اُنکے حسن تدبیر اور حکمت عملی سے فرو ہو جاتی تھیں اسلام میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے سوا یہ خصوصیت اور کسی میں نہ تھی۔

(۲) فضل و کمال میں یگانہ روزگار اور تدبر و سیاست میں شہرۂ آفاق تھے، سارا زمانہ اُنکی عزت کرتا تھا، بااین ہمہ کسی ایک جگہ آرام سے نہ رہ سکے، ہمیشہ اہل دول اُنسے بدگمان رہے اور بار بار انکو قید کی زحمتیں اٹھانا پڑیں۔

(۳) حمیری زبان سے وہ واقف تھے یا کم از کم اس زبان کے نوشتے اُنکے پاس موجود تھے مقدمہ کی انتالیسویں فصل میں لکھتے ہیں۔

لغت مضریہ (موجودہ عربی زبان) اور حمیری زبان کے موضوعات اور کلمات کی گردانوں میں بہت فرق آگیا ہے ہمارے پاس جو انقال (یعنی حمیری زبان کے نوشتے) موجود ہیں وہ اس دعوی کی دلیل ہیں	تغیرت عند مضر کثیر من موضوعات اللسان الحمیری و تصاریف کلمات تشھد بذلک الانقال الموجودۃ لدینا۔[1]

[1] تاریخ ابن خلدون۔ ج ۱ ص ۴۸۹۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

ایک طرف تو ہمارے بعض احباب ندوہ کے اثر کے مٹانے مین مصروف ہین، جو دوسری طرف قوم ندوہ کے اکثر مقاصد ضرورت کو تسلیم کرتی جاتی ہو، ندوہ کے مقاصد مین عربی تعلیم کی اصلاح سب سے زیادہ اہم مقصد ہو اسی بنا پر ندوہ نے اپنے خاص مدرسہ دارالعلوم کے لیے ایک خاص نصاب تیار کیا ہو جو اسمین جاری ہو، لیکن اسکی کوشش ہو کہ یہ خیال عموماً عربی مدارس مین پھیل جائے خدا کا شکر ہو کہ اب یہ خیال بعض مدارس مین پیدا ہوتا جاتا ہو چنانچہ مدرسہ انوار العلوم گیا سے ایک خط موصول ہوا ہو جسکو ہم ذیل مین درج کرتے ہین،

"ناظم مدرسہ کا خیال ہو کہ مدرسہ انوار العلوم مین دارالعلوم ہی کے موافق تعلیم دی جائے اور درسی کتابین جو ندوہ مین پڑھائی جاتی ہین، یہان بھی پڑھائی جائین، لیکن جبتک ندوہ کو یونیورسٹی یا کالج قرار دیا جائے اسکا یہ خیال مشکل ہو، لہذا درخواست ہو کہ آپ نصاب تعلیم کو اعلان کیجیے یا جو کتابین ندوہ کے نزدیک جاری کرنے کے لیے ضروری ہین انکا نام تحریر فرمایئے، اور جو کتابین گذشتہ سال مین لکھی گئی ہین انکا بھی نام تحریر فرمایئے۔"

ندوہ کو یونیورسٹی یا کالج بنانا تو خدا کے ہاتھ مین ہی لیکن ہم نصاب تعلیم کی اصلاح مین مہتمان مدرسۂ انوار العلوم کو ہر قسم کی مدد اور مشورہ دینے کو تیار ہین،

ملک مین جا بجا جو اسلامی انجمنین قائم ہین، خدا کا شکر ہی کہ وہ ندوہ کے اثر، اور عمدہ نتائج سے متاثر ہوتی جاتی ہین، حال مین ہمارے دار العلوم کے تعلیم یافتہ، مولوی سید سلیمان صاحب نے انجمن اتحاد بارہ گانون مونگیر کے سالانہ جلسہ مین جو تقریر کی، اُس سے متاثر ہو کر ارکان انجمن نے ہمارے پاس ایک رزولیوشن پاس کر کے روانہ کیا ہی، جسکو ہم ذیل مین درج کرتے ہین،

"انجمن اتحاد بارہ گانون ندوۃ العلما کا شکریہ ادا کرتی ہی کہ اس مقدس جماعت نے اپنے ذمہ ایک ایسا کام لیا ہی جسکے بحسن خوبی انجام پا جانے پر ہندوستانی مسلمانون کی ترقی کا دار و مدار ہی، دار العلوم ندوہ ملک کے ہر جانب ایسے علما بھیج رہا ہی جسکی قوم کو سخت ضرورت تھی اور ہی، یہ انجمن خوش ہی کہ گورنمنٹ نے بھی اب ندوۃ العلما کے ساتھ ہمدردی کی ہی، ان نمایان کامیابیون پر یہ خیر انجمن بھی ندوۃ العلما کو مبارکباد دیتی ہی اور دل سے دعا کرتی ہی کہ خدا اپنے پاک رسول کے صدقے سے ندوہ کی کوششون مین برکت اور روز افزون ترقی اور کامیابی عطا فرمائے، آمین"۔

اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہی کہ حسن تقریر کے ساتھ ارکان انجمن کو جس چیز نے زیادہ گرویدہ کیا ہی وہ ایثار نفسی اور استغنا ہی جو انھون نے مصارف سفر کے لینے مین ظاہر کی، اور یہ چیز دار العلوم کی خصوصیات مین ہی،

حال مین جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب مغموم رئیس مدراس نے اپنے عزیز بھائی کی شادی مین دار العلوم کے صیغۂ تعمیر مین دو سو پچاس روپیہ مرحمت فرمائے ہین، جناب سیٹھ صاحب کا اس موقع پر دار العلوم کو یاد رکھنا۔ اُن کے کمال خلوص، اور مذہبی ہمدردی پر دال ہی، ہم سیٹھ صاحب موصوف کو مبارکباد دیتے ہین، اور امید کرتے ہین کہ تمام

قوم اس قابل قدر مثال کی تقلید کریگی، مولانا عبد السبحان صاحب رئیس مدراس کی توجہ سے دار العلوم کے بورڈنگ کے لیے اس سے پہلے بھی معقول رقم مل چکی ہی، اور یہ رقم بھی مولانا ے موصوف کی توجہ کا نتیجہ ہی، اسلیے ہم مولانا ے موصوف کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہین -

حال مین جناب نواب علی حسن خان صاحب بہادر و نواب نور الحسن خان صاحب بہادر رئیس بھوپال کے صاحبزادے اور صاحبزادیون کا جو عقد نکاح ہوا، اُسمین بعض احباب کی تحریک سے نواب علی حسن خان بہادر نے علی گڈھ کالج، اور اسلامیہ اسکول اٹاوہ کے لیے ایک معقول رقم عطا فرمائی، لیکن دار العلوم ندوہ کی طرف سے کسی قسم کی تحریک نہین کی گئی، تاہم اُنھون نے تین سو روپیہ دار العلوم کو بھی عنایت فرمایا، نواب صاحب موصوف کو دار العلوم ندوہ کے ساتھ جو خصوصیات و تعلقات ہین اُنکی بنا پر ہم کو نواب صاحب کی ذات سے بھی توقع تھی، لیکن اس تقریب مین یہ بات اور بھی زیادہ مسرت خیز اور حیرت انگیز ہی کہ جناب نواب نور الحسن خان صاحب رئیس بھوپال کی بیگم صاحبہ نے بلا کسی قسم کی تحریک دفتر مین پچاس روپے روانہ فرمائے ہین، یہ ظاہر ہی کہ عورتین عموماً بیہودہ مراسم کی موجد، اور پابند خیال کیجاتی ہین، اور یہ بھی ظاہر ہی کہ جناب بیگم صاحبہ کو ندوہ کے ساتھ دلچسپی کی کوئی وجہ نہین، ایسی حالت مین یہ عطیہ ایک ایسی روشن مثال ہی جسکی تقلید نہ صرف عورتون پر، بلکہ مردون پر بھی ضروری ہی، ہم جناب نواب صاحب موصوف، اور بیگم صاحبہ کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہین، اور دعا کرتے ہین کہ اس عقد کے نتائج نہایت مسرت خیز ہون،-

حیدر آباد کی آمد و رفت مین، ندوہ کے بہت سے ضروری کامون کا سلسلہ بار بار درہم ہوگیا لیکن بہرحال، وہ کام بھی ندوہ سے کچھ کم ضروری نہ تھا اور خدا کا شکر ہی کہ با احسن وجوہ انجام پایا جس کی تفصیل علیحدہ عنوان کے ذیل مین آتی ہی،

اب کی جلسہ انتظامیہ ندوہ مین جو اہم امور پیش ہون گے، ان مین سے چند یہ ہین

(۱) جدید اسٹاف کا تقرر، یعنی ایک لائق بی۔ اے۔ جسکے لیے ضرور ہے کہ مسلمان ہو، اور مذہبی احکام، اور شعایر اسلام کا پابند ہو، عربی کا ادیب جو عربی نظم و نثر پر پورا قادر ہو، اور قدیم عربی کے ساتھ عرب کی جدید زبان سے بھی واقف ہو یہ بھی زیر تجویز ہے کہ کسی قابل شخص کو عربی قدیم اور جدید کی تکمیل کے لیے مصر یا بیروت بھیجا جائے۔

(۲) درجہ تکمیل کا افتتاح، یعنی وہ شاخ جسمین فارغ التحصیل طلبا، صرف ایک فن مثلاً تفسیر یا علم کلام، یا فقہ وغیرہ لینگے اور دو برس تک اسمین تعلیم پائین گے یہی درجہ ہے جو ندوہ کا اصلی مقصود ہے، اس درجہ مین انگریزی زبان سیکھنا بھی لازمی ہوگا۔

(۳) ابتدائی سائنس جو ندوہ کے نصاب مین رکھی گئی ہے، اسکی تعلیم کا ابھی تک کوئی سامان نہین ہے اسلیے یہ تجویز ہے کہ بعض طلبا کو علی گڈھ بھیجا جائے، ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے منظور کیا ہے کہ وہ ان طلبا کو خارج از اوقات کالج سائنس کی تعلیم دین گے، یہ طلبا وہان تعلیم پاکر اس قابل ہون گے کہ عربی زبان مین جو سائنس کی کتابین ترجمہ ہوگئی ہین، اور جو ندوہ کے نصاب مین داخل ہین ان کو پڑھا سکین،

یہ تو نہین کہ سکتے کہ ندوہ کا جادو ہر جگہ چل گیا لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہر جگہ ندوہ کے اصول پر عمل شروع ہوگیا، جامع ازہر جو مسلمانون کا سب سے بڑا دار العلوم ہے، اور جو اسوقت تک ہندوستان کے عام عربی مدرسون کی طرح، قدیم طریقہ تعلیم سے ذرہ بھر ہٹنا نہین چاہتا تھا، اب اسمین، جدید علوم و فنون داخل ہوگئے، اور اسکی نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم کا جداگانہ مستقل قانون بن گیا، حیدرآباد کا دار العلوم، بالکل ندوہ کے نمونے پر قائم کیا جا رہا ہے، بنگال کے عربی مدارس کی اصلاح کے لیے ایک بڑی مقتدر کمیٹی قائم ہوئی اور اصلاحی امور طے پاگئے، لکھنؤ کا فرنگی محل، جو ہندوستان کا کیمبرج اور آکسفورڈ رہ چکا ہے، اور جہان کے علما

ابتک اُسی تقشف پر قائم ہین، انھون نے عربی نصاب مین اگرچہ کچھ تبدیلی نہین کی لیکن انگریزی زبان لازمی کر دی ہے، ان حالات کے ساتھ تعجب ہوتا ہی کہ ابھی تک بہت سے بلکہ اکثر مدارس اُسی ضد پر قائم ہین اور اسکو فخر سمجھتے ہین کہ گرمی مین بھی جاڑون کے کپڑے استعمال کرین، لیکن یہ کبتک؟ وہ تعلیم جسمین نہ جدت ہو نہ جوش نہ اشاعت نہ زمانے کی ضرورت کا لحاظ، کب تک لوگون کو گرویدہ رکھ سکتی ہی۔

زبت نہ گوشۂ چشمے نہ چین ابروئے   بہ حیرتم کہ دل برہمن بکف چون شد

ہمارے دوست فتح محمد صاحب اسٹور کیپر محکمہ رکسٹریٹ جالندھر، جو پہلے بھی ندوہ کو ایک معقول رقم عطا کر چکے ہین، اب انھون نے پچاس روپیہ سالانہ جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب کی حین حیات تک دینا منظور کیا ہی اگر دو چار صاحب اور اس شرط پر ندوہ کو سالانہ رقمین دینا منظور کرین تو ہم ارکان قضا کی خدمت مین باقاعدہ درخواست بھیجدین کہ جناب شاہ صاحب موصوف کم از کم قیامت تک وہان کی حاضری سے معاف رکھے جائین۔

ریاست اندور نے بہ تقریب ولادت ولی عہد ریاست، ایک سو پچیس روپیہ ندوہ کو اس غرض سے بھیجے ہین کہ یتیمون کے مصارف مین صرف کیے جائین، ریاست اندور ایک ہندو ریاست ہی کیا خدا کی شان ہی کہ وہ ندوہ کے نام سے واقف ہی ندوہ کی اعانت کرنا بہتر سمجھتی ہی، ندوہ کو ایسی خوشی کے موقعون پر یاد کرتی ہی، لیکن ہماری اسلامی ریاستین رامپور، پالن پور، جنجیرہ، ڈھاکہ وغیرہ وغیرہ ندوہ کے نام سے بھی واقف نہین،

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم   کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد،

ریاست حیدرآباد
کی
مشرقی یونیورسٹی

معلوم نہین مسلمانون مین، کونسی مبارک ساعت مین تقلید کی بنیاد پڑی تھی کہ زمانے کے سیکڑون ہزارون انقلابات کے ساتھ بھی اسکی بندشین اب تک کمزور نہین ہوئین، تعجب اور سخت تعجب یہ ہو کہ جدید تعلیم یافتہ فرقہ جو اجتہاد اور جدت کا دعویدار ہو اور درحقیقت جدید تعلیم کا یہی اثر ہونا چاہیے تھا وہ بھی اُسی طرح بے سمجھے بوجھے، ایک عام راستے پر پڑ لیا ہو اور کچھ نظر نہین آتا کہ ہم کہان جارہے ہین، جس تعلیم اور نتائج تعلیم کا اس قدر شور و غل ہو، وہ کیا ہو؟ کالجون کی ڈگریان اور نوکریان ودگیر ہیچ شاید کہا جائے کہ اسکے سوا، ہم اور کیا کرسکتے ہین، اور اسی لیے تو ہم اپنی خاص یونیورسٹی چاہتے ہین کہ اپنی ضرورتون کے موافق، اپنی تعلیم کا سامان بہم پہونچائین، لیکن مجبوری یہ ہو کہ اسقدر روپیہ بہم نہین پہونچتا کہ یونیورسٹی بن سکے لیکن سوال یہ ہو کہ جہان یونیورسٹی بن سکتی ہو وہان کیا ہو رہا ہو؟ حیدرآباد مین عنان تعلیم انھین لوگون کے ہاتھ مین رہی ہو جو ہندوستان مین یونیورسٹی بنانے کے محرک اور جان دادہ ہین، یونیورسٹی کے لیے دس لاکھ روپیہ مانگا جارہا ہو، حیدرآباد مین ایک منٹ مین یہ رقم مل سکتی ہو، حیدرآباد مین صرف ایک کالج پر ڈیڑھ لاکھ روپیہ صرف ہو رہا ہو، حیدرآباد کو اس بات کی کچھ پروا نہین ہوسکتی کہ اگر وہ اپنی یونیورسٹی بنالے تو اسکے تعلیم یافتہ، انگریزی گورنمنٹ مین نوکریان نہ پائین گے، کیونکہ حیدرآباد، خود ایسی وسیع ریاست ہو کہ وہان کے تعلیم یافتہ دوسری جگہ نوکری کرنے کے محتاج نہین، لیکن تقلید پرستی کی یہ حالت ہو کہ انگریزی تعلیم مین کسی قسم کی اصلاح و ترمیم ایک طرف، خاص مشرقی تعلیم مین بھی جسکے لیے وہان ایک دارالعلوم ہو

پنجاب یونیورسٹی کی مشرقی امتحانات کے بیہودہ نصاب کی آجتک تقلید کی گئی، پنجاب نے مولوی فاضل
اور مولوی عالم وغیرہ کے جو امتحانات مقرر کیے ہین، وہ نہ دنیا کے کام کے ہین نہ دین کے، تاہم آجتک اسکی
تقلید کی گئی، اور اسوقت تک آزادی کا خیال نہ آیا جب تک خود یونیورسٹی نے یہ قاعدہ نہین بنایا کہ ہم
دوسرے ممالک کے لوگون کو اپنے امتحانات مین شریک نہین کر سکتے۔

دوسہ بار با تو گفتم کہ مرا بہیچ بستان نشد اتفاق، شاید کہ بہ این بہا گرانم

بہرحال خوبی تقدیر سے پنجاب یونیورسٹی نے حیدرآباد کے طلبا کو، اپنے امتحانات مین
شامل کرنے سے روکا، اب اگر یہ ممکن ہوتا کہ یہ سب طلبا، وہان کے انگریزی اسکولون مین داخل ہوجاتے
تو پھر اسی تقلید پرستی کے دام مین گرفتار ہوجاتے **مصرع** از دام جستہ باز بسوئے دام می رود
لیکن سات سو طلبا جو انگریزی کے ایک حرف سے واقف نہ تھے، اور جنمین سے اکثر انگریزی پڑھنا بھی
نہین چاہتے تھے، وہ کیونکر ایک نئی زندگی اختیار کر سکتے تھے، غرض اب یہ خیال ہوا کہ **دارالعلوم** کا
نصاب یہان کی ضرورتون کے لحاظ سے خود طیار کیا جائے۔ نواب عماد الملک بہادر بلگرامی سی ایس آئی
ممبر انڈیا کونسل اُسوقت ناظم تعلیمات تھے، انھون نے سرکار مین یہ تجویز پیش کی، اور منظور ہوئی، اسکے بعد
نواب صاحب ممدوح نے میرے نام ایک سرکاری مراسلہ بھیجا جسکا اقتباس حسب ذیل ہے:-

اسوقت باعث تصدیع یہ امر ہوا کہ مین نے اس حادثہ (میرے پاؤن کے زخمی
ہونے کی طرف اشارہ ہے) کے چند ہی روز پہلے سرکار مین یہ تجویز پیش کی تھی کہ چونکہ ہمارے
دارالعلوم کا تعلق اب پنجاب یونیورسٹی سے منقطع ہوگیا ہے پس مناسب ہوگا کہ ہم اپنے لیے
خود ہی مناسب انتظام کرین یعنے عربی و فارسی نصاب تعلیم مرتب کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی
جلد مقرر کی جائے جسمین ایک رکن آپ ہون، اور نصاب تعلیم زمانہ حال کی ضرورتون کے لحاظ سے
مرتب ہو تاکہ جو لوگ اس مدرسہ مین تعلیم پاکر امتحانون مین کامیابی حاصل کرین وہ سرکاری خدمات

اٹھانے کے اہل پائے جاتے ہیں، + + + + +

اس امر کے اطلاع دینے سے میرا یہ منشا نہیں کہ آپ سے فوراً تکلیف گوارا کرنے کے

خواہش کروں بلکہ محض اسقدر اطمینان حاصل کرنا منظور ہے کہ کامل صحت کے بعد آیا یہ امر ممکن ہوگا

کہ آپ یہاں تشریف لائیں، ایسے قومی کاموں میں آپ ہمیشہ تکلیف گوارا کرتے رہے ہیں ++

اگر آپ کا تشریف لانا ممکن نہو تو کیا آپ نصاب تعلیم پنجاب یونیورسٹی پر نظر غائر ڈال کر ایک جدید

نصاب ہمیں مرتب فرما سکتے ہیں، ترمیم نصاب میں چند ابواب مد نظر ہیں تو بہتر ہے،

(۱) اصلاح نصاب موجودہ پنجاب یونیورسٹی بہ لحاظ مقتضائے وقت و زمانہ

و ضروریات خدمات حکومتی،

(۲) تکمیل تحصیل علوم شرقیہ۔

مد دوم کی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ پنجاب کی اورئنٹیل تعلیم ناقص ہے بعض علوم جنسے

تکمیل فضیلت کی ہوتی ہے، اس تعلیم میں متروک ہیں، اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت

مولوی فاضل سے بالا اور اعلیٰ مرتبہ دو جماعتیں ہوں جن میں تحصیل کی تکمیل ہو سکے، میری رائے

ناقص میں اگرچہ سلسلہ نظامیہ کی پابندی ضرور نہیں ہے مگر تکمیل تحصیل کے لیے بہت کچھ منافع

کتب درسیہ کی ضرورت ہے"

نواب صاحب موصوف کا یہ خط اسوقت پہنچا جب مجھپر پاؤں کے زخمی ہونے کا واقعہ گذر چکا تھا

اور میں صاحب فراش تھا، جب اس سے صحت ہوئی، تو مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم سکریٹری حیدر آباد نے

نواب عماد الملک بہادر کی تحریر کی بنا پر مجھکو پھر طلب کیا، اور میں جون سنہ ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد گیا، وہاں چند دن کام

ایک نصاب طیار کیا، اور اسکے متعلق ایک یادداشت لکھی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نصاب کن اصول پر

طیار کیا گیا ہے، یادداشت مذکور کی نقل درج ذیل ہے،

رپورٹ

متعلق

اصلاح نصاب دارالعلوم حیدرآباد

بموجب مراسلہ ناظم صاحب سابق نواب عماد الملک بہادر و مراسلہ ناظم صاحب حال مورخہ ۳ ماہ آبی بہشت ۱۳ سنہ ہجری نشان (۱۲۲۳) دارالعلوم کی نصاب اور مدت تعلیم مین جو تغیر اور اصلاح مین نے کی ہی اور جسکا نقشہ اس یادداشت کے ساتھ منسلک ہی اسکی نسبت مین ایک علحدہ مفصل یادداشت پیش کرنا ضروری سمجھتا ہون جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ ترمیم اور اصلاح کن اصولون پر کی گئی ہی اور ترمیم اور اصلاح کی مہمات امور کیا ہین،

نصاب دارالعلوم کی ترتیب دینے کے وقت سب سے پہلے یہ امر پیش نظر ہونا چاہیے کہ دارالعلوم کا اصلی مقصد کیا ہی، اور کس قسم کے لوگ، اس سے پیدا کرنے مقصود ہین،

دارالعلوم جب تک، پنجاب یونیورسٹی سے متعلق رہا، اسکی غرض صرف، ایسے لوگون کا پیدا کرنا تھا جو سرکاری دفاتر مین کام کرنے کے لائق ہون، اور اس مقصد مین دارالعلوم نمایان طور پر کامیاب رہا لیکن اب جبکہ دارالعلوم خود مختار اور آزاد ہو گیا ہی، اسکے مقاصد زیادہ وسیع ہو گئے ہین اسکی غرض اب ایسے اشخاص کو پیدا کرنا ہی جو نہ صرف سرکاری دفاتر مین کام کرنے کے قابل ہون، بلکہ اس سے ایسے اشخاص بھی پیدا ہون جو شرعی خدمات انجام دینے کے قابل ہون، جو علوم دینیہ مثلاً تفسیر حدیث، فقہ، ادب، مین کمال رکھتے ہون، جو ملک مین مذہبی عالم کی حیثیت سے

تسلیم کیے جا سکتے ہون، اور اس بنا پر ان کی ہدایت اور تلقین کا عامۂ اہل اسلام پر اثر پڑ سکے، اور وہ عوام مین عمدہ اخلاق اور مذہبی خیالات پھیلا سکین، جو علوم قدیمہ کے ساتھ، جدید علوم و فنون، اور جدید خیالات سے بھی آشنا ہون، تاکہ جدید تعلیم یافتہ گروہ پر ان کا اثر پڑ سکے،

یہ امر بھی خاص طور پر توجہ کے قابل ہے کہ اسوقت تک جو تعلیم جدید تمام ہندوستان مین جاری ہے اسکی نسبت تمام اہل الرائے نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ ہماری ضرورتون کے لیے کافی نہین لیکن چونکہ بغیر اس طریقہ تعلیم کے سرکاری نوکریان حاصل نہین ہوسکتین اسلیے چار ناچار، اسی طریقہ کو اختیار کرنا پڑتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس طریقہ تعلیم مین ہماری مذہبی اور قومی خصوصیات کا کوئی انتظام نہین، اس مین نہ مذہبی تعلیم ہے، نہ قومی تاریخ سے کچھ واقفیت ہوسکتی ہے، نہ اسلامی اخلاقی، اور مسائل اخلاق کا علم ہوسکتا ہے، اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک شخص گو بی، اے اور ایم، اے کی ڈگری حاصل کر لے لیکن اسلامی مسائل اسلامی تاریخ، اسلامی اخلاق کے متعلق، اسکی واقفیت، اور اس کا پوزیشن، اس سے کچھ زیادہ نہین ہوسکتا جو ایک عامی مسلمان کا ہوسکتا ہے۔

باایں ہمہ ہندوستان مین اس مشکل کا کچھ علاج نہین ہوسکتا، اس لیے کہ یونیورسٹی کا نصاب تعلیم، اس قدر وقت اور فرصت نہین دیسکتا، کہ دوسری چیزون کے حاصل کرنے کے لیے موقع ہاتھ آئے،

لیکن چونکہ ریاست نظام ایک وسیع مملکت ہے، اور اسوقت تک اسنے سرکاری نوکریون کے لیے یونیورسٹی کی ڈگریون کی قید لازمی نہین قرار دی ہے، اس لیے اسکو موقع ہے کہ موجودہ طریقہ تعلیم کے علاوہ، ایک ایسا خاص سلسلہ تعلیم بھی قائم کرے جسمین انگریزی تعلیم کے ساتھ، اسلامی علوم اور اسلامی تاریخ بھی شامل ہو اور جسکے تعلیم یافتہ گویا دونون قسم کی تعلیم کا مجموعہ ہون، اس قسم کی تعلیم کا انتظام **دار العلوم** مین ہوسکتا ہے، اور ہم کو موجودہ نصاب کے مرتب کرنے مین

اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے،

اغراض مذکورۂ بالا کے لحاظ سے نصاب موجودہ مین، جو تغیر اور اضافہ کیا گیا ہی اسکی تفصیل حسب ذیل ہی،

(۱) ہرفن کی تعلیم کا عمدہ طریقہ یہ ہی کہ ایسی کتابین درس مین رکھی جائین جن مین تمام مسائل نہایت، سادہ، صاف اور واضح طریقے سے بیان کیے گئے ہون تاکہ طالب العلم بآسانی تمام مسائل پر حاوی ہو جائے اس بنا پر وہ کتابین جو معمّا اور چیستان کے طور پر اس قدر مختصر اور مغلق لکھی گئی ہین کہ ایک ایک سطر مین ایک ایک صفحے کے مطالب کھپا دیے گئے ہین وہ خارج کر دی گئین،

(۲) قدیم نصاب مین اکثر ایسی کتابین ہین جن مین، دوسرے علوم کے مسائل مخلوط کر دیے گئے ہین اس لیے خلط مبحث کی وجہ سے، طالب العلم، اس فن کے مسائل سے دور پڑ جاتا ہی، مثلاً، ملا حسن، میرزاہد، قاضی مبارک، وغیرہ کہ یہ کتابین دراصل منطق مین ہین لیکن انمین فلسفہ اور امور عامہ کے دقیق مسائل، اس قدر شامل کر دیے ہین کہ اصل فن کے مسائل پر گویا پردہ پڑ گیا ہی، اور اسی کا نتیجہ ہی کہ یہ تمام کتابین پڑھ کر بھی طالب العلم کو خاص منطقی مسائل کی مشق نہین ہوتی اور یہ نہین کر سکتا کہ تقریر اور مناظرے مین سے اپنے دعوون کو اشکال منطقی کے ذریعے سے ثابت کر سکے،

اس بنا پر نصاب حال مین ہرفن مین وہی کتابین رکھی گئی ہین جن مین خالص اُسی فن کے مسائل استیعاب کے ساتھ مذکور ہین،

(۳) قدیم نصاب مین، قرآن مجید کی تعلیم کا حصہ، نہایت کم ہی قرآن مجید کا متن تک درس مین نہین، تفسیرون مین صرف دو تفسیرین، درس مین داخل ہین ایک **جلالین** جس کے الفاظ

اور قرآن مجید کے الفاظ عدد مین برابر برابر ہین، اور دوسری **بیضاوی** جسکے صرف ڈھائی پارے پڑھائے جاتے ہین جو کتاب کا پندرھوان حصہ بھی نہین، اس لیے قرآن مجید کی تعلیم کا حصہ زیادہ وسیع کیا گیا ہے۔

(۴) قدیم نصاب مین ادب اور لٹریچر کا حصہ نہایت کم ہے حالانکہ ادب کے بغیر تفسیر، حدیث، اصول فقہ، کسی چیز مین کمال نہین حاصل ہو سکتا، اس بنا پر، ادب کا نصاب، بہت بڑھا دیا گیا ہے،

(۵) یہ عام شکایت ہے کہ عربی خوان، سب کچھ پڑھ جاتے ہین، لیکن چند سطرین صحیح عربی نہین لکھ سکتے، اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ادب کی تعلیم کم تھی دوسری یہ کہ انشا پردازی اور مضمون نگاری کی مشق نہین کرائی جاتی تھی اس لیے نصاب حال مین انشاپردازی کے لیے خاص گھنٹے مقرر کیے گئے

(۶) عقائد و علم کلام، مین صرف ایک کتاب اور وہ بھی معمولی درجے کی درس مین تھی یعنے **شرح عقاید نسفی**، حالانکہ یہ فن، تمام اسلامی فنون پر مقدم اور سب کا اصل الاصول ہے اسلیے اس فن مین متعدد اور بلند پایہ کتابین نصاب مین رکھی گئین،

(۷) تاریخ اسلام اور عام تاریخ کی ایک کتاب بھی نہ تھی، اسلیے اس فن کی کتابین بھی داخل کی گئین،

(۸) علوم جدیدہ کی بعض کتابین جو عربی مین ترجمہ ہوگئی ہین نصاب مین شامل کی گئین لیکن اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ اُن کے پڑھانے کا انتظام مشکل ہے ہمارے علما اُن کتابون کو پڑھا نہین سکتے۔ اور انگریزی خوان، عربی زبان سے آشنا نہین، یہ ہو سکتا تھا کہ اُردو مین جو کتابین موجود ہین، وہ داخل نصاب کر دی جائین، لیکن جہان تک مجھکو معلوم ہے طبعیات کی جو کتابین اُردو مین موجود ہین، وہ مڈل کے رتبہ سے زیادہ نہین، اسکے سوا عربی خوان طلبا اُردو زبان کی کتاب کو وقعت کی نظر سے نہین دیکھ سکتے، اس کی تدبیر صرف یہ ہے کہ ایسے پروفیسر مقرر کیے جائین

انھون نے بی۔اے مین سائنس لیا ہو اور عربی زبان ان کی سکنڈ لینگوج رہی ہو،

(۹) انگریزی زبان، بطور سکنڈ لینگوج کے لازمی قرار دی گئی ہی، مین انگریزی زبان سے واقف نہین ہون، اسلیے مین نے انگریزی کتابون کا نام نہین لکھا ہو لیکن اسقدر بخوبی جانتا ہون کہ موجودہ نصاب مین اسقدر گنجایش ہو کہ انگریزی زباندانی کی کتابین، انٹرنس تک کی اسمین شامل کی جاسکتی ہین، اور درجۂ فاضل کے بعد، دو برس اس غرض سے رکھے گئے ہین کہ جو شخص چاہے دو برس تک صرف انگریزی زباندانی کی تعلیم حاصل کرے جس سے وہ انگریزی زبان پر بخوبی قادر ہو سکتا ہو۔

(۱۰) نصاب سابق مین، ابتدا سے اخیر تک، مدت تعلیم ۱۹۔برس تھی لیکن یہ مدت بہت زیادہ تھی، اسلیے گھٹا کر کل مدت ۱۴۔برس قرار دی گئی ہو۔

(۱۱) نصاب مرتبہ کی ترتیب یہ ہو کہ ابتدائی تعلیم کی مدت ۵۔سال قرار دی گئی ہو اور یہ فرض کیا گیا ہو کہ لڑکا ساتوین برس کے سن سے دار العلوم کی ابتدائی جماعتون مین لیا جائیگا یہ تعلیم پانچ برس مین تمام ہو گی، اور اس مین اُردو اور ابتدائی فارسی اور حساب اور کسی قدر انگریزی کی تعلیم ہو گی،

اس درجے کے بعد، دو الگ شاخین شروع ہونگی، یعنی منشی، اور عالم، اور طالب العلم کو اختیار ہوگا کہ ان دونون شاخون مین سے جس شاخ کو چاہے اختیار کرے،

منشی کے ۳۔سال، اور منشی عالم کے ۲۔سال اور منشی فاضل کا ایک سال مقرر کیا گیا ہو، منشی فاضل تک، طالب العلم کو فارسی زبان مین عمدہ مہارت اور عربی کی سوادخوانی، اور انگریزی بقدر عام ضرورت آجائیگی۔

عربی کے دو درجے قرار دیے گئے،

عالم، اس کی مدت تعلیم ۸ برس ہے یہ درجہ بی اے کے برابر ہے اسمین تمام علوم متداولہ عربی اور بعض علوم جدیدہ اور انگریزی زبان مدانی انٹرنس کے درجے تک آجائیگی یہ میری خاص رائے ہے، لیکن اگر یہان کے حالات کے لحاظ سے ضروری ہو تو بیچ مین ایک اور درجہ مولوی یا ملا کے نام سے قائم کیا جائے اور یہ درجہ پانچوین سال تک تمام ہو جائے اسکے بعد تین برس عالم کے لیے رکھے جائین،

فاضل، اسکی مدت تعلیم دو برس ہے اور یہ درجہ ایم اے کے برابر ہے اس مین کسی ایک خاص فن کی پوری تعلیم ہوگی، اور طالب العلم اس خاص فن کی تکمیل کریگا، اور اسی فن کے انتساب سے موسوم ہوگا مثلاً مفسر، ادیب، فقیہ، وغیرہ،

عالم، یا فاضل کے درجے کے بعد، ضرور ہے کہ چند طلبا کو دو برس تک خالص انگریزی زبان سکھائی جائے تاکہ انگریزی زبان مین تحریر اور تقریر کا ملکہ ہو اور ایسے علما پیدا ہون کہ یورپ کی علمی تحقیقات کو اسلامی علوم مین اضافہ کر سکین، اور انگریزی دان جماعت کے مجمع مین انھین کی زبان اور خیالات مین اسلامی عقائد اور مسائل پر تقریر کر سکین،

(۱۲) نصاب تعلیم کے نقشے کے ملاحظے سے چونکہ ہر فن کی کتابین یکجائی طور پر پیش نظر نہ ہون گی اسلیے اس موقع پر ہر فن کی الگ الگ کتابین یکجا لکھدی جاتی ہین جس سے بہ یک نظر اسبات کے اندازہ کرنے کا موقع ملے گا کہ ہر فن مین کس پایہ کی اور کس قدر کتابین نصاب مین تجویز کی گئی ہین،

ادب و معانی و بیان

اخوان الصفا، اطباق الذہب عبد المومن صفہانی، سبعہ معلقہ، مجموع الادب جشن التوسل

الی صناعۃ الترسل، مختصر المعانی، متنبی، تیمۃ بن المقفع، مقامات حریری، حماسہ، نقد الشعر ابن قدامۃ،
نہج البلاغۃ، اسرار البلاغۃ عبد القاہر الجرجانی، کتاب الصناعتین ابو ہلال عسکری،

فقہ و اصول فقہ

قدوری، سراجی، درمختار، ارکان اربعہ مولانا بحر العلوم، ہدایہ، نور الانوار، تحریر ابن الہمام، مسلم الثبوت
توضیح و تلویح، رسالۂ امام شافعی،

قرآن مجید و تفسیر

الہدایہ الی الصراط المستقیم، فوز الکبیر فی اصول التفسیر، جلالین، بیضادی، احکام القرآن ابو بکر رازی،

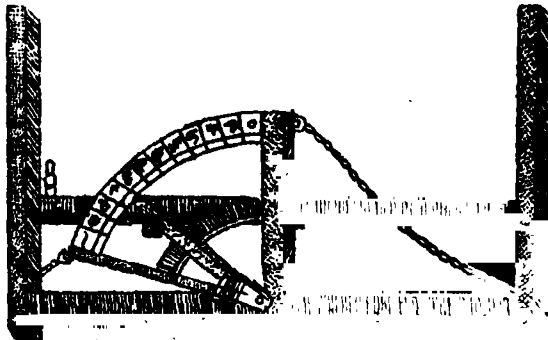
فلسفہ

ہدیہ سعیدیہ، شرح ہدایۃ الحکمت از خیرآبادی، شرح اشارات رازی و طوسی، شرح حکمۃ الاشراق،
شمس بازغہ، دروس الاولیہ فی العلوم الجدیدہ، ہیأت جدیدہ،

کلام و اسرار الدین

رسالۃ التوحید، معالم امام رازی، حجۃ اللہ البالغہ،

اس یادداشت اور نصاب پر غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی قرار پائی جسکا اجلاس شعبان ۱۳۲۶ھ
میں قرار پایا، لیکن چونکہ عین اسی زمانے میں ندوہ کی خاص ضرورت سے مجکو لکھنؤ واپس آنا پڑا اسلیے



(۲) سعن غزنوی

وہ اجلاس ملتوی ہوگیا، اسکے بعد یہ ۲۳ جنوری ۱۹۰۶ء کو پھر حیدرآباد گیا، اور ایک کمیٹی مین نصاب مرتبہ پیش کیا گیا، اس کمیٹی مین مولوی عزیز مرزا صاحب معتمد عدالت وافسر تعلیمات، شمس العلما مولوی سید علی صاحب بلگرامی، مولوی انوار اللہ صاحب اُستاد حضور نظام، سید ابوبکر شہاب یمنی، مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مددگار ناظم تعلیمات اور دیگر اصحاب شریک تھے لیکن چونکہ اس کمیٹی مین کچھ مراتب باقی رہ گئے تھے اسلیے، ۱ فروری ۱۹۰۶ء کو اسکا پھر ایک اجلاس ہوا جسکے پریسیڈنٹ جناب نواب فخر الملک بہادر وزیر عدالت تھے، اور جسمین نواب عماد الملک بہادر، اور ڈاکٹر سید سراج الحسن ناظم تعلیمات بھی بحیثیت رکن کے شریک تھے،

دونون کمیٹیون مین آزادی سے ہر پہلو پر بحث ہوئی اور کسی قدر تغیر اور ترمیم کے ساتھ نصاب مرتبہ منظور کیا گیا،

نواب عماد الملک بہادر کی رائے تھی کہ علوم عربیہ کے ساتھ انگریزی کی تعلیم نہین ہوسکتی اسلیے اسکو نصاب سے خارج کردینا چاہیے، لیکن یہ جب ظاہر کیا گیا کہ علوم عربیہ مین بہت سی فضول کتابین جو منطق و فلسفہ کی شامل تھین خارج کردی گئی ہین، اسلیے کافی گنجایش ہوسکتی ہے، تو نواب صاحب موصوف نے بھی اتفاق ظاہر کیا،

ہمکو اسپر کسی قدر تعجب ہوا کہ اس کمیٹی مین نہایت متقشف اور پُرانے خیال کے علما بھی شریک تھے تاہم، انگریزی کے داخل کرنے سے کسی نے انکار نہین کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدرآباد مین، ہندوستان کی بہ نسبت، روشن خیالی کا اثر زیادہ ہوتا ہے،

نصاب کے طے پانے کے بعد، اسکے مواقف، دار العلوم مین جدید اسٹاف قائم ہوگا، اسکے ایک مجلس بطور سینٹ کے قائم ہوگی، اور اسی کے لیے فیلوز منتخب ہونگے، اس طرح ایک مشرقی یونیورسٹی کی بنیاد قائم ہوجاے گی،

نہایت مسرت کی بات یہ ہو کہ اسوقت افسران تعلیم نواب فخر الملک بہادر و آیر عدالت ، اور مولوی عزیز مرزا صاحب معتمد عدالت ، اور سید سراج الحسن صاحب ناظم تعلیمات ہین ، اسی لیے ہر طرح پر امید ہو کہ یونیورسٹی عمدہ اور مستحکم اصول پر قائم ہوگی ،

یہ ہم نے بار بار کہا ہو اور اب پھر کہتے ہین کہ ہم مسلمانون کے لیے صرف انگریزی اسکولون کی تعلیم کافی ہو، نہ قدیم عربی مدرسون کی ، ہمارے درد کا علاج ایک معجون مرکب ہو، جسکا ایک جزو مشرقی ، اور دوسرا مغربی ہو،

درکفے جام شریعت ، درکفے سندان عشق　　ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن ،

شبلی نعمانی ، ۲۵ - فروری ۱۹۰۹ء

شعر العجم

مصنفہ

مولانا شبلی نعمانی

یہ کتاب تین حصون پر منقسم ہو، جسمین فارسی شاعری کی ابتدا، عہد بہ عہد کی ترقیان ، مختلف دور ، ہر دور کی خصوصیات ، مشہور شعرا کے تفصیلی حالات ، اور ان کے کلام پر تقریظ و تنقید ہو۔

اس کتاب کا پہلا حصہ چھپ کر طیار ہو۔ نہایت عمدہ چکنے ولایتی کاغذ پر چھپی ہو پونے چار سو صفحون کے قریب ضخامت ہو،　　قیمت مع محصول ڈاک دو روپیہ ،

درخواستین اس پتے سے آئین ،　　دفتر ندوہ لکھنؤ

اسلامی رصدخانے

"اسلامی رصدخانون کی تاریخ ایسی سخت تاریکی مین ہی کہ انگریزی (دائرۃ المعارف) کو بھی کچھ (ابن خلدون) کو ان کی واقفیت نہین اسلیے ان پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہی"

رصدخانہ جسکو انگریزی مین کہتے ہین نہایت قدیم چیز ہی، ایک خاص قسم کی بلند عمارت ہوتی ہی جسمین حسب موقع سیکڑون چھوٹے بڑے آلات نصب ہوتے ہین، جن سے ستارون کی گردش، حرکت، طلوع، غروب، مقام، مدت گردش، ستارون کی باہمی نسبت، وغیرہ دریافت ہوتی ہی، علم ہیئت (اسٹرانومی) کے تقریباً اکثر مسائل کی بنیاد انھین رصدون کی تحقیقات و مشاہدات پر مبنی ہی، اس قسم کی چیزون کی اولیت دریافت کرنا جسکی ابتدا تاریخ کی تاریکی مین گم ہو، ایک بے سود کوشش ہی، اس عام قاعدے کے رو سے کہ ہر شی بتدریج ترقی کرتی ہی، یہ خیال کیا گیا ہی کہ پہلے رصد کے لیے آلات نہون گے، صرف آنکھون سے روشن ستارون کے حالات دریافت کیے گئے ہون گے، رفتہ رفتہ کچھ آلات ایجاد ہوئے ہون گے انمین بعض آلات ایسے ہون گے جو باسانی ہر جگہ منتقل نہین ہو سکتے ہون گے، اسلیے ان آلات کے لیے ایک خاص مکان بنایا گیا ہوگا جسمین یہ آلات بحفاظت تمام رکھے جاسکین، رفتہ رفتہ اسنے ایک منتظم رصدخانہ کی حیثیت پیدا کرلی، سب سے قدیم رصدخانہ جسکا تاریخ مین ذکر ہی **متون** کا رصدخانہ ہی جو ۴۳۲ برس قبل حضرت مسیح قائم کیا گیا تھا، اسی رصدخانہ مین سب سے پہلے دائرہ صیفی کی تعیین کی گئی، اور اُس آلہ کا استعمال ہوا جسکو آجکل (ہیلومیٹر) کہتے ہین، اسکے بعد تیموخارس، منالاؤس، ابرخس نے رصدخانے قائم کیے لیکن سب سے پہلے سب سے مشہور رصدخانہ اسکندریہ کا وہ رصدخانہ ہی جسکا مہتمم **بطلیموس** تھا، بطلیموس پہلا شخص ہی جس نے ایک منتظم رصدخانے کی بنیاد ڈالی، رصد کے بعض ضروری آلات ایجاد کیے اور فیثاغورث کے خلاف زمین کو کائنات کا مرکز قرار دیا،

---

[1] دائرۃ المعارف جلد ۸ صفحہ ۶۳۰

یورپ مین رصدخانے کی ابتدا پندرھوین صدی سے شروع ہوتی ہی، ابتدائی رصدخانہ و تھورس
والسہو نورمبرگ مین قائم کیا گیا تھا، یہ پہلا رصدخانہ ہی جہان گھڑی کا استعمال ہوا، اسکے بعد مشہور عالم ہیأت
ٹایکو براہی نے سنہ ۱۵۷۶ میں اور نبرگ (ڈنمارک) مین رصدخانہ قائم کیا، اور اسکے لیے بہت سے جدید آلات خود ایجاد
کیے، اور اسکے بعد برابر رصدخانے قائم ہوتے رہے جنکی تعداد سیکڑون سے متجاوز ہی، ہندوستان مین بھی اسلام
سے پہلے بعض رصدخانون کا پتہ ملتا ہی جنمین سے سب سے زیادہ مشہور راجہ بکرماجیت کا رصدخانہ ہی،

مسلمانون مین رصدخانے کی بنیاد تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتی ہی، جب مامون اعظم
سریر آرائے خلافت تھا، اسلامی رصدخانے کی تاریخ سے پہلے اسلامی آلات رصد کے متعلق ہم کچھ کہنا چاہتے ہین،

مسلمانون نے آلات رصد کا بنانا صابئیون سے سیکھا، صابئیون کا مشہور شہر حران اسلامی
مفتوحات مین شامل ہوچکا تھا، وہان آلات رصد نہایت کثرت سے بنتے تھے، عباسیہ کے زمانے مین علوم
و فنون کے ساتھ آلات سازی کو بھی ترقی و اشاعت ہوئی، مامون نے جب رصدخانہ قائم کرنا چاہا، تو ابن
خلف مروزی نے ذات الحلق (رصد کا ایک مشہور آلہ) بنایا جو چوتھی صدی تک بغداد کے بعض علما
کے پاس محفوظ تھا،

علامہ ابن ندیم نے جو چوتھی صدی مین تھے اپنے زمانے تک کے ماہرین آلات رصد کے یہ نام بتائے
ہیں، ابن خلف مروزی، الفزاری، ابن خلف کا غلام علی بن عیسی، علی بن عیسی کے غلام احمد بن خلف اور
محمد بن خلف، احمد بن اسحاق حرانی، ربیع بن فراس حرانی خفیف کے غلام قسطولس، اور علی بن احمد، محمد
بن عبداللہ بلدی، علی بن صرد حرانی، بطلوس کے غلام شجاع اور عجلی عجلیہ بنت عجلی، جابر بن سنان حرانی، سنان
بن جابر حرانی، فراس بن حسن حرانی، علی بن احمد کا غلام حامد بن علی، ابن نجیہ، حسین البوقی،

ان نامون کی طویل فہرست سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہی کہ ابتدائی صدیون مین مسلمانون مین

سلہ کتاب الفہرست صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۵،

علم ہیأت کا عالمگیر شوق تھا، جسمین عورت، مرد، غلام، آقا، سب مساوی حصہ لیتے تھے، ابتدائی زمانے
مین بنو شاکر آلات رصد کے سب سے زیادہ مشہور صناع تھے۔ ابو حامد صاغانی المتوفی ۳۷۹ھ ہجری آلات رصد
کے بنانے مین کمال رکھتا تھا،

چوتھی صدی کے بعد سب سے بڑا ماہر آلات، خازن مرزی المتوفی ۴۲۰ھ ہجری ہے، خازن ایک مدت
تک مصر اور اندلس مین رہا ہے اور علم نور کی اُسنے تحقیق کی ہے، آلات رصد کے بیان اور ساخت مین اُسنے
ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، تیرھوین صدی عیسوی مین ابن رحل بھی ایک مشہور آلات ساز گذرا ہے اور اُسکی
تصنیف جو آلات سازی کے متعلق ہے ۱۸۳۵ء مین فرنچ مین ترجمہ ہوکر پیرس مین دو جلدون مین چھپی ہے [۱]

ابن النبدی جو ابتدائی گیارھوین صدی عیسوی مین تھا، ایک مشہور آلات رصد بنانے والا تھا
مصر کے شاہی کتب خانے کی جب فہرست کی جانے لگی، تو ابو القاسم علی وزیر مصر کے حکم سے کتب ہیأت اور
آلات رصد کی فہرست اسی نے مرتب کی تھی، ابن النبدی ۱۰۴۳ء مین مصر مین موجود تھا،

خلیفہ مسترشد کے زمانے مین بدیع اسطرلابی مشہور آلات ساز تھا، جسنے آلات سازی کی بدولت
بیشمار دولت جمع کی تھی، ۵۳۴ھ ہجری مین اسنے وفات پائی، [۲]

اندلس کے مسلمانون نے ہیأت مین جو ترقی کی، اسکی بہت کم یادگار باقی ہے، ایسلیے صرف اسی کا
افسوس نہین ہے کہ اندلس کے مسلمان مٹا دیے گئے بلکہ سب سے زیادہ افسوس اسکا ہے کہ انکی تصنیفات اور
ان کی علمی یادگارین بھی مٹا دی گئین، اسیلیے اندلس کے آلات رصد اور رصد خانون کے متعلق بہت کم
معلوم ہے،

گیارھوین صدی عیسوی کے اختتام پر زرقال اندلس کا ایک مشہور آلات ہیأت بنانے والا تھا

---

[۱] اکتفاء القنوع، صفحہ ۲۲۹،

[۲] فوات الوفیات کتبی جلد ۲، صفحہ ۳۹۰،

(؟) سلطان ابوالحسن المعتضد کے لیے ایک اصطرلاب بنایا تھا، اور اشبیلیہ مین ابن عباد کے نام سے آلات ہیأت کے متعلق ایک کتاب تالیف کی، جسکا نام عبادیہ رکھا، علم ہیأت مین اسکی بہت سی جدید تحقیقات ہین،

مسلمانون کی بڑی بڑی جامع مسجدون مین ایک عہدہ موقّت کا ہوتا تھا، جسپر بڑے بڑے ہیأت دان مامور کیے جاتے تھے، موقت کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ نماز کے صحیح وقت موذن کو بتایا کرتا تھا، غرناطہ کی جامع مسجد کا موقت ابن باظہ سلمی تھا، یہ آلات رصد ایسے مضبوط اور خوبصورت بناتا تھا کہ لوگ ان کو بڑی بڑی قیمتون مین خریدتے تھے، ابن باظہ نے آلات سازی کا فن اپنے والد "حسن" سے سیکھا تھا جو اس فن مین نہایت استاد تھا،[1]

قسطنطنیہ مین شیخ غرس الدین احمد المتوفی ۹۷۱ہجری علم ہیأت کے مشہور آلات ساز تھے، تمام آلات رصد خود اپنے ہاتھ سے بناتے تھے، اس زمانے تک علما کا ہاتھ تلوار سے آشنا تھا، سلطان مصر اور چرکس مین جب جنگ ہوئی تو شیخ غرس الدین اس جنگ مین شریک تھے،[2]

ہندوستان مین علامہ تفضل حسین خان المتوفی ۱۲۱۵ہجری اور انکے شاگرد دبیرالدولہ خواجہ فریدالدین المتوفی ۱۲۴۴ہجری علم ہیأت اور آلات رصد مین نہایت کمال رکھتے تھے، دبیرالدولہ کے چھوٹے بیٹے نواب زین العابدین جرثقیل اور رصد کے ہر قسم کے آلات کرہ، اصطرلاب، ذات الحلقتین، ذات الحلق، ربع مجیب، وغیرہ اپنے ہاتھ سے نہایت خوب بناتے تھے چنانچہ انکا وہ کمرہ جسمین یہ آلات رکھے جاتے تھا ایک عجائب خانہ معلوم ہوتا تھا،[3]

ان بزرگون کے علاوہ نصیر طوسی، علی برجندی، ابن شاطر تقی الدین، غیاث الدین جمشید

---

[1] الاحاطہ باخبار غرناطہ صفحہ ۸۵،

[2] الشقائق النعمانیہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۶،

[3] سیر المتاخرین صفحہ ۲۰۷، و ۲۲۶،

غلام حسین جونپوری وغیرہ آلات سازی مین نہایت کامل الفن استاد تھے، جنکی گو اسوقت کوئی عملی یادگار موجود نہین ہی مگر تاریخ اور انکی تصنیفات خود اسکی شاہد ہین، مسلمانان اندلس کے بنائے ہوئے بعض آلات اب تک بعینہ یورپ مین موجود ہین، جن مین سے ایک وہ کرہ ہی جو ڈرسیڈن کے عجائب خانہ مین سکسونیا مین محفوظ ہی

اسی سلسلہ مین ہکو اُن آلات رصد کا بھی تذکرہ کرنا چاہیے، جنکو خاص مسلمانون نے ایجاد کیا ہی اور وہ پہلے مستعمل نہ تھے، ہم اس قسم کے آلات کا حال ذیل کے بیان مین لکھتے ہین،

لبنہ

یہ آلہ نصیر الدین طوسی المتوفی ۶۷۲ھ ہجری کی ایجاد ہی، اس سے میل کلی، عرض البلد اور ستارون کا بعد دریافت کیا جاتا ہی، سب سے پہلے مراغہ کی رصدگاہ مین اسکا استعمال ہوا، نمبر ایک کے نقشے سے اسکی صورت ذہن نشین ہوجائیگی،[1]

ذات الاوتار

اس آلہ کے ذریعہ سے تحویل اعتدالی اور تحویل لیل دریافت کی جاتی ہی، اس آلہ کے موجد علامہ تقی الدین شامی ہین، جو سلطان مراد کے زمانے مین موجود تھے، سدرۃ منتہی الافکار ہیأت اور آلات رصد کے بیان مین علامہ تقی الدین کی ایک لطیف تصنیف ہی،

ذات السمت والارتفاع

یہ ایک نصف دائرہ کا حلقہ ہوتا ہی، جسکا قطر ایک متوازیۃ السطوح اسطوانہ کی ایک سطح پر ہوتا ہی

---

[1] جامع بہادرخانی صفحہ ۵۰۰،

اس آلہ سے سمت قبلہ و سمت کا ارتفاع ظاہر ہوتا ہی، علامہ تقی الدین نے سدرہ مین لکھا ہی کہ یہ مسلمانون کی ایجاد ہی،

مشبہ بالناطق

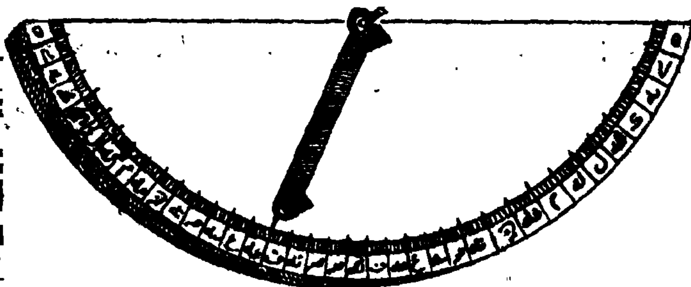
یہ آلہ بہت سے مفرد آلات سے مرکب ہوتا ہی، اس سے دو ستارون کے درمیان کا بعد دریافت ہوتا ہی یہ آلہ بھی علامہ تقی کا نتیجہ فکر ہی،

ربع تام

ربع تام، ابن شاطر المتوفی [illegible] ہجری کی ایجاد ہی، ابن شاطر دمشق مین موقت تھا، اس نے اپنے رسالہ النفع العام مین جو آلہ ربع تام کے بیان مین ہی یہ لکھا ہی کہ چونکہ میرے نزدیک اکثر آلات ناقص ہین اسلیے مین نے یہ آلہ بنایا ہی جو تمام آلون سے زیادہ مکمل ہی صرف اس ایک آلہ سے تمام اعمال رصدی کا ہر مقام پر استخراج ہو سکتا ہی،

سدس فخری

برنجی حلقہ سے بنا ہوا، ایک آلہ ہوتا ہی جس سے میل کلی اور عرض بلد دریافت ہوتا ہی یہ آلہ فخر الدولہ کے زمانے مین ایجاد ہوا ہی اسی مناسبت سے اسکو سدس فخری کہتے ہین، نمبر ۵ کے نقشے سے اسکی صورت ظاہر ہوگی،



۱؎ کشف الظنون جلد اول صفحہ ۳۶ و ۱۳۷ مین ان آلات کا بیان دیکھو،

۲؎ جامع بہادر خانی صفحہ ۵۰۶،

عصا یا اصطرلاب خطی

قدیم ہیأت کے لحاظ سے ہر ستارہ کی گردش دائرے کی شکل مین تھی، اسلیے ستارون کے مدار جاننے کے لیے ایک گول کرہ بنایا جاتا ہی جسپر ستارون کے مدار اور ستارون کی حرکت سے جو دائرے وغیرہ پیدا ہوتے ہین منقوش رہتے ہین، بطلیموس سے پہلے مدارات و دوائر مجسم کرون مین بنتے تھے، بطلیموس نے اس مقصد کو اصطرلاب مین صرف چند سطحون سے پورا کردیا،

اصطرلاب یونانی لفظ ہی جسکے معنے میزان الشمس یا ترازوے آفتاب کے ہین اصطر کے معنے ستارے کے ہین، اسٹرانومی جسکے معنے علم ہیأت کے ہین، اسی اصطر سے مشتق ہی مسلمانون مین اصطرلاب کا استعمال مامون کے عہد سے شروع ہوا، سب سے پہلا اصطرلاب ابراہیم بن حبیب فزاری نے طیار کیا[1] ہندوستان مین اصطرلاب کا رواج ہمایون نے دیا، ہمایون علم ہیأت مین نہایت ماہر تھا اسنے ایک خاص طرز کا اصطرلاب بنایا جسکو اصطرلاب ہمایونی کہتے ہین چنانچہ ندوہ کے کتب خانہ مین جو ایک قدیم اصطرلاب ہی اسپر یہ عبارت کندہ ہی

"عمل ضیاء الدین محمد بن قائم محمد بن ملا عیسی بن شیخ الہداد اصطرلابی ہمایونی لاہوری فی ۹۰ ہجری"

بطلیموس سے لیکر پانچوین صدی ہجری تک کرہ اور اصطرلاب کا کام صرف جسم یا سطح ہی سے لیا جاتا پانچوین صدی کے آخر مین شیخ شرف الدین طوسی پیدا ہوئے جو ہندسہ و ہیأت مین امام فن تھے، شیخ موصوف کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کرہ مجسم و اصطرلاب سطحی کا کام ایک خط سے بھی لیا جا سکتا ہی، اور اس خیال کی بنا پر ایک آلہ ایجاد کیا جسکا نام عصا یا اصطرلاب خطی رکھا جس سے اصطرلاب سطحی کے تمام کام لیے جا سکتے تھے، جیسا معلوم ہی کہ ہر ایجاد پہلے ناکمل ہوتی ہی، اس عصا مین بھی بعض غلطیان رہگئی تھین جنکی اصلاح شیخ کے شاگرد رشید علامہ کمال الدین المتوفی ۶۳۹ ہجری نے کی، لیکن عملی صورت مین اسکا محقق طوسی[2] نے استعمال کیا

[1] ابن ندیم صفحہ ۲۷۳، [2] ابن خلکان صفحہ ۱۸۸ جلد دوم،

ان مذکورۂ بالا بیانات سے یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ مسلمانوں نے آلات رصد کے بنانے مین کس حد تک کوشش کی، اور اسکی بڑی دلیل اُن عظیم الشان رصد خانون سے ملتی ہی جو اسلامی ملکون مین وقتاً فوقتاً قائم ہوتے رہے، سب سے پہلا اسلامی رصد خانہ جیسا کہ عام طور سے معلوم ہی، رصد ماموتی ہی،

رصد مامونی بغداد

مامون جب تخت نشین ہوا اور تمام دنیا کے اہل کمال سمٹ کر بغداد مین آگئے، اور بطلیموس کی مجسطی کا ترجمہ ہوا تو مامون نے اس رصد خانے کے بنانے کا حکم دیا، بغداد کے قریب ایک جگہ شماسیہ ہی وہان کی زمین اس رصد خانے کے لیے منتخب کی گئی، اور ۲۱۴ھ ہجری مین یہ رصد خانہ بنکر طیار ہوا، لیکن ۲۱۸ھ ہجری مین مامون کا انتقال ہوگیا، اسکا جانشین معتصم ایک سپاہی آدمی تھا، اسیلیے یہان کی تحقیقات کا سلسلہ صرف چند سالون تک جاری رہا۔

یحیی بن ابی منصور اس رصد خانے کا افسر تھا[1] جسکے ماتحت عباس بن سعید جوہری، سند بن علی جلیش ابن عبد اللہ مروزی، عمر بن محمد مروزی وغیرہ کام کرتے تھے[2] اس رصد خانے مین ان لوگون نے جو تحقیقاتین کین وہ زیج مامون کے نام سے چند کتابون مین جمع کردی گئی ہین، اُن مین سے چند مسائل یہ ہین،

(۱) معدل اور منطقۃ البروج کے تقاطع سے جو زاویہ پیدا ہوتا ہی اُسکو اعوجاج منطقۃ البروج کہتے ہیں، اس رصد خانہ مین اعوجاج منطقۃ البروج تیئیس درجہ تینتیس دقیقہ او باون ثانیہ دریافت کیا گیا تھا جو موجودہ تحقیقات سے نہایت قریب ہی موجودہ تحقیقات کی رو سے یہ زاویہ تیئیس درجہ ستائیس دقیقہ ہی،

(۲) وہ دو نقطے جہان معدل النہار اور منطقۃ البروج کا تقاطع ہوتا ہی، نقطۂ اعتدال کہلاتے ہین

---

[1] مختصر الدول ابو الفرج ملطی صفحہ (۲۴۸)

[2] ابن ندیم صفحہ ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶

نقطۂ اعتدال کی تحقیق سے شمسی سال کے دنون کی تعداد تقریباً نہایت صحت کے ساتھ دریافت کی گئی،

(۳) نقطۂ اعتدال کی نسبت اگرچہ فرض کیا گیا ہی کہ وہ اپنی ایک جگہ پر قائم رہتے ہین، لیکن درحقیقت یہ ہر سال پچاس ثانیہ آگے بڑھ جاتے ہین اس حرکت کا نام استقبال اعتدالین ہی، اس رصدخانے مین استقبال اعتدالین بھی دریافت کیا گیا تھا،

(۴) آفتاب کے مقامات اوج اور مقدار میل و خروج مرکز بھی یہین تحقیق کی گئی،

(۵) ثوابت اور سیارون کے بعض حالات بھی یہان دریافت ہوئے،

رصد مامونی دمشق

تحقیقات رصدیہ کی تصحیح کے لیے عموماً مختلف مقامات پر چند رصدخانے بنائے جاتے ہین، تاکہ اگر کل رصدخانون کا کسی ایک تحقیق پر اتفاق ہو جائے تو وہ مسئلہ نہایت صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ بغداد کے رصدخانے کی تصحیح کے لیے دمشق مین کوہ قاسیون کے دامن مین بھی مامون نے ایک رصدخانہ بنوایا تھا غالباً اسکا سنہ تعمیر بھی بغداد کے رصدخانے کے موافق ہوگا،

رصد دینوری

علامہ ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری، تیسری صدی مین، ادب، تاریخ ہندسہ، جبر و مقابلہ اور ہیئت کے امام تھے، تاریخ مین الاخبار الطوال انکی مشہور تصنیف ہی، ہندسہ اور ادب مین بھی انکی بعض تصنیفات ہین، ۲۳۵ھ ہجری مین ابوحنیفہ نے اصفہان مین ایک رصدخانہ قائم کیا، اس رصدخانہ مین ابوحنیفہ نے جو تحقیقات کی، اسکو ایک زیچ کی صورت مین مرتب کر دیا، بعض مورخین نے لکھا ہی کہ ابوحنیفہ نے یہ زیچ رکن الدولہ دیلمی کے

۱۔ مختصر الدول ملطی صفحہ (۲۴۸)۔

تام پر لکھی تھی لیکن یہ بالکل غلط ہی، کیونکہ دیلمیون کا خاندان چوتھی صدی مین ۳۲۰ھ ہجری کے بعد سے شروع

ہوتا ہی، امام ابو حنیفہ کا انتقال اس سے چالیس برس پہلے ۱۵۰ھ ہجری مین ہو چکا تھا۔

رصد بتانی

محمد بن جابر بتانی المتوفی ۳۱۷ھ ہجری کا شمار دنیا کے اُن بیس علماے ہیات مین ہی جنکی نسبت یہ تسلیم کیا گیا ہی کہ انھون نے علم ہیات کی سب سے زیادہ خدمت کی ہی، اس زمانے مین رقہ اور انطاکیہ مین دو بڑے بڑے رصد خانے تھے، بتانی نے انھین دونون رصد خانون مین ۲۶۴ھ ہجری سے ۳۰۶ھ ہجری تک بیالیس برس تک ستارون کا مطالعہ کیا ہی، بتانی نے اپنے اکتشافات کو ایک کتاب مین جمع کر دیا ہی،

یہ کتاب لاطینی مین ترجمہ ہو کر ۱۵۳۷ء مین نورمبرگ سے شائع ہو چکی ہی، ان رصد خانون مین بتانی نے جو جدید اکتشافات کیے وہ حسب ذیل ہین،

(۱) بطلیموس نے جسطرح آفتاب کے لیے معادلتین نکالے تھے اسیطرح بتانی نے چاند کے لیے بھی معادلتین ثابت کیے،

(۲) مدار کا جو نقطہ آفتاب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہی اسکو نقطۃ الراس کہتے ہین اور جو سب سے زیادہ دور ہوتا ہی اسکو نقطۃ الذنب کہتے ہین، بتانی نے جدید اکتشاف یہ کیا کہ یہ نقطے ایک جگہ نہین رہتے ہمیشہ بدلتے رہتے ہین،

(۳) قیمۃ مبادرۃ الاعتدالین کی اصلاح کی،

(۴) دائرۃ معدل النہار پر دائرۃ البروج کی قیمت میل کی تصحیح کی،

(۵) شمسی سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۶ منٹ کا قرار دیا ہی،

---

[1] [illegible]ہندی صفحہ ۱۸۹

رصد بوزجانی

بوزجان ہرات اور نیشاپور کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر ہی محمد بن محمد بوزجانی وہین کا رہنے والا تھا، تمام مسلمان علماے ہیأت مین یہ سب سے زیادہ مشہور ہی ۳۲۸ھ ہجری مین پیدا ہوا اور ۳۷۶ھ ہجری مین وفات پائی، بوزجانی کے رصدخانے کی نسبت ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ کہان قائم تھا مگر یہ معلوم ہی کہ وہ ایک مدت تک اپنے اور چند ساتھیون کے ساتھ رصدخانے مین تحقیقات کرتا رہا ہی جیسا کہ کاتب چلپی کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے

زیج الشامل للشیخ ابی الوفا محمد بن احمد البوزجانی صححہ الشیخ المذکور واصحابہ بارصاد متوالیۃ وامتحانات صحیحات منہم بعد رصد المامون حل ۵ اج ۲ -	زیج الشامل شیخ ابوالوفا محمد بن احمد بوزجانی کی تصنیف ہی جسکی تصحیح شیخ موصوف نے اپنے اور چند ساتھیون کے ساتھ اپنے اُن متواتر تجربون اور رصدون سے کی ہی جنکو رصد مامون کے بعد اُنھون نے جاری کیا،

بوزجانی کی اس زیج کی شرح جسکی تصحیح اُسنے اپنے رصدخانے مین کی تھی، سید علاء الدین قوشجی المتوفی ۸۷۹ھ ہجری کی ہی، یہ شرح قلمی مصر کے کتب خانۂ خدیوی مین محفوظ ہی

بوزجانی کے اس رصدخانے مین بہت اچھے اچھے آلات رصد تھے، اسنے اعوجاج منطقۃ البروج کو ایک ربع دائرہ کے ذریعہ سے دریافت کیا تھا جسکا صرف نصف قطر سات گز کا تھا ماہتاب مین معادلۂ ثالثہ جسکی وجہ سے ماہتاب کی حرکت گھٹتی بڑھتی رہتی ہی، اسی رصدخانہ مین دریافت ہوا تھا،

رصد ابن اعلم

علی بن حسن جو ابن اعلم کے نام سے زیادہ مشہور ہی چوتھی صدی مین عضد الدولہ دیلمی کے دربار کا ایک نامور مہندس تھا، عضد الدولہ کے بعد صمصام الدولہ اسکے بیٹے نے ابن اعلم کی بہت قدر [illegible]

اسلیے دربار کی آمد و رفت چھوڑ دی تھی، ۳۷۵ھ ہجری مین حج سے واپس آتے ہوئے اسنے سفر آخرت کیا،

ابن اعلم کا رصدخانہ بغداد مین تھا، اس رصدخانہ کا زمانہ چوتھی صدی کا وسط ہونا چاہیے لیکن کاتب چلپی نے ۳۲۰ھ ہجری لکھا ہے لیکن یہ سنہ کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا، کیونکہ یہ معلوم ہوا کہ ابن اعلم کو عضد الدولہ کے دربار سے تعلق تھا اور عضد الدولہ چوتھی صدی مین تھا، نیز ابو الفرج ملطی نے مختصر الدول مین ابن اعلم کا سنہ وفات ۳۷۵ھ ہجری لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ۳۲۰ھ ہجری مین اگر ابن اعلم نے رصدخانہ قائم کیا تھا، تو ضرور ہے کہ اسکی پیدایش اس سے کم از کم بیس پچیس برس ادھر ہوئی ہوگی، اس بنا پر ابن اعلم کی عمر کم از کم ڈیڑھ سو برس کی ماننی پڑیگی اسلیے ممکن ہے کہ طبع یا کتابت کی غلطی سے ۳۵۰ھ ہجری کے بدلے ۳۲۰ھ ہجری ہوگیا ہو،

بطلیموس کی تحقیق تھی کہ ثوابت فلک کے ایک درجہ کو سو شمسی سالون مین طے کرتے ہین ابن اعلم نے ثابت کیا کہ ثوابت ایک درجہ صرف ستر شمسی سالون مین طے کر لیتے ہین، ابن اعلم نے مریخ کی تقویم سب سے صحیح اور بہتر بنائی تھی،

رصد شرف الدولہ

اسلام مین دیالمہ کا خاندان نہ صرف جاہ و جلال کے لحاظ سے ممتاز ہے بلکہ علمی حیثیت سے بھی اسکو خاص شہرت حاصل ہے، ابن اعلم، عبد الرحمن صوفی، احمد صاغانی، ویجن کوہی وغیرہ جو مشہور ماہرین ہیات ہوئے ہین سب نے دیالمہ ہی کی دامن تربیت مین پرورش پائی ہے،

عضد الدولہ جو اس خاندان کا ہیرو تھا وہ ہیات مین عبد الرحمن صوفی کا شاگرد تھا اور اسکو فخر تھا کہ وہ عبد الرحمن صوفی کا شاگرد ہے، شرف الدولہ المتوفی ۳۷۹ھ ہجری نے شاہی محل کے باغ مین ایک رصدخانہ قائم کیا جسمین اُسنے سبع سیارہ کی تصحیح کی، ویجن کوہی اس رصدخانے کا افسر تھا اور اسکے سوا احمد صاغانی، ابراہیم بن ہلال صابی المتوفی ۳۸۴ھ ہجری بھی تحقیقات مین شریک تھے، احمد صاغانی المتوفی ۳۷۹ھ ہجری نے اس رصدخانہ مین آفتاب کے درجات میلان کی تصحیح کی،

سید سلیمان

باقی

[illegible]

نہایۃ الارب فی فنون الادب

نوین صدی کے اختتام اور آٹھوین صدی کی ابتدا پر جب مصر مین غلامون کی سلطنت تھی سلطان محمد قلاؤن کی حکومت مین تھا اور
دیری بکری سلطنت تھی، علامہ نویری کا نام و نسب ہے، شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب بن محمد بن عبد الدائم بکری تیمی قرشی نویرہ یعنی
سویف مصر کے علاقہ مین ایک مقام ہے جہان علامہ نویری پیدا ہوئے تھے۔ ۲۱۔ رمضان ۷۳۲ھ ہجری کو وفات پائی۔
نہایۃ الارب علامہ نویری کی ایک مشہور تصنیف ہے جو تیس جلدون مین ختم ہوئی ہے اور جامعیت کے لحاظ سے ہر قسم کے
علوم و فنون کا مجموعہ ہے، فن کے لحاظ سے اس کتاب کے حسب ذیل پانچ حصے ہین،

فن اول۔ فلکیات اور ارض و عنصریات،

فن دوم۔ انسان اور اُسکے متعلقات،

فن سوم۔ حیوانات،

فن چہارم۔ نباتات (اسی مین علم طب و خواص ادویہ کا بھی بیان ہے)

فن پنجم۔ تاریخ،

ہر حصہ چند ابواب و فصول پر منقسم ہے، بیس جلدون مین تمام اسلامی تاریخ کا ذکر ہے اور دس جلدون مین بقیہ چار فنون [illegible]
پچھلی صدیون مین جب مسلمانون کی علمی غفلت سے انکی صدہا علمی یادگارین انکے کتب خانون سے مٹ گئین یہ کتاب بھی
انکے کتب خانے سے تقریباً معدوم ہو گئی، مصنف کا وطن مصر تھا، مقام تصنیف مصر ہو لیکن پھر بھی مصر کے کسی کتب خانے مین یہ کتاب کامل نہ ہو یا
کتب خانۂ خدیوی مین اس کتاب کی تیس جلدون مین صرف [illegible] جلد موجود ہے، جسمین [illegible] [illegible]
مین خدیوی نسخہ کی پیشانی پر جو عبارت ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۰۰ ہجری مین یہ نسخہ مصطفےٰ بہجت قاضی مصر کا [illegible]
اس کتاب کی موجودہ گمشدگی سے یہ نتیجہ نہین نکالنا چاہیے کہ مسلمانان مصر نے اس کتاب کی [illegible]
اس کتاب کی شہرت عام ہو چکی تھی صرف مصر مین اسکی تیس نقلین لی گئی تھین، اور خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ [illegible]

[illegible] کی نقلین لیکر مدارس اور مسجدون مین وقف کین جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اسکے تمام نسخے اور جلدین قسطنطنیہ اور
دیگر مختلف شہرون اور کتب خانون مین [illegible] پراگندہ ہین،

محمد پاشا کپریلی وزیر اعظم قسطنطنیہ نے اس کتاب کا ایک کامل نسخہ متعدد کاتبون سے لکھوایا تھا چنانچہ وہ آج تک
کتب خانہ کپریلی مین موجود ہے لیکن چونکہ وہ نہایت جلدی مین مختلف کاتبون سے لکھوایا گیا تھا اسلیے بہت غلط ہے، احمد ذکی
سکریٹری مصری گورنمنٹ نے مصر، قسطنطنیہ، رومیہ، ڈاکا، برلین، لیڈن، سینٹ پیٹرسبرگ، اکسفورڈ کے کتب خانون کی اس کتاب
کے ایک ایک ورق چھان ڈالے، آخر بہت جستجو اور تلاش کے بعد آیا صوفیہ کے کتب خانہ مین اس کتاب کی جلد اول اور جلد دوم ملی ہے جو
نہایت صحیح اور عمدہ ہے یہ جلدین ۷۲۰ ہجری کی لکھی ہوئی ہین ان پر محمد راغب پاشا صاحب سفینہ، صدر اعظم کے دستخط ہین،

بہت سی اسلامی تصنیفات جنکی آج ہم نہایت عظمت کرتے ہین، انکا ماخذ نہایۃ الارب ہے، بہجۃ الزمن مصنفہ
ابن [illegible]، صبح الاعشی قلقشندی، عیون التاریخ فخر الدین کتبی ان سب کتابون کی بنیاد نہایۃ الارب پر قائم کی گئی ہے اور صرف
اسی پر قناعت نہین کی گئی ہے بلکہ اسکے منتخبات بھی لکھے گئے ہین، کتب خانہ پیرس مین (۱۵۷۵) نمبر پر ایک حصہ مختصر
تاریخ نویری (نہایۃ الارب) کا موجود ہے، لیکن افسوس ہے کہ صاحب انتخاب نے اپنا نام و سنہ نہین لکھا، اس حصہ مین محمد بن
قلاوون کا تذکرہ ہے، اکسفورڈ مین (۱۴۳) اور (۱۴۰۵) نمبر پر دو عربی کتابین ہین جس پر نہ تو مصنف کا نام ہے نہ تصنیف کا
[illegible] ان کتابون کے مصنفین کا ماخذ علامہ نویری کی نہایت الارب ہے، شیخ نصر ہورینی نے شفاء الغلیل مین بھی
اس کتاب کا ذکر کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ اسکا نام غلط لکھا ہے شاید مصر سے اس کتاب کی گم شدگی کا یہی زمانہ ہو،

[illegible] لیکن یہ سنکر حیرت ہوگی کہ یہ کتاب جسکا کامل نسخہ تقریباً ایک صدی سے اسلامی کتب خانون سے مفقود ہے اور
[illegible] کسیکو اسکے مفقود ہونے کا بھی علم نہین یورپ مین بیسیون علمائے تاریخ اس سے فائدہ اٹھاتے ہین اور
[illegible] تصنیفات و تحقیقات کا بڑا حصہ صرف یہ کتاب ہے چنانچہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہوگا کہ اس کتاب کے صرف تاریخی
حصہ نے یورپ کی کیسی مستحکم عمارتین کھڑی کی ہین،

(۱) [illegible] المتوفی [illegible] نے علامہ نویری کی اسی کتاب [illegible]

اسلامی فتوحات کی تاریخ لکھی،

(۲) ہولینڈ کے مشہور عالم البرٹ شیولٹنز Albert Schultens المتوفی ۱۷۵۰ء نے یمن کے قدیم بادشاہوں کی تاریخ اسی کتاب کی سند سے لکھی ہے، البرٹ نے عرب کے قدیم آثار پر ایک کتاب لکھی ہے جسمین بھی اُسنے نہایۃ الارب سے فائدہ اُٹھایا ہے،

(۳) جرمن کے پروفیسر ریسک Reiske المتوفی ۱۷۷۴ء نے ابو الفدا کے ان ابواب کا لاطینی مین ترجمہ کیا جو تاریخ شام کے متعلق تھے اس ترجمہ کے ساتھ ایک اور رسالہ شائع کیا جسمین کشف الظنون پر تکمیل پیدا کیا اور نہایۃ الارب کے مضامین کی فہرست اور خلاصہ تھا،

(۴) ڈنمارک کے پروفیسر راس میوسن Rasmussen المتوفی ۱۸۲۵ء نے لاطینی زبان مین تاریخ خلفاے اسلام لکھی اور اُسکے ساتھ ایک اور رسالہ شائع کیا جسمین عرب قبل از اسلام کی تاریخ تھی، راس نے اپنی [illegible] تصنیفات کا ماخذ نہایۃ الارب قرار دیا ہے،

(۵) گریگوری روزریو Gregorio Rosario نے طلیانی زبان مین جزیرہ صقلیہ سسلی کی اُس وقت کی تاریخ لکھی ہے جب مسلمان اُسپر قابض تھے، یہ تاریخ حرف بحرف نہایۃ الارب کی تاریخ صقلیہ کا ترجمہ ہے یہ ترجمہ ۱۷۹۰ء مین سسلی کے دار السلطنت پلرمو مین چھپا تھا،

(۶) جرمن پروفیسر الشہور ایچہورن Eichhorn المتوفی ۱۸۲۷ء نے نہایۃ الارب سے عرب قبل از اسلام کا [illegible] لاطینی زبان مین شائع کیا،

(۷) فرنچ پروفیسر کاسن Caussin de Perceval المتوفی ۱۸۳۵ء نے نہایۃ الارب سے سسلی کی تاریخ [illegible]

(۸) فرانس کے مشہور مستشرق پروفیسر بیرون سلوسٹر ڈی سیسی Baron De Sacy [illegible] نے فرنچ مین فرقہ دروزی کی جو مفصل تاریخ لکھی ہے اُسکا اکثر حصہ انھی نہایۃ الارب سے ماخوذ ہے،

(۹) جرمن پروفیسر ہامر پرگشل Hammer Purgstall المتوفی ۱۸۵۶ء نے نہایۃ الارب سے [illegible]

شذرات

عمارت دار العلوم: ناظرین کو شاید معلوم ہوگا، کہ دار العلوم ندوہ کی تعمیر کا کام اسلیے
شروع نہیں ہوسکا تھا، کہ عمارت کا نقشہ بنکر طیار نہیں ہوا تھا، ہمیں خوشی ہے کہ خان بہادر سید
محمد حسین صاحب نے جو انجنیری کے فن میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہین، نقشہ طیار کر کے
جلسہ انتظامیہ مین پیش کیا، یہ نقشہ اس قدر خوب [illegible] اور جامع حیثیات ہے کہ تمام
حاضرین نے بے ساختہ داد دی، بیچ کا کمرہ اس قدر [illegible] ہے کہ ایک ہزار کرسیون کی
گنجایش ہوسکتی ہے، اس کے علاوہ ۳۱، وسیع اور [illegible] تعلیم اور دیگر ضروریات
کے لیے ہین، سید صاحب موصوف نے اسکے ساتھ ۵ صفحہ [illegible] رپورٹ بھی لکھ دی ہے جسمین
عمارت کے ہر پہلو پر بحث کی ہے، اور لاگت کا اس قدر صحیح صحیح اسٹمٹ متعین کر دیا ہے کہ ایک
پیسہ بھی باقی نہین رہا، فن انجنیری کے جو دقائق نقشے مین ملحوظ رکھے ہین، ان کا اندازہ صرف
ماہر فن کر سکتا ہے، لیکن ایک ظاہر بین اس قدر سمجھ سکتا ہے، کہ جب یہ عمارت طیار ہوگی تو خوبی
اور نظر فریبی کی تصویر ہوگی، اس بنا پر جلسہ انتظامیہ مین بڑے جوش کے ساتھ ان کے شکریہ کا
[illegible] پاس کیا گیا، عمارت اب فوراً شروع ہو جائے گی،

سید صاحب موصوف نے، موقع کو دوبارہ دیکھ کر دار الاقامت (بورڈنگ) کا خاکہ بھی
طے کر لیا ہے اور بہت جلد اس کا نقشہ طیار کر کے بھیج دین گے تاکہ تعمیر شروع ہو جائے، اور جن
[illegible] دار الاقامہ کے کمرون کے لیے [illegible] دئے ہین، ان کے نام نامی جلد تر

دار العلوم کا جدید اسٹاف، اور درجۂ تکمیل "دار العلوم مین، علم ادب اور انگریزی اور ریاضی کے لیے جدید اسٹاف کا تقرر ہوگیا، ادب کے لیے مولوی سید محمد صاحب بمشاہرہ ... مقرر کیے گئے، نائب ادیب کے عہدہ پر سید سلیمان کا تقرر ہوا، انگریزی کی ہیڈ ماسٹری پر قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے، ممبر رایل ایشیاٹک سوسائٹی، جو اپنے علمی مضامین کی وجہ سے کسی حد تک روشناس ہو چکے ہین، مقرر کیے گئے ہین اور انگریزی ماسٹرون کا اور ایک ریاضی دان کا تقرر ...

درجۂ تکمیل، "ندوہ کا اصلی مقصود درجۂ تکمیل کا کھولنا تھا، یعنے وہ درجہ جس مین فارغ التحصیل طلبا صرف ایک فن کو لے کر دو برس تک اس فن کو پڑھین اور اسمین کمال پیدا کرین، چنانچہ سر دست علم کلام اور فن ادب کے متعلق درجۂ تکمیل کھول دیا گیا،

کرنل عبد المجید خان صاحب نے ندوہ کے استحکام اور ترقی مین جو کوششین کین اس کی بنا پر اب کی جلسۂ انتظامیہ نے حامی ندوہ کا معزز عہدہ ان کے لیے تجویز کیا، اور ندوہ کے لٹریچر مین اب ان کا نام ہمیشہ اسی خطاب کے ساتھ لیا جائے گا،

اضلاع سرحدی کا مختصر دورہ "مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوہ پشاور مین، مقاصد ندوہ کی اشاعت کے لیے گئے تھے، وہان کے لوگون نے خواہش کی کہ خاکسار، اور مولانا شاہ سلیمان صاحب کی زبان سے یہ مقاصد زیادہ دلنشین ہون گے، تحریک پر ۲۲- مارچ سنہ ۱۹۱۰ع کو ہم لوگ لکھنؤ سے روانہ ہوئے، اور ۲۴- کی صبح کو پشاور پہونچے، اگرچہ ٹرین وہان کسی قدر رات رہے پونہچتی ہے، تاہم اکثر معززین اسٹیشن پر موجود تھے، جن مین حاجی کریم بخش صاحب سیٹھی تاجر اعظم، اور مسٹر عبد العزیز ایم اے اسسٹنٹ ریونیو کمشنر

حضرات بھی ستھے،

حاجی کریم بخش صاحب بہت بڑے تاجر ہین، اور حیرت یہ ہو کہ دولتمند ہونے کے ساتھ عالم بھی ہین، گویا مسلمانون مین بھی علم اور دولت کا ساتھ ہو سکتا ہو، ہم لوگ انھین کے مہمان ہوسے اور انھون نے جس محبت اور فیاضی سے میزبانی کی اُن کے شایان شان تھا،

نواب سر کرنل اسلم خان صاحب کی سی، آئی، ای، اور صاحبزادہ عبد القیوم صاحب سی آئی، ای، کے ہان دعوتین ہوئین محمدن کلب کے ممبرون نے ڈنر دیا، ان سب صحبتون مین ندوہ کے تذکرے رہے خصوصاً ڈنر کے بعد جب **نواب اسلم خان صاحب** نے میرے شکریہ کی تحریک کی، تو مین نے جواب مین ندوہ کے متعلق مفصل تقریر کی، اس ڈنر مین سرحد کے بعض بہت بڑے بڑے سردار شریک تھے،

حسن اتفاق یہ کہ انھین دنون مین وہان کے چیف کمشنر نے جو یہان کے لفٹنٹ گورنر کے ہمرتبہ ہین بڑا دربار کیا تھا جس مین سرحد کے تمام رؤسا اور خوانین شریک ہوئے تھے اسکے ساتھ گارڈن پارٹی بھی تھی جسمین ہم لوگ بھی مدعو کیے گئے تھے،

چیف کمشنر صاحب سے مین مکان پر بھی ملا، اِن کی ملاقات کا ڈھنگ تمام ہندوستان کے حکام انگریزی سے الگ ہو، ملاقاتیون کے لیے ایک خاص کمرہ ہو جسمین پرتکلف کرسیان کوچین، میز وغیرہ ہین، جو شخص آتا ہو پہلے وہان بٹھایا جاتا ہو، اور اسکے سامنے چاے، حقہ سگرٹ، سوڈا، لمنیڈ، پیش کیا جاتا ہو، لوگ خوب حقے اڑاتے ہین، چاے پیتے ہین اور باہم گلچھرے کرتے ہین، نماز کا وقت آجائے اور کوئی نماز پڑھنی چاہے تو وضو کے لیے پانی اور جانماز بھی موجود رہتی ہو، چیف کمشنر صاحب نہایت خوش اخلاق ہین، ملاقات کے وقت کھڑے ہوجاتے ہین، چلتے ہوئے دروازہ تک پہونچاتے ہین، رخصت ہونے کے وقت کہا کہ مدخدا آپ کو دیر تک

زندہ اور سلامت رکھے، اور غالباً یہ فقرہ سب کے لیے مبذول ہے،

محمدان کلب ہال مین، وعظ، اور لکچرون کے متعدد جلسے ہوئے اور نہایت کثرت سے لوگون کا

مجمع ہوتا تھا، و دا ان جلسون مین مین نے صرف ندوہ کے مقاصد پر تقریر کی، اور لوگون پر خاص اثر ہوا تقریر

کے بعد، لوگون نے خواہش ظاہر کی کہ یہان بھی معین الندوہ یعنے ندوہ کے مؤید ایک انجمن قائم کیجائے

چنانچہ بزرگان ذیل نے خود اپنے نام پیش کیے،

جناب سردار میر عالم خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ پشاور، پریسیڈنٹ،
جناب میر جمیل احمد صاحب ناظر چیف کمشنر صاحب صوبہ سرحدی، سکریٹری،
جناب میان عبدالعزیز صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پشاور، ممبر،
جناب راجہ سراج الدین صاحب تحصیلدار، "
جناب میان عنوان الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور "
جناب محمد عظیم خان صاحب اسسٹنٹ سرجن پشاور، "
جناب قاضی محمد اکبر جان صاحب جاگیردار پشاور، "
جناب محمد اکرم خان صاحب بی، اے، چارسدہ ضلع پشاور "
جناب قلی خان صاحب نائب تحصیلدار چارسدہ، "
جناب مولوی محمد سعید صاحب اسسٹنٹ انجنیر پشاور، "
جناب میرزا غلام صمدانی صاحب سپرنٹنڈنٹ ریونیو کمشنر صاحب بہادر صوبہ سرحدی، ممبر
جناب محمد عظیم خان صاحب تحصیلدار ایبٹ آباد ضلع ہزارہ، ممبر
جناب میان محمد قسیم خان صاحب ٹھیکہ دار پشاور، "
جناب میان بدرالدین صاحب ہیڈ کلرک دفتر ریونیو کمشنر صاحب، "

جناب میاں وسیع الدین صاحب آرکیولاجیکل سروی پرنسل اسسٹنٹ جناب سپرنڈنٹ صاحب ممبر

جناب مفتی محمد شریف صاحب سب انسپکٹر پولیس صدر تھانہ پشاور، ″

جناب بابو نور محمد صاحب وٹرنری اسسٹنٹ چھاؤنی پشاور، ″

جناب مفتی محمد حسین صاحب ناظر محکمہ جوڈیشل کمشنر صاحب بہادر صوبہ سرحدی، ″

اگرچہ پشاور کے بزرگون نے پہلے ہی مولوی غلام محمد صاحب شملوی کے جانے کے وقت ندوہ کے لیے چندہ کی ایک رقم فراہم کرکے بھیجدی تھی، تاہم میر جمیل احمد صاحب نے چاہا کہ جیسا کہ ندوہ کے سالانہ اجلاس مین قرار پایا ہی کہ دار الاقامت (بورڈنگ) کا ایک ایک کمرہ، ایک ایک شہر کے مسلمانون کی طرف سے بنوایا جائے، اور اس کمرہ کی پیشانی پر اس شہر کا نام کندہ کیا جائے اس تجویز کے موافق، پشاور کی طرف سے بھی ایک کمرہ بنوایا جائے چنانچہ اسکی کارروائی شروع ہو گی اور امید ہی کہ عنقریب ایک ہزار کی رقم مہیا ہو جائے، اس رقم مین سے سو روپے ہمارے پاس چک کے ذریعہ سے آبھی گئے ہین جو میان محمد قسیم صاحب نے عنایت فرمائے ہین،

پشاور مین جن بزرگون نے ندوہ کے ساتھ نہایت ہمدردی اور سرگرمی ظاہر کی ان مین میر جمیل احمد صاحب، میان عبد العزیز صاحب، ڈاکٹر عظیم الدین صاحب شیخ غلام محمد صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کا نام خصوصیت کے ساتھ لینے کے قابل ہی، ہمارے میزبان حاجی کریم بخش صاحب کو خدا نے اس قدر مقدرت دی ہی کہ اگر وہ چاہین تو اکیلے ندوہ کا دار الاقامت بنوا سکتے ہین لیکن وہ اسلیے ندوہ سے کسی قدر کشیدہ ہین کہ ندوہ مین انگریزی کیون پڑھائی جاتی ہی، تاہم انھون نے دس روپے ماہانہ ندوہ کے لیے مقرر کیا ہی، رخصت کے وقت مجھکو سو روپے اور مولوی شملوی صاحب کو بیس روپے رخصتانہ دیے، ہم لوگون نے بہت کہا کہ ہم لوگ رخصتانہ اور نذرانہ نہین لیتے، لیکن انھون نے سخت اصرار کیا، بالآخر ہم نے وہ رقم لیکر ندوہ مین داخل کردی، حسن اتفاق یہ

کہ ہمارے عزیز دوست خواجہ سجاد حسین صاحب بی، اے (فرزند مولانا حالی) صوبہ سرحدی کی افسر تعلیمات
ہین، انھون نے پچاس روپے میری دعوت خشک کے مد مین پیش کیے، میان عبد الرشید صاحب نے بھی
پچاس روپے دعوت کے لیے، یہ سب رقمین ندوہ مین بھیجدی گئین،

پشاور ، کابل کا گویا خاکہ ہے، اکثر لوگ بلند بالا، تنومند سرخ و سفید، اور قومی الجثہ ہوتے
ہین، لیکن افسوس یہ ہے کہ شہر مین مختلف پارٹیان ہین اور باہم اتحاد نہین ایک اسلامیہ اسکول ہے
جسکی اسٹاف مین ایک بھی گریجوٹ نہین، وہین ہندون کا اسکول ہے جو نہایت اعلی درجے کا
اسکول ہے اسلامیہ اسکول کے متعلق عمارت پچپن ہزار روپیہ گرو ہے، حالانکہ عمارت کئی لاکھ کی
ہے بہرحال ع این قصہ دراز ست بہ پایان کہ رساند،

پشاور سے شاہ سلیمان صاحب حیدرآباد چلے گئے اور مین **راول پنڈی** آیا، یہان
بھی ایک اسلامیہ اسکول ہے اور بہ نسبت پشاور کے اچھی حالت مین ہے، اسکے ہال مین مین نے
ندوہ کے مقاصد پر لکچر دیا خواص وعوام ہر قسم کے لوگ نہایت کثرت سے تھے جلسہ کا اہتمام
قاضی سراج الدین صاحب بیرسٹر، سیٹھ آدم جی صاحب مشہور تاجر، شیخ فضل الٰہی صاحب اور
عبد المجید خان صاحب بیرسٹر کی طرف سے تھا، ندوہ سے لوگون نے نہایت دلچسپی ظاہر کی مین نے
یہان سے بھی ایک کمرہ بننے کی تحریک کی تھی، اور لوگون نے نہایت خوشی سے منظور کی، معین
الندوہ بھی قائم ہوئی، لیکن ابھی تک ممبرون کے نام میرے پاس نہین آئے،

مین راولپنڈی ہی مین تھا کہ مولوی محمد اشرف صاحب وکیل **کوہاٹ** یہان آئے اور
کہا کہ مسلمانان کوہاٹ نے مجکو آپ کے بلانے کے لیے بھیجا ہے، مین مولوی غلام محمد صاحب شملوی
کے ساتھ اپریل ۱۹۱۰ء کو صبح کے وقت کوہاٹ پہونچا۔ اسٹیشن پر تمام اکابر کوہاٹ تشریف لائے تھے
یہان کے لوگ جس جوش اور محبت کے ساتھ ہم لوگون سے ملتے تھے، مین اسکا اثر اب تک دل مین

پا ہون، یہ مشہور بات ہو کس ع بود ہم پیشہ با ہم پیشہ دشمن * لیکن بخلاف اور مقامات کے یہان
کے علما، اور قضاۃ، ہمارے ساتھ اس گرمجوشی کے ساتھ پیش آئے کہ برادرانہ محبت کا لطف آتا تھا،
اسلامی حکومت کے زمانے مین جو عہدے تھے اِن مین سے بعض کے نام باقی رہ گئے ہین اور
بعضون کا تو نام بھی نہین رہا، مثلاً محتسب کا عہدہ جسکو ہندوستان مین عالمگیر نے زندہ کیا تھا
لیکن یہان ایک خاندانی محتسب صاحب بھی ہین اور اسی نام سے پکارے جاتے ہین اِن کو
اس عہدے کے معاوضہ مین جو زمین ملی تھی، اب تک ان کے قبضے مین ہو، حکام انگریزی نے
بھی ان کا یہ لقب قائم رکھا ہو، اِن کے پاس چمڑے کا ایک [illegible] خاندانی میراث مین چلا آتا ہو، لیکن
اُن کو، بلکہ خود ہم کو بھی اس بات کا افسوس ہو کہ غریب [illegible] اپنی خدمت کے انجام دینے کی اجازت
نہین، کپڑے کا ایک غلاف ہو جسمین وہ اپنی افسردہ زندگی بسر کر رہا ہو، محتسب صاحب کو
اپنے عہدے کے لحاظ سے، جابر اور تند مزاج ہونا چاہیے تھا لیکن وہ اسقدر منکسر المزاج ہین کہ اتنا انکسار
تو مین بھی پسند نہین کرتا،

اس شہر مین ایک اسلامی انجمن ہو جسکے سکرٹری خان بہادر سید سکندر شاہ صاحب ایک
معزز خاندانی رئیس ہین اسسٹنٹ سکرٹری مولوی سید اشرف صاحب وکیل ہین اور سچ یہ ہو کہ کوہاٹ
مین جو کچھ قومی زندگی ہو انھین کے دم سے ہو،

سید سکندر شاہ صاحب کے اہتمام سے لکچر کا جلسہ منعقد ہوا، پہلے دن مولوی غلام محمد صاحب
شملوی نے تقریر کی، اور گویا کوہاٹ کو مسخر کر لیا، دوسرے دن زیادہ اہتمام ہوا، اور کئی کئی میل
سے لوگ آئے، شاید کوہاٹ مین آج تک، اس جمعیت اور اقتدار کا کوئی جلسہ نہ ہوا ہوگا، مین نے
اسلام کی جامعیت اور ندوہ کے مقاصد پر تقریر کی، اکثر ہندو اور آریہ صاحب بھی تشریف لائے
تھے دوامی جلسہ انجمن کے ہال مین منعقد ہوا جس مین مین نے معین الندوہ کے قائم کرنے کی

تحریک کی انجمن کے تمام ارکان نے جنکی تعداد اکاون تھی ممبری قبول کی اسی وقت لوگون نے
ماہوار چندے بھی لکھوائے جسکی تعداد ینتالیس روپیہ ماہوار ہے (اسکی تفصیل آئندہ چھپے گی) ماہواری
چندے اگرچہ کم وصول ہوتے ہین لیکن بزرگان کوہاٹ کی نسبت اس قسم کی بدگمانی نہین کیجاسکتی،
کوہاٹ کے لوگ نہایت سادہ، نیک دل، عقیدت کیش، اور فدائے اسلام تھے لیکن
تعلیم نہین ہے، نہ کوئی ایسا مقتدا ہے جو اُن کو ٹھیک راستہ پر چلائے چند رسمین ان مین جاری
ہین جنکے مصارف اُن کو پامال کیے ڈالتے ہین لیکن وہ اسکے پنجہ سے چھوٹ نہین سکتے،
رخصت کرنے کے وقت تمام بزرگان کوہاٹ، اسٹیشن پر تشریف لائے، اور نہایت
جوش اور محبت کے ساتھ ہمکو رخصت کیا،
بزرگان کوہاٹ نے بھی ایک کمرہ کی تعمیر کا ذمہ لیا. اور اسکی پہلی قسط ایک سو سات
روپے نقد عنایت کی، اسمین ڈاکٹر عبدالقادر صاحب نے سو روپیہ دینا منظور کیا،

شبلی نعمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الندوہ

شذرات

جناب مولوی سید عبدالحی صاحب معتمد مراسلات نے پچھلے پرچے مین جو مضمون، نصاب تعلیم پر مورخانہ اور محققانہ لکھا تھا، ہمکو خوشی ہی کہ ارباب علم نے اسکو قدر کی نگاہ سے دیکھا، حافظ احمد علی صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ ریاست رام پور ایک خط مین لکھتے ہین کہ یہ مضمون پسند کیا گیا، مدرسہ عالیہ مین بھی ترمیم نصاب (قدیم) پر غور ہو رہا ہی

ہم نہایت خوشی سے اس بات کا اظہار کرتے ہین کہ مدراس سے نواب محمود خان صاحب داماد نواب عظیم جاہ بہادر مرحوم پرنس ارکاٹ، نے جو اسوقت سلطنت **ایران** کے عہدۂ سفارت پر ممتاز ہین، دارالعلوم ندوۃ العلما کی تعلیم اور تربیت کی خوبی کی تحسین کی، اور ۱۰۰ روپے دینی تعلیم پر صرف کرنے کے لیے بھیجے ہین،

دارالعلوم کی عمارت کے شروع ہونے مین جو دیر ہو رہی ہی اسنے لوگون کو کسی قدر بے صبر کر دیا ہی لیکن حالات یہ ہین کہ پہلا نقشہ جو طیار ہو کر آیا تھا، خان بہادر سید جعفر حسین صاحب انجنیر نے اسمین نہایت ضروری

تجویز کی ہین اور انھون نے اب اپنا کام ختم کر دیا ہی، منشی احتشام علی صاحب معتمد مال اور رکن صیغۂ تعمیر نے
ایک ہوشیار تعلیم یافتہ انجینیر کو ان کے پاس بھیجا ہی کہ نقشے کو پورا مرتب کر کے لائے، امید ہی کہ بہت جلد
یہ کام انجام پا جائے گا اور تعمیر شروع ہو جائے گی

ہمکو علم ادب کے زوال پر رونا آگیا جب ہمنے یہ دیکھا کہ ندوہ کے عربی اڈریس پر بعض لوگون نے
نحو صرف اور عربیت کی رو سے غلطیان نکالی ہین، افسوس اب ملک کے جہالت کی یہ نوبت پہونچی ہی کہ لوگ
اپنے کم علمی کی داد چاہتے ہین آج تمام ہندوستان مین **سید ابو بکر شہاب یمنی** سے بڑھکر کوئی شخص ادیب
نہین، وہ یمن کے رہنے والے ہین، اور حیدر آباد کے دار العلوم مین (جو یونیورسٹی ہونے والا ہی) ادب کے
پروفیسر ہین، عربی اخبارات مصر و شام، ان کے مضامین کو فخریہ درج کرتے ہین، آجکل جب مین حیدر آباد گیا تھا
تو اتفاق سے یہ اڈریس ان کی نظر سے گذرا، انھون نے پڑھ کر کہا کہ مجھکو معلوم نہ تھا کہ ہندوستان مین اس درجے
کی عبارت کوئی شخص لکھ سکتا ہی، المنار کا اڈیٹر رشید رضا بہت ہی اچھا ادیب ہی اسنے ہماری تحریک کے بغیر ایک دو لفظ کی تغیر کے ساتھ بقیہ تمام
اڈریس شائع کر دیا، مولوی محمد فاروق صاحب جریاکوٹی مشہور ادیب نے، اس اڈریس کو نہایت پسند کیا تھا، حقیقت
یہ ہی کہ جن لوگون نے اسپر اعتراض کیا ہی، ان کو اپنی مبلغ علم کے لحاظ سے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا،

مصر مین جو یونیورسٹی **جامعہ** کے نام سے قائم ہوئی ہی اسمین پروفیسر جو لکچر دیتے ہین وہ ایک
رسالہ کے ذریعہ سے شائع کیے جاتے ہین جسکا نام جامعہ ہی، ہم نے ان لکچرون کو دیکھا اور ہمکو افسوس ہوا
یہ لکچر ان ملکون کے لیے مفید ہین جہان ضروری تعلیم کے سامان مہیا ہو چکے ہون، صرف خیالی تحقیقات اور
نازک خیالیان باقی رہ گئی ہون، مصر مین ابھی تک سائنس کے اوسط درجے کی تعلیم بھی نہین، یہ دور از کار
مباحث وہان کس کام کے ہین،

مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوہ کی کوشش سے **پشاور** کے بزرگون نے ندوہ کی طرف نہایت توجہ ظاہر کی چنانچہ بزرگان ذیل نے حسب ذیل چندہ دینا منظور فرمایا، اور جناب مولوی عبدالرحیم صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول پشاور نے پچاس روپے اپنے اسکول سے چندہ کرکے بھیجے،

(۱) جناب خان صاحب حاجی کریم بخش صاحب سیٹھی رئیس پشاور۔ سے ماہوار

(۲) جناب سیٹھ کریم بخش صاحب رئیس محلہ لساط گل جین پشاور، صہ ماہوار

(۳) جناب میان بشیر احمد خان صاحب خلف جناب میر احمد صاحب سیٹھی رئیس پشاور۔ ے ماہوار

(۴) جناب منشی سید عالم صاحب انسپکٹر پولیس پشاور۔ دعہ سالانہ

(۵) جناب حافظ زین العابدین صاحب انسپکٹر پولیس پشاور۔ للعہ سالانہ

(۶) جناب سید لعل بادشاہ صاحب محلہ لساط گل جین پشاور۔ دعہ سالانہ

(۷) جناب میر جمیل احمد صاحب ناظر محکمہ عالیہ جیف کمشنر صاحب پشاور۔ للعہ سالانہ

(۸) جناب ڈاکٹر محمد عظیم خان صاحب اسسٹنٹ پشاور۔ دعہ سالانہ

ایرانی شاعری

کا

دورِ آخر

ایران مین تیموری خاندان کا اخیر فرمان روا، سلطان حسین میرزا تھا اسکے آخری زمانے مین سلطنت **صفویہ** کا آغاز ہوا، جسکی اجمالی کیفیت یہ ہی، کہ شیخ صفی الدین آردبیلی، ایک مشہور خاندان سادات کے

لہ ماخوذ از مسودہ شعرالعجم حصہ سوم مصنفہ شبلی نعمانی،

سی، ا شین تھے، ان کی اولاد مین سلطان حیدر ایک بزرگ پیدا ہوئے جنکے مرید قرمزی رنگ کی بارہ گوشہ کی
ٹوپی پہنتے تھے اور اس مناسبت سے قزلباش کہلاتے تھے جسکا لفظی ترجمہ سرخ سر ہی، وہ ایک معرکہ مین
شہید ہوئے انکے صاحبزادے شاہ اسماعیل نے محرم ۹۰۵ھ ہجری مین ستر آدمیون کے ساتھ آذربایجان
پر چڑھائی کی اور رفتہ رفتہ اپنی جماعت اسقدر بڑھائی کہ شروان پر حملہ آور ہو کر وہان کے فرمانروا کو شکست
دی، انھون نے ۲۵ برس کی مدت مین ایک وسیع سلطنت قائم کر لی اور حکومت صفویہ کی بنیاد
ڈالی ۹۲۰ھ ہجری مین انکا انتقال ہو گیا،

انکے بعد انکے بیٹے طہماسپ نے سلطنت کو اور زیادہ ترقی دی، چنانچہ فوج کی تعداد ایک لاکھ
چودہ ہزار تک پہنچائی اور دور دور تک صوبے فتح کر لیے، ۵۵ برس حکومت کرکے ۹۸۰ھ ہجری مین
وفات پائی، انکے بعد انکا بیٹا اسمٰعیل مرزا اور پھر اسکے بعد اسکا بھائی محمد اور اسکے بعد اسکا بیٹا شاہ عباس
۹۹۵ھ ہجری مین فرمانروا ہوا شاہ عباس وسعت حکومت اور انتظامات ملکی مین دوسرا اکبر یا شاہجہان تھا
اسنے ایران کو اس سرے سے اُس سرے تک زیرنگین کیا، اُزبکون سے خراسان چھینا، آرمینیہ پر فتح
حاصل کی، عراق عرب کو مسخر کیا، ترکون سے برابر کی صلح کی، غرض خراسان سے لیکر عراق تک اس کی
حدود حکومت مین آگیا، اُس نے ملک کی امن و امان آبادی اور سرسبزی کے لیے جو جو کام کیے،
ہندوستان کا تیموری خاندان بھی نہ کرسکا، ملک مین اس سرے سے اُس سرے تک کاروان سرائین
بنوائین، جنمین مسافرون کے لیے سلطنت کی طرف سے تمام چیزین مہیا رہتی تھین، والہ داغستانی
اپنے تذکرہ مین لکھتا ہی،

جمیع عمارات معظم ایران بناکردہ آن شہریارست، چندین شہر
در مازندران و خراسان و عراق و آذربایجان ساختہ است خصوصاً اصفہان را
کہ رشک جنان نمودہ، قانونے بجہت مہمانداری مسافران بجور بربستہ بود کہ در جمیع

مراحل و منازل از یک ہزار و از ہزار تا دہ ہزار از غریب و توانگر از رعیت و
سپاہ کہ از بومی و غریب ہر کس و ہر قدر بودند، در کاروان سراہا کہ ساختہ است
ہر گاہ وارد می شدند، ہمان لحظہ مایحتاج حتی بستر و فراش بہ خور ہر کس ملازمان
شاہی کہ باین کار گماشتہ بودند، حاضر می کردند و ظروف در کمال تکلف از چینی
و غوری وغیرہ در ہر منزل و مکان آن قدر بودہ کہ ہمہ مسافران را کفایت ہمی کرد
و باز بہ تحویلداران مکان سپردہ می شد و این امر بیشتر از عراق تا مازندران بودہ و
در طرف و بلاد دیگر نیز رواج داشتہ لیکن نہ باین اہتمام،

شاہ **عباس** نے ۴۴ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۰۳۸ ہجری مین وفات پائی، اسکے بعد
شاہ صفی اور اسکے بعد شاہ عباس ثانی تخت نشین ہوا اور ۱۰۷۷ ہجری مین وفات پائی،

اس خاندان نے اگرچہ سنی مذہب کو نہایت ظلم اور بیرحمی اور سفاکی کے ساتھ ایران سے
معدوم کر دیا، یعنے جو لوگ شیعہ مذہب قبول نہ کرتے تھے وہ قتل کر دیے جاتے تھے، چنانچہ مآثر الامرا
وغیرہ مین اسکی متعدد داستانین نقل کی ہین،

لیکن بہر حال تمام ملک مین یکسوئی پیدا ہو گئی، اتنا بڑا وسیع ملک جھگڑون سے
پاک ہو گیا، **تمدن و تہذیب** کو نہایت ترقی ہوئی، ہر چیز مین حد سے زیادہ نفاست اور تکلف
شروع ہوا، اسکا اثر شاعری پر بھی پڑا، اور اسیلیے شاعری مین نہایت لطافت اور نزاکت پیدا ہوگئی،

صفوی خاندان خود صاحب علم و فضل اور سخن سنج اور سخن شناس تھا، اسیلیے اسنے
شعر کی نہایت قدر و منزلت کی،

شاہ عباس ایک دفعہ کوکبۂ شاہی کے ساتھ جا رہا تھا کہ اُدھر سے حکیم **شفائی** مشہور
شاعر آ رہا تھا، شاہ عباس نے سواری سے اُتر جانا چاہا، شفائی نے بڑے اصرار سے روکا

تا ہم امرا و دربار ی گھوڑے سے اُتر تے تھے، شاہ عباس اکثر مسیح کاشی کے گھر اُنسے ملنے جایا کرتا تھا
چونکہ اسی زمانے مین ہندوستان مین تیموری خاندان شاہانہ فیاضیون کا دریا بہا رہا تھا
اور ایران کے شعرا دولت کی کشش سے ادھر کھچے چلے آتے تھے، اسلیے صفوی خاندان اور بھی
رقیبانہ حوصلہ مندیون پر مجبور ہوتا تھا لیکن ایران سے اس معرکہ مین آخر ہندوستان
ہی نے بازی جیتی،

ہندوستان مین اگرچہ شاعری بابر کے ساتھ آئی، چنانچہ آتشی قندھاری جسکا یہ مطلع مشہور ہے
بیا در کشتی چشم نشین و سیر دریا کن　　سر شکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کن
بابر کے ساتھ ہندوستان مین آیا، لیکن شاعری کی تربیت بیرم خانخانان سے شروع
ہوئی، وہ خود پختہ کار شاعر تھا اور ترکی و فارسی دونون زبانون مین کہتا تھا، اکثر شعرا اسکے دربار مین
ملازم تھے، نظیری سمرقندی نے اسکے اشارہ سے شاہنامہ ہمایونی لکھنا شروع کیا تھا، اور کئی
داستانین نظم کین، چنانچہ جب سکندر لودی کا معرکہ نظم کر کے سنایا تو بیرم خانخانان نے اسپر نکتہ چینی
کی، نظیری نے بیرم خان کی اصلاح اور ہدایت کے موافق ایک رات مین چار سو شعر لکھ کر سنائے اور
بیش بہا صلہ حاصل کیا، بدایونی نے بعض اشعار نقل بھی کیے ہین،

اکبر گو اُمّی تھا لیکن نہایت خوش فہم اور قدردان سخن تھا، اسنے ملک الشعرائی کا خاص
عہدہ قائم کیا، جسپر سب سے پہلے غزالی مامور ہوا، اکبر کی فیاضیان دیکھ کر ایران کے تمام شعرا ہندوستان
مین اُمنڈ آئے، اکبری شعرا کی فہرست جو ابوالفضل نے آئین اکبری مین درج کی ہے حسب ذیل ہے،
حکیم سنائی، غزالی، عرفی، نظیری نیشاپوری، حزنی صفہانی، قاسم کاہی، ملی ہروی

۱؎ سرو آزاد،

۲؎ بدایونی جلد سوم صفحہ ۱۸۰،

جعد بیگ قزوینی، خواجہ حسین مروی، حیاتی گیلانی، شکیبی صفاہانی، انیسی شاملو، صالحی ہروی، محوی ہمدانی، صرفی ساوجی، قراری گیلانی، عتابی نجفی، ملا صوفی مازندرانی، جدائی مرزی، وقوعی نیشاپوری خسروی قاینی، وفائی سپاہانی، شیخ ساقی، رفیعی کاشانی، غیرتی شیرازی، حالتی، سنجر کاشی، جذبی تشبیہی کاشی، اشکی قمی، اسیری رازی، فہمی رازی، قیدی شیرازی، پیروی ساوجی، کامی سبزواری پیامی، سید محمد ہروی، قدسی کربلائی، حیدری تبریزی، سامری، فریبی شاپور، فسونی شیرازی، نادری ترشیزی، نوعی مشہدی، بابا طالب صفہانی، سرمدی صفہانی، دخیل صفہانی، قاسم ارسلان مشہدی غیوری حصاری، قاسمی مازندرانی، رہی نیشاپوری،

یہ وہ لوگ ہین جو دربار مین پہونچے،

ابو الفضل ان نامون کو لکھکر لکھتا ہی " وآنانکہ سعادت بار نیافتند واز دور دستہا گیتی خداوند را ستایشگر، بس انبوہ، " چون قاسم گونا بادی، ضمیری سپاہانی، وحشی بافقی، محتشم کاشی، ملک قمی ظہوری ترشیزی، ولی دشت بیاضی، نیکی، صبری، نگاری، حضوری، قاضی نوری صافی، طوفی تبریزی، رشکی ہمدانی، ان مین سے بھی بجز دو تین کے سب ہندوستان مین آئے تھے،

اکبر اور جہانگیر وغیرہ سلاطین، خود صاحب مذاق اور نکتہ سنج تھے اسلیے شعرا فن شعر مین ترقی کرنے کی کوشش کرتے تھے، اسکے ساتھ چونکہ تقرب حاصل کرنے کی غرض سے ہر شاعر دوسرے سے بڑھ جانا چاہتا تھا، اسلیے خودبخود ان سخن سنجون کے کلام مین زور پیدا ہوتا جاتا تھا، اور ہر ایک اپنے کلام مین کوئی نہ کوئی جدت پیدا کرتا تھا،

اکبر نے بارہا اساتذہ کے اشعار پر قابل قدر نکتہ چینیان کین، اور نقادان فن نے اسکی تنقید کی داد دی، ایک دفعہ کسی نے **فغانی** کا یہ شعر پڑھا،

مسیحا یار و خضرش ہمرکاب و ہم عنان عیسیٰ   فغان از آفتاب من بدین اعزاز می آید

اکبر نے بہ نسبتہ اصلاح دی مصرع فغانے شہسوار من بدین اعزاز می آید

جہانگیر کا ذوق شاعری اسقدر صحیح تھا جسقدر ایک بڑا نقاد فن کا ہو سکتا ہے جس شاعر کی نسبت اسنے جو کچھ لکھدیا ہے، اس سے بڑھکر اسکے متعلق ریویو نہین کیا جا سکتا، طالب آملی ایک مدت تک اسکے دربار مین شاعری کرتا رہا لیکن اسنے ملک الشعرائی کا خطاب اسکو اسوقت دیا جب وہ درحقیقت اس منصب کے قابل ہوا چنانچہ خود لکھتا ہے

درین تاریخ (تخت نشینی کے چودھوین سال) طالب آملی بخطاب

ملک الشعرا خلعت امتیاز پوشیدہ چون رتبہ سخنش از ہمگنان درگذشت در

سلک شعرائے پایہ تخت منتظم گشت، این چند بیت از وست،

پھر چند شعر طالب کے انتخاب کیے ہین کہ خود طالب اس سے اچھا انتخاب نہین کر سکتا تھا

ایک دفعہ خانخانان نے یہ غزل طرح کی، ع "بہر یک گل زحمت ہر خار می باید کشید" ملا صفوی اور میرزا مراد نے بھی اس طرح مین غزلین لکھین، طرح کا مصرع چونکہ نہایت شگفتہ تھا جہانگیر نے فی البدیہ مطلع کہا،

ساغرے بر رخ گلزار[1] می باید کشید ابر بسیار ست مے بسیار می باید کشید

طرح کا مصرع جامی کی غزل کا ہے، جہانگیر نے پوری غزل نکلوا کر دیکھی، لیکن چونکہ یہی ایک مصرع کام کا تھا، تزک مین لکھتا ہے،

این مصرع ظاہر شد کہ از مولانا عبد الرحمن جامی ست غزل او تمام

بہ نظر در آمد، غیر از ان مصرع کہ بطریق مثل زبان زد روزگار شدہ دیگر کارے

نساختہ بغایت سادہ و ہموار گفتہ[2]

---

[1] بر رخ گلزار یعنے باغ کے سامنے، [2] تزک جہانگیری مطبوعہ علی گڈھ، صفحہ ۳۳۳،

ایک دفعہ دربار مین امیر الامرا کا یہ شعر پڑھا گیا،

گرمسیح از سر ما کشتگان عشق | یک زندہ کردن تو بصد خون برابرست

جہانگیر کے اشارے سے سب نے اسپر غزلین لکھین، جہانگیر نے ملا احمد مہرکن کا شعر پسند کیا

چنانچہ یہ تمام واقعہ خود تزک مین لکھا ہی جو حسب ذیل ہی،

بہ تقریبے این بیت امیر الامرا خواندہ شد، ع گذرمسیح از سر ما کشتگان عشق

چون طبع من موزون ست گاہے بہ اختیار وگاہے

بے اختیار مصراعے ورباعی یا بیتے در خاطرم سرمیزند این بیت برزبان گذشت

از من متاب رخ کہ نیم بے تو یک نفس | یک دل شکستن تو بصد خون برابرست

چون خواندہ شد ہرکس کہ طبع نظمے داشت درین زمین بیتے گفتہ گذرانید

علی احمد مہرکن کہ احوال او پیش ازین گذشت، بد نہ گفتہ بود،

ای محتسب زگریۂ پیرمغان بترس | یک خم شکستن تو بصد خون برابرست

فرہنگ جہانگیری جب جہانگیر کے سامنے اسکے مصنف نے پیش کی تو جہانگیر نے

نہایت قدردانی کی چنانچہ لکھتا ہی،

میرعضد الدولہ از آگرہ آمدہ ملازمت نمود، فرہنگے کہ در لغت ترتیب

دادہ بہ نظر در آوردہ، الحق محنت بسیار کشیدہ و خوب پیروی ساختہ وجمیع

لغات را از اشعار علما قدما مستشہد آوردہ، درین فن کتابے مثل آن نمی باشد،

ایک دفعہ ایک شاعر نے جہانگیر کی مدح مین قصیدہ لکھکر پیش کیا، مطلع کا پہلا مصرع یہ تھا ع

ای تاج دولت برسرت از ابتدا تا انتہا،

ا تزک جہانگیری صفحہ ۱۱۱، ۲ تزک جہانگیری صفحہ ۲۵۹، ۳ تذکرہ سرخوش ذکر جہانگیر

جہانگیر نے کہا تم عروض بھی جانتے ہو، شاعر نے کہا نہیں، جہانگیر نے کہا اچھا ہوا ورنہ تمھارے تقطیع کا علم ہوتا، پھر مصرع کی تقطیع کرکے بتایا کہ دوسرا رکن یون آتا ہی "لت بر سرت" اور یہ سخت بے ادبی ہے

اس زمانے میں مسّی بتخلص ایک شاعر تھا جو قوم کا کلال تھا، کلالون کی قوم شاہی درباروں میں دربانی اور چاوشی کے لیے مخصوص تھی، مسّی نے شاعری کی تقریب سے نورجہان بیگم کے ذریعہ سے جہانگیر کے دربار میں رسائی پیدا کرنی چاہی، جہانگیر نے کہا ان لوگون کا کام چاوشی اور سواری کا اہتمام ہی ان کو شاعری سے کیا مناسبت. لیکن چونکہ نورجہان کی خاطر عزیز تھی، اجازت دی مسّی نے یہ شعر پڑھا،

مکن بگریۂ مے دار و اے نصیحت گر   کنارہ گیر کہ امروز روز طوفان ست

جہانگیر نے کہا دیکھا وہی اپنے پیشے کی رعایت، دوسرے موقع پر پھر نورجہان بیگم نے تقریب کی مسّی نے مطلع پڑھا،

من بیروم و برق زنان شعلہ آہم   اے ہمنفسان در شوید از سر راہم

جہانگیر نے ہنسکر کہا وہ اثر کہاں جا سکتا ہی،

سلسلۂ سخن میں ہم کہاں سے کہاں نکل آئے، جہانگیر کی لائف لکھنی مقصود نہیں، لیکن یہ دکھانا ہی کہ ان سلاطین کے دربار میں شعر و شاعری کو جو ترقی ہوئی وہ صرف اسلیے نہ تھی کہ شاعری سے دولت ہاتھ آتی تھی بلکہ زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ یہ سلاطین خود موزون طبع تھے، نقادفن تھے، اچھے برے کی تمیز رکھتے تھے، موقع بہ موقع شعرا کو ٹوکتے رہتے تھے، ان کو صحیح داد دیتے تھے، اسلیے ان کے دربار حقیقت میں شاعری کی تعلیم گاہ تھے،

دکن میں ابراہیم عادل شاہ کی قدردانی اور فیاضی نے بیجاپور کو ایران کا ٹکڑا بنا دیا تھا ظہوری اور ملک قمی اسکے دربار کے ملازم تھے اور اکبر کی کشش بھی ان کو دلی اور آگرہ نہ کھینچ سکی برہانپور میں

سلہ تذکرہ سرخوش ذکر مسّی،

نظام شاہ بحری گویا اس فن کا مربی تھا، ظہوری نے ساقی نامہ اسکی شان مین کہا ہی جسکا بیش بہا صلہ عطا ہوا تھا،

ہندوستان کی یہی فیاضیان تھین جنکی بنا پر تمام ایران ادھر کھنچا چلا آتا تھا، خود شعرا کی زبان سے اسکی تصدیق ہوتی ہی،

میرزا صائب

ہمچو عزم سفر ہند کہ در ہر دل ہست | رقص سودائے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست

ابوطالب کلیم

اسیر ہندم وزین رفتن بیجا پشیمانم | کجا خواہد رساندن پر فشانی مرغ بسمل را
بایران میرود نالان کلیم از شوق ہمراہان | بپائے دیگران ہمچون جرس طی کردہ منزل را
زشوق ہند زان سان چشم حسرت بر قفا دارم | کہ رو ہم گر براہ آرم نمی بینم مقابل را

علی قلی سلیم

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال | تا نیامد سوئے ہندستان حنا رنگین نشد

دانش مشہدی

راہ دور ہند با نسبت وطن دارد مرا | چون حنا شب در میان رفتن ہندستان خوش ست

ہندوستان کی قوت کشش اس زمانے کے ساتھ مخصوص نہین، ہمیشہ سے اسکی قدر دانی کے شہرے ایرانیون کے لیے دام تسخیر تھے، خواجہ حافظ کو بادشاہ بغداد نے بار بار بلایا لیکن جگہ سے نہ ہلے، شیراز ہی مین بیٹھے غزلین لکھ کر بھیجدین، لیکن دکن سے تحریک ہوئی تو جہاز مین سوار ہو کر ہرمز تک آئے، جامی ایران مین تھے، لیکن قصیدے ہندوستان مین بھیجتے تھے

جامی اشعار دلاویز تو چندین ز لطیف | دبش احسن بوہ [illegible]

ہر دو قافلہ ہند روان کن کہ رسد ــــــ شرف عز قبول از ملک التجار ش

علی نقی کمرہ نے ۳۵ شعرون کا قصیدہ فیضی کی مدح مین لکھکر بھیجا جسمین کہتا ہی،

مرا افگند بر نظم او در مدح فیضی ــــــ ابو الفیض آن گزین اکبر و شیخ کبیر من

ہندوستان مین، سلاطین اور شہزادون کے علاوہ امرا اکثر سخن فہم اور قدردان تھے انمین

ابو الفتح گیلانی اور عبد الرحیم خانخانان نے درحقیقت شاعری کی اکاڈمی (بیت العلما) قائم کی

جسکی بدولت شعرا نے اس فن مین نہایت ترقی کی، ابو الفتح ایک خط مین خانخانان کو لکھتا ہی،

قصائدے کہ یاران آن جا گفتہ بودند شعرائے این جا فرمودہ شد

نام نامی شما ہر گاہ بہ اتمام می رسد بہ ملازمت فرستادہ خواہد شد ملا عرفی و

ملا حیاتی بسیار ترقی کردہ اند[1]،

عبد الباقی مآثر رحیمی مین لکھتا ہی،

اکثرے از اعیان دولت و ارکان سلطنت بادشاہ مرحوم (اکبر)

دست گرفتہ و تربیت کردہ ٔ (حکیم ابو الفتح) اند و ہر کہ تازہ از ولایت آمدہ

بندگی و مصاحبت ایشان اختیار می نمودہ، چنانچہ خواجہ حسین ثنائی و میرزا قلی میلی

و عرفی شیرازی، و حیاتی گیلانی، و سائر مستعدان در خدمت او بودہ اند،

شعر کی تاریخی زندگی مین یہ واقعہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان مین آکر فارسی شاعری نے

ایک خاص جدت اختیار کی جسکی تفصیل ہم کسی آیندہ موقع پر لکھین گے، یہ جدت حکیم ابو الفتح

ہی کی تعلیم کا اثر تھا، مآثر رحیمی مین ہی،

و مستعدان و شعر سنجان این زمان را اعتقاد آن ست کہ تازہ گوئی کہ

---

[1] چہار باغ یعنی مکاتیب حکیم ابو الفتح،

درین زمان در میانہ شعرا مستحسن ست وشیخ فیضی، و مولانا عرفی شیرازی

وغیرہ بہ آن روش حرف زدہ اند بہ اشارہ و تعلیم ایشان وحکیم ابوالفتح) بودہ

(مآثر رحیمی، تذکرہ حکیم حاذق)

اسی طرح **خانخانان** کی شاہانہ فیاضیون اور شاعرانہ نکتہ سنجیون نے شعروشاعری کے حق مین ابر کرم کا کام دیا، خانخانان نے احمد آباد مین ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا جسمین ہر فن کی نہایت نادر کتابین جمع کین، ایک عجیب خصوصیت اس کتب خانہ کی یہ تھی کہ جسقدر مشہور شعرا اس کے دربار مین تھے، اِن کے دیوان خود انکے ہاتھ کے لکھے ہوئے کتب خانہ مین محفوظ تھے، اکثر شعرا اس کتب خانہ کی خدمت پر مامور تھے، یہین غزلون کی طرحین دیجاتی تھین، شعرا مشاعرے کرتے تھے خانخانان خود بھی شریک صحبت ہوتا تھا، اور قدردانی سے دل بڑھاتا تھا، خود بھی ان طرحون مین غزلین کہتا تھا[1]،

رسمی قلندر ایک ایرانی درویش شاعر تھا، اسنے خانخانان کی تربیت شعروشعرا کا ذکر ایک قصیدہ مین تفصیل سے کیا ہی، چنانچہ خانخانان کو مخاطب کرکے کہتا ہی،

زمین مدح تو آن نکتہ سنج **شیرازی**	رسید صیت کلامش بہ روم از خاور
بطرز تازہ ز مدح تو آشنا گردید (یعنی عرفی)	چو روے خوب کہ یابد ز ماشطہ زیور
زفیض نام تو **فیضی** گرفت چون خسرو	بہ تیغ ہندی اقلیم سبعہ را یکسر
زریزہ چینی خوانت **نظیری** شاعر	رسیدہ است بجاے کہ شاعران دگر
کنند بہر مدیحش قصیدہ انشا (ق)	کہ خون رشک چکد از دل سخن پرور
سواد شعر **شکیبی** چو کحل اصفاہان	بہ تحفہ سوے خراسان برند اہل نظر

[1] کتبخانہ کا حال مآثر رحیمی کے مختلف مقامات مین مذکور ہی،

ز...جت تو حیاتی حیات دیگر یافت	سبلے مقوی طبع عرض بود جوہر
حدیث نوعی کفوی بیا چه سازم من	چو زنده اند بمدح تو تا دم محشر
زنعمت تو... نوعی رسید آن مایه	که یافت میر معزی زنعمت سنجر

خانخانان اس درجہ کا سخن سنج تھا کہ اگر وہ شاعری میں پڑتا، تو عرفی اور نظیری کا ہمسر ہوتا
اس طرح میں، چندست، پندست، فرزندست تمام مشہور شعرانے زور آزمائیاں کی ہیں، نظیری
اور خانخانان کی غزل ہم بالمقابل درج کرتے ہیں، دونوں کا خود موازنہ کرو۔

خانخانان

شمار شوق ندانسته ام که تا چندست
جز این قدر که دلم سخت آرزومندست

بکیش صدق و صفا حرف عهد بیکارست
نگاه اهل محبت تمام سوگندست

نه دام دانم و نه دانه این قدر دانم
که پای تا بسرش هر چه هست در بندست

مرا فروخت محبت ولی ندانستم
که مشتری چه کس است و بهاش چندست

ادای حق محبت عنایتی ست ز دوست
وگرنه خاطر عاشق بهیچ خرسندست

ازان خوشم بسخنهای دلکش تو رحیم
که اندکی به اداهای عشق مانندست

نظیری

بحرف اهل غرض قرب و بعد ما بندست
دل شکسته ما را هزار پیوندست

ازان دمم که بحسرت فگنده دیدن او
نگه بگوشه چشم هنوز در بندست

نظر دلیر نشد تا مژه به پیش آمد
حجاب اگر پر کاه است کوه الوندست

دو چشم ساکن بیت الحزن من گریه
که من اسیر بمعشوقم او بفرزندست

درازدستی حسن که گل بچشم ریخت
که تا بدامنم از جیب در شکرخندست

بکینه جوئی افلاک عشق می نازم
که هر که دشمن ما شد دوست مانندست

نظیری از تو بجان کندن ست لب کشائی
+
باین قدر کہ بگوئی بمیر خرسندست
+

دونون غزلون کے موازنہ کرنے کا یہ موقع نہیں لیکن صاحب ذوق سمجھ سکتا ہی کہ خانخانان

کے کلام مین جو صفائی، شستگی، دلاویزی، اور سوز و گداز ہی نظیری کی غزل اس سے بالکل خالی ہی

خانخانان کی فیاضی اور قدردانی سے جو شعرا اور اہل کمال اسکے دربار مین جمع ہوگئے، سلاطین کو بھی

یہ بات نصیب نہین ہوئی، مآثر رحیمی مین ان تمام شعرا کا مفصل تذکرہ ہی، عرفی نے جب یہ قصیدہ پیش کیا ع

اے داشتہ در سایہ ہم تیغ و قلم را ‌ ‌ ‌ تو ایک لاکھ روپے دلوائے،

عرفی خانخانان کی مدح مین خصوصیت کے ساتھ اپنے کمال سخن کی داد چاہتا ہی کیونکہ جانتا

ہی کہ وہ خود اس فن کا حریف ہی چنانچہ کہتا ہی،

سخن شناسا دیدی و دیدہ باشی ہم ‌ ‌ ‌ علو پایۂ من در مقام سحبانی

فلان مربی و من تربیت پذیر این بس ‌ ‌ ‌ ز فضل خود چہ زنم لاف ہاے طولانی

مربیان سخن کے سلسلہ مین علی قلی خان، خان زمان، خان اعظم کوکلتاش ظفر خان، اور

غازی خان، کا نام بھی نظرانداز نہین کیا جا سکتا، خان زمان اکبری دربار کے امرائے کبار مین سے

تھا، جو بالآخر حریف سلطنت بنکر مارا گیا، وہ خود شاعر اور قدردان سخن تھا، سلطان تخلص کرتا تھا،

چنانچہ بدایونی نے شعرا کے ذیل مین اس کا حال لکھا ہی، اکثر شعرا اسکے دربار مین ملازم تھے، ایک

دفعہ اسنے جب یہ غزل لکھی،

باریک چو موئے ست میانے کہ تو داری ‌ ‌ ‌ گویا سر آن موست دہانے کہ تو داری

تو اکثر شعرا نے اس کا تتبع کیا ایک شاعر نے یہ مطلع لکھا

لہ کلمات الشعرا سرخوش ذکر خانخانان،

گفتم کہ گمانے ست رہاسنے کہ تو داری گفتا کہ یقین ست گمانے کہ تو داری

غزالی جب ایران سے دکن مین آیا اور حسب دلخواہ اسکی قدر دانی نہین ہوئی تو خان زمان نے ہزار روپیہ اور چند گھوڑے بھیجکر بلایا اور یہ قطعہ لکھکر بھیجا،

اے غزالی بحق شاہ نجف کہ سوے بندگان بیچون آے
چونکہ بے قدر گشتہ آنجا سرخود گیر و زود بیرون آے

"سرخود گیر" سے ہزار روپیہ کا کنایہ تھا کیونکہ غزالی کا پہلا حرف غ ہے جسکے عدد ہزار ہین

غزالی دکن سے **جونپور** مین آیا اور جب تک خان زمان زندہ رہا اسنے اور کسی دربار کی طرف رخ نہین کیا، جونپور مین آکر اسنے ایک مثنوی نقش بدیع لکھکر پیش کی جسمین ایک ہزار شعر تھے خان زمان نے وہ صلہ دیا جو سلطان محمود نے دے سکا تھا (فی شعر ایک اشرفی) اس مثنوی کے چند شعر اس لحاظ سے نقل کرتا ہون کہ ناظرین خان زمان کی صحیح المذاقی کا اندازہ کرسکین،

خاک دل آن روز کہ می بیختند شبنمے از عشق برو ریختند
دل کہ بہ آن رشحہ غم اندود شد بود کبابے کہ نمک سود شد
بے اثر مہر چہ آب و چہ گل بے نمک عشق چہ سنگ و چہ دل
ذوق جنون از سر دیوانہ پرس لذت سوز از دل پروانہ پرس

خان زمان کے مرنے کے بعد غزالی **اکبر** کے دربار مین آیا اور **ملک الشعراء** کے خطاب سے ملقب ہوا خاندان تیموریہ مین یہ پہلا شخص تھا جو اس منصب پر ممتاز ہوا، **الفتی** یزدی خان زمان ہی کے دربار مین ملازم تھا،

ل خزانہ عامرہ ذکر غزالی،

ل بدایونی جلد سوم تذکرہ الفتی صفحہ ۱۸۹،

خان اعظم کوکلتاش اکبر کا رضاعی بھائی تھا اور اسکے ساتھ کا کھیلا تھا اکبر اسکی ناز برداریان کرتا تھا، اور کہتا تھا، "چہ کنم در میان من و خان اعظم دریاے شیر حائل ست" خان اعظم نہایت قابل نہایت نکتہ سنج اور بہت بڑا مورخ تھا، جہانگیر اسکی نسبت کہتا ہی،

درعلم سیر و فن تاریخ استحضار تمام داشت و در تحریر و تقریر بے نظیر بود

و در مدعا نویسی ید طولی داشت، و در لطیفہ گوئی بے مثل بود و شعر ہموار میگفت

این رباعی از واردات اوست،

عشق آمد و از جنون برومندم کرد وارستہ ز صحبت خردمندم کرد

آزاد ز بند دین و دانش گشتم تا سلسلہ زلف کسے بندم کرد

ملا بدایونی اسکی نسبت لکھتے ہین، "بانواع فضائل و ہنر موصوف ست و بفہم عالی و ادراک بلند او کسے دیگر را از امرا نشان نمی دہند" ملا صاحب نے اسکا ذکر شعرا کے ذیل مین کیا ہی، اور اسکے اشعار بھی نقل کیے ہین، ایک مطلع سننے کے قابل ہی،

گشت بیمار دل از رنج و غم تنہائی اے طبیب دل بیمار چہ می فرمائی

خان اعظم نے اکثر شعرا کی تربیت کی جن مین سے جعفر ہروی، سہمی، مدامی بدخشی، مقیمی سبزواری کا ذکر بدایونی نے اپنی تاریخ مین کیا ہی،

میرزا غازی قندھار کا صوبہ دار تھا ایران کے شعرا جو کابل اور قندھار کی راہ سے ایران مین آتے تھے، پہلے میرزا غازی ہی کے خوان کرم سے فیضیاب ہوتے تھے،

ظفر خان صوبہ دار کشمیر اس رتبہ کا شخص تھا کہ کلیم اور میرزا صائب کو اسکی استادی اور مربی گری کا اعتراف ہی، **صائب** ایک مدت تک اسکے دربار مین رہا اور اسکی بدولت شاعری مین

سلہ تزک جہانگیری

ترقی دی، ظفرخان اسکے کلام مین موقع بموقع دخل اور تصرف کرتا تھا، صائب نے اپنے دیوان کی ترتیب بھی اسکے اشارہ سے کی، چنانچہ صائب ان باتون کا احسان مندی کے ساتھ اعتراف کرتا ہی،

حقوق تربیت را کہ در ترقی باد | زبان کجاست کہ در حضرت فرو خوانم
ز جان ز دقت بجا مصرع مرادادی | تو در فصاحت دادی خطاب سحبانم
ز دقت تو معنی شدم چنان باریک | کہ می توان بہ دل مور کرد پنہانم
چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود | نداشت طرہ شیرازہ روی دیوانم
تو غنچہ ساختی اوراق باد بردہ من | وگرنہ خار نمی ماند از گلستانم

صاحب مآثر الامرا ظفرخان کے حال مین لکھتے ہین،

در ہا بردم ایران می داد خصوصا در حق شعرا طرفہ بذل وکرم می فرمود سخنوران صاحب استعداد دل از اوطان برداشتہ روی امید بدرگاہش می گذاشتند، و بہ منتہای تمنا می رسیدند فصیح المتاخرین میرزا صائب تبریزی چون از ایران بہ کابل رسید از گرمجوشی و دریابخشی او دل بستہ محبتش گردیدہ،

ظفرخان نے ایک عجیب مرقع طیار کرایا تھا جو آج اگر بات آتا، تو لاکھون روپے کو ارزان تھا، یعنے ایک بیاض تیار کرائی تھی، جس مین ہر شاعر اپنا منتخب کلام خود اپنے ہات سے لکھتا تھا

لہ ظفرخان کا نام احسن اللہ خان اور احسن تخلص ہی، ظفرخان کا باپ خواجہ ابوالحسن ۱۰۳۲ ہجری مین جہانگیر کا وزیر اعظم مقرر ہوا اور کابل کی حکومت سنبھالی، ظفرخان باپ کی نیابت مین کابل کا صوبہ دار ہوگیا، شاہجہان نے ابوالحسن کو ۱۰۴۲ ہجری مین کشمیر کا صوبہ دار مقرر کیا جب وہ اسی سنہ مین انتقال کرگیا تو ظفرخان کشمیر کا مستقل حاکم مقرر ہوا، ظفرخان نے اپنی ایام حکومت مین تبت کو فتح کیا، اور ۱۰۷۳ ہجری مین وفات پائی، ظفرخان صاحب دیوان ہی، ذیل کے شعر سے اسکی حسن طبیعت کا اندازہ ہوگا،

شعر

دلم بکوی تو امید وار می آید | نگاہ دار کہ روزی بکار می آید

اور صفو کی پشت پر اسکی تصویر ہوتی تھی[1]،

اس زمانے مین شاعری کی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہوا کہ مشاعرہ کا رواج قائم ہوا اس سے پہلے شعرا بطور خود، اساتذہ کی غزلون پر غزل لکھتے تھے، اب (یعنی فغانی کے زمانے سے) یہ طریقہ قائم ہوا کہ کسی امیر یا صاحب مذاق کے مکان پر شعرا جمع ہوتے تھے، پہلے سے کوئی طرح دیدیجاتی تھی، سب اس طرح مین غزلین لکھ کر لاتے تھے اور پڑھتے تھے کبھی کبھی بر سر محفل برابر کے دعویدارون مین چوٹ، چل جاتی تھی، سوال وجواب ہوتے تھے، اور اس طرح مسابقت اور حریف پیشگی شاعری کو ترقی دیتے جاتے تھے،

ان تمام مجموعی حالات نے شاعری پر جو اثر کیا، اور جو خصوصیتین پیدا کین حسب ذیل ہین،

(۱) غزل کی ترقی،

اگرچہ اس زمانے مین قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی، ان تمام اصناف سخن کا بہت بڑا ذخیرہ پیدا ہو گیا، لیکن درحقیقت یہ عہد غزل کی ترقی کا عہد ہے، غزل مین مختلف اسٹایل (طرز) قائم ہوے جنکی تفصیل یہ ہے،

واقعہ گوئی یا معاملہ بندی یعنے اُن واقعات اور معاملات کا اداکرنا جو عشق وعاشقی مین پیش آتے ہین، ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ واقعہ گوئی کے موجد **سعدی** ہین، اور امیر خسرو نے اسپر معتدبہ اضافہ کیا لیکن اس عہد مین یہ ایک مستقل صنف ہو گئی، جسکا بانی اول میرزا **شرف** جہان قزوینی ہے جو شاہ طہماسپ صفوی کا وزیر تھا، مولوی غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین،

چون نوبت سخن سنجی بہ میرزا شرف جہان رسید طبع او مایل بتتبع

گوئی بسیار افتاد و این طرز را بحد کثرت رسانید،

---

[1] مآثر الامرا و [2] خزانہ عامرہ صفحہ ۲۶،

شرف جہان کا دیوان ہمارے کتب خانے مین ہے ہم اس سے اس کتاب کے چوتھے حصے مین کام لینگے۔ یہان ہم اسکے بعض اشعار اس غرض سے نقل کرتے ہین، کہ وقوع گوئی کا مفہوم سمجھ مین آسکے،

باہر کہ بنشیندش چو بہ پرسم کہ کیست این ——— گوید کہ این ز عہد قدیم آشنای ماست

نہان ازو بہ رخش داشتم تماشائی ——— نظر بجانب من کرد و شرمسار شدم

چنان گوید جواب من کزان گردد رقیب آگہ ——— بمجلس گر من بیدل ازو حرفے نہان پرسم

شرف جہان نے سنہ ۹۶۲ھ ہجری مین وفات پائی،

اس طرز کو جن لوگون نے اپنا خاص موضوع بنا لیا وہ وحشی یزدی، علی قلی میلی اور علی نقی کمرہ ای مین، وحشی یزدی چونکہ رند اور اوباش مزاج تھا اور بازاری معشوقون سے اسکو زیادہ سروکار رہا اسلیے اس طرز کو اسنے کسی قدر اعتدال سے بڑھا دیا **واسوخت** کی ابتدا بھی اسی نے کی اور اسی پر اس کا خاتمہ بھی ہوگیا،

فلسفہ غزل مین فلسفہ کی آمیزش عرفی نے خاص طور پر کی، لیکن اس طرز کو بہت ترقی نہین ہوئی اسکے ہم عصرون اور مابعد کے شعرا نے بہت کم اس طرز مین کہا،

مثالیہ یعنے کوئی دعوی کرنا اور اس پر شاعرانہ دلیل پیش کرنا، اس طرز کے بانی کلیم، علی قلی سلیم، میرزا صائب، اور غنی ہین، یہ طرز نہایت مقبول ہوا یہانتک کہ شاعری کے خاتمہ تک قائم رہا،

تغزل تغزل سے یہ مراد ہے کہ عشق اور عاشقی کے جذبات موثر الفاظ مین ادا کیے جائین، یہ وصف اگرچہ لازمہ غزل ہے لیکن نظیری نیشاپوری، حکیم شفائی اور علی نقی نے اسکو زیادہ نمایان کیا، ان لوگون مین اور وقوع گویون مین یہ فرق ہے کہ وقوع گو شعرا ہوس پرست اور بازاری معشوقون کے عاشق ہوتے تھے، اور اسیے قسم کے واقعات اور خیالات نظم کرتے ہین، بخلاف اسکے متغزلین کا معشوق شاہد بازاری نہین

اور نہ انکا عشق متبذل اور اوباشانہ ہوتا ہے،

خیال بندی اور مضمون آفرینی یہ وصف تمام متاخرین مین ہے لیکن اس طرز خاص کا نمایان کرنے والا **جلال اسیر** ہے جو شاہجہان کا معصر ہے، شوکت بخاری، قاسم دیوانہ وغیرہ نے اس کو زیادہ ترقی دی اور ہمارے ہندوستان کے شعرا **بیدل** اور **ناصر علی** وغیرہ اسی گرداب کے تیراک ہین،

قصیدہ قصیدہ کا ایک خاص طرز عرفی نے قائم کیا جسکی کوئی تقلید نکر سکا ظہوری، طالب آملی حسین ثنائی نے بھی اس صنعت کو کچھ کم ترقی نہین دی،

مثنوی مثنوی بالکل اپنے درجے سے گر گئی (فیضی اس سے مستثنی ہے) مثنوی مین عموماً تاریخی واقعات یا اخلاقی مضامین ادا کیے جاتے ہین، لیکن ان مضامین کے لیے سادگی اور پختگی درکار ہے متاخرین ہر بات مین رنگینی کے عادی ہو گئے تھے، اسلیے مثنوی مثنوی نہین رہی، بلکہ غزل بنگئی، کلیم کا شاہجہان نامہ پڑھو رزم لکھتے ہین اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بزم نشاط مین گا نا ہو رہا ہے،

رباعی یہ زمانہ اس امتیاز پر ناز کر سکتا ہے کہ **رباعی** نے فلسفہ کے تمام مسائل ادا کر دیے، **سحابی** استرابادی جو اکبر کا ہم عصر اور نجف مین معتکف تھا، اسنے کم از کم سترہ ہزار رباعیان لکھین جو سرتاپا فلسفہ سے مملو ہین، اس کا ایک انتخاب جسمین سات ہزار رباعیان ہین ہمارے پاس ہے اور ہم شعر العجم کے چوتھے حصے مین جہان فلسفیانہ شاعری پر بحث کرین گے، اسکے کلام کا انتخاب پیش کرین گے

یہ تمام تفصیل خاص خاص انواع شاعری کے متعلق تھی، عام طور پر طرز ادا اور اسلوب بیان مین جو جدتین پیدا ہوئین، انکی تفصیل حسب ذیل ہے،

(ا) قدما اور متوسطین کسی خیال کو پیچیدگی سے نہین ادا کرتے تھے، متاخرین کا یہ خاص انداز ہے کہ جو بات سیدھے طور سے کہسکتے ہین پیچ دیکر کہتے ہین، یہ پیچیدگی زیادہ تر اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ جو خیال کئی شعرون مین ادا ہو سکتا تھا، اسکو ایک شعر مین ادا کرتے ہین، مثلاً قدسی کہتا ہے،

عیش این باغ باندازۂ یک تنگ دل ست   کاش گل غنچہ شود تا دل ما بکشاید

مطلب یہ ہی کہ دنیا کا باغ ایک نہایت مختصر باغ ہی، اسمین اسیقدر وسعت ہی کہ صرف ایک تنگ دل آدمی خوش ہولے، اسلیے یہ نہین ہوسکتا کہ میرا دل بھی شگفتہ ہو اور پھول کی کلی بھی کھل سکے، اس بنا پر آرزو کرتا ہی کہ کاش پھول کلی بن جائے، تاکہ میرے دل کی شگفتگی کی گنجائش نکل سکے، اس مضمون کو فلسفیانہ نگاہ سے دیکھین تو یہ خیال ادا کرنا مقصود ہی کہ دنیا مین جب کسی کو فائدہ پہونچتا ہی تو اسکے یہ معنی ہین، کہ دوسرے کو نقصان پہونچا کسی بادشاہ نے ملک فتح کیا یعنے دوسرے کو شکست ہوئی،

یہ خیال کسی حیثیت سے دیکھا جاے ایک شعر مین سمانے کے قابل نہ تھا، اسلیے جب ایک ہی شعر مین اسکو ادا کرنا چاہا تو خواہ مخواہ پیچیدگی پیدا ہوگئی،

کبھی یہ پیچیدگی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہی، کہ کوئی مبالغہ، یا استعارہ یا تشبیہ نہایت دور از کار ہوتی ہی، اسلیے سننے والے کا ذہن آسانی سے اسکی طرف منتقل نہین ہوسکتا مثلاً شوکت بخاری کہتا ہی،

گوش ہا را آشیان مرغ آتش خوارہ کرد   برق عالم سوز ست یعنے شعلہ غوغاے من

شعر کا مطلب یہ ہی کہ مین نے جو آہین کین اس قدر گرم تھین کہ اس سے شعلے نکلے یہ شعلے لوگون کے کانون مین پہنچے، یہان تک کہ لوگون کے کانون مین آگ بھر گئی، اس بنا پر مرغ آتش خوار نے جسکی غذا آگ ہی کانون مین اپنا گھونسلا بنا لیا کہ ہر وقت غذا ملتی رہے گی،

[illegible]

اسلیے مضمون آسانی سے سمجھ مین نہین آسکتا،

(۲) اس زمانے کے اکثر مضامین کی بنیاد الفاظ پر اور صنعت ایہام پر ہی، یعنے لفظ کے لغوی معنے کو ایک حقیقی بات قرار دے کر اسپر مضمون کی بنیاد قائم کرتے ہین، مثلاً،

امروز نیم شہرۂ عالم ز ضعیفی　　عمرے ست کہ از ضعف فتادم بزبانہا

بر زبان افتادن کے اصطلاحی معنے مشہور ہونا ہی، لیکن لغوی معنی "زبان پر پڑنا ہی" مضمون کی بنیاد اسی لغوی معنی پر ہی یعنی کہتا ہی کہ کمزوری اور ضعف مین مین کچھ آج سے مشہور نہین ایک مدت ہی کہ مین زبانون پر پڑا رہتا ہون زبان پر پڑنے کے معنے چونکہ اصطلاح مین مشہور ہونے کے ہین، اسلیے یہ دعوی صحیح ہی لیکن شاعر لغوی معنی لیکر ضعف کو یون ثابت کرتا ہی کہ مین اسقدر ضعیف ہون، کہ لوگون کی زبانون پر چڑھا پھرتا ہون،

متاخرین کی شاعری سے اگر ایہام کو الگ کر دیا جائے، تو انکی شاعری کا بہت بڑا حصہ دفعۃً برباد ہو جائے گا،

(۳) اس دور کا بڑا امتیازی وصف، استعارات کی نزاکت اور جدت تشبیہ ہی، تمدن کی ترقی مین جس طرح تمام اسباب معاشرت و تمدن مین تکلفات پیدا ہو جاتے ہین اسی طرح زبان اور خیالات مین بھی نزاکت اور تکلفات پیدا ہو جاتے ہین مثلاً "آنکھین فرش راہ ہین" گو بجائے خود اچھا استعارہ ہی، لیکن نظیری کہتا ہی،

ہی خواست بوسہ رخت اقامت بگستر　　از فرش جبہ راہ بران خاک کو نہ بود

بوسہ چاہتا تھا کہ بستر اڈالے لیکن اسکی گلی مین اسقدر پیشانیون کا فرش بچھا ہوا تھا کہ جگہ نہ تھی،

یا مثلاً **شانی** کہتا ہی،

شانی دلت بکج کلهان مائل ست باز — این لاله را بطرف کلاه که میزنی

یعنی اے شانی تیرا دل کج کلاہون پر مائل ہو رہا ہی اس پھول کو

کسکی ٹوپی مین لگا یا جاتا ہی،

استعارات کی جدت و نزاکت، متاخرین کا عام انداز ہی لیکن اس خاص وصف مین

طالب آملی سب سے زیادہ ممتاز ہی،

(۴) اس زمانے مین الفاظ کی نئی تراشین اور نئی نئی ترکیبین کثرت سے

پیدا ہوئین، مثلاً پہلے میکدہ، آتشکدہ وغیرہ مستعمل تھے، اب نشترکدہ، مریم کدہ، وغیرہ ترکیبین پیدا

ہوئین، یا مثلاً پہلے یک گلشن گل یک چمن گل کہتے تھے، اب یک خندہ لب یک

آغوش گل، یک دیدہ نگاہ وغیرہ کہنے لگے، اس قسم کی ترکیبین **عرفی**، **فیضی**، **نوعی** نے

کثرت سے پیدا کین، ان ترکیبون سے اکثر جگہ مضمون کا اثر بڑھ جاتا ہی، مثلاً

ع شکن بروی شکن خم بروی خم چینید

ع موج بر موج شکستم چو بہ عمان رفتم،

ع ہر یک لب خندہ نتوان منت شادی کشید،

ع بروے برشے حسن کن دست بدست نازدہ ،

اس سے زیادہ یہ کہ ایک بڑا خیال ایک چھوٹے سے لفظ سے ادا ہو جاتا

ہی مثلاً یہ شعر،

بدور گردی من از غرور می خندد — حریف سخت کمانی کہ درکمین دارم

کہنا یہ تھا کہ مین معشوق سے محبت کرتا ہون لیکن الگ الگ

رہتا ہون کہ تیر عشق کا گھائل نہو جاؤن لیکن معشوق میرے اس کترا کے چپرنے
پر ہنستا ہی کہ میری زد سے بچکر کہان جائے گا ۔ اس خیال کے ادا کرنے کے لیے
دور گردی کا لفظ نہوتا ایک شعر مین یہ مطلب ادا نہین ہو سکتا تھا ،

چونکہ ان تمام خصوصیات کی زیادہ تفصیل اُن شعرا کے کلام کی ذیل مین آئے گی ،
جنکے ہان یہ خصوصیات زیادہ پائے جاتے ہین ، اسیلے اس موقع پر ہم اس گرہ کو
زیادہ نہین کھولتے ،

شبلی نعمانی

غزل

نیکوان ، جور بزور زند و جفا نیز کنند	وین جفا افسانہ نباشد کہ وفا نیز کنند
فال وصل ارچہ بگیرند ز آغوش و کنار	این شگون ، از گرہ بند قبا نیز کنند
این کہ گویند ، بتان را کرمے نیز بود ،	باورم ہست بہ شرطے کہ بما نیز کنند
حرف انکار ز خوبان ، ہمہ از دل نبود	گہ گہ این کار بہ آئین حیا نیز کنند
گاہ گاہے بہ من خستہ بیدل دارد	التفاتے کہ براحوال گدا نیز کنند

شبلیا ! نابلد کوچہ عشقیم و سلے
دوستان تہمت این شیوہ بما نیز کنند

رہبانیت

اور

اسلام

دنیا کے تمام مذاہب مین اگرچہ عقائد و احکام کے لحاظ سے سخت اختلاف ہی، تاہم رہبانیت ایک ایسی عام اور مشترک چیز ہی کہ اسلام کے سوا دنیا کا کوئی مذہب اس سے مستثنیٰ ہونیکا دعوی نہین کر سکتا، ہندؤن مین جوگی اور سنیاسی یہودیون مین رہبان۔ نصاریٰ مین قسیس وغیرہ کا فرقہ اسی اشتراک کی بنا پر پیدا ہوا۔ آج اگرچہ تمدن بہت کچھ ترقی کر گیا ہی تاہم اب بھی یہ حالت ہی کہ خود یورپ مین، جو موجودہ تمدن و تہذیب کا سرچشمہ ہی لاکھون منک اور ننن عورتین موجود ہین اور اس گروہ کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہی، یہانتک کہ یہ خیال اس وسعت کے ساتھ پھیلا۔ اور پھیلتا جاتا ہی کہ اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو بالکل مٹا دیا تاہم خود مسلمانون کے نزدیک بھی علما کے فرقہ مین وہی شخص مرجع عام اور مذہبی پیشوا خیال کیا جاتا ہی جو بالکل متقشفانہ زندگی بسر کرے، لیکن تعجب ہی کہ ایک ایسی بدیہی غلطی تمام دنیا مین، تمام مذاہب مین، تمام قومون مین، ایک مدت تک قائم رہی، اور آج بھی زمانہ اسکو نہ مٹا سکا، تعجب پر تعجب یہ ہی کہ رہبانیت کا خیال درحقیقت فلسفہ اخلاق کی ایک اصولی غلطی سے پیدا ہوا لیکن خود حکماے یونان بھی جو فلسفہ اخلاق کے موجد تھے، اس عالمگیر غلطی سے نہ بچ سکے چنانچہ تاریخ سے ثابت ہی کہ ارسطو کے سوا قریب قریب تمام حکماے یونان راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے اس بنا پر اس مضمون مین ہم اس غلطی کو ظاہر کر کے یہ بتانا چاہتے ہین کہ اسلام نے کس اصول کی بنا پر رہبانیت کو مٹایا۔

حقیقت یہ ہی کہ اخلاق ایک کیفیت ہی، جو نفس انسانی کے ساتھ تعلق رکھتی ہی، فلسفہ اخلاق کی اصطلاح مین اسی کیفیت کو ملکۂ راسخہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہی لیکن کسی شخص کے خوش اخلاق ہونے کے لیے، صرف اس کیفیت کا وجود کافی نہین، بلکہ علانیہ اُسکے اظہار کی بھی ضرورت ہی، اسکی محسوس اور بدیہی مثال یہ ہی کہ عطر کو عطر اس بنا پر کہا جاتا ہی کہ اسمین ایک خاص کیفیت موجود ہی جو تمام بزم کو معطر کر دیتی ہی لیکن اُسکی خوشبو پھیلنے کے لیے صرف یہی کافی نہین کہ

جسمین وہ کیفیت موجود ہی، بلکہ اسکے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہی کہ اُسکو بار بار ملایا جائے، چنانچہ اسی بنا پر کہا گیا ہی ع
ہولیسک کررہ تیضوع ہ اسن باز خوش اخلاق وہی شخص کہا جا سکتا ہی جسمین تمام اخلاقی محاسن موجود ہون اور
اسکے ساتھ عام طور پر اُنکا اظہار ہو،

اس صحیح اصول کی بنا پر سوال یہ ہی کہ جو لوگ تمام عزیز و اقارب اہل و عیال سے الگ ہو کر پہاڑون مین جنگلون
مین غارون مین، زندگی بسر کرتے ہین، اُنمین یہ اخلاقی کیفیت موجود ہی؟ فرض کرو کہ ایک شخص پہاڑ پر پیدا ہوا، اُسکے پیدا
ہونے کے ساتھ اُسکے باپ ماں مرگئے، یہ اپنے باپ کا اکلوتا لڑکا تھا، اسکے بھائی بہن بھی موجود نہین، پہاڑ پر اسکے باپ ماں
کے سوا کوئی خاندان یا قبیلہ آباد نہ تھا۔ ایسلیے ایسے شخص کے دلمین محبت، حمیت، غیرت، صلہ رحم، غرض تمام اخلاقی محاسن
کیونکر پیدا ہوسکتے ہین؟ اور اگر ان تمام چیزون کو فطرتی تسلیم کیا جائے تو انکے اظہار کی کیا صورت ہی؟ وہ محبت کرنا چاہتا ہی
لیکن کس سے کرے؟ وہ غیرت مند بننا چاہتا ہی لیکن کس سے غیرت کرے؟ وہ صلہ رحم کرنا چاہتا ہی لیکن اقارب
کہان؟ غرض ان تمام چیزون کے اظہار کا کوئی ذریعہ اُسکے پاس موجود نہین، ایسلیے اصول متذکرہ بالا کی بنا پر اُس
شخص کو خوش اخلاق قرار نہین دیا جا سکتا، رہبانون کی بھی یہی حالت ہی ایسلیے اُنکو مذہبی آدمی نہین کہا جا سکتا کیونکہ
مذہب کا جزو اعظم اخلاق ہی، اور اُنمین یہ جوہر موجود نہین اور اگر ہی تو اُسکا اظہار نہین ہوسکتا،

اس صحیح اصول سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا، لیکن آج تک تمام دنیا اس اصول کے متعلق اُسی
غلط فہمی مین مبتلا رہی، جسمین مادئین یورپ کے اتباع مبتلا ہین، مثلاً ادئین کا صرف اس قدر دعوی تھا کہ "مادہ کے
سوا ہمکو کسی چیز کا علم نہین ہی"، ایسلیے اس سے خدا کے وجود کا انکار نہین لازم آتا، کیونکہ اگر خدا کے وجود کا علم نہین ہی
تو اُس سے خدا کے عدم کا علم کیونکر ہوسکتا ہی؟ لان عدم العلم لا یستلزم علم العدم لیکن باوجود اسکے آج مادئین
کا ایک فرقہ خدا کے وجود سے انکار کرتا ہی، بعینہ یہی شبہہ اخلاق کے متعلق بھی پیدا ہوا، مثلاً بخل و سخاوت دو متضاد اوصاف
ہین، ایسلیے سخی یا جواد اُس شخص کو کہ سکتے ہین، جو بخیل نہو لیکن بخیل نہونے کا اظہار اُسوقت ہوسکتا ہی جب وہ اپنے
مال و دولت کا ایک حصہ صرف کرے، لیکن ایک راہب دنیا سے بالکل الگ ہی، ایسلیے وہ اپنی دولت کسی کام مین

صرف نہیں کر سکتا، اسلیے اُسکو سخی نہیں کہہ سکتے، اسی طرح اُسکو بخیل بھی نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ بخیل اُس وقت کہہ سکتے تھے جب اُسکو خرچ کرنے کا موقع حاصل ہوا اور وہ اُس موقع پر صرف نہ کرے، اس مثال سے ثابت ہوا کہ بخل اور اسکے علاوہ جتنی بداخلاقیاں ہین اُنکے عدم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُسکے مقابل (سخاوت وغیرہ) کا وجود بھی ثابت ہو جائے لیکن عموماً لوگون پر عدم اور وجود کے احکام مشتبہ ہو جاتے ہین، اسیلیے جب اُنکو نظر آتا ہے کہ رہبانون مین فواحش و منکرات موجود نہین ہین، تو وہ اُنکو تمام فضائل و محاسن کا مجموعہ قرار دے لیتے ہین، حالانکہ اس سے صرف یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ اگر اُن مین عیب نہین تو ہنر بھی نہین، یہی وہ غلطی ہے جسکی بنا پر دنیا مین رہبانیت کا خیال عام طور پر پھیلا چنانچہ علامہ ابن مسکویہ کتاب الطہارۃ مین لکھتا ہے،

قال الحكماء ان الانسان مدني بالطبع اي هو محتاج الى مدينة فيها خلق كثير ليتم له السعادة الانسانية فكل انسان بالطبع وبالضرورة يحتاج الى غيره فهو لذلك مضطر الى مصافاة الناس ومعاشرتهم العشرة الجميلة ومحبتهم المحبة الصادقة لانهم يكملون ذاته ويتممون انسانيته وهو ايضا يفعل بهم مثل ذلك فاذا كان كذلك بالطبع وبالضرورة فكيف يؤثر الانسان العاقل العارف بنفسه التفرد والتخلي وتعاطي ما يرى الفضيلة من غيره فاذن القوم الذين رأوا الفضيلة في الزهد وترك مخالطة الناس وتفردوا عنهم اما بملازمة المغارات في الجبال واما ببناء الصوامع في المفاوز واما بالسياحة في البلدان لا يحصل لهم شيء من الفضائل الانسانية التي عددناها وذلك ان من لا يخالط الناس ويساكنهم في المدن لا يظهر فيه العفة ولا النجدة

حکما کا قول ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی وہ ایک ایسے شہر کا محتاج ہے جسمین بہت سے لوگ موجود ہون، تاکہ اُسکی سعادت انسانی کامل ہو جائے اسیلیے ہر انسان طبعاً دوسرے کی طرف محتاج ہے اس بنا پر وہ لوگون کی دوستی، انکی معاشرت و صحبت اور اُنکی سچی محبت کرنے پر مجبور ہے کیونکہ وہ لوگ اُسکی ذات کو کامل کرتے ہین، اُسکی انسانیت کو پورا کرتے ہین، اور وہ بھی اُنکے لیے ایسا ہی کرتا ہے، پس جب یہ طبعی بات ٹھہری تو ایک عاقل انسان کیونکر تنہائی و گوشہ نشینی کو اختیار کر سکتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جو قوم فضیلت کا انحصار صرف زہد و قطع تعلق، و تنہائی مین سمجھتی ہے اس طور پر کہ پہاڑون کے غارون مین بیٹھ جائے، یا میدانون مین صومعے بنا ڈالے، یا شہرون کی سیاحت مین مصروف رہے اُنکو کوئی فضیلت نہین حاصل ہوتی، بلکہ خود وہ فضیلت بھی نہین حاصل ہوتی جسکو ہمنے بتایا ہے اور یہ اسلیے کہ جو شخص لوگون سے قطع تعلق کر لیتا ہے اور اُنکے ساتھ نہین رہتا اُسمین عصمت و شجاعت

والسخاء والعدالة بل تصير قواهم وملكاتهم التي ركبت فيهم باطلة لانها لا تتوجه الى خير ولا الى شر فاذا بطلت ولم يظهر افعالها الخاصة بها صاروا بمنزلة الجمادات او الموتى من الناس وذلك انهم يظنون ويظن بهم انهم اعفاء وليسوا باعفاء وانهم عدول وليسوا بعدول وكذلك في سائر الفضائل اعني انه اذا لم يظهر منهم اضداد هذه التي هي شرور ظن بهم الناس انهم افاضل وليست الفضائل اعداما بل هي افعال واعمال تظهر عند مشاهير الناس ومساكنهم في معاملات وضروب الاجتماعات

سخاوت، عدالت کوئی چیز نہیں ظاہر ہو سکتی، بلکہ انکے قوی اور ملکات فطری بیکار ہو جاتے ہیں، اور انکا رخ خیر و شر کسی کی طرف نہیں ہوتا اسلیے جب وہ باطل ہو گئے اور انکے افعال خاصہ کا ظہور نہیں ہوا تو وہ لوگ بمنزلہ جمادات یا مُردوں کے ہیں، کیونکہ وہ لوگ خیال کرتے ہیں، اور عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پاکدامن ہیں، حالانکہ وہ پاکدامن نہیں، اور یہ کہ وہ عدول ہیں حالانکہ وہ عدول نہیں، یہی تمام فضائل کا حال ہے، یعنے جب انکی ذات سے برائیاں نہیں پیدا ہوتیں تو لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ افاضل ہیں حالانکہ فضائل عدمی چیز نہیں بلکہ وہ افعال و اعمال ہیں جنکا ظہور تمام معاملات اور عام اجتماعی حالتوں میں سب کے سامنے ہوتا ہے،

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جسنے عملی طور پر اس اصول کی تلقین کی اور یہ بتایا کہ اخلاق نہ صرف ایک وجودی کیفیت کا نام ہے، بلکہ وہ ایک فطری چیز ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے،

ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول جعل الله الرحمة في مائة جزء فامسك عنده تسعة وتسعين جزءا وانزل في الارض جزءا واحدا فمن ذلك الجزء يتراحم الخلق حتى ترفع الفرس حافرها عن ولدها خشية ان تصيبها۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے اپنی رحمت کے سو ٹکڑے کیے، اُن میں ننانوے ٹکڑے اپنے پاس رکھ لیے، اور ایک ٹکڑا زمین میں اُتارا، اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ لوگ باہم مہربانی کرتے ہیں، یہانتک کہ گھوڑا اپنے بچے پر سے اپنے کھر اٹھا لیتا ہے کہ اُسکو صدمہ نہ پہونچ جائے،

لیکن صرف اس کیفیت کا وجود کافی نہ تھا، اسلیے سب سے پہلے تمام عبادات کو اجمالی طور پر اسکے اظہار کا محل قرار دیا یعنی اور سخاوت کے لیے زکوۃ فرض کی، حج و جماعت کو حسن صحبت اور حق رفاقت ادا کرنے کا بہترین ذریعہ قرار دیا،

اسلام کو خواہشات اور ستغفارکے لیے ایک معینہ کے روزے فرض کیے اسکے بعد نہایت تفصیل کے ساتھ محاسن اخلاق کے تمام مظاہر یعنی انکے درجے قائم کیے، اور ہر ہر درجے کے لیے مناسب احکام جاری کیے،

انسان کے تعلقات کی ابتدا باپ، ماں بھائی بہن بی بی اولاد سے ہوتی ہے اسی بنا پر تدبیر منزل فلسفہ اخلاق کی ایک مستقل شاخ ہو گئی ہے، ان تمام تعلقات کے پیدا ہونے کے مختلف اسباب ہیں، ماں باپ کا تعلق محض تربیت اور پرورش کی بنا پر پیدا ہوتا ہے، اسلیے انسان کا فرض ہے کہ اسکا معاوضہ حسن خدمت اور حسن محبت سے ادا کرے، چنانچہ جناب رسالت پناہ نے اسی بنا پر فرمایا

جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال ابوك	ایک آدمی رسول اللہ صلعم کے پاس آیا، اور پوچھا کہ یارسول میری حسن صحبت کا مستحق کون ہے؟ آپنے فرمایا تمھاری ماں، اسنے کہا پھر کون؟ آپنے کہا تمھاری ماں، اسنے کہا پھر کون؟ آپنے کہا تمھاری ماں اسنے کہا پھر کون آپنے کہا تمھارا باپ

جناب رسالت پناہ کے زمانے میں جہاد افضل الاعمال خیال کیا جاتا تھا لیکن جب ایک صحابی نے آپ سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپنے فرمایا کیا تمھارے ماں باپ ہیں؟ اسنے کہا ہاں، آپنے فرمایا ففیھما فجاھد یعنے انھیں کی خدمت میں جہاد کرو،

عورتوں اور بچوں کی فطرتی کمزوری، انکا طبعی ضعف انکے ساتھ حسن مراعات کی سفارش کرتا ہے اسلیے ان کے متعلق یہ الفاظ فرمائے،

رفقا بالقواریر-	شیشوں (عورتوں) کے ساتھ نرمی کرو،
عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج	حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورت مثل پسلی کے ہے اگر سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائیگی اور اگر اُسنے فائدہ اٹھانا چاہو تو اسی کجی کے ساتھ اٹھا سکتے ہو

بچوں کی نسبت فرمایا،

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا	وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بچوں پر رحم اور بوڑھوں کی عزت نہ کرے،

یتیموں اور بیوں کی حالت اس سے بھی زیادہ لطف و مراعات کی مستحق ہے، اسلیے انکی حالت پر اور زور دیا،

انا وکافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ	میں اور یتیموں کا کفیل جنت میں ان دونوں انگلیوں کی طرح متصل ہونگے

انا و الساعی علی الارامل کھاتین فی الجنۃ	مین اور بیوہ کا نفع رسان شخص جنت مین ان دو انگلیون کی طرح قریب ہونگے

عورتون اور بچون کے ساتھ جو تعلقات انسان کو پیدا ہو جاتے ہین وہ اگرچہ نہایت نازک ہین لیکن اسمین شبہہ نہین کہ محاسن اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہین، اس بنا پر اسلام نے خواہش اولاد و نکاح کو مسلمانون کی خاص علامت بتائی

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین،	مسلمان وہ ہین، جو کہتے ہین کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویون اور اولاد سے آنکھ کی ٹھنڈک دے،

بھائی کو بھائی کے ساتھ جو تعلق پیدا ہوتا ہی، وہ اگرچہ رحمی تعلقات کی بنا پر فطرۃً پیدا ہوتا ہی لیکن اسلام نے اس دائرہ کو اس قدر وسیع کیا کہ غیرون نے غیرون سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ مہاجرین و انصار مین مواخات کا سلسلہ اسی بنا پر قائم ہوا،

یہ تمام تعلقات اگرچہ محاسن اخلاق کے بہترین مظاہر ہین، تاہم چونکہ فطرتی ہین اسلیے ہر صحیح الفطرت شخص انکو خوشگواری کے ساتھ قائم رکھنا چاہتا ہی، ان مین اسلام کا کارنامہ صرف اسقدر ہی کہ اُسنے اصلی فطرت کو اُبھار دیا ہی لیکن تمدن کی وسعت سے چند عارضی تعلقات ایسے پیدا ہو جاتے ہین جن مین فطرتی جذبات کو کچھ دخل نہین ہوتا، صرف اخلاقی حیثیت سے انکی پابندی ضروری ہوتی ہی، خادم کا مخدوم کے ساتھ، ہمسایہ کا ہمسایہ کے ساتھ، بادشاہ کا رعایا کے ساتھ، مقیم کا مسافر کے ساتھ، جو تعلق پیدا ہو جاتا ہی، وہ اسی قسم کا ہی لیکن اسلام نے ان عارضی تعلقات کو اس قدر خوشگوار اور مستحکم بنایا ہی جسکی نظیر دنیا کے کسی مذہب مین نہین مل سکتی،

خادم اور مخدوم مین جو تعلقات ہوتے ہین انکی نسبت یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہی کہ ایک مدت کی ذلت اور مسکنت نے خود خادمون اور غلامون کو یہ یقین دلادیا ہی کہ انکا درجہ اسی غیر مساویانہ برتاؤ کا مقتضی ہی یہانتک کہ رفتہ رفتہ یہ حالت طبیعت ثانیہ ہو گئی، اور اگر کوئی شخص اپنے خادم یا غلام کے ساتھ مساوات کا برتاؤ نہ کرے تو انکو کوئی شکایت نہین پیدا ہوتی، جیسا کہ ہمارے زمانے کے امراء کرتے ہین، لیکن درحقیقت یہ فطرت نہین ہی حقیقی فطرت یہ ہی کہ انسان سب سے اعلی تر ہو، یا کم از کم مساوات کا درجہ رکھتا ہو، اسلام نے [illegible] آقا مین جو تعلقات

پیدا کیے ہیں اُن میں اسی فطرت کا لحاظ رکھا ہے،

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخوانکم جعلھم اللہ فتیۃ تحت ایدیکم فمن کان اخاہ تحت یدہ فلیطعمہ من طعامہ ولیلبسہ من لباسہ ولا یکلفہ ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، تمھارے بھائی خدا نے تمکو مالک کردیا ہے، پس اگر کسی کا بھائی (غلام) اُسکے قبضہ میں ہو تو اُسکو اپنا سا کھانا کھلائے، اپنا سا لباس پہنائے، اور اُسکی طاقت سے زیادہ اُسکو تکلیف کام کی نہ دے، اور اگر دے تو اُسکی مدد کرے،

ہمسایہ کے متعلق فرمایا،

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مازال جبریل ... یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جبریل مجکو ہمیشہ ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے یہانتک کہ اُنسے سمجھا کہ اُسکو وراثت میں شریک کردینگے

اس پاکیزہ تعلیم کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام ہمسائگی کے حقوق ادا کرنے میں کفر اور اسلام کی تفریق نہیں کرتے تھے،

عن مجاھد ان عبد اللہ بن عمرو ذبحت لہ شاۃ فی اھلہ فلما جاء قال اھدیتم لجارنا الیھودی اھدیتم لجارنا الیھودی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مازال جبریل الخ

مجاہد سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمروؓ کے گھر میں ایک بکری ذبح ہوئی جب وہ آئے تو فرمایا میرے یہودی ہمسایہ کو ہدیہ بھیجا، میرے یہودی ہمسایہ کو ہدیہ بھیجا، میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے کہ جبریل علیہ السلام مجھے برابر وصیت کرتے رہے یہانتک کہ میں سمجھا کہ اُسکو شریک وراثت کردینگے

مقیم کو مسافر کے ساتھ محض عارضی اور چند روزہ تعلق پیدا ہوجاتا ہے، بااینہمہ ابن السبیل کو زکوۃ کا مصرف قرار دیا، اور اُنکی مہمانداری کو شرط ایمان ٹھہرایا،

عن ابی شریح الکعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ[1]

شریح کعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے مہمان کی ضیافت کرے،

بادشاہ اور رعایا کے درمیان جو وسیع تعلقات پیدا ہوجاتے ہیں اُنکی تشریح شخصی سلطنت کے زمانہ میں یہ کیجاتی تھی کہ بادشاہ عیش مجسم ہو، اور رعایا کا مال و دولت اُسکے سامان آسایش میں صرف کیا جائے، اسلام کے زمانہ تک اطراف

[1] ضیف کا لفظ عرب میں مسافروں کے لیے مخصوص ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

دارالاقامہ کے کمرون کی طیاری

دارالعلوم کی عمارت بننی شروع ہوگئی اسکے آس پاس جو تعلیمی عمارتین گورنمنٹ اور تعلقداران اودھ کی طرف سے بن رہی ہین یعنے صنعتی کالج اور کیننگ کالج کا بورڈنگ، ان عمارتون نے دارالعلوم کے منظر کو اور خوبصورت بنادیا حُسن اتفاق سے چونکہ دارالعلوم کی زمین بلند اور نمایان واقع ہوئی ہے اسیلیے اسکے پہلو کی عمارتین جلو کی عمارتین معلوم ہوتی ہین، ہندوستان مین یہ پہلا موقع ہے کہ جدید علوم اور قدیم علوم کی درسگاہین پہلو بہ پہلو بن رہی ہین اور ندوہ کا مقصد بھی یہی ہے ع ڈانڈا ملادیا ہے ارم سے تتار کا،

لیکن دارالعلوم کی عمارت، اُسوقت تک معطل پڑی رہیگی جبتک اسکے ساتھ کا بورڈنگ (دارالاقامہ) بھی نہ بن جائے، سید جعفر حسین صاحب نے دارالاقامہ کے کمرون کا خاکہ اور صحیح تخمینہ، موقع زمین دیکھ کر قائم کیا ہے فی کمرہ سات سو روپیہ لاگت آئیگی اور ہر کمرے مین تین طالب العلم رہ سکین گے ان کمرون کی طیاری کے لیے

مختلف تجویزین قرار دی گئی ہین،

(۱) چونکہ **دار العلوم** کی عمارت کی لاگت ایک معزز خاتون نے عنایت کی ہی اسلیے دار الاقامہ بھی خاتونون کی طرف سے طیار کرایا جائے. ایک ایک کمرہ، ایک ایک خاتون کے نام سے بنے اور عمارت کی پیشانی پر انکا نام کندہ کرایا جائے، جو بزرگ اپنی مستورات کی یادگار مین ایسے کمرے تعمیر کرانا چاہین وہ بھی اس چندے مین شریک ہو سکین گے. دار الاقامہ کے اس سلسلے کا کوئی موزون نام آیندہ تجویز کیا جائے گا،

(۲) معزز اشخاص کی طرف سے کمرے طیار کرائے جائین،

(۳) ہر شہر کے مسلمانون کے مجموعی چندے سے ایک ایک کمرہ طیار کرایا جائے،

تینون قسم کے چندہ دینے والون کے نام اسوقت تک جو ہمارے پاس آگئے ہین، ہم ذیل مین درج کرتے ہین لیکن ابھی تک رقمین وصول نہین ہوئی ہین کیونکہ ابھی تک ان بزرگون سے رقمین طلب نہین کی گئی تھین لیکن اب اس فنڈ کا علحدہ حساب بنگال بنک مین کھول دیا گیا ہی اسلیے درخواست ہی کہ لوگ اپنا اپنا چندہ ارسال فرمائین

جناب ہر ہائنس نواب بیگم صاحبہ، ریاست جنجرہ علاقہ بمبئی، ایک ہزار روپیہ یہ رقم وصول ہو چکی،

جناب بیگم صاحبہ نواب علی حسن خان صاحب بھوپال،

جناب مولوی حبیب الرحمن خان صاحب، رئیس بھیکن پور علی گڈھ، بہ یادگار اہلیہ مرحومہ خود تین کمرے

جناب حافظ عبد الحلیم صاحب رئیس کانپور،

جناب مسٹر محمد اسحاق صاحب وکیل ہائی کورٹ الہ آباد، بیادگار اہلیہ مرحومہ خود،

جناب شیخ جان محمد صاحب رئیس ہوشیار پور پنجاب، پانسو روپے وصول ہو چکے ہین،

جناب فضل حق صاحب کاکاخیل جاگیردار سرحد ضلع پشاور، تخمیناً ایک ہزار روپے قیمت کے زیورات بھیجے ہین

جناب حاجی شیخ نذیر حسین صاحب تعلقہ دار گدیہ ضلع بارہ بنکی،

مسلمانان پشاور بمعرفت جناب مولوی جمیل احمد صاحب چیف کمشنر صوبہ سرحدی [illegible]

جناب مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی از جانب مسلمانان دہلی،

مسلمانان کوہاٹ،

مسلمانان مدراس معرفت جناب مولانا عبد السبحان صاحب تاجر اعظم مدراس ایک ہزار نوسو سے زائد رقم وصول ہوچکی ہے

جناب راجہ نوشاد علی خان صاحب لکھنؤ،

جناب فتح محمد صاحب سٹور کیپر جالندھر، پانسو روپے وصول ہوچکے ہین

جناب مولوی حکیم محمد ولی صاحب کسمنڈوی سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل گلبرگہ دکن، تین سو روپیہ،

مستورات کے لیے ایک قابل تقلید مثال

ابھی تھوڑے دن ہوئے جناب بیگم صاحبہ نواب نور الحسن خان صاحب بھوپال (خلف اکبر جناب نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم) نے اپنے صاحبزادون کی تقریب مین پچاس روپے ندوہ کو عنایت فرمائے تھے، اب انھون نے ایک ایسی فیاضی اور روشن ضمیری کا اظہار کیا ہے جسکی تقلید اگر تمام محل سراؤن مین کی جائے تو ہماری مذہبی تعلیم کا کافی انتظام ہوجائے، انھون نے اپنے گھر مین ایک ماہوار فنڈ دار العلوم فنڈ کے نام سے کھولا ہے چنانچہ جون ۱۹۰۸ع کی رقم سولہ روپے دفتر مین بھیجدی ہے اور آیندہ یہ رقم جاری رہیگی، یہ عموماً مسلم ہے کہ عورتین فیاض طبع اور نیک دل ہوتی ہین لیکن ان کی فیاضیان زیادہ تر لغو رسم و رواج مین صرف ہوتی ہین، ان کا صحیح مصرف خیر کی طرف مائل ہونا، قوم کے حق مین نہایت عمدہ فال ہے،

پشاور کے مسلمانون نے ایک کمرے کی تعمیر کے لیے پہلے چھ سو روپے سے زائد کی رقم بھیجدی تھی لیکن ان کو گوارا نہ تھا کہ اتنے بڑے اسلامی شہر کی طرف سے صرف ایک کمرہ تعمیر ہو چنانچہ حال مین جناب فضل حق صاحب کاکا خیل نے قریباً ایک ہزار روپے قیمت کے زیورات، ایک اور کمرہ کی تعمیر کے لیے بھیجے ہین

مولوی محمود علی صاحب پروفیسر رندھیر کالج ریاست کپورتھلہ نے وکیل کمپنی امرتسر کے لیے ایک کتاب کا ترجمہ کیا تھا کمپنی مذکور نے سنو روپے اسکے معاوضہ مین دیے، مولوی صاحب ممدوح نے وہ رقم ندوہ کے پاس بھجوا دی، ہم مترجم صاحب کے ساتھ اڈیٹر صاحب وکیل کے بھی مشکور ہین جن کی تحریک بھی اس فیاضی مین شامل تھی۔

شافیہ خاتون (راقم کی بھتیجی) نے پچاس روپے اس غرض سے بھیجے ہین کہ اس رقم سے ایک تمغہ اُس طالب العلم کو دیا جائے جو **درجۂ تکمیل** مین نہایت اعلی درجے کے نمبرون کے ساتھ کامیابی حاصل کرے، اس تمغہ کا نام (اگر ارکان ندوہ منظور فرمائین) شافیہ دار العلوم مڈل ہوگا،

جناب **مولانا عبد السبحان** صاحب مدراس، ندوہ کے لیے جو کوششین کر رہے ہین اُسکا شکریہ نہین ادا ہو سکتا، ماہواری چندہ جو اِن کے ذریعے سے وہان مقرر ہوا ہی برابر وصول ہو رہا ہی حال مین انھون نے لوگون سے وصول کر کے دار الاقامہ کے لیے ایک ہزار روپے کی رقم بھیجی ہی جسکی تفصیل علحدہ چھپیگی کل دو ہزار آٹھ سو روپے وہ اب تک بھیج چکے ہین،

مصر کی یونیورسٹی

ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مصر کی قومی یونیورسٹی جسکا نام **جامع مصریہ** ہی، اسکو قائم ہوے صرف ایک سال کی مدت ہوئی اتنے تھوڑے سے زمانے مین اسنے نہایت ترقی کی اور اسکی ترقی کی رفتار روز بروز بڑھتی جاتی ہی، یورپ کی سلطنتون نے اسکی تائید و اعانت پر آمادگی ظاہر کی ہی چنانچہ اٹلی نے اطلاع دی ہی کہ کیمسٹری کا جو کارخانہ یونیورسٹی مین قائم کیا جائے گا، اسکے تمام آلات و سامان اٹلی کی

سلطنت، ہدیۃً ارسال کریگی، حال مین احمد توفیق راغب نے ساڑھے سات ہزار روپے یونیورسٹی فنڈ مین عنایت کیے ہین،

یونیورسٹی کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہو کہ اپنے یہان کے طلبا کو، خاص خاص علوم و فنون کی تکمیل کے لیے یورپ کی یونیورسٹیون مین بھیجتے ہین اس سے پہلے ایک جاعت جا چکی ہو، اور اب دوسری جماعت عنقریب روانہ ہوگی، قاعدہ یہ ہو کہ جو طلبا اس غرض کے لیے طیار ہوتے ہین، اُن کا مختلف علوم و فنون مین ایک خاص امتحان لیا جاتا ہو چنانچہ علم ادب کے چند سوالات ہم اس غرض سے المؤید سے نقل کرتے ہین کہ ہمارے یہان کے علما اندازہ کر سکین کہ اب علم ادب پر کن حیثیتون سے نگاہ ڈالی جاتی ہو اور فن ادب کے کمال کے لیے کس قسم کے معلومات ضروری ہین۔

(۱) سبعہ معلقہ کے ہر قصیدہ مین جو شعر سب سے اچھا ہو اسکو لکھو اور اسکی ترجیح کے وجوہ بتاؤ، ہر قصیدہ کا موضوع کیا ہو اور اس سے اہل عرب کے کن اخلاق اور عادات کا ثبوت ہوتا ہو،

(۲) بتاؤ کہ ایران اور روما کی انشاپردازی کا اثر عرب کی زبان پر کیا پڑا یہ اثر کن لوگون نے پیدا کیا، مثالون اور سندون سے اسکا ثبوت دو،

(۳) بصرہ اور کوفہ کی حالت، اس حیثیت سے لکھو کہ وہ علوم عربیہ کے تربیت گاہ تھے،

(۴) عرب مین فن موسیقی کی تاریخ لکھو، اور بتاؤ کہ عرب کے تمدن اور فن ادب پر اسکا کیا اثر ہوا،

(۵) کیا دولت عباسیہ اور امویہ مین ایسے شعرا بھی پائے جاتے ہین جو عرب نہ تھے لیکن علم ادب مین امام فن سمجھے جاتے تھے ان مین سے بعضون کے نام اور ان کے حالات لکھو،

حیدرآباد کا دار العلوم

جناب مولوی عزیز مرزا صاحب نے ہمکو اطلاع دی ہو کہ حیدرآباد کے دار العلوم کا نصاب جدید

سرکار سے منظور ہوگیا، اور اب اس پر عمل درآمد شروع ہوگیا

درجۂ تکمیل کے لیے وظائف

ہندوستان مین سیکڑون عربی مدرسے ہین، لیکن ان سے کامل الفن اشخاص نہین پیدا ہوتے جسکی وجہ یہ ہی کہ ان مین کوئی درجۂ تکمیل نہین قائم کیا گیا ہی یعنے یہ کہ طالب العلم کتب درسیہ کو ختم کر کے صرف ایک فن کو لے لے، اور دو برس تک اسکی تعلیم حاصل کرے، اور اسمین مہارت بہم پہونچائے: ندوہ نے دار العلوم مین یہ شاخ اس سال سے کھول دی، لیکن ضرور ہی کہ اس شاخ کے لیے وظائف قائم کیے جائین، جن کی تعداد فی الحال دس قرار دی گئی ہی

ہم کو امید ہی کہ عالی ہمت حضرات، ایک ایک وظیفہ اپنے نام سے قائم کرین گے تاکہ اس شاخ مین طلبا کی تعداد زیادہ نظر آئے، ندوہ اگر مفید ہو سکتا ہی، تو اسی صورت مین کہ طلبا، درجۂ تکمیل مین تعلیم پاکر نکلین اسلیے اِن وظائف کا قائم کرنا، ندوہ کا سب سے مقدم کام ہی

ہمکو نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ کلکتہ کے مدرسۂ عالیہ مین ایسے امتحانات قائم کرنے کی تجویز ہی جنمین جدید علوم و فنون عربی زبان مین پڑھائے جائین، اور اسکے ساتھ انگریزی زبان اعلی درجہ تک سکھائی جائے، یہ امتحانات، ایف، اے، اور بی، اے، کے برابر سمجھے جائین گے اور ان سے سرکاری نوکریان مل سکین گی

صوفیان مستند، و زاہد بے خبر   از کہ پرسم من رہِ میخانہ را

ہمارے رفارمرون نے جب جدید تعلیم کی بنیاد رکھنی چاہی تو ضروری سمجھا کہ پہلے قدیم عمارت ڈھاکر، سطح ہموار اور درست کر لیجائے، ہم نے اسکو منظور کیا، پرانی تعلیم جس قدر ہم سے ہو سکا ہم نے

شادی گئی، اور چونکہ خطرہ تھا کہ قدامت پرست لوگ منہدم شدہ عمارت نئے سرے نہ اٹھائین اسلیے ضرور
ٹھہرا کہ دلون سے بھی اسکی عظمت کا نقش مٹا دیا جائے، اس بنا پر ہم نے اسکو "افسانۂ پارین، تقویم کہن،
عضو شل، آب جامد،" وغیرہ وغیرہ مختلف خطابات دیے اور اسطرح بار بار دُہرایا کہ قدیم تعلیم بھی بول اُٹھی کہ

بہ من چندان گنہ، از بدگمانی می کند نسبت — کہ من ہم در گمان افتادہ پندارم گنہگارم

تیس برس کا زمانہ گذر گیا، قدیم تعلیم مرچلی، نئی نسلین طیار ہوئین، ہزارون بی اے، نکلے، سیکڑون
نے ایم، اے کی ڈگریان لین، یہ سب کچھ ہوا، لیکن نتیجہ؟

کیا کوئی علمی جماعت پیدا ہوئی؟ کوئی مسئلہ حل ہوا؟ کسی نے کچھ اجتہاد کیا؟ کوئی مصنف پیدا ہوا؟
قومی ممبر پر کوئی خطیب نظر آیا، کسی کے قلم نے انشا پردازی کی معرکے فتح کیے؟

تم کہوگے کہ یہ ہماری ناانصافی ہی، ایک نوعمر گروہ سے ایسے فتوحات عظیمہ کی توقع خود ہماری
خام خیالی ہی، بے شبہہ تم سچ کہتے ہو، سوالات مذکورہ کو یون بدل دینا چاہیے،

کیا علمی مذاق کا کوئی گروہ پیدا ہوا؟ یورپ کی کسی فلسفی کتاب کا ترجمہ ہوا؟ علوم جدیدہ کے کچھ مسائل
قوم کی زبان مین شائع ہوئے، کوئی علمی پرچہ نکلا؟ اسلام پر یورپ نے جو سیکڑون نادر تصنیفات اور مضامین
لکھے، اس مین سے کچھ اردو زبان مین آیا؟ تم کہوگے کہ سوالات مذکورہ کا معیار، اور گھٹانا چاہیے، ہم اسکو بھی تسلیم
کر لیتے ہین، اور پوچھتے ہین کہ یورپ نے مذہب اسلام پر، اسلامی لٹریچر پر، عربی اور فارسی شاعری پر،
عرب کے جغرافیہ پر، فلسفۂ اسلام پر، مسلمانون کی تاریخ پر، سیکڑون نادر کتابین اور رسالے لکھے، نئے گروہ کو
ان مین سے کس قدر معلوم ہی؟ مسلمانون کی سیکڑون عجیب وغریب نادر تصنیفات کو یورپ نے شائع
کیا ہی، اُن کی ان لوگون کو خبر ہی؟ جرمن مین، مسلمانون کی خاص علوم و فنون پر جو انسائکلوپیڈیا لکھی جا رہی
ہو کیا اُس سے ان کو واقفیت ہی؟ پروفیسر دوزی نے دو ضخیم جلدون مین، تمام عربی مولّد الفاظ کی ڈکشنری
پچاس برس کی محنت مین لکھی کیا ان لوگون نے اسکو دیکھا ہی؟ گب موریل سیریز جن کے ذریعہ سے خاص

عربی اور فارسی قدیم نادر کتابین شائع کی جا رہی ہین، اُس سے ان کو واقفیت ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ہمنے اپنے علوم، اپنے فنون، اپنی تاریخ، اپنا تمدن، سب کچھ ہدیہ دے کر ایک گروہ پیدا کیا ہے اور نازان ہین کہ ع نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز،

لیکن ان سب حالات کے ساتھ سوال یہ ہے کہ چارہ کار کیا ہے؟ کیا ہمکو اس درد کا علاج پُرانے طریقہ کے مدارس مین ڈھونڈھنا چاہیے؟ کیا وہان کچھ تحقیق کا پرتو نظر آئے گا؟ کوئی مشکل حل ہوگی؟ لفظون کے گورکھ دھندے کے سوا اور کچھ ہات آئے گا؟ قدما کی تحقیقات کا نشان ملیگا؟ ابن ہیثم نے فن مناظر پر جو اضافہ کیا، فارابی نے فن موسیقی مین جو ترقیان کین، خیّام نے جبر و مقابلہ پر جو کچھ لکھا، ابن مسکویہ نے جو تاریخی تحقیقاتین کین، ان مین سے کسی چیز کا پتہ لگے گا؟ نہین کچھ بھی نہین، ہمارے مولویون کے تو کان بھی ان سوالون سے آشنا نہون گے،

غرض موجودہ حالات کے ساتھ، تو ان دونون گروہون مین سے کوئی گروہ ہمارے کام کا نہین، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کونسا گروہ کوشش کرنے سے کام کا بن سکتا ہے،

ہر قوم جب ترقی کرتی ہے تو اسمین دو گروہ پیدا ہو جاتے ہین،

ایک وہ جو دنیوی علوم سیکھتا ہے، سرکاری خدمتین حاصل کرتا ہے انتظامات ملکی مین شریک ہوتا ہے، پالٹیکس مین دخل دیتا ہے، یہ گروہ علم و فن سے بے بہرہ نہین ہوتا، لیکن علم اسکا مقصد زندگی نہین ہوتا، ہمارے زمانے مین یہ گروہ وہی ہے جسکو ہم جدید تعلیم یافتہ گروہ کہتے ہین،

دوسرا گروہ، علمی گروہ ہوتا ہے اُسکی غرض و غایت، محض علم ہوتی ہے، وہ تھوڑی سی معاش پر اکتفا کرتا ہے اور صرف علمی خدمت، کو اپنا منتہاے مقصد قرار دیتا ہے، یہ گروہ اگرچہ درحقیقت آج کل مفقود ہے لیکن اس گروہ کے جو آثار اور خواص ہین، وہ عربی خوان گروہ مین پائے جاتے ہین، عربی خوان گروہ علانیہ جانتا ہے کہ عربی علوم کے پڑھنے سے معاش نہین حاصل ہو سکتی، اور زمانے کی نظرون مین ان علوم کی

کچھ قدر نہین، تاہم یہ گروہ نہایت محویت، شوق، اور شیفتگی سے علوم عربی کی تحصیل مین مصروف ہے صرف اسلیے کہ اس نے اپنا مقصد، تحصیل دنیا نہین، بلکہ تحصیل علم قرار دیا ہے، جو کچھ کمی ہے یہ ہے کہ وہ جس چیز کو علم سمجھے ہے ہین وہ علم کے نہایت ابتدائی مراتب ہین،

عربی مین جو علوم و فنون پڑھائے جاتے ہین (دینیات کو چھوڑ کر) ان مین سے اکثر ایسے ہین جن کو یورپ نے اسقدر ترقی دی ہے کہ ان کی تحقیقات کے سامنے پچھلے کارنامے، بازیچہ اطفال سے زیادہ نہین رہے میبذی اور صدرا کی طبعیات کو آج کل کی طبعیات سے کیا نسبت ہے، عربی ادب کے متعلق یورپ نے عربی کی وہ قدیم نادر تصنیفات، بہم پہونچائین جنکی ہمارے علما کو خبر تک نہین، غرض یہی عربی خوان گروہ، اگر یورپ کی کسی زبان، اور یورپ کی تحقیقات سے آشنا ہوجائے تو وہ گروہ بن جائے گا جسکو ہم علمی گروہ کہتے ہین اور جسکے بغیر قوم کی، قوم ع خوب ست وخوش ست ولے ندارد۔

بے شبہ آجتک عربی خوان گروہ نے انگریزی زبان اور انگریزی علوم و فنون سے احتراز کیا لیکن کیوں؟ اسلیے نہین کہ ان کے نزدیک انگریزی پڑھنا کفر ہے، بلکہ اسلیے کہ ان کو یہ غلط خیال ہے کہ انگریزی مین علوم و فنون نہین ہین صرف سطحی اور عامیانہ باتین ہین، یہ اعتقاد اسقدر راسخ ہو گیا ہے کہ ہم خود **ندوہ** مین برسون سے اس اعتقاد کو زائل کرنا چاہتے ہین، لیکن کسی شخص پر کچھ اثر نہین ہوتا جسکی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے علما یورپ کے علوم و فنون کا اندازہ انگریزی خوانون سے کرتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ اس گروہ سے یورپ کی علمی تحقیقات و تدقیقات کا اندازہ نہین ہو سکتا،

مسلمانون مین علمی گروہ وہی بن سکتا ہے جو اسلامی علوم کے ساتھ تحقیقاتِ حال سے بھی ناآشنا ہو، چنانچہ بلاد اسلامیہ نے مدت کے تجربہ کے بعد اس نکتہ کو سمجھا، اور اسی بنا پر **قاہرہ** مین ایک یونیورسٹی قائم کی گئی جسکا نام **جامع مصریہ** ہے، تاہم اس یونیورسٹی مین یہ کمی ہے کہ اسمین خالص مذہبی علوم یعنی تفسیر حدیث وغیرہ نہین پڑھائے جاتے، اس چیز کی تلافی کی اگر امید ہو سکتی ہے تو **حیدرآباد** سے ہو سکتی ہے جس سے

دار العلوم کو وسیع پیمانے پر قائم کرنا چاہا ہے، ندوہ کے تحت ما یہ دار العلوم نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھا ہے اور اب اسکے کامیابی کے نہایت ابتدائی آثار نظر آنے لگے ہین،

ڈاکٹر برٹن

اس مضمون کے سلسلے مین ہم ڈاکٹر برٹن کا ذکر اس لحاظ سے کرنا چاہتے ہین کہ مسلمانون مین جس قسم کے علمی گروہ کی ضرورت ہے، اسکا کوئی نمونہ پیش کیا جائے،

ڈاکٹر برٹن جرمن کا مشہور فاضل ہے، وہ کثرت سے مختلف زبانین جانتا ہے، اسنے تین یونیورسٹیون سے فلسفہ کی ڈگری حاصل کی ہے، اور اب بُن کی یونیورسٹی مین مشرقی زبانون، اور اسلامی فلسفہ کی تعلیم کا پروفیسر ہے، چار برس سے اسنے اپنی زندگی صرف عربی فلسفہ کی تحقیقات پر وقف کردی ہے، یورپ مین سیکڑون فضلا ہین جو اسلامی علوم کی تحقیقات مین مصروف ہین، لیکن ڈاکٹر برٹن کا کمال اسقدر مسلم ہوگیا ہے کہ اس خاص مضمون کے متعلق وہ مرجع عام بن گیا ہے، تمام اطراف یورپ سے اسکے پاس اسلامی فلسفے کے متعلق استفسارات آتے ہین، اور وہ تسلی بخش جواب دیتا ہے،

فلسفہ اسلام کے متعلق، اسکی دو تصنیفین جرمنی زبان مین شائع ہوچکی ہین، ایک کا نام مابعد الطبعیۃ ہے، یہ کتاب اصل مین شیخ بوعلی سینا کی کتاب مابعد الطبعیۃ کا ترجمہ ہے، لیکن ترجمہ کے ساتھ اسنے ایک مقدمہ لکھا ہے جسمین یہ بتایا ہے کہ بوعلی سینا نے یونان اور بالخصوص ارسطو کے فلسفہ پر کیا اضافہ کیا ؟

مسلمانون مین بوعلی سینا کی تصنیفات اور فلسفہ کو جو رواج ہوا، اور جس عظمت سے اسکا نام لیا جاتا ہے کسی اور فلسفی کا نام نہین لیا گیا، لیکن اگر یہ جاننا چاہین کہ اسنے یونان کے فلسفہ پر کیا اضافہ کیا تو اسکا کوئی سامان نہین، یہان تک کہ عام رائے یہ قائم ہوگئی کہ بوعلی سینا صرف ارسطو کا شارح تھا، ایک یورپین مورخ نے اسی بنا پر لکھدیا کہ مسلمان، کسی فلسفہ کے بانی نہین اور وہ ارسطو کی گاڑی کھینچنے والے قلی ہین،

ڈاکٹر ہرٹن چونکہ یونانی اور عربی دونون فلسفہ کا ماہر ہی اسلیے اسکو اس بحث کے فیصلہ کرنیکا پوراحق تھا، اسنے تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے دیباچہ مین بتایا کہ بوعلی سینا نے ارسطو پر کس قدر اضافہ کیا اسکے ساتھ اسنے یہ بھی ثابت کیا کہ عہد وسطیٰ مین تمام یورپ مین جس قدر فلسفی تھے، بوعلی سینا ان سب سے فلسفہ مین ممتاز تھا،

ڈاکٹر موصوف کی دوسری کتاب خاص فلسفہ اسلام کی تاریخ پر ہی، اسنے اس کتاب کا نام درجات الفلسفہ فی الاسلام رکھا ہی، اور فلسفہ اسلام کے چار دور قائم کیے ہین،

۱- متکلمین،

۲- فلاسفہ،

۳- طبیعین

۴- صوفیہ،

اسی طرح فلسفہ کے چار دور قائم کیے ہین،

دور اول سنہ ۸۰۰ع سے سنہ ۹۰۰ع تک یہ ہارون اور مامون کا دور ہی، اس دور مین ارسطو، فلاطون، سکندر افرودسی، ثامسطیوس کی کتابون کا ترجمہ ہوا،

اس دور مین فلسفہ اسلام، زیادہ تر یونان کا فلسفہ تھا جو اس بات کو مانتے تھے کہ خدا کو کوئی ارادہ اور اختیار نہین ہی بلکہ اس سے تمام افعال اس طرح صادر ہوتے ہین جسطرح آفتاب سے روشنی،

دور دوم سنہ ۹۰۰ع سے سنہ ۱۰۵۰ع تک، اس دور مین متکلمین نے فلسفہ یونان پر نکتہ چینی شروع کی اور اس مذہب کو باطل کیا کہ خدا سے، مجبوراً افعال صادر ہوتے ہین،

دور سوم سنہ ۱۰۵۰ع سے سنہ ۱۸۰۰ع تک اس دور مین ارموی بیابہری، کاتبی، تفتازانی، عضد الدین ایجی، دوانی، پیدا ہوئے،

دور چہارم موجودہ دور جو در اصل یورپ کے فلسفہ کا دور ہے اور جسکی تقلید مصر وغیرہ مین جاری ہے
دور سوم کی نسبت ابتک لوگون کا خیال تھا کہ اس عہد کی تصنیفات مستقل تصنیفات نہین، بلکہ قدیم کتابون
کی شرحین اور حاشیے ہین، لیکن ڈاکٹر **ہرٹن** کا دعویٰ ہے کہ فلسفہ کی تاریخ مین یہی سب سے مہتم بالشان دور ہے
ڈاکٹر صاحب نے نہایت توضیح کے ساتھ اُن فلسفیانہ مباحث کا ذکر کیا ہے جنمین اس دور کے علمانے
یونانیون کی غلطیان نکالین، اور بہت سے جدید مسئلے ایجاد کیے،

ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب جرمنی زبان مین ہے، **محمد بدر جو** بُن کی یونیورسٹی مین تعلیم پاتے
ہین ڈاکٹر صاحب موصوف کے شاگرد ہین، اُنھون نے ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات کے متعلق ایک آرٹیکل
المؤید مورخہ ۲۲- ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ ہجری مین لکھا ہے، ہمارا یہ مضمون، اسی آرٹیکل سے ماخوذ ہے لیکن افسوس
اور سخت افسوس ہے کہ بدر صاحب نے اصل جو بات تھی وہی چھوڑ دی، ڈاکٹر صاحب موصوف نے جہان دور سوم کی تحقیقات
اور ایجادات پر بحث کی ہے، اسکی نسبت وہ لکھتے ہین،

وقد بحث الدکتور فی هذا الموضوع بحثاً علمیاً
فلسفیاً لا یسع مقالی فی هذا البحث فیه ولا
یانس به الفریق الاعظم من القراء۔

ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر فلسفیانہ علمی بحث کی ہے لیکن ہمارے
اس آرٹیکل مین اسکی گنجائش نہین، اور ہمارے ناظرین مین سے
اکثرون کو اُس سے کچھ دلچسپی نہ ہوگی،

مصر مین لوگون کو اس مضمون سے دلچسپی نہ ہو تو نہ ہو، لیکن ہندوستان مین خصوصاً ندوہ کے
ہم مذاق لوگون کی نسبت تو ہم دعوے سے کہ سکتے ہین کہ وہ صرف اسی بحث کو دلچسپی کی نظر سے دیکھتے
باقی باتین تو اور بھی بارہا سنی اور دیکھی ہین،

جس مین نامہ بندھا تھا دلبر کا — وہی پر، گر پڑا کبوتر کا

═══

تجارب الامم ابن مسکویہ
گب موریل سیریز

یورپ کی علمی فیاضیون کا ذکر ہم نے اسقدر بار بار کیا ہو کہ اس عنوان پر ہم اگر کچھ اور کہنا چاہین، تو لوگ فوراً بول اٹھینگے کہ ع این آن فسانہ ایست کہ صد بار گفتہ ،

لیکن اگر ہر نئے احسان کا نیا شکر واجب ہو تو یہ ذکر کرنا پڑیگا ، اور بار بار کرنا پڑیگا،

انصاف کرو مسلمان، دنیا کے ہر حصے مین پھیلے ہوئے ہین، اُن کی بڑی بڑی سلطنتین قائم ہین، اپنے علوم و فنون کی قدر دانی کا جس قدر اُنکو دعویٰ ہو شاید کسی قوم کو نہ ہوگا، لیکن کیا یورپ نے عربی زبان کی جو خدمت کی ہو اُسکا ہزاروان حصہ بھی، آج اسلام کی وسیع دنیا کر سکتی ہو، یورپ نے جس قسم کی نادر اور نایاب عربی کتابین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پیدا کین، کیا ایک بھی اس قسم کی کتاب مسلمانون نے شائع کی ؟ معجم البلدان، بلاذری، طبری، یعقوبی، ابن ہمدانی، تاریخ الحکماء قفطی، طبقات ابن سعد، انساب الاشراف، معارف، (اور اس قسم کی سیکڑون کتابون) کو کس نے دنیا مین روشناس کیا ؟ اور سچ تو یہ ہو کہ اب بھی کتنے مسلمان، ان کتابون سے واقف ہین،

یورپ کی علمی فیاضی کی داستان نہایت طویل ہو، یہان ہمکو اسمین سے صرف گب سیریز کا تذکرہ کرنا ہو جو ہمارے مضمون کی دوسری سرخی ہو، گب ایک دولتمند انگریز تھا جسنے کئی لاکھ روپیہ صرف اسلیے وقف کر دیا کہ اس سے عربی اور فارسی زبان کی نایاب تصنیفات ڈھونڈھ کر شائع کیجائین،

چنانچہ اسوقت تک جو کتابین اس سلسلہ مین شائع ہوئین وہ حسب ذیل ہین،

بابرنامہ، یعنی تزک بابری جسمین بابر شاہ نے خود اپنے حالات لکھے ہین،

ترجمہ تاریخ طبرستان، از اسفندیار،

تاریخ خاندان رسولیہ یمنی، از خزرجی،

سفرنامہ ابن جبیر اندلسی،

معجم الادبا یاقوت حموی، نہایت نایاب تھی، قسطنطنیہ مین ایک ناتمام نسخہ تھا اب تک اس کتاب کی دو جلدین چھپ چکی ہین،

تجارب الامم ابن مسکویہ، اسکی مفصل کیفیت آگے آتی ہی،

یہ وہ کتابین ہین جو شایع ہو چکین اور جو کتابین اس سلسلہ مین زیر طبع ہین، یا جن کا چھاپنا مقصود ہی، وہ حسب ذیل ہین،

معجم فی معیار اشعار العجم، فن عروض مین ہی، اسکا مصنف، شیخ سعدی کا معاصر تھا، کتاب کا سنہ تصنیف ۶۱۴ سنہ ہجری ہی، اسکا قلمی نسخہ ہمارے کتب خانے مین موجود ہی،

تاریخ مغول از رشید الدین فضل اللہ

ترجمہ تاریخ سیستان،

حصہ جغرافیہ از کتاب نزہۃ القلوب حمد اللہ المستوفی،

چہار مقالہ عروضی سمرقندی،

مرزبان نامہ،

فتوح مصر والمغرب والاندلس، از ابو القاسم عبد الرحمن،

تاریخ مصر از کندی، نہایت قدیم تاریخ ہی،

قابوس نامہ

انساب سمعانی، نہایت مستند اور نادر کتاب ہی،

کتاب الرد علی اہل البدع والاہوار، للملنغی،

ان کے علاوہ اور چند کتابین ہین جنکا ذکر چندان ضروری نہین،

اس سلسلہ کا نام گب موریل سیریز ہی اور اسمین سے ہم اسوقت **تجارب الامم** سے بحث کرنی چاہتے ہین جو ہمارے مضمون کا پہلا عنوان ہی،

اس کتاب کا مصنف **علامہ ابن مسکویہ** ہی جو مشہور حکیم اور فلاسفر تھا اسکی کتاب طہارۃ جس سے امام غزالی نے احیاء العلوم مین اکثر موقعون پر فائدہ اٹھایا ہی چھپ کر شائع ہو چکی ہی، الہیات مین اسکی کتاب **فوز الاصغر** نہایت اعلی درجہ کی تصنیف ہی اور جس قدر اسلامی تصنیفات اس موضوع پر ہماری نظر سے گذر چکی ہین، ان مین سے ایک بھی اسکی ہمسری کا دعوی نہین کر سکتی، ابن مسکویہ **عضد الدولہ** اور اسکے جانشینون کے دربار مین نہایت معزز منصب پر ممتاز تھا اسنے ۴۲۱ھ ہجری مین وفات پائی،

اس کتاب کا نسخہ جو **یورپ** نے ہم پہونچایا ۵۰۸ھ ہجری کا لکھا ہوا ہی، مزید اعتبار کے لیے یورپ نے اصل نسخہ کو فوٹو کے ذریعہ سے شائع کیا لیکن اس سے یہ نقصان ہوا کہ چونکہ قدیم زمانے کا خط ہی اسلیے کہین کہین پڑھا نہین جاتا۔ جا بجا حرف بھی اڑ گئے ہین، اور سیاہی مٹ چلی ہی، اڈیٹر نے مختصر سا دیباچہ انگریزی مین لکھا ہی اور ایک نہایت مفصل فہرست اسما اور مقامات کی شامل کی ہی، کتاب بمقام لیڈن ۱۹۰۹ء مین چھاپی گئی ہی،

اس کتاب پر ہم مختلف حیثیتون سے ریویو کرنا چاہتے ہین،

(۱) ہمارے یہان علوم کی جو دو قسمین **معقول و منقول** قرار دی گئین اسکے متعلق ایک سخت غلطی یہ ہوئی کہ بعض علوم جن مین دونون حیثیتین جمع تھین، صرف ان مین ایک حیثیت کا لحاظ ہوا، مثلاً **تاریخ و روایت** کا فن محض منقولات مین شمار کیا گیا جس سے نتائج ذیل پیدا ہوئے،

(۱) جو لوگ صرف **معقولات** کو اپنا مائی ناز سمجھتے تھے یعنے حکما اور فلاسفر انھون نے اس

فون کی طرف متعلق توجہ نہین کی، اسلیے یہ فن فلسفیانہ نکتہ آفرینیون سے محروم رہ گیا یہی وجہ ہی کہ بوعلی سینا، فارابی، محقق طوسی، امام رازی، قطب الدین شیرازی، جلال الدین دوانی، کی کوئی تصنیف، اس فن مین موجود نہین،

(۴) چونکہ اس فن کی نسبت عام یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اسکو عقل و درایت سے تعلق نہین، اسلیے مورخین اور اہل روایت نے خود بھی عقل اور درایت سے کام نہین لیا، ان کو صرف اس سے غرض تھی کہ واقعہ کا بیان کرنے والا ثقہ ہی یا نہین؟ اگر ثقہ ہی تو وہ جو واقعہ بیان کرتا ہو، اُن کے نزدیک قابل اعتبار ہی، حالانکہ یہ بالکل ممکن ہی کہ راوی ثقہ ہو، اور واقعہ کے بیان مین اس سے غلطیان وقوع مین آئین، غرض اس خیال کی وجہ سے تاریخ کا فن اس رتبہ پر نہ پونہچا جسپر اسکو پہنچنا چاہیے تھا،

اس عالم مین **ابن مسکویہ** ایک مستثنیٰ شخص نظر آتا ہی جسنے فلسفی اور حکیم ہونے کے ساتھ فن تاریخ پر بھی توجہ کی، ابن مسکویہ کے نام سے ہر شخص کو امید پیدا ہوسکتی ہی کہ اسکی **تاریخ** عام شاہراہ سے الگ ہوگی اور ہم خوش ہین کہ یہ امید نا کامیاب نہین ہوئی، ابن مسکویہ نے کتاب کے دیباچہ مین تاریخ کے متعلق جو کچھ لکھا ہی، اس سے اندازہ ہوسکتا ہی کہ وہ اس فن کو کس نظر سے دیکھتا ہی اور اسکو کس انداز سے لکھنا چاہتا ہی،

یورپ مین آج کل فن تاریخ کو اسقدر ترقی ہوئی ہی کہ کبھی نہ ہوئی ہوگی، تاریخی واقعات کے ساتھ اسقدر اعتنا کیا جاتا ہی کہ ایک ایک جزئی واقعہ، اور ہر واقعہ کی ہر قسم کی جزئی خصوصیات کا استقرا کیا جاتا ہی، لیکن اہل فلسفہ کے نزدیک یہ ایک علمی بے اعتدالی ہی، تاریخ کا مقصد اُن واقعات کا پتہ لگانا ہی جن سے خاص نتائج پیدا ہوتے ہین اور جن سے علت و معلول کا اسطرح سلسلہ قائم ہوتا ہی کہ جب اسی قسم کے واقعات پیش آئین تو فوراً پیشین گوئی کی جا سکے کہ اسی قسم کے نتائج پیش آئین گے اس سے زیادہ جو کچھ ہی وہ یا قصہ ہی یا بیکار واقعات ہین چنانچہ **ہربرٹ اسپنسر** نے تفصیل کے ساتھ

اس نکتہ کو لکھا ہی،

ہمارا فلسفی مورخ (ابن مسکویہ) بھی تاریخ کو اسی نظر سے دیکھتا ہی، وہ دیباچہ مین لکھتا ہی،

انی لما تصفحت اخبار الامم و سیر الملوک وقرءت اخبار البلدان و کتب التواریخ وجدت فیها ما یستفاد منه تجربة فی امور لا تزال تتکرر مثلها و ینتظر حدوث مثلها ۔ فان امور الدنیا متشابهة و احوالها متناسبة۔

مین نے جب قومون کے حالات، اور سلاطین کے تذکرے بغور دیکھے، اور شہرون کے حالات، اور تاریخ کی کتابین پڑھین تو مین نے ان مین وہ باتین پائین جن سے اُن امور کے متعلق تجربہ حاصل ہوتا ہی جسکے ہمشکل واقعات عموماً پیش آیا کرتے ہین اور اُن کے پیش آنے کی توقع ہوتی ہی کیونکہ دنیا کے واقعات، ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہین اور ایسکے واقعات مین باہم تناسب ہی،

اسکے بعد لکھا ہی،

و وجدت هذا النمط من الاخبار مغمورا بالاخبار التی تجری مجری الاسمار و الخرافات التی لا فائدة فیها غیر استجلاب النوم بها و الاستمتاع بالمستطرف منها۔

اور مین نے دیکھا کہ اس قسم کے واقعات اُن باتون کے ساتھ رل مل گئے ہین جو محض قصہ اور خرافات کے کام کے ہین، جن سے بجز اسکے کوئی فائدہ نہین کہ اُن کے سننے سے نیند آتی ہی، یا ان کے عجوبہ زا، واقعات سے لطف آتا ہی،

ابن مسکویہ نے اسکا سخت افسوس کیا ہی کہ **تاریخ** کا فن اپنے اصلی مرکز سے ہٹ گیا ہی اور لوگون کی توجہ عموماً اُن واقعات کی طرف ہی جو علت و معلول کے سلسلہ قائم کرنے مین کچھ مدد نہین دیتے اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ جو نتیجہ انگیز واقعات تھے اُن کی طرف خاص نگاہ نہین پڑتی، اور وہ بھی انھین عام اور بے نتیجہ واقعات مین شامل ہو کر بیکار ہو جاتے ہین "چنانچہ لکھا ہی"

حتی ضاع بینها و بتدد فی اثنائها فبطل الانتفاع بها و لم یتصل لسامعه و قاریه

یہانتک کہ یہ اصلی واقعات، اُن لغو واقعات مین رل مل کر برباد ہو گئے اور اسلیے ان سے فائدہ اٹھانا نہ ہو سکا اور پڑھنے اور سننے والے کو

اتصالا یربط بعضه بعضا۔

ان واقعات مین ایسا سلسلہ نہین ملتا جس سے تمام واقعات، ایک دوسرے سے مربوط ہوجائین،

اسکے بعد لکھاہی،

فلذلک سمیت هذا الکتاب و اکثر الناس انتفاعا به و اکبرهم حظا منه اولو قوم قسطا من الدنیا کالوزراء و اصحاب الجیوش و سواس المدن

اسلیے مین نے یہ کتاب مدون کی، اور اس کتاب سے زیادہ تر فائدہ وہ لوگ اُٹھا سکتے ہین جن کو دنیوی معاملات سے زیادہ تر تعلق ہی مثلا وزرا اور فوجی افسر اور مدبرین ملک،

مصنف نے تمام کتاب مین اس مقصد کو پیش نظر رکھا ہی، اور جو واقعات، اس مقصد سے تعلق نہین رکھتے ان کو عموماً نظر انداز کرتا جاتا ہی،

اس مقصد کو اس نے اسقدر پیش نظر رکھا ہی کہ انبیا کے حالات مین معجزات کا ذکر نہین کرتا کیونکہ اسکے نزدیک معجزات، علۃ و معلول کے سلسلے سے الگ ہین چنانچہ لکھتا ہی،

ولهذا السبب بعینه لم نتعرض لذکر معجزات الانبیاء صلوات الله علیهم، لان اهل زماننا لا یستفیدون منها تجربة فیما یستقبلونه من امورهم الا ما کان منها لله بتدبیر بشری لا یقترن بالاعجاز۔

اور اسی سبب سے مین نے انبیا علیہم السلام کے معجزات کا ذکر نہین کیا کیونکہ آج کل کے لوگ اُن سے آیندہ واقعات کی نسبت کوئی تجربہ نہین حاصل کرسکتے، البتہ وہ واقعات مین نے لکھے ہین جو انبیا سے انسانی تدبیر کی حیثیت سے وقوع مین آئے ہین جنمین معجزہ کی آمیزش نہین ہی،

(۲) **ایران** کی تاریخ مین، دورازکار واقعات کثرت سے ہین، اور **فردوسی** کی شاعرانہ رنگ آمیزی نے تو تاریخ کو ناول بنادیا، ابن مسکویہ ان وہمی افسانون کی نسبت ہر جگہ تصریحات کرتا جاتا ہی کہ ایرانیون کی خرافات ہین اور بعض جگہ بتاتا ہی کہ اصل واقعہ کیا تھا، اور الفاظ کے غلط استعمال اور لوگون کی وہم پرستی سے اسکی صورت بدل گئی، مثلاً ایک موقع پر لکھتا ہی،

فللفرس ههنا خرافات و تزعمات

اور ایرانی اس موقع پر بہت سے خرافات بیان کرتے ہین، اور خیال

ان الشیاطین کانت مسخرۃ لکیقابوس۔ کرتے ہین کہ شیاطین کیکاؤس کے مسخر تھے،

ضحاک کی نسبت تمام ایرانی تاریخون مین مذکور ہی کہ اسکے کاندھے پر دو سانپ تھے جنکی غذا آدمی کا دماغ تھا، **ابن مسکویہ** اس واقعہ کی نسبت لکھتا ہی،

وکان علی منکبہ سلعتان یحرکھما اذا شاء کما یحرک یدیہ فادعی انھما حیتان تھویلا علی ضعفاء الناس و اغبیائھم وکان یسترھما بثیابہ۔	اور اُسکے شانون پر دو غدود تھے جنکو وہ جب چاہتا تھا حرکت دیسکتا تھا جس طرح اپنے ہاتون کو حرکت دیسکتا تھا، ضحاک نے یہ ظاہر کیا کہ یہ دونون سانپ ہین جس سے اسکا مقصد عوام اور احمقون کو مرعوب کرنا تھا، اور وہ ان کو لباس کے اندر چھپائے رکھتا تھا

طہمورث کی نسبت عام طور پر مشہور ہی کہ شیطان اور جن اسکے مسخر تھے اور اُسکے یہان عمارت وغیرہ کا کام کرتے تھے، **ابن مسکویہ** اس واقعہ کی حقیقت اسطرح ظاہر کرتا ہی،

وطلب الدعار ونفی الشیاطین اعنی الاشرار والزمہ من غلبہ من اھل الفساد والشیاطین الاعمال الصعبۃ واذلھم بقطع الحجارۃ والحفر من الجبال	اسنے بدچلن لوگون کو بلایا اور شیاطین یعنے بدمعاشون کو ملک سے نکال دیا اور اس نے مفسدون اور شیطانون کو سخت کامون پر مامور کیا اور اُن کو سنگ تراشی کے کام پر لگایا،

(۳) ایران کے لٹریچر مین بعض چیزین ایسی تھین جو دنیا کی بہترین یادگار سمجھی جاتی تھین مثلاً **نوشیروان** کا کارنامہ جو خود اسنے لکھا تھا، یا **اردشیر** کا عہدنامہ جسکو مورخین **عرب** منجملہ اُن چار کتابون کے شمار کرتے ہین جو بے مثل تسلیم کی گئی ہین **ابن مسکویہ** نے ان چیزون کی پوری قدر کی ہی چنانچہ ان دونون کا ایک ایک حرف (عربی ترجمہ کے ذریعہ سے) نقل کیا ہی، نوشیروان کا ایک لکچر جو اسنے تمام امرا اور خواص و عوام کے مجمع مین دیا تھا اور جسمین انتظامات ملکی کے تمام نکتے بتائے ہین اسکا بھی پورا ترجمہ کیا ہی،

(۴) ابن مسکویہ نے اکثر واقعات **شاہنامہ** کے خلاف لکھے ہین اور اکثر اُن واقعات کا مرتبہ

ذکر نہین کیا ہی جو شاہنامہ کے مشہور معرکے ہین، مثلاً رستم و سہراب کی داستان، رستم و اسفندیار کی جنگ، منیژہ و بیژن کا واقعہ، شاہنامہ مین لکھا ہی کہ کیکاؤس کو شاہ مازندران نے گرفتار کر لیا تھا، لیکن ابن مسکویہ نے اس واقعہ کے بجاے لکھا ہی کہ کیکاؤس جب یمن پر حملہ آور ہوا تو ذوالاذعار بادشاہ یمن نے اسکو شکست دی اور ایک کنوئین مین قید کر دیا، بالآخر رستم گیا اور اسکو چھڑا لایا،

ان واقعات کے متعلق یہ فیصلہ کرنا مشکل ہی کہ ابن مسکویہ اور فردوسی دونون مین سے کسکا بیان صحیح ہی لیکن مجھ سے پوچھا جائے تو مین فردوسی کو ایران کی تاریخ کا زیادہ حقدار سمجھتا ہون،

(۵) **ابن مسکویہ** کی کتاب مین بڑا نقص یہ ہی کہ آنحضرتؐ، اور خلفاے راشدین کے حالات نہایت ناتمام اور جستہ جستہ لکھے ہین، اور اسکی معذرت یہ کی ہی کہ میری کتاب کا مقصد، ایسے حالات کا بیان کرنا ہی جو ظاہری اسباب سے تعلق رکھتے ہون اور جن سے قواعد کلیہ قائم ہو سکین، لیکن خلفا کے فتوحات محض تائید الٰہی ہین، ان کو سلسلہ علت و معلول سے تعلق نہین **ابن مسکویہ** کے خاص الفاظ یہ ہین،

ولم اجد فی تلک الحروب و الوقعات مع عظمها وشدتها موضع حيلة ولا موقع تدبير يستفاد منه تجربة الا اليسير مما سنذكره و باقيه كله جهاد من القوم ونصر من الله واجتهاد من المسلمين ۔ وكان شرطنا فی اول الكتاب الا نثبت من الاخبار الا ما فيه تدبير نافع فی المستقبل الخ۔

مین نے ان لڑائیون مین باوجود اسکے کہ وہ عظیم الشان اور سخت لڑائیان ہین کوئی حیلہ اور تدبیر کی بات نہین پائی جس سے کوئی تجربہ پیدا ہو بجز چند مختصر واقعات کے جنکو مین آگے ذکر کرون گا، ورنہ یہ تمام لڑائیان، لڑائیان نہین، بلکہ قوم کا جہاد اور خدا کی تائید ہین، اور ہم ابتداے کتاب مین شرط کر چکے ہین کہ صرف وہ واقعات لکھینگے جن سے آئندہ واقعات مین کوئی تجربہ حاصل ہو،

لیکن یہ کس قدر غلط خیال ہی بے شبہ عہد نبوت، اور خلافت کے واقعات تائید الٰہی ہین لیکن کون کہہ سکتا ہی کہ سلسلۂ اسباب سے الگ ہین، جو سچائی، جو خلوص، جو جوش، جو راست کرداری، جو عدل و انصاف، جو حق پرستی، ان معرکون مین صرف کی گئی، جب کبھی صرف کیجائیگی بعینہ یہی نتیجے ظاہر ہونگے

اگر ان لڑائیون مین اسباب و علل کو دخل نہ ہوتا، تو جنگ اُحد مین شکست کیون ہوتی؟ حنین مین اکثر لوگون کے پاؤن کیون اُکھڑ جاتے؟ واقعہ جسر مین ہزارون مسلمان کیون شہید ہوتے؟ واقعہ یرموک مین مسلمانون کو مفتوحہ مقامات سے ہٹ آنا کیون پڑتا،

خدا نے فرمایا اور سچ فرمایا انا کل شئ خلقناہ بقدر۔

شبلی نعمانی

۲ جون ۱۹۰۹ء - از کلکتہ،

سود

اور

صحف انبیاء

سود جسکو انگریزی مین انٹرسٹ کہتے ہین عرب اُسکو ربا کہتے ہین، عربی مین ربا کے معنی زیادتی اور اضافہ کے ہین اسی مناسبت سے قرض کے اصل راس المال سے جو زیادہ وصول کیا جائے اُسکو ربا کہتے ہین جواز سود کی کوشش مین اسلام کے ایک نادان دوست کی مضحکہ خیز تحقیق یہ ہے کہ قرن اول مین چونکہ قرآن مجید پر اعراب نہ تھا اسلیے مسلمانون نے بجاے رُبا کے ربا پڑھا اور نہ اصلی لفظ رُبا تھا جو فارسی مصدر ربودن سے مشتق ہے جسکے معنے چھیننے اور جھپٹنے کے ہین اس بنا پر اصل قرآن مجید نے سود کو حرام نہین کیا ہے جیسا عام مسلمان سمجھتے ہین بلکہ اُس مال کو حرام کیا ہے جو چھین جھپٹکر حاصل کیا جائے،

ہم اس تحقیق کے متعلق اسکے سوا اور کیا کہہ سکتے ہین،

صیاد، تو نخچیر مکن، چیزے کہ نہ خواندہ تفسیر مکن۔

ایک دوسرے مضمون نگار کا جواز سود پر بڑا استدلال یہ ہے، (اودھ اخبار جولائی ۱۹۰۹ء)

ہمارا اس سے بالاستدلال یہ ہے کہ سود بہت پہلے زمانے سے تمام قوموں میں رائج ہے برابر قومیں یکے بادیگرے سود لیتی رہیں اور اس زمانے میں انکے لیے بہت سے انبیا اور رسول مبعوث ہوئے مگر کسی نے سود کو ناجائز قرار نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے سوا اور قومیں جیسے یہود و نصاریٰ سود علانیہ لیتی ہیں۔۔۔

اور چونکہ انکے مذہب نے ہر قسم کے نفع اٹھانے کی اجازت دی ہے اسلیے وہ کوشش کرتے ہیں،

اس بنا پر سوال یہ ہے کہ کیا درحقیقت گذشتہ قوموں میں جو انبیا اور رسول مبعوث ہوئے اُن میں سے کسی نے **سود کو ناجائز قرار نہیں دیا؟** بلاشک یہودی اور عیسائی قوموں کی موجودہ سودخواری کو دیکھکر ایک کوتاہ نظر شخص یہی نتیجہ نکالیگا کہ گذشتہ انبیا نے سود کو ناجائز نہیں قرار دیا، لیکن جب اس مقدمہ پر نظر کیجائے کہ کسی قوم کے اعمال و افعال سے اُسکے مذہبی احکام کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا تو یقیناً ہمکو **صحف انبیا** کی طرف توجہ کرنی پڑیگی، گو مسلمان موجودہ صحف انبیا کو تحریف و مسخ سے بہت کم محفوظ مانتے ہیں لیکن تاہم اگر یہ ثابت ہوجائے کہ حرمت سود پر تمام کتب سماوی بالاجماع متفق ہیں اور اکثر انبیا نے سود کو ناجائز قرار دیا ہے تو بالکل واضح ہوجائے کہ **قرآن مجید** صحف سابق کی تصدیق کرتا ہے، جیسا کہ اُسنے بار بار اسکا دعوی کیا ہے، سود کا رواج دنیا میں اور بہت برائیوں کی طرح نہایت ابتدا سے ہے اہل مصر، کلدانی، اور فینیشین کے بعد سب سے قدیم متمدن یونانی قوم ہے یونان میں سود کا رواج تھا، لیکن اس سے جو اخلاقی نقصانات پیدا ہوتے ہیں اُن سے بھی لوگ واقف تھے، یونان کا **ارسطو** گو نبی نہ تھا لیکن قوم کا فلاسفر اور مصلح تھا اُسنے ایک عام اصول قائم کر دیا،

روپیہ، روپیہ کو نہیں پیدا کرتا،[1] "money does not produce money"

یونان کے بعد رُوم کا درجہ ہے، روم میں سود کا نہایت عام رواج تھا، اور ہمکو نہیں معلوم کہ روم میں کسی حکیم یا مصلح قوم نے اس ناجائز منافع کے مٹانے کی کوشش کی یا نہ کی، لیکن ہم اس سے واقف ہیں کہ اس ظالمانہ طریق معاش سے مہاجنوں کے سوا اور تمام لوگ نالاں تھے، گو مفتوحہ اقوام سے چھین چھین کر خاص **رومیہ** میں دولت کا بہت کچھ حصہ جمع ہوگیا تھا لیکن دار الحکومت کے علاوہ تمام صوبہ مفلس تھا، رومیہ میں یہ ممکن تھا کہ چار یا پانچ فی صدی پر روپیہ لجائے لیکن اور صوبوں میں بارہ فی صدی سے کم پر کوئی روپیہ نہیں

---

[1] واکرس پولیٹیکل اکانمی بیان منیہ یوژری لاز،

لی سکتا تھا اسلیئے مہاجن وہیسے ادنی شرح سود پر روپیہ لیتے تھے اور صوبون مین گران قدر منافع پر لوگون کو دیتے تھے، اگر قرضدار میعاد پر اصل مع سود ادا کردیتا تو مہاجن نہایت بری طرح روپیہ وصول کرتے تھے[1]،

ایشیا کے بعض شہرون نے کسی جنگ کے موقع پر ۸۴ء مین روم کی ایک بڑی سی رقم قرض لی، چودہ سالون کے بعد ۷۰ء مین سود اصل سے چھ گنا زیادہ ہوگیا، مہاجنون نے اس تشدد سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا کہ مجبوراً لوگون کو اپنی اولادین بیچ کر روپیہ ادا کرنا پڑا اس واقعہ کے چند ہی سال کے بعد **بروٹس** نے جو ایک مشہور رواقی حکیم (اسٹوئیشین) تھا اُسنے قرض مین شہر سلامینہ کے لیے ۴۸ فی صدی پر ایک رقم قرض لی، کچھ مدت کے بعد جب اصل مع سود کا تقاضا کیا گیا تو شہر سلامینہ اتنی بڑی کثیر رقم ادا کرسکا آخر قرضخواہون نے فوجی طاقت سے سلامینہ کے پارلیمنٹ ہوس کا محاصرہ کرلیا اور یہ محاصرہ اتنی دیر تک قائم رہا کہ پالیمنٹ کے پانچ ممبر بھوک سے مر گئے[2]

توراۃ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اُس زمانے مین جو قرضدار وقت پر سود و اصل نہین ادا کرسکتے تھے، قرضخواہ انکی تمام جائداد پر قبضہ کرلیتے تھے اور انکو غلام بنا لیتے تھے، انگلینڈ مین بھی لوگ سودی کاروبار کرتے تھے لیکن حکومت کی طرف سے اسکی اجازت نہی تھی، گورنمنٹ نے ۱۵۴۵ء مین یہ قاعدہ جاری کیا کہ دس فی صدی تک سود لیا جاسکتا ہو، اڈورڈ ششم کے عہد مین یہ حکم پھر منسوخ ہوگیا **الزبتھ** نے اپنے عہد مین سودی معاملہ کو جائز کردیا اور رفتہ رفتہ پانچ فی صدی کی شرح سود قائم ہوگئی[3]،

اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ موجودہ ایشیائی سلطنتین یورپ کے پنجون مین صرف اسلیئے گرفتار ہین کہ انکو یورپین بنکون کے سود سے کبھی نجات نہین مل سکتی اسلیئے یہ کہنا مبالغہ نہین ہو کہ یورپ کے بنک محض ایشیا کے سود پر جیتے ہین ہندوستان کے اکثر اہل وجاہت صرف اسلیئے برباد ہو رہے ہین کہ وہ قرضون کا سود نہین ادا کرسکتے،

ان تمام مذکورہ بالا واقعات کی بنا پر ہر شخص کہ سکتا کہ سود سے حسب ذیل خرابیان پیدا ہوتی ہین جن سے بچنے کی کوئی تدبیر نہین،

(۱) پولیٹکل اکانمی کی رو سے بجائے اسکے کہ روپیہ عام ملک مین پھیل کر سرسبزی پیدا کرے صرف چند اشخاص مین محدود ہوجاتا ہے،

(۲) اس سے قوم مین کاہلی و سستی کا مادہ پیدا ہوتا ہو کیونکہ بجائے اسکے کہ وہ خود کسب معاش کے لیے کوئی محنت کرے اسکا روپیہ ہر جگہ کام کرتا ہو

(۳) سود سے اخلاقی حالت کو نہایت سخت نقصان پہنچتا ہو مہربانی اور رحمت و شفقت کی روح معدوم ہوجاتی ہو انسان سنگدل

[1] ترجمہ عربی ہسٹری آف دی سویلیزیشن مؤلفہ سیو شارل سینابوس صفحہ ۲۵۴ ، ۲۵۵ ، [2] و [3] دائرۃ المعارف فرید وجدی لفظ ربا،

اور سنگدل ہوجاتا ہے،

(۴) انسان بلا استحقاق دوسرے کا مال کھاتا ہے جو درحقیقت ظلم ہے اسی لیے قرآن مجید میں جہان خدا پاک نے سود کی ممانعت کی ہے فرمایا ہے،

لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ○ | نہ تم کسی دوسرے پر ظلم کرو، نہ تم پر کوئی دوسرا ظلم کرے،

ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ جس چیز سے اخلاقی روح کو اس قدر صدمہ پہونچے **انبیا** (علیہم السلام) اپنے پیرون کو اس سے باز رہنے کا حکم نہ فرماتے، چنانچہ ہم توارت، زبور اور انجیل کے حوالون سے ثابت کردین گے کہ تمام گزشتہ انبیا علیہم السلام نے بھی سود کی سخت ممانعت کی ہے،

توراۃ سب سے پہلے اولین کتب آسمانی (توراۃ) مین حضرت موسیٰ کی معرفت یہ کہا گیا،

"اگر تو میرے لوگون مین سے جس کسی کو جو تیرے آگے محتاج ہے کچھ قرض دیوے تو اس سے بہت تقاضا مت کر اور اس سے **سود مت لے** اور اگر تو اپنے ہمسایہ کے کپڑے گرو لیوے تو چاہیے کہ تو سورج ڈوبتے ہوئے اُسے پہونچا دے[1]،"

اور **احبار** مین حسب ذیل حکم دیا گیا،

"اور اگر تمھارا بھائی تمھارے بیچ مین محتاج اور تہیدست ہوجائے تو اسکی دستگیری کر خواہ وہ اجنبی ہو خواہ مہمان تاکہ وہ تیرے ساتھ زندگانی بسر کرے، تو اُس سے **سود** اور نفع مت لے اور اپنے خدا سے ڈر تاکہ تیرا بھائی تیرے ساتھ زندگانی بسر کرے تو اُسے **سودی** روپیہ قرض مت دے نہ اُسے نفع کے لیے کھانا کھلا مین خدا وند تمھارا خدا ہون جو تمکو زمین مصر سے نکال لایا تاکہ تمھین کنعان کی زمین دون اور تمھارا خدا ہوؤن[2]،"

استثنا مین ان الفاظ مین یہ حکم دُہرایا گیا،

"تو اپنے بھائی کو **سودی** روپیہ اور سودی طعام یا اور کوئی چیز **سودی** عاریت اور قرض مت دیجیو تو مسافر کو سودی قرض دیسکتا ہے پر اپنے بھائی کو سودی قرض مت دیجیو، تاکہ خداوند تیرا خدا اُس سرزمین مین جسکا تو وارث ہونے جاتا ہے جس جس کام مین تو دست انداز ہو تجھے برکت دیوے[3]،"

---

[1] خروج باب ۲۲ ورس ۲۵، ۲۶، [2] احبار باب ۲۵ ورس ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، [3] استثنا باب ۲۳ ورس ۱۹، ۲۰،

مذکورہ بالا عبارتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت موسوی مین گو بنی اسرائیل سے سود لینا یقینی ناجائز تھا مگر غیر قوم و مسافر سے بنی اسرائیل سود لے سکتے تھے مگر **احبار** کے جو درس ہم اوپر نقل کر آئے ہین خواہ اجنبی ہو یا مہمان ہاں سے ہر قسم کے سود لینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، لیکن یہودیون نے اُن احکام پر بہت کم عمل کیا، نہایت عام طریقہ سے سود لیتے تھے اور نہایت سختی سے وصول کرتے تھے اگر وقت پر قرضدار سود مع اصل ادا کر دیتا تو اُسکی تمام جائداد ضبط کر لیتے تھے، اور اُسکے تمام خاندان کو نہایت ذلت سے غلام بنا لیتے تھے چنانچہ ان واقعات کو دیکھکر **نحمیا** نبی نے انکو حسب ذیل عبارت مین سود لینے سے روکا،

"اور کتنے کہتے تھے کہ ہم نے اپنے کھیتوں اور انگورستانوں کو گرو رکھکر روپیہ قرض لیا ہے کہ بادشاہ کے لیے مالگذاری ادا کرین اور ہمارے جسم تو ہمارے بھائیون کے جسم ہین اور ہمارے بال بچے انکے بال بچون کے مانند ہین اور دیکھیے ضرور ہے کہ ہم اپنے بیٹے اور بیٹیان غلامی مین سپرد کرین اور ہماری بیٹیون مین سے کتنی لونڈیاں ہو چکی ہین اور ہم لاچار اور زیردست ہین کیونکہ ہمارے کھیت اور انگورستان اور لوگون کے ہین جب مین نے انکی فریاد اور یہ باتین سنین تو مین بہت رنجیدہ ہوا اور مین نے اپنے من مین بچارا اور رئیسون اور شحنون سے جھگڑا کیا، اور انھین کہا تم **سود خور** ہو کے ہر ایک اپنے اپنے بھائی پر ظلم کرتے ہو اور مین نے ایک بڑی جماعت کو انکے برخلاف پیدا کیا...... مین بھی اور بھائی میرے اور جوان میرے انکو نقدی اور اناج قرض دیتے ہین سو آؤ سب کے سب ہم یہ قرض بخشین گے اُنکے کھیت اور اُنکے باغ انگور کے اور زیتون اور اُنکے مکان اور سوان حصہ نقدی کا اور اناج اور مَے اور تیل کا جو تم نے اُن سے **سود خوری** کرکے لیا ہے اُنھین آج پھیر دیجیے"[1]

اسکے بعد یہودیون مین پھر سود رائج ہوا جس سے **حزقیال** نبی نے ذیل کے فقرات مین یہودیون کو روکا،

"بلکہ اگر کوئی آدمی ٹھیک ہو گا اور وہ کرتا ہے جو شریعت مین ہے اور ٹھیک ہے..... اور اسنے سود پر نہین دیا اور نہ نفع لیا اور اپنا ہاتھ نا انصافی سے اُٹھایا اور انسانون کے درمیان عدل جاری کیا، اور میری شریعتون پر چلا..... وہ یقیناً جیے گا، میرا خدا کہتا ہے، (ترجمہ انگریزی ایزیکیل)"[2]

---

[1] کتاب نحمیاہ باب ۵۔ عدد ۴ تا ۱۳، [2] حزقیال باب ۱۸۔ عدد ۷، ۸، ۹،

اس ناجائز معاملہ کے متعلق پھر آگے چل کر مرقوم ہے:

"اور وہ جو اُن فرائض میں سے کوئی انجام نہیں دیتا...... اور **سود** پر دیا اور نفع لیا، کیا

وہ زندہ رہیگا؟ نہیں زندہ رہیگا، اُسنے تمام ناپاکیاں کی ہیں، وہ یقیناً مر جائیگا، اُسکا خون اُسکی گردن

پر ہوگا، (ترجمہ انگریزی حزقیال باب ۱۸ - عدد ۱۱ تا ۱۳)

پھر اسی اصحاح میں چند فقرون کے بعد ہے:

"جسنے فقیر سے اپنا ہاتھ اُٹھالیا اور جسنے نہ **سود** لیا اور نہ نفع لیا، بلکہ میری شریعت جاری کی اور

میرے احکام پر چلا، وہ اپنے باپ کے گناہ سے نہ مریگا وہ یقینی زندہ رہیگا" (عدد ۱۷)،

ان منقولہ فقرون سے بالکل صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہودیون کے تمام انبیا نے سود کو ناجائز قرار دیا اور اپنے صحیفون

مین بطور حکم واجب کے اسکی ممانعت لکھدی،

زبور سود کے متعلق **زبور** مین حضرت **داؤد**ؑ کی معرفت کہا گیا،

"اے خدا تیرے خیمے مین کون رہیگا، تیرے کوہ مقدس پر کون سکونت کریگا وہ جو سیدھی

چال چلتا ہے اور صداقت کے کام کرتا ہے اور اپنے دل سے سچ بولتا ہے، وہ جو اپنی زبان سے چغلی نہین کھاتا اور اپنے

ہمسایہ سے بدی نہین کرتا، اور اپنے پڑوسی پر عیب نہین لگاتا، وہ جسکی نظر مین نکما آدمی خوار ہے پر وہ انھین جو

خداوند سے ڈرتے ہین عزت دیتا ہے، وہ جو اپنے ضرر پر قسم کھاتا ہے اور بدلتا نہین، وہ جو **سود** کے لیے

قرض نہین دیتا، اور بیگناہون کے ستانے کے لیے رشوت نہین لیتا، وہ جو یہ کرتا ہے کبھی نہین ٹلیگا"،[۱]

انجیل موجودہ **انجیل** مین چونکہ چند نصائح کے سوا احکام گویا بالکل نہین ہین اسلیے سود کی حرمت کے متعلق اُسمین کوئی

فقرہ درج نہین ہے بلکہ حضرت **عیسیٰ**ؑ کی ایک تمثیل سے جسمین سود کا بیان آگیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے عہد

مین بھی سود رائج ہوگیا تھا،

---

[۱] زبور سام ۱۵،

.... اُسکے خاوند نے جواب دیکے اُس سے کہا اے شریر اور سست نوکر تو نے جانا کہ مین

کاٹتا ہون جو نہین بویا اور جمع کرتا ہون جو نہین چھیٹا پس تجھے مناسب تھا کہ میرا نقد صرافون کو دیتا

کہ مین آکے اسے سود سمیت پاتا (متی باب ۲۵ ورس ۲۶، ۲۷)

لیکن پولوس (پال) کے خطوط سے جو عیسائون کے نزدیک تقریباً انجیل کا درجہ رکھتے ہین، سود کی حرمت ثابت ہوتی ہے

پولوس نے تمطاؤس (ٹیموتھی) کے نام جو پہلا خط لکھا ہے اُسمین حسب ذیل فقرہ ہے،

.. اسی طرح مددگار بھی معتبر ہوں نہ کہ دو زبان یا شرابی، یا **نار وا نفع** لینے والے۔

تورات و زبور اور پال کے اس حکم کی بناپر عیسائی بھی سود کو ناجائز سمجھتے ہین، عیسائیون کے **لاہوت ادبی**

(فقہ) نے سود کی حلت و حرمت کی حسب ذیل تشریح کی ہے،

نقد اسے سود لینا یا اُس قسم کے مال پر سود لینا جو بعینہٖ استعمال کیا جاتا ہے اور وہ پہلے ہی استعمال سے صرف ہوجاتا ہے

(مثلاً آٹا) قطعاً حرام ہے نیز ارباب ثروت سے اگر حد انصاف سے زیادہ سود لیا جائے تو وہ بھی حرام ہے لیکن مندرجۂ ذیل پانچ صورتین

حرمت ربا سے مستثنیٰ ہین، گو ان مستثنیٰ صورتون کا بیان علماے لاہوت کے اجتہاد کے سوا کتب مقدس مین کہین ذکر نہین ہے

(۱) قرض دینے سے قرضخواہ پر کسی خطرہ کا خوف ہو،

(۲) قرض مین جو مال دیا گیا ہو وہ اس قسم کا ہو کہ قرضخواہ اُسکو اپنے پاس رکھکر کسی فائدہ مین لاسکتا تھا

(۳) اصل راس المال (قرض) کے ڈوب جانے کا خوف ہو،

(۴) وقت معین پر قرضدار روپیہ نہ ادا کرے،

(۵) ملکی قانون کی بناپر سود کی کوئی ایسی مقدار مقرر کردیجائے جو حد انصاف سے خارج نہو،

تین پہلی مستثنیٰ صورتون پر تمام علماے لاہوت کا اتفاق ہے لیکن چوتھی اور پانچوین صورتون مین بعض علماے

لاہوت نے اختلاف کیا لیکن فتوی اکثرت رائے پر ہوا[1]،

---

[1] دائرۃ المعارف جلد ۸ صفحہ ۵۱۰،

قرآن مجید | عرب مین یہودی قومین کثرت آباد تھین اور وہ نہایت عام طریقہ سے سود لیتی تھین جیسا کا اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے،

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ (پارہ ۶۔ سورۂ نسا رکوع ۲۲)

جو لوگ یہودی ہین اُن پر بوجہ اسکے کہ وہ ظلم کرتے ہین اور خدا کے راستے سے لوگون کو بہت روکتے ہین اور سود لیتے ہین ہم نے اُن کے لیے وہ پاک چیزین جو اُن کے لیے حلال تھین حرام کر دین حالانکہ وہ اس سے روکے گئے تھے،

یہودیون کے اثر سے عرب مین بھی سود کا رواج پیدا ہو گیا تھا چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب اس قسم کا بیوپار کیا کرتے تھے[1] جب یہ لوگ ایمان لائے تو ان آیتون مین خدا نے اس ناجائز منافع سے روکا،

الذين يأكلون الربوا لا يقومون الا كما يقوم الذى يتخبطه الشيطن من المس ذلك بانهم قالوا انما البيع مثل الربوا واحل الله البيع وحرم الربوا فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف (پارہ ۳ سورہ بقر)

جو لوگ سود کھاتے ہین وہ (قیامت مین) اُس شخص کی طرح اٹھینگے جسکو شیطان نے جنون سے مخبوط کر دیا ہو اور یہ اسلیے کہ انھون نے کہا کہ بیع بھی ربا ہی کے مثل ہے اور خدا نے بیع کو جائز کیا اور سود کو حرام کیا، تو جسکو خدا کی نصیحت پہونچی اور وہ (سود سے) رُک گیا اسکو صرف راس المال لینا چاہیے،

سورۂ بقر مین پھر دوسری جگہ ارشاد ہوا،

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مؤمنين فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله وان تبتم فلكم رؤس اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون۔

مسلمانو! لوگون کے ذمے تمھارا جو سود باقی رہ گیا ہے اگر تم ایمان والے ہو تو چھوڑ دو، اور اگر ایسا نکرو، تو خدا اور رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، اور اگر تم باز آؤ تو صرف راس المال تمھارا ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے،

جو لوگ اصل راس المال سے دوگنا اور چوگنا سود وصول کرتے تھے اُنکی شان مین یہ آیت نازل ہوئی،

[1] تفسیر ابن جریر طبری جلد ۳ صفحہ ۶۳ و ۶۵،

یاایہا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (پارہ ۴- آل عمران رکوع ۱۴)	مسلمانو! دوگونہ سہ گونہ سود نہ کھاؤ، اور خدا سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو،

اکثر لوگ اس خیال سے سود لیتے ہین کہ انکی دولت وثروت مین اضافہ ہو لیکن خدا کے نزدیک حیثیت، طہارت اور روحانیت کے ضمن مین کچھ ترقی نہین ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت پاک کا مفہوم ہے:

وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ (پارہ ۲۱- سورہ روم رکوع ۴)	جو تم نے سود دیا کہ وہ لوگون کے مال مین بڑھتا ہے تو وہ خدا کے نزدیک نہین بڑھتا،

تصریحات بالا سے اتنا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہودی، عیسائی، مسلمان اور بعض دیگر فرقون مین متفقۃً سود حرام ہے اور تمام انبیا نے بالاجماع اس ناجائز کسب معاش سے لوگون کو روکا ہے، کیا ایسی متفق علیہا ناجائز شے کے حلال کرنے کی ہمت کی جاسکتی ہے؟

سید سلیمان

اسلامی غزوات

از احمد زکی بک

اسلام کے دشمن کہتے ہین کہ ابتدائے اسلام مین مسلمانون کی جنگی مہمات اس امر کا ثبوت ہین کہ اسلام نے محض تلوار کے سایہ مین اشاعت پائی ہے، لیکن ہر ایک منصف نظر شخص ان لڑائیون کی صحیح تاریخ پڑھنے سے معلوم کرسکتا ہے کہ ان تمام غزوات اور لڑائیون کا اصلی سبب اشاعت اسلام کا جوش نہ تھا بلکہ اُن سے غرض محض مدافعت یا انتقام یا مسلمانون کے جان و مال کی حفاظت تھی چنانچہ جو حسب ذیل لڑائیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا کے زمانے مین ہوئین اُنکے مفصلہ ذیل اسباب کو غور کرنے سے ہر شخص اسکی تصدیق کر سکتا ہے

(۱) **غزوات قریش**، یعنے وہ تمام لڑائیان جو مسلمانون کو قریش سے لڑنی پڑین انکے متعلق یہ ظاہر ہے کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس حد تک تکلیف دیتے تھے مسلمانون کو کس قدر ایذا پہونچاتے تھے اشاعت اسلام مین کسقدر مانع تھے

جنگ کی ابتدا انہوں کی طرف سے ہوئی تھی، مدینہ پر انکا حملہ تھا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ جناب رسالتمآب کے قتل کا بار بار ارادہ کرچکے تھے اسلیے مجبوراً مسلمانوں کو قریش کے مقابلے مین تلوار اُٹھانی پڑی،

(۲) غزوہ **بنی قینقاع**، بنو قینقاع مدینہ کے یہودی تھے، مسلمانون مین اور مدینہ کے یہودیون مین معاہدہ تھا یہودیون نے اس معاہدہ کو توڑدیا، اور ایک انصاری شریف بی بی کی ہتک حرمت کی، اسلیے بنو قینقاع کی تادیب ضروری تھی،

(۳) غزوہ **بنی غطفان**، جب مسلمانون کو معلوم ہوا کہ بنو ثعلبہ اور غطفان، دعثور محاربی کی ماتحتی مین مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کررہے ہین، تو مسلمانون نے انکی تادیب مناسب سمجھی،

(۴) سریۂ **عاصم بن ثابت**، انصاری، عضل وقارہ کے قبیلے نے مسلمانون کے ساتھ غدر کیا تھا،

(۵) سریۂ **منذر بن عمرو**، یہ ستر قاریون کی ایک جماعت تھی جسکو عامر بن مالک اپنے ساتھ اپنی قوم مین اسلیے لایا تھا کہ وہ اس جماعت کی تعلیم وہدایت سے اسلام لائے، لیکن اُس گنہگار قوم نے مسلمانون کی اس قلیل جماعت پر حملہ کردیا، مسلمانون نے جنگ حفاظت کی اور ایک ایک کرکے شہید ہوئے،

(۶) غزوہ **بنی نضیر**، بنو نضیر مدینہ کے یہودی تھے جنھون نے خلاف عہد کیا تھا اور جناب رسول اللہ اور بعض صحابہ پر پتھر کا ایک چٹان ڈالنا چاہا تھا، اسلیے مسلمانون نے انکو اسکی سزا دی،

(۷) غزوہ **دومۃ الجندل**، دومۃ الجندل ایک مقام کا نام ہے جب مسلمانون کو یہ حال معلوم ہوا کہ مقام دومۃ الجندل مین دہقانی عربون کی ایک جماعت ہے جو مسافرون کو لوٹتی ہے اور انکا ارادہ مدینہ پر حملہ کرنیکا ہے تو مسلمانون نے ان پر حملہ کیا،

(۸) غزوہ **بنی مصطلق**، بنو مصطلق نے احد مین کفار قریش کی امداد کی تھی اور اسی پر قناعت نہین کی بلکہ مدینہ پر بھی حملہ کرنا چاہا،

(۹) غزوہ **خندق**، مسلمان اس جنگ مین اُن کفار سے لڑے تھے جنھون نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا تھا،

(۱۰) غزوۂ **بنی قریظہ**، بنو قریظہ، مدینہ کے یہود تھے، جنھون نے خلاف معاہدہ غزوۂ خندق مین دشمنون کی مدد کی تھی،

(۱۱) غزوۂ **بنی لحیان**، بنو لحیان نے عاصم بن ثابت اور انکے بھائیون کو قتل کرڈالا تھا جسکا رسول اللہ کو سخت غم ہوا تھا اسلیے انکی تادیب کے لیے یہ لڑائی ہوئی،

(۱۲) **غزوۃ الغابہ**، اس لڑائی کا واقعہ یہ ہے کہ عیینہ بن حصین چالیس سواروں کے ساتھ رسول اللہ کی اونٹنیاں
گاہ سے لوٹ لے گیا تھا،

(۱۳) سریہ **محمد بن مسلمہ**، مسلمانون کو معلوم ہوا کہ آپکی جو مویشیان مقام ہیفا رمین چرتی ہین کچھ لوگ چاہتے
ہ کہ اُن کو لوٹ لیجائین،

(۱۴) سریہ **زید بن حارثہ**، بنو سلیم نے غزوۂ خندق مین کفار کی مدد کی تھی، اسلیے مسلمانون کو اُنسے انتقام لینا تھا،

(۱۵) سریہ **زید**، بنو ثعلبہ نے محمد بن مسلمہؓ کے ساتھیون کو قتل کر ڈالا تھا اس جنگ سے مسلمانون نے اُنسے انتقام لیا،

(۱۶) سریہ **زید**، بنو فزارہ نے حضرت زید کی فوج سے شرارت کی تھی اسلیے اُنکی تادیب کی،

(۱۷) سریہ **عمر بن الخطابؓ**، مسلمانون کو یہ معلوم ہوا کہ ہوازن کی ایک جماعت اُن سے بالاعلان عداوت
ہر کرتی ہے اسلیے اُنکی تادیب کی گئی،

(۱۸) سریہ **بشیر بن سعد**، مسلمانون کو معلوم ہوا کہ عتیبہ بن حصین اور بنو غطفان نے مدینہ پر حملہ
ے کا آپس مین عہد کیا ہے،

(۱۹) سریہ **غالب لیثی**، فدک مین بنو مرہ نے بشیر بن سعد کی فوج کو چھیڑا تھا،

(۲۰) غزوہ **مُوتہ**، حارث بن عمیر ازدی رسول اللہ کی طرف سے قاصد ہو کر امیر بُصریٰ کے پاس جارہے تھے، شرحبیل بن
غسانی نے اُنکو راستہ مین مار ڈالا، اسلیے یہ فوج کشی کی گئی،

(۲۱) سریہ **عمر بن العاص**، مسلمانون کو معلوم ہوا کہ قضاعہ وادی قریٰ مین مجتمع ہو کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہین،

(۲۲) سریہ **علی بن ابی طالب**، بنو سعد بن بکر اپنی فوج یہودیون کو مسلمانون سے لڑنے کے لیے دے رہے تھے،

(۲۳) غزوہ **خیبر**، غزوۂ خندق مین جسمین کفار نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تھا اہالیان خیبر کا سب سے بڑا اشارہ تھا،

(۲۴) سریہ **عبداللہ بن رواحہ**، ابن رزام یہودیون کا سردار تھا اُسنے تمام عرب کو مسلمانون
الفت پر آمادہ کیا تھا،

(۲۵) **سریہ عمرو بن امیہ ضمری**، ابوسفیان نے ایک شخص کو بھیجا تھا کہ رسول اللہ کو قتل کر ڈالے اسلئے یہ فوج بغرض تادیب بھیجی گئی،

(۲۶) **جنگ عراق**، رسول اللہ نے کسریٰ کو جب دعوت اسلام دی اُسنے نامۂ مبارک پھاڑ ڈالا اور یمن میں اپنے گورنر کو خط لکھا کہ محمد صلعم نے جسنے مکہ میں دعوائے نبوت کیا ہی اگر باز نہ آئے تو اسکا سر میرے پاس بھیجدو حاکم یمن نے کسریٰ کا ایک قاصد کے ساتھ کہ بھیجدیا جسنے رسول اللہ کو یہ زبانی پیغام دیا کہ دربار شاہ یمن کو شہنشاہ نے یہ حکم دیا ہی کہ کسی آدمی کو بھیجکر تمکو گرفتار کرکے لیجائے اگر تم نے انکار کیا تو تم خود بھی برباد ہو گئے اور اپنے ساتھ اپنی قوم و ملک کو بھی برباد کر دوگے کیا اس واقعہ کے بعد مسلمانون کو فارس سے اغماض کرنا چاہیے تھا؟،

(۲۷) غزوہ **تبوک**، مسلمانون کو معلوم ہوا کہ رومیون نے بہت سی فوج جمع کی ہی اور اُن کا قصد ہی کہ عرب پر حملہ کرین، اور اسکے بعد کی شاہانہ مہمات و فتوحات اشاعت مذہب کے لیے نہ تھین بلکہ توسیع اقتدار کے لیے تھین جیسا کہ آج بھی متمدن قومون کا طرز سیاست ہی۔

کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی کہسکتا ہی کہ مسلمانون نے اشاعت مذہب کے لیے تلوار اُٹھائی اور اسلام دنیا مین محض سپاہ کی خونریزی سے پھیلایا گیا ہی

دول العرب عربی زبان مین ابتدائے اسلام کی ایک تاریخ ہی جسکو مذاق حال کے موافق جناب محمد بک مصری ممبر رائل جغرافیکل سوسائٹی نے تصنیف کیا ہی، اس کتاب مین تاریخ عرب قبل از اسلام جغرافیہ عرب، عرب کے یورپین سیاح کے حالات شاہان عرب شعرائے عرب رسوم و عادات کے مستقل ابواب ہین، ابتدائے نبوت، سوانح جناب رسالتمآب، اسباب ترقی اسلام، اخلاق نبوی، زمانہ خلافت، تاثیر قرآن کا بہت عمدہ بیان ہی مصر مین اسکا پہلا اڈیشن تمام ہو گیا تھا اسلیے ندوہ نے ہندوستان مین اسکا دوسرا اڈیشن شائع کیا ہی، قیمت ایک روپیہ،

سوانح مولانائے روم یعنی شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی وہ تصنیف جسمین مولانا روم کے حالات اور انکے تصوف و علم کلام پر مفصل مباحث اور انکی مثنوی پر ایک بسیط تبصرہ ہی پہلا اڈیشن قریب ختم ہی شائقین کو جلد درخواستین بھیجنی چاہییں قیمت [illegible]

منیجر الندوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

خدا کا شکر ہے کہ تین سو برس کا بگڑا ہوا علمی مذاق، اب کسی قدر درست ہو رہا ہے، اب مصر و شام کے لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ کس قسم کی کتابیں، علم و فن کی اصلی کتابیں ہیں، اور کون سی، صرف فضول و بیکار مباحث کی صنعت گریاں ہیں، اب میرزاہد، قاضی، ملا حسن کا بازار سرد ہوتا جاتا ہے، اور قدما کی تصنیفات ان کی جگہ لیتی جاتی ہیں، ادب میں ایسی نادر تصنیفات کا سرمایہ مہیا ہوتا جاتا ہے، کہ گویا جاحظ اور ابن مقفع کا دور واپس آگیا ہے، ابھی حال میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان میں سے چند کتابیں حسب ذیل ہیں، جنمیں سے [illegible] کتاب، فن ادب کی جان ہے، لیکن ہمارے ہندوستان کے علما میں سے کسی نے اُن کا نام بھی نہ سُنا ہوگا

کتاب العمدۃ ابن رشیق القیروانی، تین روپے سات آنے قیمت ہے، اور دفتر الندوہ سے مل سکتی ہے

الطرف الادبیۃ، یعنے مجموعہ فصیح اللغۃ لثعلب مع شرح از ہروی۔ وذیل از موافق الدین بغدادی، وکتاب [illegible] للزجاج، ومبادی اللغۃ للاسکافی مع شرح ابیات وکتاب الملاحن لابن درید ازدی، وکتاب لیس لابن خالویہ، وکتاب الفاخر للمفضل بن سلمۃ وکتاب غایۃ الارب وکتاب المقصور والممدود لابن ولاد النحوی وکتاب شہاب الدین مع شرح،

کتاب الامالی للسید مرتضی علم الہدی، یہ کتاب پہلے ایران مین چھپی تھی لیکن نہایت غلط اور مسخ تھی، اب مصر مین چھپی ہی، آٹھ سو صفحون مین ہی،

کتاب خاص الخاص للثعالبی، دو سو چالیس صفحون مین ہی،

قدیم زمانے مین مسلمانون نے یونان، مصر، ایران، ہندوستان کی جو کتابین اور تصنیفات ترجمہ کین، عموماً علوم و فنون کی کتابین تھین، ناول اور قصون کو اُنھون نے ہاتھ نہین لگایا، لیکن ہمارے زمانے مین اہل قلم نے اُس کمی کی تلافی کردی یعنے ناول، اور ڈرامون کے سوا، اور کسی چیز کی طرف آنکھ اُٹھاکر بھی نہ دیکھا ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا،

اس سلسلہ مین یہ امر کسی قدر تعجب کے قابل ہی کہ ہمارے ایک دوست یعنی منشی احد علی صاحب مرحوم نے ایک نہایت دقیق اور فلسفیانہ کتاب کا اردو زبان مین ترجمہ کیا اور اس خوبی سے کیا کہ گویا اصل کتاب اردو ہی مین لکھی گئی تھی، یہ کتاب بکل صاحب کی ہسٹری آف سویلیزیشن ہی جسکا ایک حصہ چھپکر شائع ہوا ہی اور منشی واحد علی صاحب امین آباد لکھنؤ سے مل سکتا ہی قیمت با ختلاف کاغذ و جلد عہ، وعہ، وعہ ہی،

خوشی کی بات ہی کہ وقف اولاد کی کارروائی نہایت وسعت کے ساتھ جاری ہی، ملک کے ہر حصہ سے لوگ اس تحریک کی اعانت کے لیے آمادہ ہین، ہر ڈاک مین کثرت سے خطوط کاغذات وقف اور فارم کی طلبی مین آتے ہین، اور ہر جگہ کثرت سے دستخط کرائے جاتے ہین امید ہی کہ تمام بڑے بڑے اضلاع مین، انجمن وقف کی شاخین قائم ہوجائین، اور اسطرح کام کو اور بھی وسعت اور استحکام حاصل ہو،

ڈھاکہ مین مشرقی بنگال کے لیے جدید طرز پر جو عربی مدرسہ قائم کیا جا رہا ہی ہمارے مدرسہ کے
مہتمم و مدرس اعلیٰ مولانا حفیظ اللہ صاحب اُسکے پروفیسر مقرر ہوئے ہین اور وہ اسی غرض سے ایک طویل
رخصت پر دار العلوم سے تشریف لیگئے، انھون نے ایک عرصۂ دراز تک جس سکون، وقار اور خود داری
سے مدرسہ مین اپنا کام انجام دیا، اُسنے تمام طلبا و مدرسین کو اُنکا گرویدہ بنا لیا تھا، طلبا، مدرسین اور اساتذہ
کی طرف سے اُنکے لیے زیر صدارت مولوی محمد نسیم صاحب وکیل ایک نہایت پُر شان وداعی جلسہ کیا گیا جسمین
ایوننگ پارٹی ترتیب دی گئی اور طلبا و مدرسین دار العلوم کی طرف فصیح عربی زبان مین مذہب کاغذ پر چاندی کی
کشتی مین ایڈریس پیش کیا گیا، طلبا نے عربی اردو، انگریزی اور بھاکھا زبانون مین عمدہ تقریرین کین اور مولانا
کی اس مدتہاے دراز کے احسانات کا شکریہ ادا کیا، اس موقع پر لوکل ارکان کے سوا راجہ نوشاد علیخان،
مولوی نظام الدین صاحب، خان بہادر ڈاکٹر عبد الرحیم، مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی وغیرہ
اکثر عمائد شہر موجود تھے لوگ عربی خوان طلبا کی اس خوش اسلوبی، انتظام اور سب سے زیادہ اُنکی مختلف اللسان
عمدہ تقریرون سے نہایت متاثر و محظوظ ہوئے

اس جلسہ کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ ندوہ کو جن حضرات کی شرکت کی مدت سے آرزو تھی، وہ اس جلسہ مین
شریک ہوے اور اُنکو دار العلوم کی تعلیم و تربیت کا بچشم خود معائنہ کرنے کا موقع ملا اور دار العلوم کی ضرورت کا اعتراف
کیا اور بخوشی ندوہ کی ممبری قبول فرمائی چنانچہ مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی داماد مولانا عبد الحی صاحب
مرحوم لکھنوی نے اس جلسہ سے متاثر ہوکر ہمکو حسب ذیل خط لکھا ہی،

"جناب مولانا مولوی استاذی محمد حفیظ اللہ صاحب کی رخصتی کے جلسہ مین آپ حضرات نے مجھے
بھی شرکت کا موقع دیا اور مین بھی شریک ہوا اُس روز کے جلسہ نے خصوصًا طلبا کی مختلف زبانون مین تقریرون
نے کچھ ایسا اثر دلپر کیا کہ خواہ مخواہ بےچینی کے ساتھ یہ خواہش دلمین پیدا ہوئی کہ مین بھی حضرات کے ساتھ

شریک ہون یعنے دارالعلوم کی ممبری کا فخر حاصل کرون اگرچہ اسوقت تک مین ایک حد تک مخالف دارالعلوم کا تھا، اور کوئی وجہ مخالفت کی تھی، کیونکہ تعلیم کی مخالفت مین ایک بے معنی سی بات ہی مگر اب اسوقت دل چاہتا ہی کہ ممبر ہو کر ادائے فیس کے ذریعہ سے کچھ مالی امداد بھی اس مفید کام مین پہونچاؤن"....

ہم مفتی صاحب موصوف کا نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہین،

امید ہی کہ دارالعلوم مین ادیب اول کے عہدہ پر مولوی **محمد فاروق** صاحب چریاکوٹی کا تقرر ہوگا، ہندوستان مین مولانا علم ادب کے مسلم الثبوت استاد ہین،

صحابہ کی تعداد وطبقات روایت

لفظ صحابہ، صحابہ کی تعداد وطبقات پر غور کرنے سے پہلے ہمکو اسکی تحقیق کرنی چاہیے کہ **صحابی** کسکو کہتے ہین؟ عام خیال یہ ہی کہ جس مسلمان نے رسول اللہ پر ایک نظر بھی ڈال لی وہ صحابی ہی، علامہ **ابو المظفر** سمعانی مروزی نے عام محدثین کی اصطلاح یہ بیان کی ہی کہ جو رسول اللہ سے ایک لفظ بھی سنے یا روایت کرے وہ صحابی ہی بعض محدثین نے تو یہانتک فیاضی کی ہی کہ جو رسول اللہ کو خواب مین بھی دیکھے وہ بھی صحابی ہی، غالباً انکے استدلال کی عمارت اس حدیث پر قائم ہی من رأنی فقد رأنی الخ جسنے مجھکو خواب مین بھی دیکھا اُسنے مجھکو دیکھ لیا اور جسنے رسول اللہ کو دیکھ لیا اُسکے صحابی ہونے مین کیا عذر ہی، لیکن یہ کسقدر ضعیف استدلال ہی اول تو یہ حدیث خود محتاج صحت ہی، دوسرے پوری حدیث کے ملانے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اس حدیث کا مطلب صحیح ہمارے مطلب سے کسقدر دور ہی،

سعید بن المسیب جو ایک بڑے جلیل القدر تابعی ہین اُنکی رائے ہی کہ صحابی وہ ہی جسنے کم از کم ایک سال رسول اللہ کی صحبت اُٹھائی ہو اور ایک دو لڑائیون مین رسول اللہ کے ساتھ شریک رہا ہو لیکن یہ

معروض یہ ہو کہ حضرت جریر بن عبد اللہ اور بہت سے لوگ ایسے ہین جنکو نہ رسول اللہ کے ساتھ ایک سال رہنے کا اتفاق ہوا نہ کسی غزوہ مین شریک ہوئے حالانکہ عام طور سے اُنکا صحابہ مین شمار ہی عام اصولیین صحابی اُسکو کہتے ہین جو ایک مدت تک رسول اللہ کی شرف صحبت سے مستفیض رہا ہو،

ہمارے خیال مین ہمکو اس مسئلہ مین زیادہ کاوش کی حاجت نہین **صحابی** کوئی علمی اصطلاح نہین ہی، جسکے فیصلے کے لیے ائمہ فن کے اقوال کی ضرورت ہو، یہ عربی علم ادب کا ایک لفظ ہی جسکی تشریح کے لیے لغت کی شہادتین کافی ہین، عربی زبان کا قاعدہ ہی کہ جب کوئی لفظ کسی جمعیت کے معنے کو شامل ہوتا ہی اور اُس جمعیت سے اُسکا ایک فرد مراد لینا ہوتا ہی تو اس لفظ کے آخر سے زائد الفاظ حذف کر کے (اگر ہون) یا بڑھا دیتے ہین یہ یا در اصل یاے نسبت ہوتی ہی جس سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہی کہ یہ فرد بھی اُسی جماعت کیطرف منسوب ہی انس اور جن، عربی مین کسی ایک خاص انسان یا جن کو نہین کہتے، بلکہ نوع انسان اور نوع جن کے مقابلہ مین یہ لفظ مستعمل ہین ان الفاظ سے جب کوئی ایک انسان یا جن مقصود ہوگا، تو انسی اور جنی، کہین گے خارجی، شیعی، سنی، شافعی، حنفی، صحابی، اعرابی، یہ تمام الفاظ اسی قسم کے ہین،

صحابہ ایک جماعت کو کہتے ہین مذکورۃ الصدر قاعدے کی بنا پر اُس جماعت کے ہر ایک ممبر کو صحابی کہین گے اور لفظ صحابہ، صحبت سے مشتق ہی اسلیے اتنا ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ صحابی صرف اُسی شخص کو کہ سکین گے جسنے رسول اللہ کی صحبت اُٹھائی ہو، اس صحبت کی کوئی مدت متعین نہین کیجا سکتی، اس معنے کی تائید حضرت انس کے ذیل کے قول سے بھی ہوتی ہی،

حضرت انس سے ایک شخص نے پوچھا کہ اب کوئی صحابی باقی ہی یا نہین انھون نے جواب دیا کہ دیہات کے چند اعرابی البتہ باقی ہین جنھون نے رسول اللہ کی زیارت کی ہی لیکن اب کوئی ایسا شخص نہین ہی جسنے رسول اللہ کی صحبت اُٹھائی ہو[1]

[1] ان تمام اقوال کے لیے دیکھو ابن صلاح باب ۳۹،

صحابہ کی تعداد

رسول اللہ کے زمانے مین کتنے لوگ مسلمان ہوئے اور صحابہ کی کیا تعداد تھی؟ کتنے اشخاص نے رسول اللہ سے حدیثین سنی اور اُسکی روایت کی؟ اسکا صحیح اندازہ نہین ہو سکتا،

ابوزرعہ تیسری صدی کے محدث ہین اُنکا بیان ہے کہ رسول اللہ کے انتقال کے وقت قریبًا ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ ایسے تھے جنھون نے رسول اللہ سے حدیثین سنی تھین لیکن یہ بالکل مبالغہ ہے رسول اللہ کے زمانے مین مسلمانون کا سب سے بڑا مجمع غزوۂ تبوک اور حجۃ الوداع مین ہوا اور دونون موقعون پر صحابہ کی تعداد اس سے بہت کم تھی علامہ ابن الصلاح المتوفی ۶۴۳ھ ہجری نے لکھا ہے کہ تبوک کی لڑائی مین ستر ہزار صحابہ رسول اللہ کے ساتھ تھے **حجۃ الوداع** مین جسکے ایک سال کے بعد رسول اللہ نے انتقال فرمایا اور جسمین تمام مسلمانون کے جمع ہونے کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا تھا، چالیس ہزار مسلمان تھے، علامہ **عبد الرحیم** اثری نے **الفیہ** مین لکھا ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد چار ہزار لوگ اور مسلمان ہوئے، اس لحاظ سے رسول اللہ کے انتقال کے وقت چوہتر ہزار سے زیادہ مسلمان نہ تھے،[1] امام شافعی کی روایت ہے کہ رسول اللہ کا جب انتقال ہوا تو ساٹھ ہزار مسلمان تھے، تیس ہزار خاص مدینہ مین تھے اور تیس ہزار مدینہ سے باہر اور مقامات مین تھے[1] حضرت عمر کے زمانۂ خلافت مین بڑے سے بڑا معرکہ جو ہوا اُسمین چالیس ہزار سے زیادہ مسلمان نہ تھے، تاہم صحابہ کی کثرت کا اس سے اندازہ ہوگا کہ **ابن سعد**، **ابن مندہ**، **ابو موسی**، ابو نعیم، ابن عبد البر، ابن اثیر، ذہبی ابن حجر وغیرہ نے متعدد ضخیم جلدون مین صحابہ کے حالات لکھے ہین اور پھر بھی یہ کتابین تمام صحابہ کے حالات کی جامع نہین ہین بہت ایسے صحابہ ہون گے جنھون نے رسول اللہ ہی کے سامنے وفات پائی ہوگی سیکڑون صحابہ ایسے دور دراز مقامات مین پہونچ گئے ہون گے جنکی روایتین ہم تک نہ پہونچ سکی ہونگی بیسیون صحابہ ایسے ہونگے جنھون نے بعض غیر مفید احادیث کی روایت نہ کی ہوگی، سیکڑون ایسے ہونگے کہ مصنفین کو اُنکے حالات نہین معلوم ہوئے ہون گے انھین وجوہ سے ہزارون صحابہ کے نام رہ گئے ہون گے اور ہماری

[1] ابن صلاح باب ۳۹ و الفیہ عراقی صفحہ ۱۱۵

تاہم ہمین اُن کے حالات سے محروم ہین،

حاکم نیشاپوری جو ایک مشہور محدث ہو اُسنے لکھا ہو کہ رسول اللہ سے چار ہزار آدمیون نے روایتین کی ہین ابن عبد البر نے استیعاب مین تین ہزار پانچسو پچاسی صحابہ کے نام لیے ہین **اسد الغابہ** جو صحابہ کے حالات مین چھٹی صدی کی ایک مبسوط تصنیف ہو اُسمین تقریباً سات ہزار پانچسو چون صحابہ کے حالات ہین[1]، علامہ **ذہبی** کو بڑا ادعا ہو کہ مین نے تجرید اسماء الصحابہ مین اسد الغابہ پر بہت سے صحابہ کے حالات کا اضافہ کیا ہو وہ بھی چار ہزار دوسو سے تعداد زیادہ نہ بڑھا سکے، تعجب ہو **امام بخاری** نے تاریخ صغیر مین تعداد صحابہ سے کوئی بحث نہین کی،

علامہ ذہبی نے طبقات حفاظ مین جن صحابیون کا تذکرہ کیا ہو اور جنکی نسبت یہ لکھا ہو کہ **صحاح** مین ان سے حدیثین مروی ہین وہ صرف ایک سو پانچ صحابہ ہین لیکن تفحص سے اور صحابہ کے نام کا اسپر اضافہ ہوسکتا ہو چنانچہ ہم نے بہت سے نام بڑھائے ہین، مسند **ابو داؤد طیالسی** جو دوسری صدی کے اختتام پر تصنیف ہوئی ہو اُسمین تقریباً ڈھائی سو صحابہ سے روایتین ہین لیکن یہ صحابہ ایسے ہین جو درحقیقت صحابہ ہین، یعنے یہ وہ لوگ ہین جن مین ہر ایک باستثنائے چند ہمیشہ سفر وحضر مین رسول اللہ کے ساتھ رہا اور جنکی کوشش سے آج علم حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ مسلمانون کے پاس موجود ہو،

صحابہ کے طبقات

علامہ **ذہبی** کی رائے کے مطابق ان ایک سو پانچ صحابیون مین سے اٹھائیس صحابہ ایسے ہین جنکے نام سے علم حدیث کے اکثر صفحات مزین ہین، ان اٹھائیس صحابیون مین سے عام محدثین کی تفصیل کے مطابق چھ صحابہ سب سے زیادہ کثیر الروایت ہین، اور علم حدیث مین نصف سے زیادہ صرف انھین کی روایتین ہین، اور چونکہ ایک حدیث مین آیا ہو کہ جسنے کم از کم چالیس حدیثین بھی میری امت کو پہونچائین اُسکا حشر علما کے ساتھ ہوگا، اسلیے محدثین نے یہ فیصلہ کر دیا ہو کہ جنکی روایتین چالیس سے کم

[1] تجرید اسماء الصحابہ جلد اول صفحہ ۳ و ۴،

ہونگے وہ قلیل الروایت شمار کیے جائین گے، اس بنا پر قلت وکثرت روایت کی حیثیت سے محدثین نے صحابہ
کے چار طبقے قرار دیے ہین،

(۱) **اول طبقہ**، یعنے وہ صحابہ جنکی روایتین ہزار یا ہزار سے زیادہ ہین،

(۲) **دوسرا طبقہ**، یعنے وہ صحابہ جنکی روایتین پانچسو یا پانچسو سے زیادہ ہین،

(۳) **تیسرا طبقہ**، یعنے وہ صحابہ جنکی روایتین چالیس یا چالیس سے زیادہ ہین،

(۴) **چوتھا طبقہ**، یعنے وہ صحابہ جنکی روایتین چالیس یا چالیس سے کم ہین،

لیکن چونکہ پانچ سو سے چالیس تک کے رواۃ زیادہ ہین، اسلیے ہم نے اسکے دو حصے کر دیے ہین
سو سے پانچ سو تک ایک طبقہ، اور چالیس سے سو تک دوسرا طبقہ، اس تفصیل کی رو سے ہم نے
صحابہ کے پانچ طبقے قرار دیے ہین،

(۱) وہ صحابہ جنکی روایتین ہزار یا ہزار سے زیادہ ہین،

(۲) وہ صحابہ جنکی روایتین پانچسو یا پانچسو سے زیادہ ہین مگر ہزار سے کم،

(۳) وہ صحابہ جنکی روایتین سو یا سو سے زیادہ ہین مگر پانچسو سے کم،

(۴) وہ صحابہ جنکی روایتین چالیس یا چالیس سے زیادہ مگر سو سے کم،

(۵) وہ صحابہ جنکی روایتین چالیس سے کم ہین،

عام محدثین پہلے طبقے مین صرف چھ صحابہ کو داخل کرتے ہین، ابوہریرہ رضہ عائشہ رضہ عبداللہ بن عباس رضہ
عبداللہ بن عمر رضہ جابر بن عبداللہ رضہ انس بن مالک رضہ

اوپر ہم بیان کر آئے ہین کہ باتفاق عام محدثین کثیر الروایت صحابہ چھ ہین، لیکن شاہ ولی اللہ صاحب
سب کے خلاف ایک اور آواز بلند کرتے ہین جسکو وہ جمہور محدثین کی طرف منسوب کرتے ہین کہ کثیر الروایت
صحابہ آٹھ ہین، چنانچہ ازالۃ الخفا مین لکھتے ہین،

و صحابہ رضوان اللہ علیہم باعتبار کثرت و قلت روایت حدیث بر چہار طبقاند

مکثرین کہ مرویات ایشان ہزار حدیث فصاعداً یا زیادہ و متوسطین کہ مرویات ایشان را

پانصد حدیث فصاعداً باشد، مثل ابو موسی و براء بن عازب و جمعیکہ مرویات ایشان چہل

حدیث باشد فصاعداً تا سہ صد و چہار صد، در حدیث شریف آمدہ است،

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا جسنے میری امت تک چالیس حدیثیں بھی پہونچائیں

حشر مع العلماء (او کما قال) وہ علماء کے ساتھ محشور ہوگا (اصطلاح یہ حدیث ہی اصطلاح ہو)

و مقلین کہ مرویات ایشان تا چہل نمی رسد، جمہور محدثین گفتہ اند کثیر الروایت کہ مکثرین از

صحابہ ہشت کس اند ابو ہریرہ رض و عائشہ رض و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس رض

و عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض، و انس رض، و جابر رض و ابو سعید خدری رض (صفحہ ۱۲ مقدمہ)

لیکن شاہ صاحب کا یہ ادعا محدثین کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے، علامہ ابن صلاح نے لکھا ہے،

عن احمد بن حنبل قال ستة من اصحاب النبی ص امام ابن حنبل نے فرمایا ہے کہ چھ صحابہ کثیر الروایت ہیں، اور

اکثروا الروایة عنه و عمروا ابو هریرة و ابن عمر و عائشة جنھوں نے طویل عمر پائی ہے، ابو ہریرہ رض، ابن عمر رض، عائشہ رض

و جابر بن عبد اللہ و ابن عباس و انس (۱۴۹) جابر رض، ابن عباس رض، انس رض،

علامہ عبد الرحیم اثری الفیہ عراقی میں لکھتے ہیں،

فی فتنة والمکثرون ستة کثیر الروایت صحابہ چھ ہیں،

انس و ابن عمر الصدیقة انس رض ابن عمر رض عائشہ صدیقہ رض

البحر جابر ابو هریرة ابن عباس رض جابر رض ابو ہریرہ رض

اکثرهم والبحر فی الحقیقة اور ابو ہریرہ سب سے زیادہ ہیں اور درحقیقت دریا ہیں،

علامہ عینی حضرت عائشہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

دہنت ... واحد السنة الذين هم اكثر الصحابة رواية حضرت عائشہ رض اُن چھ صحابہ مین سے تھین جو کثیر الروایت ہین

لیکن اصل یہ ہے کہ عام محدثین نے حضرت ابوسعید خدری کا نام کثیر الروایت صحابہ مین نہین داخل کیا،

حالانکہ ابوسعید خدری کی مرویات ایک ہزار سے زیادہ ہین[1]، شاہ صاحب عبداللہ بن عمرو بن العاص کو طبقہ

اول مین داخل رتے ہین حالانکہ انکی روایتون کی تعداد صرف سات سو ہے[2]، اسلیے کثیر الروایت صحابہ جن کا نام

طبقۂ اول مین لیا جا سکتا ہے سات ہین، ابوہریرہ رض، عائشہ رض، عبداللہ بن عمر رض، عبداللہ بن

عباس رض، جابر بن عبداللہ رض، انس بن مالک رض، ابوسعید خدری رض،

شاہ صاحب نے دوسرے طبقے مین، براء بن عازب رض اور ابوموسی اشعری رض کا نام لیا ہے حالانکہ

ان دونون کی حدیثین پانسو سے بہت کم ہین اسلیے براء بن عازب رض اور ابوموسی اشعری رض دوسرے طبقے

مین نہین بلکہ تیسرے طبقے مین ہین،

ان تمام تحقیقات کی تفصیل یہ ہے کہ قلت وکثرت روایات کی بنا پر صحابہ رض کے پانچ طبقے مین، جن کے

حسب ذیل نام وتعداد روایات کتب اسماء الرجال کی تفتیش سے ہمکو ملے ہین،

طبقۂ اول یعنے وہ صحابہ جنکی روائتین ہزار یا ہزار سے زیادہ ہین، اس طبقہ میں سات شخص ہین

نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ
(۱)	ابوہریرہ رض	۵۳۷۴	(۲)	عبداللہ بن عباس رض	۲۶۶۰
(۳)	عائشہ صدیقہ رض	۲۲۱۰	(۴)	عبداللہ بن عمر رض	۱۶۳۰
(۵)	جابر بن عبداللہ انصاری رض	۱۵۴۰	(۶)	انس بن مالک انصاری رض	۱۲۸۶
(۷)	ابوسعید خدری رض	۱۱۷۰			

[1] خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال صفحہ (۱۳ه) [2] خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال صفحہ (۲۰۸)

[3] عمدۃ القاری جلد اول صفحہ (۴۹ه)

طبقۂ دوم یعنے وہ صحابہ جنکی روایتین پانچسو یا پانچسو سے زائد ہین، اس طبقہ مین چار صحابہ ہین،

نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ
(۱)	عبداللہ بن مسعود رضؓ	۸۴۸	(۲)	عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ	۷۰۰
(۳)	علی رضؓ بن ابی طالب	۵۸۶	(۴)	عمر رضؓ بن خطاب	۵۳۹

طبقۂ سوم یعنے وہ صحابہ جنکے روایات سو یا سو سے زیادہ ہین، مگر پانچسو سے کم ہین،

اس طبقے مین چھبیس صحابہ ہین،

نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ
(۱)	ام المومنین ام سلمہ رضؓ	۳۷۸	(۲)	ابو موسی اشعری رضؓ	۳۶۰
(۳)	براء بن عازب رضؓ	۳۰۵	(۴)	ابوذر غفاری رضؓ	۲۸۱
(۵)	سعد بن ابی وقاص رضؓ	۲۱۵	(۶)	سہل بن سعد انصاری رضؓ	۱۸۸
(۷)	عبادہ بن صامت رضؓ	۱۸۱	(۸)	ابو درداء رضؓ	۱۷۹
(۹)	ابو قتادہ انصاری رضؓ	۱۷۰	(۱۰)	ابی بن کعب رضؓ	۱۶۴
(۱۱)	بریدہ بن حصیب اسلمی رضؓ	۱۶۴	(۱۲)	معاذ بن جبل رضؓ	۱۵۷
(۱۳)	ابو ایوب انصاری رضؓ	۱۵۰	(۱۴)	عثمان بن عفان رضؓ	۱۴۶
(۱۵)	جابر بن سمرہ رضؓ	۱۴۶	(۱۶)	ابو بکر صدیق رضؓ	۱۴۲
(۱۷)	مغیرہ بن شعبہ رضؓ	۱۳۶	(۱۸)	ابو بکرہ رضؓ	۱۳۲
(۱۹)	عمران بن حصین رضؓ	۱۳۰	(۲۰)	معاویہ بن ابی سفیان رضؓ	۱۳۰
(۲۱)	ثوبان رضؓ مولی النبی صلعم	۱۲۷	(۲۲)	اسامہ بن زید رضؓ	۱۲۸
(۲۳)	نعمان بن بشیر رضؓ	۱۲۴	(۲۴)	سمرہ بن جندب فزاری رضؓ	۱۲۳
(۲۵)	ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضؓ	۱۰۲	(۲۶)	جریر رضؓ بن عبداللہ بجلی	۱۰۹

طبقۂ چہارم یعنے وہ صحابہ جنکی تعداد روایت چالیس سے سو تک ہے اس طبقہ میں ... اشخاص ہیں

نمبر	نام مبارک	تعداد حدیث مرویہ	نمبر	نام مبارک	تعداد حدیث مرویہ
(۱)	عبداللہ بن ابی اوفیٰ رض	۹۵	(۲)	زید بن ثابت رض	۹۲
(۳)	ابوطلحہ زید بن سہل رض	۹۲	(۴)	زید بن ارقم رض	۹۰
(۵)	زید بن خالد جہنی رض	۸۱	(۶)	کعب بن مالک سلمی رض	۸۰
(۷)	رافع بن خدیج رض	۷۸	(۸)	سلمہ بن اکوع	۷۷
(۹)	ابورافع قبطی رض	۶۸	(۱۰)	عوف بن مالک اشجعی رض	۶۷
(۱۱)	عدی بن ابی حاتم طائی رض	۶۶	(۱۲)	عبدالرحمن بن ابی اوفیٰ رض	۶۵
(۱۳)	ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رض	۶۵	(۱۴)	عمار بن یاسر رض	۶۲
(۱۵)	سلمان فارسی رض	۶۴	(۱۶)	ام المومنین حفصہ بنت عمر رض	۶۰
(۱۷)	جبیر بن مطعم قرشی رض	۶۰	(۱۸)	اسماء بنت ابی بکر رض	۵۶
(۱۹)	واثلہ بن اسقع کنانی رض	۵۶	(۲۰)	عقبہ بن عامر جہنی رض	۵۵
(۲۱)	فضالہ بن عبید انصاری رض	۵۰	(۲۲)	عمرو بن عتبہ رض	۴۸
(۲۳)	کعب بن عجرہ انصاری رض	۴۷	(۲۴)	فضلہ بن عبید اسلمی رض	۴۶
(۲۵)	ام المومنین میمونہ رض	۴۶	(۲۶)	ام ہانی بنت ابی طالب	۴۶
(۲۷)	ابوجحیفہ بن وہب سوائی رض	۴۵	(۲۸)	بلال بن رباح تیمی رض	۴۴
(۲۹)	عبداللہ بن مغفل رض	۴۳	(۳۰)	مقداد بن اسود کوفی رض	۴۲
(۳۱)	ام عطیہ انصاریہ رض	۴۱	(۳۲)	حکیم بن حزام اسدی رض	[illegible]
(۳۳)	سلمہ بن حنیف انصاری رض	۴۰			

طبقہ پنجم یعنی وہ صحابہ جنکی روایتیں چالیس یا چالیس سے کم ہیں اس طبقہ میں چھپن صحابہ ہیں،

نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ
(۱)	زبیر بن العوام رضؓ	۳۸	(۲)	فاطمہ بنت قیس رضؓ	۳۴
(۳)	خباب بن الارت رضؓ	۳۲	(۴)	عیاض بن حماد تمیمی رضؓ	۳۰
(۵)	مالک بن ربیعہ ساعدی رضؓ	۲۸	(۶)	عبداللہ بن سلام رضؓ	۲۵
(۷)	ام قیس بنت محصن رضؓ	۲۴	(۸)	فضل بن عباس رضؓ	۲۴
(۹)	عامر بن ربیعہ رضؓ	۲۲	(۱۰)	ربیع بنت معوذ رضؓ	۲۱
(۱۱)	اسید بن حضیر اشہلی رضؓ	۱۸	(۱۲)	خالد بن ولید رضؓ	۱۸
(۱۳)	عمرو بن حریث رضؓ	۱۸	(۱۴)	خولہ بنت حکیم رضؓ	۱۵
(۱۵)	ثابت بن ضحاک رضؓ	۱۴	(۱۶)	معاویہ بن حکیم سلمی رضؓ	۱۳
(۱۷)	عروہ بن ابی جعد الاسدی رضؓ	۱۳	(۱۸)	بسرہ بنت صفوان رضؓ	۱۱
(۱۹)	عروہ بن مضرس رضؓ	۱۰	(۲۰)	مجمع بن یزید رضؓ	۱۰
(۲۱)	سلمہ بن قیس رضؓ	۷	(۲۲)	قتادہ بن نعمان رضؓ	۷
(۲۳)	قبیصہ بن مخارق عامری رضؓ	۶	(۲۴)	عاصم بن عدی قضاعی رضؓ	۶
(۲۵)	سلمہ بن نعیم اشجعی رضؓ	۵	(۲۶)	مالک بن صعصعہ رضؓ	۵
(۲۷)	محجن بن ادرع رضؓ	۵	(۲۸)	سائب بن خلاد رضؓ	۵
(۲۹)	خفاف غفاری رضؓ	۵	(۳۰)	ذو مخبر حبشی رضؓ	۵
(۳۱)	مالک بن ہبیرہ کندی رضؓ	۴	(۳۲)	زید بن حارثہ رضؓ	۴
(۳۳)	ثابت بن ودیعہ رضؓ	۲	(۳۴)	کعب بن عیاض اشعری رضؓ	۲

نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام مبارک	تعداد احادیث مرویہ
۳۵	کلثوم بنت حصین غفاری رض	۲	۳۶	دحیہ کلبی رض	۲
	جمانہ بنت وہب رض	۲	۳۸	مالک بن یسار رض	۱
۳۹	شعیبہ ... بن ... رض	۱	۴۰	کلثوم بن علقمہ رض	۱

ان کے علاوہ جو صحابہ باقی رہ گئے ہیں، چونکہ وہ صغار صحابہ رض ہیں اور انکی روایت کتب احادیث میں اسقدر کم ہے کہ وہ شمار میں نہیں آئی ہے اسلیے ہم نے انکا ذکر نہیں کیا، تعداد طبقات میں جن صحابہ رض کا ہمنے نام لیا ہے انکی مجموعی تعداد ایک سو چھبیس ہے یہی بزرگان دین ہیں جنکی کوشش سے آج مسلمانوں کے پاس احادیث نبوی کا وہ سرمایہ باقی ہے جس سے تمام قومیں اور اہل مذاہب خالی ہیں،

سید سلیمان

نصیریہ کے نام سے شام میں ایک فرقہ مشہور ہے، جسکا مسکن شام کا آخری حصہ ہے جسکے جنوب میں نہر کبیر شرق و شمال میں نہر عاصی اور مغرب میں ایک کوہستانی سلسلہ ہے اسی کوہستانی سلسلہ کو کوہ نصیریہ کہتے ہیں اس خاص سرزمین کے علاوہ انطاکیہ، طرسوس، اور اذنہ میں بھی لوگ آباد ہیں شام میں انکی آبادی تخمیناً ایک لاکھ پچاس ہزار ہے بعض بعض شہروں میں انکی تجارت بہت وسیع ہے لیکن اس فرقہ کے زیادہ تر لوگ دیہاتی ہیں جنکی معاش کاشتکاری ہے،

اس امر پر تمام اتفاق عام ہے کہ یہ فرقہ کوئی مستقل فرقہ نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے فرقہ سے بگڑ کر بنا ہے لیکن چونکہ یہ اپنے مرکز سے اسقدر دور ہٹ گیا ہے کہ اصل حقیقت تک پہنچنا نہایت دشوار ہے، مسلمانوں کی عام تحقیق یہ ہے کہ نصیریہ فرقہ مسلمان ہے جو اسماعیلیہ فرقہ شیعہ کی ایک شاخ کے ہم خیال، ہم مذہب ہے، اس فرقہ کا بانی محمد بن نصیر تھا جسکی نسبت سے یہ فرقہ نصیریہ کہا جاتا ہے، مستشرقین اس تحقیق میں متفاوت ہیں کچھ حصے ایسے ہیں، **رینان** اور اسکے ہمزبانوں کی رائے ہے کہ یہ فرقہ دراصل عیسائیت کی شاخ ہے جو بارھوین تیرھوین صدی میں صلیبی جنگ میں یورپ کے عیسائیوں سے مخلوط ہوکر پیدا ہوا ہے اور نصیری، نصاری کی بگڑی ہوئی صورت ہے،

میسو دوسو ایک فرانسیسی مستشرق نے حال میں تاریخ نصیریہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جسمیں اس فرقہ کی تاریخ، آبادی، معاش، اخلاق، اصل، مذہب پر ایک مستند اسلامی اور یورپین تصنیفات کی امداد سے نہایت خوبی و وضاحت سے بحث کی ہے نصیریہ کے متعلق میسو موصوف مشہور مصنف سینٹ کلیر ٹسڈل کے ہمخیال ہیں کہ یہ ایک اسلامی فرقہ ہے جو اسماعیلیہ سے الگ ہو گیا ہے جو امام حسن عسکری کا [illegible]

تصوف

ایرانی شاعری کا عنصر اعظم **تصوف** ہی، اور حقیقت یہ ہو کہ ایرانی شاعری مین جس قدر حقیقت طرازی یا گرمی تاثیر ہو صرف تصوف کا اثر ہی، ایران مین شاعری، مداحی کے کوچے سے آئی، اسلیے بے اثری اسکا ایک ضروری نتیجہ تھا، یہ ایک اتفاقیہ بات تھی کہ واقعہ نگاری کے عالم مین **فردوسی** پیدا ہو گیا جسنے عرصہ دنیا کو رزم گاہ بنا دیا اور ایک مدت تک ایران کا افق معرکہ جنگ کے نعرون سے گونجا کیا،

شاعرانہ جذبات کے اشتعال کا سب سے بڑا ذریعہ عشق و محبت ہی لیکن ایران مین ابتدای شاعری سے تین سو برس (سعدی کے زمانے تک) عشق کا نام ہی نام تھا، شعرا فرائض شاعری کی حیثیت سے اس خدمت کو انجام دیتے تھے، دل مین کچھ نہ ہوتا تھا، دفعۃً **تصوف** نے آکر ایک آگ لگا دی جسکی شرر فشانیان دور دور تک پہونچین، اور آج شاعری مین جو سوز و گداز اور آتش انگیزی ہی سب اسی کا صدقہ ہی، اس بنا پر شاعری کی تاریخ مین تصوف سب پر مقدم ہی، اور اسلیے اس مضمون کو سب سے زیادہ پھیلا کر لکھنا چاہیے،

صوفیانہ شاعری کی اجمالی تاریخ

غالباً صوفیانہ خیالات کو سب سے پہلے جسنے شاعری سے آشنا کیا وہ حضرت سلطان ابو سعید ابو الخیر ہین جو شیخ بو علی سینا کے معاصر تھے، وہ فطرۃً شاعر تھے، اسکے ساتھ تصوف نے نشۂ محبت سے سرشار کر دیا تھا، وہی اشعار بن کر زبان سے نکلے، کلام کا نمونہ یہ ہی،

راہ تو بہر قدم کہ پویند خوش ست	وصل تو بہر سبب کہ جویند خوش ست
روے تو بہر دیدہ کہ بینند نکوست	نام تو بہر زبان کہ گویند خوش ست

غازی به ره شهادت اندر تگ و پوست
غافل که شهید عشق فاضل تر از وست
در روز قیامت این به آن کی ماند
این کشتهٔ دشمن ست و آن کشتهٔ دوست

دل بی ره عشق تو نپوید هرگز
جز محنت و درد تو نجوید هرگز
صحرای دلم عشق تو شورستان کرد
تا مهر کسی دگر نروید هرگز

در کوی خودم منزل و ماوی دادی
در بزم وصال خود مرا جا دادی
القصه به صد کرشمه و ناز مرا
عاشق کردی و سر به صحرا دادی

بردارم دل گر از جهان فرمائی
برهم زنم ار سود و زیان فرمائی
بنشینم اگر بر سر آتش گوئی
برخیزم اگر از سر جان فرمائی

زاهد بودم ترانه گویم کردی
سر فتنهٔ بزم و باده خویم کردی
سجاده نشین با وقاری بودم
بازیچهٔ کودکان کویم کردی

ای برهمن آن عارض چون لاله پرست
رخسار نگار چارده ساله پرست
گر چشم خدای بین نداری باری
خورشید پرست شو نه گوساله پرست

پیوسته از آن سلسله موی ترسم
زان عربده جوی تند خوی ترسم

ترسیدن ہر کہ ہست از چشم بدست ۔ بیچارہ من از چشم تکو می ترسم

شب خیز کہ عاشقان بشب راز کنند ۔ گرد سر کوے یار پرواز کنند

ہر جا کہ درے بود بشب در بندند ۔ الا در عاشقان کہ شب باز کنند

ان اشعار کو مختلف حیثیتون سے دیکھو،

اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہی اشعار عشقیہ شاعری کے مایۂ خمیر ہین عشق کا نام بہت سے لیتے آتے تھے، لیکن چونکہ دل مین کچھ نہ تھا، اسلیے شاعری بانگ بے اثر تھی سلطان ابو سعید عشق حقیقی کے نشہ مین چور تھے اسلیے ایک ایک لفظ سے اثر ٹپکتا ہے یہی ہیولی تھا جسنے سعدی، خسرو، اور حسن کے زمانے مین غزل کی صورتین پیدا کین،

اسوقت تک، تصوف مین سے صرف عشق و محبت کا سرمایہ شاعری کو ملا تھا حکیم **سنائی** نے تصوف کے بقیہ تمام مراتب لیے اور شاعری مین داخل کیے **حدیقہ** ایک مستقل مثنوی تصوف مین لکھی اور اور اکثر قصائد مین بھی یہی خیالات ہین،

حکیم **سنائی** نے یہ مذاق عام کر دیا اور ان کے بہت سے اتباع اور پیرو پیدا ہو گئے اسی زمانے کے قریب اوحد الدین کرمانی جنھون نے **سنائی** کے مرنے کے بعد گیارہ برس بعد ۵۳۶ھ ہجری مین وفات پائی **مصباح الارواح** نام ایک مثنوی تصوف مین لکھی، اسمین بہت سے اسرار اور حقائق بیان کیے زبان نہایت صاف اور شیرین اور بحر نہایت موزون اور دلاویز ہے اور غالبا یہ پہلی مثنوی ہے جسمین دوزخ جنت کوثر و طوبی حور و غلمان، آدم و شیطان وغیرہ کی حقیقت، معتقدات عام کے خلاف بیان کی ہے چنانچہ کہتے ہین

آدم دم روح بُرد بارست ۔ ابلیس دل ستیزہ کارست

تن عارف جان نشد بتلبیس ۔ گفتند نکردہ سجدہ ابلیس

آدم ز ابلیس، جان و دل دید | ابلیس ز آدم آب و گل دید
او را گل و خاک تیرہ پنداشت | معنیش کہ نور بود بگذاشت
در آئینہ عکس خویشتن دید | نور دل و جان ندید، تن دید
چون دور ز دولت خرد بود | پنداشت کہ آدم است، خود بود
چون دور ز عقل دوربین بود | از ہستی خویشتن لعین بود
آدم ز دو جنس شد مصور | ابلیس یکے ست زان دو گوہر
تا ہست تن تو ہست ابلیس | اندر رگ تو چو خون بہ تلبیس
گر می جوئی ز دیو پرہیز | لاحول کُن ز خویش بگریز

نفس امارہ، نفس مطمئنہ، نفس مرضیہ، ان سب کے حقائق اور مقامات بیان کیے ہیں اور بتایا ہے کہ عارف کیونکر ان منزلوں کو طے کرتا ہے اور پھر کس طرح مقام فنا پر پہونچ جاتا ہے چنانچہ خاتمہ کا بند یہ ہے،

پس باش یقین کہ نیست واللہ | موجود حقیقیے سوے اللہ

اوحد الدین کرمانی سے جن لوگون نے فیض اُٹھایا، ان مین اوحدی کرمانی بھی تھے انھون نے حدیقہ کے طرز پر جام جم مشہور مثنوی ابوسعید خان کے نام پر لکھی خیالات وہی حدیقہ کے ہین لیکن زبان زیادہ صاف ہے، نمونہ یہ ہے،

باشد از عشق، قوت مردان | آب و نان چیست؟ قوت بیدُ دان
اصل نزدیک و اصل و ریکے ست | ما ہمہ سایہ ایم، نور یکے ست
باز آن ہا کہ پیش انور اند | از حقیقت چو سایہ مہجور اند
چون نہاد تو آسمانی شد | صورتت سر بسر معانی شد
نامۂ ایزدی تو سر بستہ | باز کن، پند نامہ آہستہ

خویشتن را نمی شناسی وقت | ورنہ بس محتشم کسی ای عبد
صنع را برترین نمونہ توئی | خط بیچون و بے چگونہ توئی
بیش ازین گرد و حرف بر خوانی | تر ستت ہنوز کہ سبحانی

دیوان بھی تمامتر تصوف سے بھرا ہوا ہی یہ مشہور شعر انہین کا ہی،

خاکساران جہان را بحقارت منگر | توچہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

حکیم سنائی کے مشہور رائیہ قصیدہ کا جواب، اسی انداز مین لکھا ہی،

ہمدمے نیست تا بگویم راز | خلوتے نیست تا بگریم زار
مطربم پردہا ہمی سازد | کہ دران پردہ نیست کس را بار
ہمہ مستان در آمدند بہ ہوش | مست ما خود نمی شود ہشیار
چیست این نالہ و فغان در شہر | چیست این شور و فتنہ در بازار
ہمہ در جستجوے و او غافل | ہمہ در گفتگو و او بیزار
آب و آئینہ پیش گیر و بہ بین | کیسکے چون دو می شود بشمار
تا بدانی کہ نیست جز یک نور | وان دگر سایہ در و دیوار
ہمہ عالم نشان صورت اوست | بازجوئید یا اولی الابصار

اوحدی نے ۶۹۷ہجری مین انتقال کیا،

ابھی تک تصوف کی شاعری مین، شاعر کو خاص شاعری پر نظر نہین ہوتی تھی، وہ اپنے خیالات صاف صاف بے تکلف ادا کر دیتا تھا، لیکن **نظامی** نے جو اسی زمانہ کے قریب قریب پیدا ہوئے، جب تصوف اور شاعری مین قدم رکھا تو چونکہ طبیعت مین شاعرانہ زور حد سے بڑھا ہوا تھا، شاعری کا رنگ اصل خیالات پر غالب آگیا مخزن اسرار مین تصوف کے مقامات لکھے لیکن پڑھنے والے پر یہ اثر نہین ہوتا کہ

تصوف کی کتاب پڑھ رہا ہی بلکہ معلوم ہوتا ہی کہ کوئی بلند طبع شاعر اپنے زور کلام سے صف آرائی کر رہا ہی،
پیر کے ساتھ مراقبہ کی جو خلوتین ہوئین ہین، ان کو لکھتے ہین اور اتنے سہارے سے کہ صبح کا وقت تھا اس داستان کو یون ادا کرتے ہین

نور سحر یافتہ میدان فراخ	سایہ روی را بصبا دادہ شاخ
مار گزیدہ لب خورشید را	شانہ زدہ باد سحر بید را
سایۂ نور از علم شاخسار	رقص کنان بر طرف جویبار
گردن گل، ممبر بلبل شدہ	زلف بنفشہ کمر گل شدہ
مرغ بدادۂ خوش آوازتر	گل ز نظامی شکر اندازتر

لطف یہ کہ اسی تمہید مین ساری داستان ختم ہو جاتی ہی مطلب کی باتین یون کی یون ہی رنگینین۔ ۲۰ مقالون مین کتاب ختم کی ہی جسمین تصوف کا صرف وہ حصہ لیا ہی جو درحقیقت اخلاقی مسائل ہین حقائق اور معارف سے ان کو تعلق نہین،

نظامی کے خمسہ کا جواب اکثرون نے لکھا لیکن سب سے زیادہ اسی مثنوی کی تتبع مین لوگون نے مثنویان لکھین، چنانچہ ان کی تعداد ۶۰ سے متجاوز ہی لیکن اس تمام لٹریچر کو اخلاقی لٹریچر سمجھنا چاہیے اور ہم اُسے موقع پر اسکو تفصیل سے لکھین گے،

عین اسی زمانے مین خواجہ فریدالدین عطار نے اس ذخیرہ مین بے انتہا اضافہ کیا، کم و بیش ایک لاکھ شعر لکھے جو تمام تر تصوف سے لبریز ہین، زبان مین بھی وہ سلاست روانی اور شیرینی پیدا کی جو اب تک پیدا نہین ہوئی تھی،

تاہم اس وقت تک تصوف کے سرسری مسائل شعر مین آئے تھے، حقائق اور دقیق مسائل رشتے تھے **مولانا روم** نے مثنوی لکھ کر ایک نیا عالم پیدا کر دیا۔ مولانا تصوف سے آگے بڑھکر فلسفہ کی حد مین

پہونچ گئے، اور سچ یہ ہے کہ ان کی مثنوی پر تصوف اور فلسفہ برابر کے دعویدار ہین، اسوقت تک صوفیانہ شاعری عام شاعری سے علانیہ ممتاز تھی یعنی غزلون مین عشق اور محبت کی واردات بھی بیان کرتے تھے تو عشق حقیقی کا رنگ اسقدر غالب ہوتا تھا کہ مجاز کا دھوکا نہین ہو سکتا تھا۔ اب ایک نیا دور شروع ہوا یعنی حضرت امیر خسرو اور حسن دہلوی نے عشقیہ شاعری مین مجاز کا پہلو اسقدر بڑھا دیا کہ تصوف اور تغزل کی حد فاصل اٹھ گئی اگر امیر خسرو کے ذاتی حالات اور انکا فقر و تصوف پیش نظر نہو، یا اُن کے اشعار کسی اور کی طرف منسوب کردیے جائین تو ہر شخص کہدیگا کہ ان خیالات کو تصوف سے واسطہ نہین، خواجہ حافظ نے اور بھی اس خصوصیت کو مٹا دیا، لوگون نے حسن اعتقاد سے یہ سمجھا کہ ان کے الفاظ صوفیانہ اصطلاحین ہین مثلاً،

الفاظ	معنے اصطلاحی
زلف	مراتب امکانیہ
غمزہ و بوسہ و کنار	فیوضات قلبی
خال	وحدت ذات
ساغر و صراحی	دل

اس سے یا تو تصوف کے لٹریچر مین وسعت پیدا ہو گئی کہ ایک رندشاہد باز بھی جو کچھ کہتا ہے تصوف کے اسرار بنجاتے ہین، یا درحقیقت صوفیانہ شاعری کو زوال شروع ہوا کیونکہ عرفا اور کاملین بھی حقیقت کے جو اسرار کہتے تھے اس انداز سے کہتے تھے کہ تصوف پر تغزل کا پردہ پڑجاتا تھا،

تاہم بعض بزرگ، تصوف کے مرکز سے الگ نہوئے جن مین سے عراقی و مغربی کا نام خاص امتیاز رکھتا ہے اور سچ یہ ہے کہ غزل مین عشق حقیقی کا خالص رنگ اگر نظر آتا ہے تو انھین دونون بزرگون کے یہان نظر آتا ہے، ورنہ مولانا روم تک، معرفت کے راز کہتے کہتے ترک بچون کے خال و خط کا بیان کرنے لگتے ہین،

عراقی نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے تعلیم پائی تھی ۶۸۸ ہجری مین بمقام دمشق انتقال

انتقال ہوا، کلام کا یہ انداز ہے:

عشق شورے در نہاد ما نہاد — جان ما در بوتۂ سودا نہاد
گفتگوئے در زبان ما فگند — جستجوئے در درونِ ما نہاد
دم بدم در ہر لباسے رخ نمود — لحظہ لحظہ پاسے و دیگر پا نہاد
بر مثالِ خویشتن، حرفی نوشت — نام آن حرف آدم و حوّا نہاد
حُسن خود بر دیدۂ خود جلوہ داد — تہمتے بر چشم نابینا نہاد
تا کمال علم او ظاہر شود — این ہمہ اسرار بر صحرا نہاد

نخستین بادہ، کاندر جام کردند — ز چشم مست ساقی، وام کردند
بگیتی ہر کجا دردے و غمے بود — بہم کردند و عشقش نام کردند
چو خود کردند راز خویشتن فاش — عراقی را چرا بدنام کردند

با عاشقانِ شیدا سلطان کجا برآید — در پیش آشنایان بیگانہ چہ سنجد
از صد ہزار خرمن یک دانہ ہست عالم — با صد ہزار عالم پس دانہ چہ سنجد

بہ قمارخانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم — چو بہ صومعہ رسیدم، ہمہ یافتم دغائی
بزمین چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد — کہ مرا خراب کردی تو بہ سجدۂ ریائی
چو بہ کعبہ رخ نمودم، بہ حرم رہم ندادند — کہ برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

عراقی طالب درد ست و آن ہم　　بجسے آن کہ درمانش تو باشے

مغربی کا کلام زیادہ تر بلکہ تمام تر وحدت وجود سے لبریز ہی یہان تک کہ ان کے دیوان سے
جی اکتا جاتا ہی کہ ایک ہی بات کو کہان تک سنتے جائیے، چند اشعار یہ ہین،

اے از دو جہان نہان، عیان کیست　　وے عین عیان بس این نہان کیست
گفتی کہ ہمیشہ من خموشم　　گویا شدہ پس بہر زبان کیست
گفتی کہ نہ اینم و نہ آنم　　پس آن کہ ہم این بود ہم آن کیست

عراقی نے ۶۸۸ھ مین وفات پائی اور انھین پر گویا صوفیانہ شاعری کا خاتمہ ہوگیا، ان کے بعد
اگر کسی کا نام لیا جا سکتا ہی تو وہ مولانا جامی ہین، جامی نے خاص تصوف پر بہت کچھ لکھا، سلسلۃ الذہب
تحفۃ الاحرار، وغیرہ اسی سلسلہ کی کتابین ہین، رباعیات کا ایک سلسلہ ہی جسمین وحدت وجود کے متعلق ایک ایک
مسئلہ کی تفصیل کی ہی لیکن غزلون مین وہی عام انداز ہی جو تصوف سے برائے نام تعلق رکھتا ہی،
جامی کے بعد فغانی نے غزل کا رنگ بدلا، اسی زمانے مین، صفویہ کے جبر سے تمام ایران اس
سرے سے اس سرے تک شیعہ ہوگیا،

شیعی مذہب کو تصوف سے سخت بیگانگی ہی، اسلیے صوفیانہ شاعری بالکل فنا ہوگئی، لیکن چونکہ
تصوف کا لقب اسرار و حقیقت، مشہور ہوگیا تھا، اسلیے بعض بعض شعراء اس معزز لقب حاصل کرنے کےلیے
زبردستی اس کوچہ مین در آئے مثلاً شفائی، بہائی عاملی، حزین وغیرہ، لیکن صاف نظر آتا ہی کہ کاغذ کے
پھول ہین، بو باس کچھ نہین، تاہم چونکہ ان مین بعض بعض صاحب علم و فن تھے، اسلیے علمی حیثیت سے
تصوف کے مسائل بخوبی ادا کیے، شفائی نے حدیقہ کے طرز پر نمکدان حقیقت ایک
مثنوی لکھی اسکا یہ انداز ہی،

ہر کہ داند بجز خدا موجود　　ہست مشرک بکیش اہل شہود

وحدت ثانی شہود این ست	معنی وحدت وجود این ست
وحدت بحت بے کم و چہ و چون	زاعتبارات وہمی ست مصون
آن کہ از جہت باری جہتے	متصف می شود بہ ہر صفتے
چہ زہ آفتاب خود فاش ست	بے نصیبے گناہ خفاش ست
بہرہ از آفتاب پرسازی	چشم خفاش گر ببیند ازی
چون نداری نشانہ از ذات	می شوی گم در اثر دحام صفات
تو نظر کن بہ حسن روز افزون	منگر بر لباس گوناگون

اس دور مین ہندوستان مین اگرچہ شاعری نے بہت ترقی کی، سلطنت کا مذہب بھی سُنی تھا، لیکن شاعری ایران سے آئی تھی اسکے ساتھ دربار تمام ایرانیون سے بھرا ہوا تھا، اسیلیے صوفیانہ شاعری کو نشو و نما نہ ہو سکا۔ فیضی اور عرفی جس چیز کو تصوف سمجھ کر کہتے ہین، وہ فلسفہ ہے تصوف نہین،

شبلی نعمانی

انگلینڈ مین تعلیم کی جو وسعت ہے اُسکا اندازہ ذیل کے معلومات سے کرو۔ مینو سپلٹی کے ابتدائی سکولون مین ۲۵۲۰۰۰ اور ملکی مدارس مین ۱۴۹۹۱۰۵ طالب العلم پڑھتے ہین ۱۹۰۸ء کے دوران سال مین اول الذکر مدارس مین کل ۱۳۱۹۹۰۵۰ اور ملکی مدارس مین ۲۸۴۲۶۵۴ طالب العلم داخل ہوئے ان مدارس پر اس سال ۱۳۲۳۲۷۴ گنی صرف ہوئی جسمین ۱۱۰۲۲۹۰۰ گنی گورنمنٹ کا عطیہ تھا اور ۱۳۰۰۶۷ گنی مینو سپلٹی کا صرف تھا، اسٹریلیا مین **وکٹوریہ** ایک صوبہ ہے وہان کی کل آبادی ساٹھے بارہ لاکھ ہے اور وہان کی تعلیم کا سالانہ صرف دو کرور فرنک ہے، اسکے مقابلہ مین سوال یہ ہے کہ ہندوستان تعلیم پر کتنا صرف کرتا ہے اور ہندوستان مین خصوصًا مسلمان تعلیم پر کتنا صرف کرتے ہین۔

قانون

یا

لا

(ترجمہ از دائرۃ المعارف)

قانون کی تعریف — قانون ان مجموعہ قواعد واصول کا نام ہی، جو حکومت کی طرف سے بغرض حفاظت حقوق و بقا امن عام وانتظام سلطنت شائع کیے گئے ہون اور جنکی پابندی رعایا پر لازم ہی،

قانون کی ابتدا — قانون یا آئین وہ اصول ہین جنمین تمدن کی حمایت انسانی حقوق کی رعایت امن و امان کی حفاظت کیجاتی ہی تو اُسکی ابتدا و ترقی ایک قدرتی اور فطرتی چیز ہی اور وہ ہر قوم مین جدید صورت اور نئے پیکر مین جلوہ گر ہوتا ہی، قانون یا آئین کی دو قسمین ہین،

(۱) بعض قانون بالکل فطرتی ہین جو کہ تمام بنی نوع انسان مین یکسان طور سے ودیعت رکھے گئے ہین جیسے ظالم سے مظلوم کے لیے انتقام لینا، چوری پر سزا دینا وغیرہ،

(۲) بعض قوانین ایسے ہین جو مذہب کے آوردہ یا متمدن قومون کی مجلسون کی ساختہ و پرداختہ ہین،

پہلی قسم تمام نوع انسانی مین مشترک ہی اور ہر قوم کے حالات مین اسکی جھلک نظر آتی ہی، اسی کا نام دوسری لفظون مین اخلاقی اصول ہی، اور یہی اخلاقی اصول اس مصنوعی قانون کی سنگ بنیاد ہین جن پر بڑی بڑی حکومتون کی عالیشان عمارتین قائم ہین، ہر چیز اپنی ابتدا مین چھوٹی ہوتی ہی اور رفتہ رفتہ وہ ایک عظیم الشان چیز ہو جاتی ہی، قانون کی ابتدا خود ہمارے گھر سے ہوتی ہی، گھر سے محلہ اور محلہ سے شہر شہر سے ملک تک اسکی نوبت پہونچتی ہی، فرض کرو ایک شخص کے گھر مین ایک بیوی ہی اور دو تین اور چھوٹے بڑے بچے ہین، تو یہ شخص اسوقت پانچ آدمیون پر حکومت کر رہا ہی، اگر بیوی شوہر کے زیر حکومت گھر کا انتظام نہ کرے بچے اپنی

ان کا کہنا نہ مانیں، نوکر مالک کی فرمانبرداری نہ کریں تو کیا گھر کا انتظام ٹھیک ہو سکتا ہی؟ کیا ایسے گھر کا نظم ونسق درست رہ سکتا ہی؟ اب آگے بڑھیے ایک ایسا محلہ فرض کیجیے جسمین مثلاً بیس بائیس گھر آباد ہین، لیکن انکا کوئی سرگروہ نہین تو اس محلہ کی یہ اجتماعی حالت کبتک رہیگی؟ صرف تھوڑے دن تک کیونکر ظلم کرینگے دادخواہ ہونگے مگر کوئی دادرس نہوگا، لڑین گے مگر کوئی فیصلہ کرنے والا نہوگا، اسی کو وسعت دیکر شہر اور ملک کی حالت فرض کر لیجیے، لہذا یہ بات بالکل ظاہر ہی کہ انسان انسانیت کے ساتھ قانون اور تمدن اپنے ہمراہ ساتھ لایا، اور چونکہ اجراے قانون کے لیے قوت وسطوت کی ضرورت ہی اسلیے حکومت اس معجون کا جزو اعظم اور اس کمی کی پورا کرنے والی سمجھی جاتی ہی، ہمیشہ اس قانون کی ترقی ہوئی جسکی حکومت نے حمایت اور اعانت کی ابتداے تمدن عالم مین بادشاہی کے نہ انتخابات ہوتے تھے اور نہ یہ اصول تھا کہ جو خاندان شاہی مین پیدا ہو وہ سلطنت کا مالک ہو بلکہ کسی قبیلہ یا شہر مین جو بڑا دلیر ہمت ہوتا تھا وہ اپنے قبیلہ اور اپنے شہر پر حکومت کرتا تھا، اور وہ یا ان اصولون کو اپنا دستور العمل بناتا تھا جو کہ فطرتی تھے یا وہ اپنے شخصی یا قومی مصالح کے لحاظ سے اپنے اصول خود بنا لیتا تھا اسکے بعد کے آنے والے اس سے ان اصولون کو سیکھتے تھے اور انکے بعد کے آنے والے انسے اسی طرح نسلاً بعد نسل یہ قواعد و اصول منقول ہوتے چلے آئے اور آخر مین اس قوم کی عادت و رسم مین شمار ہونے لگے اسی طرح رفتہ رفتہ جب بڑی بڑی حکومتین قائم ہوگئین، اور اب بجاے کسی خاص جماعت کے شہر پر حکومت کرنیکے بعد بڑے بڑے ملکون پر حکومت ہونے لگی، تو وہ قواعد و اصول جو کسی جماعت خاص پر حکومت کرتے وقت برتے جاتے تھے ان بہت سے شہرون پر حکومت کرنے مین بھی برتے جانے لگے، اور مقتضاے وقت کے لحاظ سے ان قوانین مین مناسب تغیر بھی ہوتا رہا،

مذکورہ بالا بیان سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہی کہ حکومت اور قانون مین کس قسم کا تعلق ہی اور کس درجہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ارتباط ہی، اسواسطے یہ کہا جا سکتا ہی کہ قوم کے عادات و تمدن اور حکومت کا طرز عمل قانون اور آئین ہین جسکا لازمی نتیجہ یہ ہی کہ قانون کے نتائج سے بحث کرتے ہوے ہمکو

تمام مذہبی قوموں کے نتائج سے بحث کیجائے اور اُنکی طرز حکومت پر ایک تفصیلی نظر ڈالی جائے لیکن چونکہ موجودہ مضمون کا دائرۂ بحث اسقدر وسیع نہین ہے اسوقت ان قوانین سے بحث ہے جو لفظی اور ذہنی صورت سے کتابی صورت مین آچکے ہین، اور اس خاص قسم مین سے بھی صرف اُن قومون کے قانون سے ہماری بحث متعلق ہوگی جنکے قانون موجودہ قانون کے سنگ بنیاد ہین،

دنیا مین اُن قوانین کی بقا اور حفاظت مین نہایت سختی سے کوشش کی گئی جنکے متعلق منزل من اللہ ہونے کا کسی قوم کو اعتقاد ہے اور ایسے قانون کا اثر عملاً اسوقت تک باقی رہا جب تک اس قوم مین خدا پرستی اور مذہبی پابندی باقی رہی اور ان کے مٹ جانے کے بعد بھی وہ اپنے اس مذہبی قانون کے قولاً ضرور حامی رہے، دنیا مین مختلف المذاہب قومین آباد ہین، ہر قوم اپنے مذہبی قوانین کے خلاف کرنیکو حرام سمجھتی ہے مسلمان **قرآن** کے خلاف کرنا، عیسائی **انجیل** کے خلاف کرنا، یہودی **توراۃ** کے خلاف کرنا گناہ سمجھتے ہین اس قسم کی قومون مین جنکے پاس کوئی مذہبی قانون ہے یہودی سب سے زیادہ قدیم ہین،

عبرانی قانون

عبرانی قانون سے وہ اصول مراد ہین جن پر عبرانی یعنی یہودی قوم کا عمل درآمد تھا، عبرانی قانون کی تین قسمین ہین،

(۱) عبرانی قانون جو **موسیٰ** علیہ السلام سے پہلے اس قوم مین رائج تھا،

(۲) وہ احکام جو کوہ طور سے حضرت **موسیٰ** علیہ السلام لائے تھے،

(۳) تلمود،

نمبر اول کا رواج اسوقت تک اس قوم مین رہا جبتک وہ فرعون مصر کے قید ظلم مین رہے، اور اسکے بعد وہ متروک ہوگیا، نمبر دوم کے احکام وہ ہین جو حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے لائے تھے وہ دس حکم ہین

جو **توریت** مین مذکور ہین، نمبر سوم ان مجموعہ احکام کا نام ہے جو دوسری صدی عیسوی مین مرتب کیے گئے
اور **یسوع** حکادوس نے اسکی اور مشنہ کے نام سے مشہور ہوئے، نمبر اول کے احکام کی تفصیل ہمین
دستیاب نہین ہوئی، اسواسطے ہم اسوقت عبرانی قانون کی قسم دوم وسوم یعنے صرف شریعت موسوی کے
احکام بیان کرتے ہین، شریعت موسوی مین دو قسم کے احکام تھے،

(۱) وہ قوانین جو لوحون مین لکھے ہوئے کوہ طور پر خدا کی طرف سے عطا ہوئے،

(۲) وہ قوانین جنھین خود حضرت موسیٰؑ منبر پر کھڑے ہوکر تلقین فرمایا کرتے تھے، لوح مین جو احکام تھے وہ
بہت مشہور ہین، اسواسطے ہم انھین چھوڑکر ان احکام کو بیان کرنا چاہتے ہین جنکی تلقین خود حضرت موسیٰؑ
کیا کرتے تھے اور وہ شریعت موسوی مین اہمیت کا مرتبہ رکھتے ہین۔ یہ شریعت اپنے زمانے کے لحاظ سے
بہت کافی اور اسوقت کے تمدن کے لیے نہایت موزون تھی؛ اسمین عبادت کے علاوہ قانون کی اور شاخون
کے متعلق ایک معتدبہ حصہ مین احکام موجود تھے، جو کہ آج قانونی دنیا مین اہمیت کا مرتبہ رکھتے ہین،

پولٹیکل قوانین عبرانی کی حکومت قبیلہ وار تھی جو آجکل کی جمہوری حکومت سے بہت لگ بھگ کھاتی ہوئی
تھی، شروع شروع مین زمام سلطنت مذہبی پیشواؤن کے ہاتھ مین تھی، مگر آخر مین یہ عنان انکے ہاتھ سے
نکل گئی، مگر انکے مذہبی اقتدار مین کوئی فرق نہین آیا،

ملکی حیثیت سے حقوق عبرانی شریعت مین ادنی واعلی، امیر وغریب سب یکسان سمجھے جاتے تھے اور سب کو
ایک مرتبہ حاصل تھا، سب پر یکسان ٹیکس تھا اور اگر کسی سے جنگ چھڑ جاتی تھی تو ہر شخص کو حاضر ہونا پڑتا تھا
غیر عبرانیون کو اسوقت عبرانی ملکون مین داخل ہونے کی اجازت دیجاتی تھی، جب وہ عبرانی مذہب قبول کرلیتا تھا
غلامی جائز تھی مگر غلام کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کیا جاتا تھا، غلام غلامی کے ساتوین برس کے بعد
آزاد ہوجاتا تھا، اور اگر اس درمیان سال یوبیل جسمین ہر قسم کے جرائم وغیرہ معاف ہوجاتے تھے، آجاتا
تو جب بھی غلام آزاد ہوجاتا، نکاح مثل معاملہ خرید وفروخت سمجھا جاتا تھا اور لڑکی کی قیمت دیکر اسکے باپ کو

دیجاتی تھی، تعدد ازدواج جائز تھا، صرف مرد کو طلاق دینے کا حق حاصل تھا، تمام حقوق مین عورت کا مرتبہ مرد سے کم سمجھا جاتا تھا، نکاح اصول وفروع مین جائز نہ تھا، عبرانی کا یہ فرض تھا کہ اپنی بھاوج کے رانڈ ہونے کے بعد اُس سے نکاح کرے اور نہ کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا، سن شعور سے پہلے لڑکا ماں باپ کے تحت تصرف رہتا تھا، اسکے ذمہ والدین کی اطاعت فرض ہوتی تھی، اور والدین کی نافرمانی کی سزا سنگسار کرنا تھی، سن شعور کے بعد وہ خود مختار ہوتا تھا، متبنی کرنا جائز نہ تھا،

وراثت کا سلسلہ انکے یہان یہ تھا کہ مورث کے مرنے کے بعد سب سے پہلے انکی اولاد ذکور وارث ہوتی تھی اسکے بعد اناث اور اگر دونون نہون تو پھر بھائی اور اور اسکے بعد الاقرب فالاقرب کا سلسلہ چلتا تھا، اگر کئی لڑکے ہوتے تھے تو پہلوٹھے لڑکے کا حق زیادہ ہوتا تھا، یہ حق عورتون کو نہ تھا، اگر ترکہ مین جائداد غیر منقولہ ہوتی اور عورت اسکی وارث ہوتی تھی تو اسکے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے ہی خاندان مین سے کسی کے ساتھ شادی کرے تاکہ خاندانی جائداد منتقل نہ ہوجائے، اور اگر مورث کے نواسے ہوتے تو چچاؤن کو کچھ نہ ملتا مورث کے صحیح النسب اولاد لڑکون کی موجودگی مین غیر صحیح النسب لڑکون کو کچھ نہ ملتا، وصیت جائز نہ تھی تاکہ وارثون کی حق تلفی نہو،

تقسیم سلطنت، قرض وسود

عبرانی شریعت مین سلطنت تقسیم ہوجاتی تھی چنانچہ مصر سے نکلنے کے بعد فلسطین مین آئے تو خود فلسطین اور اسکے گردونواح کی سلطنت گیارہ قبیلون پر تقسیم ہوگئی تھی، قاعدہ سے بارہ ہونی چاہیے تھی، مگر چونکہ بارھوان قبیلہ راہبون اور مذہبی مقتداؤن کا تھا اسواسطے وہ دنیاوی کاروبار سے بچتا تھا اور اسکی معاش اسی خراج پر تھی جو کہ سلطنت کی طرف سے وصول کیا جاتا تھا، سلطنت کا بیچنا جائز تھا، مگر سال یوبیل مین ہر اصلی مالک اپنی چیز کا پھر مالک ہوجاتا سوائے ان مکانون کے جو شہر مین ہوتے تھے، قرض لینا جائز تھا، مگر سود حرام تھا، سال یوبیل مین تمام قرض معاف ہوجاتے تھے

جرائم کی سزا اور شہادت

عبرانی شریعت مین سزا کی چار قسمین تھین،

(۱) قصاص یعنے جسکو جسمانی نقصان پہونچایا جائے اس نقصان پہونچانے والے سے ویسا ہی

بدلا لیا جائے، مثلاً اگر کسی نے دانت توڑا ہی تو اسکا بھی دانت توڑ ڈالا جائے،

(۲) تعزیر،

(۳) جرمانہ،

(۴) جائداد وغیرہ کا ضبط کر لینا،

(۱) قصاص کے بارے مین یہ حکم تھا کہ جان کے بدلے مین جان، آنکھ کے بدلے مین آنکھ، دانت کے بدلے مین دانت، ہاتھ کے بدلے مین ہاتھ اسیطرح تمام اعضا کے بارے مین حکم تھا، علاوہ قتل کے اور بہت سی صورتون مین قتل کی سزا دیجاتی تھی بت پرستی مین سزاے موت ہی تھی، زنا، فسق، والدین کی نافرمانی مین، اور ایسے زخم مین جسکا انتہائی نتیجہ موت ہو سزاے موت مقرر تھی، لیکن حضرت موسیٰ نے اپنے ذاتی رحم کی وجہ سے علاوہ قتل کے اور صورتون مین بجاے قصاص دلوانے کے مال بھی دلوادیا ہی قتل مین دیت لینا قطعاً جائز نہ تھا،

سزاے موت کئی طرح سے دیجاتی تھی،

(۱) سنگسار کرنا،

(۲) آگ مین جلادینا،

(۳) گرم لوہے سے داغ دیکر مار ڈالنا،

(۴) گردن مارنا،

(۵) گلا گھونٹنا،

(۲) تعزیر مین حاکم کے سامنے چالیس کوڑے تک مارے جاتے تھے، اگر مجرم جرمانہ یا قصاص کے بدلے مین مالی تاوان ادا نہین کر سکتا تھا تو وہ خود بیچ ڈالا جاتا اور اسکی قیمت سے جرمانہ یا وہ مالی تاوان ادا کیا جاتا تھا، عبرانی شریعت مین قید کی سزا نہ تھی بلکہ صرف تا زمان تحقیقِ مقدمہ مجرم نظر بند رکھا جاتا تھا،

عبرانی شریعت مین حوالات تھی جیل نہ تھا، رہائی کے دو طریقے تھے (۱) سال یوبیل کا آجانا، (۲) کسی ایسے شہر
مین بھاگ جانا جہان سے مجرم پکڑ کر نہ لایا جاتا ہو، شہادت کم سے کم دو آدمیون کی مقبول ہوتی تھی سوائے
شہادت کے اور کوئی طریقہ دعوی کے ثبوت کا نہ تھا،

یونانی قانون

یونانی قانون کی ابتدا یونانی قانون کی بھی ابتدا اور تمام قومون کے قانون کی طرح ہوئی یعنے شروع مین چند قواعد
تھے جو کئی قصیدون مین منظوم تھے، جون جون یونانی قوم نے تمدن مین ترقی کی اسکے ساتھ ہی ساتھ ان کے
قانون نے بھی ترقی کی، میگورکس نامی ایک شخص نے ان قصیدون سے وہ قانون جمع کیے اور مشہور مقنن
سولن نے ۶۴۰ءقبل مسیح انکی باقاعدہ ترتیب کی اور لکڑی کے تختون پر کھدوا کر کرمو بوس (اسپارٹا مین
ایک مکان ہے) مین باحفاظت تمام رکھے گئے،

یونانی قضاۃ اتھینز اپنے انتظامی اور قضائی حیثیت سے چار حصون پر منقسم تھا، اور ہر حصہ چند قبیلون اور
ہر قبیلہ چند محلون اور پھر ہر محلہ کے بھی کئی حصے ہوا کرتے تھے اور ہر ایک حصہ کا ایک حاکم ہوتا تھا، جسکے
متعلق انتظام اور مقدمات کے فیصلہ کا کام ہوتا تھا، حاکمون کی تعداد نوّے تھی جو یونانی زبان مین رخندس
کہلاتے تھے،

انتظامی کونسلین یونان مین ایک سب سے بڑی کونسل یا مجلس تھی جو سینیٹ کہلاتی تھی، اس مجلس کے
پانچسو ارکان ہوتے تھے جو تمام قبائل سے منتخب کیے جاتے تھے، اس مجلس کا یہ کام تھا کہ تمام یونان کے
انتظامی معاملات مین غور کرے اور انکے لیے قانون وضع کرے، ایک محکمہ عدالت ابتدائی تھا جسمین ہر قسم
کے مقدمات فیصل ہوا کرتے تھے، ایک عدالت عالیہ جسمین عدالت ابتدائی کے فیصلہ کردہ مقدمات کی اپیل
ہوا کرتی تھی، عدالت عالیہ مین پانچ حاکم ہوتے تھے، عدالت ابتدائی مین (۶۰۰۰) چھ ہزار حاکم ہوتے تھے

اس مجلس کا جلاس خاص مکان مین ہوا کرتا تھا، جو ہلیا کے نام سے مشہور تھا، ہلیا کے معنے یونانی زبان مین آفتاب کے ہین چونکہ آفتاب منجملہ یونان کے اور معبودون کے تھا اسواسطے تبرکًا اسکے نام سے اس مکان کا نام ہلیا رکھا گیا، اسکے علاوہ ایک مجلس اور تھی جسکا نام اریوفاکسر تھا، اس کا یہ کام تھا کہ وہ انتظامات اور قانون کی نگرانی کرے، اسکے اختیار عمومًا بہت وسیع تھے اور خصوصًا مذہبی معاملات بالکل اسکے ہاتھ مین تھے،

باشندون کی تقسیم اور انکے حقوق

یونانی باشندے تین قسم کے سمجھے جاتے تھے، (۱) خاص اپنے ملک کے رہنے والے، (۲) غیر ملکون کے رہنے والے جو اسوقت یہان قیام پذیر تھے، (۳) غلام، بانیان شہر کے خاندانون کو بعض خاص پولٹیکل حقوق حاصل تھے، خاص باشندگان شہر مین داخل ہونے کی تین صورتین تھین (۱) اپنے شہر مین پیدا ہونا، (۲) شہر کی کوئی عظیم الشان خدمت کرنا، (۳) اپنا وطن چھوڑ کر اس شہر مین سکونت اختیار کرلینا، پردیسیون کا مرتبہ دیسیون سے کم ہوتا تھا، پردیسیون کو دیسی عورت سے شادی کرنیکا حق حاصل تھا اور نہ وہ کسی جائداد یا غلام کے مالک ہوسکتے نہ عدالت مین کوئی مقدمہ بغیر دیسی شخص کی وساطت کے پیش کرسکتے تھے، یونانی غلامون کی حالت بہ نسبت دوسرے قومون کے غلامون کے کسی قدر اچھی تھی غلام کو اس بات کا اختیار تھا کہ اگر وہ چاہے تو اپنی کمائی کی پس انداز شدہ رقم سے اپنے آپ کو خرید لے۔

نکاح وطلاق

نکاح ایک مہتم بالشان اور بڑا کام سمجھا جاتا، دیسی صرف دیسی ہی سے نکاح کرسکتے تھے یا اُن پردیسیون سے جنکو اسکی اجازت مل چکی ہو، تعدد ازدواج قانونًا جائز تھا مگر اسکا رواج نہ تھا، شرع مین سوائے اصول اور فروع کے اور سب سے نکاح جائز تھا مگر آخر مین بھائی بہنون مین بھی نکاح ناجائز ہوگیا تھا نکاح بھی اور معاملات کی طرح ایک قسم کا معاملہ سمجھا جاتا تھا، زر مہر پہلے باپ کو دیا جاتا تھا اور اسکے نہونیکی صورت مین اسکے اور قریب کے رشتہ دارون کو دیا جاتا تھا، شوہر کو اجازت تھی کہ اگر اپنی بیوی کو مبتلائے فعل شنیع دیکھے تو اسے قتل کرڈالے، ورنہ اسکو طلاق دینا ضروری تھا اور اگر طلاق نہ دے تو اسکے وہ تمام حقوق ضبط ہوجاتے جو اُسکو بوجہ اس شہر مین رہنے کے حاصل تھے، طلاق رضامندی طرفین پر موقوف تھی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

بے تعصبی کی ایک حیرت انگیز مثال

آج جب کہ ہر طرف مذہبی تعصب کی آگ بھڑک رہی ہے جب کہ ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے
کی تحقیر و توہین کے لیے ہر قسم کی رنگ آمیزیوں اور ملمع کاریوں سے کام لے رہے ہیں، جب کہ آریہ پرکاش
اور البشیر کی نسبت یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ دونوں میں زیادہ پرجوش و تیز زبان کون ہے؟ تو یہ واقعہ حیرت
سے سنا جائے گا کہ کولھاپور کی ریاست نے جو ایک ہندو ریاست ہے ایک مسلمان طالب العلم کو اپنے
صرف سے ندوۃ العلما کے دار العلوم میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ یہاں رہکر مذہبی تعلیم پائے،
ریاست مذکور کے افسر تعلیم کنج لال صاحب دیوالی ایم اے پروفیسر راجارام کالج کولھاپور کا جو خط اسکے متعلق
ہمارے پاس آیا ہے، اسکا اقتباس حسب ذیل ہے:

"کچھ دن ہوئے مفاخرت نامہ الاشرف صدور لایا تھا، موقع پاکر وہ حضور مہاراجہ صاحب
دام ملکہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضور ممدوح اسکا مضمون سنکر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ طالب العلم
کو وہاں روانہ کیا جائے، امید کہ یہ نوجوان جناب کے دار العلوم سے اتنا ذخیرہ علوم کا لیکر واپس آئے گا
کہ کل گرد و نواح کے مسلمان اس پر فخر کریں گے،"

موجودہ دنیا میں یہ کسقدر عجیب آواز ہے، لیکن درحقیقت یہ اس عجیب و غریب بے تعصبی کی بقیہ یادگاریں ہیں،
جو تیموریوں نے ہندوستان میں غیر مذہب والوں کے ساتھ برتی تھیں، تیموریوں نے کیا کیا؟ اس سوال کا جواب

۱؎ سب اسلامی اخبارات سے امید ہے کہ اس مضمون کو اپنے اخبارات میں درج فرمائیں گے، شبلی نعمانی،

پچھلی تاریخون نے بار بار دیا لیکن مخالفون کو تسلی نہین ہوئی، اسلیے اُن کو زندہ مثالون کی طرف نظر اٹھانی چاہیے ان کو حیدرآباد جانا چاہیے جہان سالانہ تین لاکھ روپے صرف شیوالون، مندرون اور بت خانون کی تعمیر اور مرمت پر صرف کیا جاتا ہے، مین نے خود اپنے زمانۂ قیام مین دیکھا کہ ایک گانوٗن کے ہندون نے درخواست کی کہ ہمارے آس پاس کوئی شیوالہ نہین ہے جسمین ہم لوگ اپنی مذہبی عبادت بجالائین، اس درخواست پر ریاست سے چھ ہزار روپیہ عطا ہوا،

گیا مین جو بودہ مت کا سب سے بڑا مندر ہے، اسکے پاس آج بھی سلاطین تیموریہ کے ۱۱ فرامین موجود ہین (مین نے خود جاکر ان کو دیکھا ہے) جن مین جاتریون اور پوجاریون کے مصارف کے لیے زمین اور جاگیرین عطا کی گئی ہین،

ریاست **پٹیالہ** ایک سکھ ریاست ہے، مین نے خود وہان جاکر معلوم کیا ہے کہ جب کوئی مسجد تعمیر کیجاتی ہے تو ریاست کی طرف سے ایک معین رقم اس کام کے لیے ملتی ہے، اور یہ قاعدہ مدت سے چلا آتا ہے یہ وہی مسلمانون کی بے تعصبی کی تقلید ہے ورنہ یہی **ہندو** ایک زمانہ مین مسلمانون کو ملچھ کہتے تھے اور مسلمان جہان بیٹھ جاتے تھے اُس جگہ کو پانی سے دھلوا دیتے تھے جیسا کہ پانچوین صدی مین علامہ **ابوریحان بیرونی** کو اسکا تجربہ ہوا تھا جسکو اسنے اپنی **کتاب الہند** مین تفصیل سے لکھا ہے آج یہ یادگارین مٹتی جاتی ہین اور اگر اسکی کوئی جھلک نظر آجاتی ہے تو ہم حیرت زدہ ہوکر رہ جاتے ہین،

عالم رنا تہی ز افغان ما پُرست شد عندلیب خاک و چمن از نوا پُرست

جناب نواب سعید الدین احمد خان صاحب نے سو روپے دارالعلوم کی مسجد کی تعمیر کے لیے ارسال فرمائے ہین،

ندوہ مین سنسکرت اور بھاکا کی تعلیم کی ایک شاخ کھول دی گئی جسمین چند لڑکے تعلیم پاتے ہین، مولوی علی الدین حسن خان صاحب ناظم اورنگ آباد دکن، اور مولوی نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج نے خاص اس شاخ کے لیے پانچ، پانچ روپے ماہوار مقرر فرمائے ہین،

ہندوستان مین اسلامی حکومت کے تمدن کا اثر

کسی غیر قوم کا کسی غیر ملک پر قبضہ کرنا، کوئی جرم نہین، ورنہ دنیا کی سب سے بڑے فاتح سب سے بڑے مجرم ہون گے لیکن یہ دیکھنا چاہیے کہ فاتح قوم نے ملک کی تہذیب و تمدن پر کیا اثر پیدا کیا چنگیز خان فتوحات کے لحاظ سے دنیا کا فاتح اعظم ہے لیکن اسکی داستان کا ایک ایک حرف خون سے رنگین ہے، مرہٹے ایک زمانے مین تمام ہندوستان پر چھا گئے لیکن اسطرح کہ آندھی کی طرح اٹھے لوٹا مارا، چوتھ وصول کیا اور نکل گئے، بخلاف اسکے متمدن قوم جب کسی ملک پر قبضہ کرتی ہے تو وہان کی تہذیب و تمدن دفعۃً بدل جاتی ہے سفر کے وسائل رہنے سہنے کا طور کھانے پینے کے طریقے، وضع و لباس کا انداز، مکانون کی سجاوٹ گھرون کی صفائی، تجارت کے سامان صنعت و حرفت کی حالت ہر چیز پر ایک نیا عالم نظر آتا ہے، اور گو مفتوح قوم ضد سے احسان نہ مانے لیکن در و دیوار سے شکر گذاری کی صدائین آتی ہین،

اسی معیار سے ہم دیکھنا چاہتے ہین کہ مسلمان جو ہندوستان مین آئے کس شان سے آئے اور ملک پر ان کا کیا اثر ہوا، لیکن اس مسئلہ پر گفتگو کرنے سے پہلے ہم کو بتانا چاہیے کہ ہندوستان کی قدیم تہذیب و تمدن کی حالت کیا تھی، چونکہ ہم اس مضمون مین صرف تیموری حکومت کے دور سے بحث کرنی چاہتے ہین اسلیے اسی زمانے سے پہلے کی حالت دکھانا کافی ہوگا،

اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اس سے قبل کی اسلامی حکومتون نے بھی ہندوستان کی تہذیب و تمدن کو کچھ کچھ ضرور ترقی دی تھی، تاہم بابر نے ترکستان سے آکر ہندوستان کو جس حالت مین دیکھا اسکی تصویر اسکے لفظون مین[1] یہ ہے

ہندوستان مین اچھے گھوڑے نہین اچھا گوشت نہین انگور نہین خربزہ ... اسپ خوب نے، گوشت خوب نے، انگور و خربزہ و میوہ ہاے

---

[1] بابر نے اپنے حالات ترکی زبان مین لکھے تھے جو تزک بابری کے نام سے موسوم ہے، عبدالرحیم خان خانان نے اسکا فارسی مین ترجمہ کیا جو بمبئی مین چھپ گیا ہے، یہ عبارت فارسی ترجمہ کی ہے،

خوب نے، یخ و آب سرد نے + حمام و مدرسہ نے، شمع	نہین برف نہین، آب سرد نہین، حمام نہین، مدرسہ نہین،
و مشعل نے، شمع دان نے،	شمع نہین، مشعل نہین، شمع دان نہین،
بجاے شمع، مشعل و جمع کثیر چرکینے می باشند دیوٹی میگویند	شمع کے بجاے دیوٹ ہوتا ہی، یہ تین پایہ کا ہوتا ہی ایک
در دست چپ خود سہ پایہ خوردے را گرفتہ اند کہ ازین سہ پایہ	پایہ مین چراغ دان کے منھ کے تشکل کا ایک لوہا
در کنار یک پایہ مثل سر شمع دان یک آہنے را بہ چوب	لکڑی مین وصل کرکے لگا دیتے ہین ہاں ایک موٹی سی
بہ ہمین سہ پایہ مضبوط کردہ اند + یک فتیلہ شستی را	بتی دوسرے پاے مین لگی ہوتی ہی داہنے ہاتھ
کہ برابر انگشت بودہ باشد بہ چوب آہن دار پایہ دیگر بستہ اند	مین کدو کی ایک تونبی ہوتی ہی جسکا سوراخ تنگ
در دست راست ایشان یک کدوے ست کہ سوراخ	ہوتا ہی، اسیکی راہ سے تیل کی پتلی سی دھار گرتی
آن را تنگ گذاشتہ اند کہ روغن از آن جا باریک شدہ	ہی راجون اور مہاراجون کو رات کے وقت روشنی
می ریزد۔ بادشاہان و امراے ایشان شب ہا اگر کاری	کا جب کچھ کام پڑتا ہی تو نوکر چاکر یہی کثیف
کہ احتیاج بہ شمع داشتہ باشند ہمین دیوٹ ہاے چرکین	دیوٹ لیکر ان کے پاس کھڑے ہوتے
این چراغ آوردہ نزدیک گرفتہ می ایستند۔	ہین۔
در باغ و عمارت ہا آب ہاے روان نے، در عمارات	باغون اور عمارتون مین، آب روان نہین،
او صفا و ہوا و اندام و سیاق نے رعیت و مردم ریزہ	عمارتون مین نہ صفائی ہی، نہ موزونی نہ ہوا، نہ
تمام پاے برہنہ می گردند۔ لنگوتہ گفتہ یک چیزی می بندند	تناسب، عام آدمی ننگے پانون ایک لنگوٹی لگائے
زنان آن ہا خود یک لنگے بستہ اند نصف آن را در کمر	پھرتے ہین، عورتین لنگی باندھتی ہین، جسکا آدھا
بستہ اند و نصف دیگر را بر سر خود انداختہ اند،	حصہ کمر سے لپیٹ لیتی ہین اور آدھا سر پر ڈال لیتی ہین

(تزک بابری صفحہ ۲۰۴)

بابر کو قریبًا چار سو برس ہوے لیکن آج بھی ہندوستان اسکے بیان کی عینی شہادت

دینے کو موجود ہو،

اب دیکھو، تیموریون نے ہندوستان مین آکر تہذیب و تمدن کو کہان سے کہان پہونچایا،

تہذیب و تمدن کی سیکڑون جزئیات ہین، ان مین سے مختصراً ہم بعض بعض کی تفصیل لکھتے ہین،

زمین کی پیداوار

ہندوستان اگرچہ، زراعتی ملک ہو اسلیے نباتات اور ثمرات کی قسم سے تمام چیزین یہان پیدا ہونی چاہیے تھین، لیکن ہندو، چونکہ ملک سے کبھی نکلتے نہ تھے، اسلیے ان کو دنیا کے ثمرات اور مزروعات کی خبر نہیں ہو سکی سوا اُن کی قناعت پسند طبیعت کے لیے، بڑھل، کٹھل اور پھوٹ کیا کم تھی، تیموریون نے یہان آنے کے ساتھ اس طرف توجہ کی، اور ایران و خراسان سے کے لطیف پھول اور پھل لاکر تمام ہندوستان مین پھیلائے قلم اور پیوند لگانے سے ہندو مطلقاً واقف نہ تھے سب سے پہلے اکبر کے زمانے مین محمد قلی افشار نے جو کشمیر مین داروغہ باغات تھا کابل سے شاہ آلونگوا کر پیوند لگایا، اور پھر عام رواج ہو گیا تاہم اکبر کے زمانے تک آم کی قلم نہین لگ سکتی تھی، خانی خان واقعات ۱۰۲۹ھ ہجری (صفحہ ۴۰۲) مین لکھتا ہو،

پیوند دادن اشجار میوہ دار در کشمیر و تمام ہندوستان نہ بود محمد قلی افشار داروغہ باغات کشمیر در عہد عرش آشیانی اول نہال شاہ آلو از کابل طلبیدہ پیوند نمودہ بآب وہوائے آن جا موافق آمد از ان ایام رواج یافت و سال بسال در ہمہ بلاد ہندوستان ازین پیوند میوہ ہاے شاداب و شیرین بالیدہ گردیدند، الا درخت انبہ را پیوند نتوانستند نمود،

اسی زمانے مین اور بہت سے میوے، ولایت سے آئے اناناس بھی اُسی زمانے مین یورپ سے آیا، جہانگیر تزک مین لکھتا ہو، (صفحہ ۳)

میوہ

در ایام دولت حضرت عرش آشیانے (یعنی اکبر) اکثر میوہ ہاے ولایت کہ در ہند نبود بہم رسید، اقسام انگور از صاحبی وحبشی و کشمشی در شہرہا ی مقرر شایع گشت

از جملہ میوہا میوہ ایست کہ آن را اناناس می نامند و در بنادر فرنگ می شود در غایت

خوشبوئی و راست ... در باغ گل افشان آگرہ ہر سال چندین ہزار بر می آید

... درختان سرو و صنوبر، و چنار، و سفیدار، و بید مولہ کہ ہرگز در ہندوستان

خیال کردہ بودند ہم رسیدہ و بسیار شدہ و درخت صندل کہ خاصہ جزائر بود در

باغ نشو و نما یافتہ۔

اس سے ثابت ہوتا ہی کہ اُس زمانے مین صندل کے درخت عموماً باغون مین ہوتے تھے حالانکہ

آج اس ترقی کے زمانے مین بھی یہان صندل کا نام و نشان نہین، پستہ بھی آج کل ہندوستان مین پیدا

نہین ہوتا لیکن **اکبر** کے زمانے مین پستہ کا درخت بویا گیا اور بار آور ہوا، **آئین اکبری مین ہی**

ہمچنان تربزہ و شفتالو و بادام و پستہ و انار و جز آن پیدا گرفت۔

پھول، ہندوستان مین یون بھی کثرت سے تھے یہان تک کہ **جہانگیر** جب کشمیر گیا تو استاد **منصور**

کو جو شاہی مصور تھا حکم دیا کہ خاص کشمیر کے پھولون کی تصویرین کھینچے چنانچہ سو سے زیادہ پھولون کی

تصویرین لی گئین، تزک مین **جہانگیر** خود لکھتا ہی،

آنچہ در بعضی اُستاد منصور نقاش شبیہ کشیدہ از یک صد گل متجاوز است،

لیکن تیموریون کی خوش مذاقی نے اسپر قناعت نہ کی بلکہ ایران اور توران کے پھول منگوا کر

ہندوستان کو ایران کا چمن زار بنا دیا، آئین اکبری مین ہی،

دگلہاے ایرانی و تورانی از گل سرخ و نرگس و بنفشہ، و یاسمن کبود و سوسن

و ریحان و رعنا و زیبا و شقائق و تاج خروس و قلغہ و نافرمان و خطمی و جز آن بسیار شود،

ہندوستان کے گنوار مالی باغ مین یون ہی بے ترتیب درخت لگاتے تھے، چمن بندی،

خیابان، جدول، تختہ بندی کا نام بھی کسی نے نہین سنا تھا، باغون مین کسی قسم کی عمارت اور آبشار،

ہوتے تھے بابر نے ہندوستان مین آکران چیزون کو رواج دیا، ابو الفضل لکھتا ہے،

پیشتر در بستان ہا در ہم می کشتند، ازان باز کہ قدوم فردوس مکانی (بابر)

بے ترتیب

ہندوستان را فروغ افزود، خیابان بندی و طرح آرائی پدید آمد و عمارت ہای دلکشا

و آبشار ہای سامعہ افروز دیدہ وران آفاق را بشگفت آورد،

صنعت اور مصنوعات

تیموریون نے سیکڑون قسم کی صنعتین جاری کین جن سے یہان کے اصلی باشندے ناواقف تھے، ان سب کی تفصیل کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، ہم صرف بعض کے نام اور مختصر کیفیت لکھتے ہین،

پارچہ جات، ہندو ہمیشہ سے نہایت سادہ لباس پہنتے تھے، اور غالباً ان کو گزی گاڑھے کے سوا اور کچھ بُننا آتا ہوگا، اکبر نے دلی، لاہور، آگرہ، فتح پور، احمد آباد، گجرات مین، پارچہ بافی کے بڑے بڑے کارخانے جاری کیے اور ایران فرنگستان، چین سے کاریگر بلوا کر ہر قسم کے قیمتی کپڑے طیار کرائے ابو الفضل لکھتا ہے،

از توجہ گیتی خداوند گوناگون قماش چہرہ برافروخت و ایرانی و فرنگی و خطائی

فراوان شد و اُستادان کاربرداز و ہنرمندان نادرہ آئین آمدہ ہنگامہ آموزش گرم ساختند

تعلیم

در شبستان حضور و شہر لاہور و فتح پور و احمد آباد و گجرات کارنامہا پدید آمد۔ بگوناگون تصویر

نقش و گرہ و شگرف طرح ہا روائی گرفت، و عالم نوردان کارشناس بشگفت افتادند،

بوٹے رواج سیاح

از قدردانی، نادرہ کاران زود یاب این ہنر نیز آموختند،

ملک

ابو الفضل نے ان مین سے جن کپڑون کے نام اور ان کی قیمتین لکھی ہین، ان مین سے بعض کی تفصیل حسب ذیل ہے،

مخمل زربفت، فرنگی، گجراتی، کاشی، ہروی، طاس گجراتی، دارائی، منقش، شروانی،

مُشجر فرنگی، دیباے فرنگی، دیباے یزدی، خارا، اطلس خطائی، نوار خطائی، خز، مخمل فرنگی، خانی، شہ رنگ، قطنی، کتان فرنگی، تافتہ، انبری، مطبق،

یہ سب ریشمی کپڑون کے نام ہین، سوتی کپڑون کی تفصیل حسب ذیل ہے،

چوتار، ململ، نینسکھ، سری ساف، گنگاجل، بھیرون، سالور، بہادر شاہی

گریہ سواتی، شیلہ دکنی، مہرکل، سہن، جھونہ، اساولی، محمودی، پنجتولیہ، جھولہ،

چھینٹ، وغیرہ وغیرہ،

شال جو کشمیر مین بنتی تھی **اکبر** نے اسکو بھی بہت ترقی دی، پہلے صرف تین چار رنگ کی شالین ہوتی تھین، اکبر نے طرح طرح کے نئے رنگ ایجاد کیے مثلاً نارنجی، برنجی، قرمزی، کاہی، اخوانی، عنابی، عسلی، سوسنی، جگری، زمردی، وغیرہ وغیرہ پوری تفصیل آئین اکبری مین ہے، اسکے علاوہ پہلے سادی شال بنتی تھی، **اکبر** نے اور بہت سی قسمین ایجاد کین، ابوالفضل لکھتا ہے،

نیز زردوزی وکلابتون وکشیدہ وقلغہ و باندھنون و چھینٹ

والچہ و پرزدار، از فروغ خاطر والا ست،

پہلے شال کا کارخانہ صرف کشمیر مین تھا، اکبر کے زمانے مین خاص لاہور مین ہزار سے زیادہ کارخانے جاری ہو گئے،

بندوبست اراضی اور پیمائش

ہندؤن کے زمانے مین تشخیص مالگذاری کا صرف یہ طریقہ تھا کہ ہل پیچھے کچھ رقم مقرر کر دیتے تھے زمین کی پیمائش اور مختلف لیاقتون کے لحاظ سے جمع کی تشخیص نہین جانتے تھے

خافی خان لکھتا ہے،

مخفی نماند کہ ولایت پر وسعت شش صوبہ دکن از قدیم ملک نو دز رخیز سیر حاصل کہ دستور تشخیص جمع مال بر سر بگیہ و شمار و پیمودن زمین بجریب و تقسیم غلہ نمودہ گرفتن

درمیان نبود، چنان مقرر بود کہ ہر یکے از دہاقین و مزارعان کہ بہ یک قلبہ و یک جفت گاؤ

انچہ می توانست، کشت کاری نمود و ہر جنسے از حبوبات و بقولات کہ می خواست می کاشت

برسر قلبہ، قلیلے بہ اختلاف بلاد و پرگنات در سرکاری داد، باز پرس کیست ہم رسیدن غلہ

وغیرہ در میان نمی آید،[1]

خافی خان نے دکن کے ذکر کی خصوصیت کی وجہ سے دکن کا نام لیا، ورنہ کل ہندوستان کا یہی

حال تھا، سب سے پہلے اکبر کے عہد سنہ جلوس شاہی مین راجہ ٹوڈرمل نے زمین کی پیمائش کرائی، اسکے

مختلف درجے قائم کیے۔ اور اختلاف درجات کے لحاظ سے مختلف شرحین مقرر کین، لیکن دکن مین اب تک

وہی قدیم طریقہ جاری تھا، شاہجہان کے عہد مین مرشد قلی خان نے جو دکن کا صوبہ دار تھا حسب ذیل انتظامات کیے[2]

(۱) زمین کی پیمائش کرائی،

(۲) قابل زراعت، اور ناقابل زراعت کی تفریق کی،

(۳) تقاوی دینے کا قاعدہ جاری کیا،

(۴) تشخیص جمع کے متعدد طریقے مقرر کیے،

(۱) **بٹائی** اسمین زمین کی تین قسمین کین، بارانی اسمین نصف بٹائی مقرر کی یعنے جس قدر غلہ

پیدا ہو، اسمین آدھا، سرکاری حق ہے،

چاہی، یعنے وہ زمین جو آب پاشی کے ذریعہ سے کام مین لائی جائے، اسمین صرف ایک

تہائی سرکار کا حق تھا، ایکھ، انگور، کیلہ، پوست، زیرہ، اسپغول، ان چیزون مین نوین حصے سے لیکر چہارم

تک سرکاری مالگذاری مین داخل ہوتا تھا،

---

[1] خافی خان صفحہ (۷۳۲)۔

[2] خافی خان (صفحہ ۷۳۲، و ۷۳۳) مین یہ تفصیل ہے، مین نے اُسی کا ترجمہ کر دیا ہے،

نہری، یعنے وہ زمین جسمین نہرون سے آب پاشی کی جاتی تھی،

(۲) جریب، اس طریقہ مین فی بیگہ، چوتھائی پیداوار لی جاتی تھی،

شاید ایک نکتہ چین بول اُٹھے کہ زمین کا بندوبست وغیرہ جو کچھ کیا تھا، ٹوڈرمل نے کیا تھا جو ہندو تھا لیکن یہ کوئی اعتراض کی بات نہین، ہر سلطنت مین دوسری قومون سے بھی کام لیا جاتا ہی لیکن وہ سلطنت ہی کے کارنامون مین محسوب ہوتا ہی، اسکے علاوہ یہ بات بھی لحاظ رکھنے کے قابل ہی کہ ٹوڈرمل کے اکثر کامون مین امیر فتح اللہ شیرازی کی شرکت تھی جسکے فضل و کمال کا تمام ہندوستان اور ایران مین جواب نہ تھا ابوالفضل اسکی نسبت کہا کرتا تھا کہ "اگر کہن نامہ ہاے دانش مفقود شوند او اساس نو بر نہد"،

سنہ ۳۰ جلوس اکبری مین وہ امین الملک مقرر ہوا اور حکم ہوا کہ راجہ **ٹوڈرمل** اُس کے مشورہ سے ملکی اور مالی کامون کو انجام دے، چنانچہ مآثر الامرا مین ہی،

> حکم شد کہ راجہ ٹوڈرمل مہمات ملکی و مالی بہ صواب دید امیر رو براہ کند و کہن معاملہا کہ از زمان ظفر خان تشخیص نیافتہ بود انجام رساند امیر فیصلی چند کہ متضمن کفایت سرکار در رفاہ رعایا بود برگذارد، پذیرفتہ شد (صفحہ ۱۰۱ - جلد اول)

افزایش و ترقی حیوانات

کسی ملک کے تمدن کی ترقی کا ایک بڑا لازمہ یہ ہی کہ غیر ملک کے حیوانات کی نسلین اضافہ کیجائین۔ ملکی جانورون کے نسلون کی ترقی و تربیت، اور وسعت کا انتظام کیا جائے تیموریون نے اس صیغہ کو بے انتہا ترقی دی،

اونٹ اس ملک مین بالکل نہین ہوتے تھے، ضرورت کے لیے باہر سے منگوائے جاتے تھے اور اس وجہ سے ہر شخص کو میسر نہین آسکتے تھے **اکبر** نے اسکے لیے ایک خاص مویشی خانہ قائم کیا اور چند روز مین نہایت عمدہ نسلین طیار ہوگئین، ابوالفضل آئین اکبری مین لکھتا ہی،

> و بہ شاہی خواہش را چنان تاج برگرفتند کہ از عراقی بختیان برگذشت (صفحہ ۱۰۰ جلد سوم مطبوعہ لکھنؤ)

اجمیر، جودھ پور، ناگور، بیکانیر، جیلسیر، بھنڈا مین کثرت سے نسلین چلین، ابوالفضل نے لکھا ہے ایک ایک شخص کے پاس دس دس ہزار اونٹ تک ہوتے تھے،

ہندوستان کے اصلی گھوڑے پست قد ہوتے تھے جنکو اس زمانے مین گوٹ یا ٹانگن کہتے تھے، اکبر کے زمانے مین سوداگر عراق، عرب، روم، ترکستان، بدخشان، تبت وغیرہ سے گھوڑے لاتے تھے، لیکن اکبر نے نئی نسلون کے پیدا کرنے کا انتظام کیا اور نہایت اعلی درجے کے گھوڑون کی نسلین طیار ہو گئین جہانگیر تزک مین لکھتا ہے،

> پیش از عہد دولت حضرت عرش آشیانی (یعنے اکبر) مدار سواری مردم این جا بر گونٹ بود، اسپ کلان نمی داشتند مگر از خارج اسپ عراقی و ترکی رسم تحفہ بہ بت حکام آوردے گونٹ عبارت از یابوی ست چہار شانہ بر زمین نزدیک در سایہ کوہستان ہند فراوان می باشد بعد ازان کہ این گلشن خدا آفرین بتائید دولت و حسن تربیت خاقان سکندر آئین رونق جاوید یافت، بسیاری از ایاقات را درین صوبہ جاگیر مرحمت فرمودہ گلہ ہای اسپ عراقی و ترکی حوالہ شدہ کہ کرہ (بچھیرے) بگیرند، در اندک فرصت اسپان بہم رسیدہ، (صفحہ ۱۰۳)

ابوالفضل آئین اکبری مین لکھتا ہے،

> کارشناسان دیدہ ور در نتائج این ہوش پذیر آدی خو دل بستند، در اندک فرصتے ہندوستان باجستان عرب آمد و بسیاری از عربی و عراقی جدا نتوان کرد،
>
> (جلد اول صفحہ ۱۴۴)

اسکے بعد گھوڑون کی خرید و فروخت اور ترقی اور نمایش کے لیے اکبر نے جو انتظامات کیے تھے اسکو ابوالفضل نے بہ تفصیل لکھا ہے،

خچر صرف پچھلی کے علاقہ مین ہوتے تھے لیکن سواری کے قابل نہین ہوتے تھے اور لوگ اسکی سواری کو گدھے کی طرح ننگ سمجھتے تھے اکبر نے اسکی نسل کو اسقدر ترقی دی کہ ہزار روپیہ تک اسکی قیمت پہونچی اور لوگون کو اسکی سواری سے عار نہ رہا۔[1]

اکثر جانور ایسے ہین جو جنگل کے سوا، بچے نہین جنتے، مثلاً ہاتی، شیر، چیتے، چکور، سارس وغیرہ لیکن تربیت کے ذریعے سے اسقدر اُن کے اخلاق اور عادات مین تغیر پیدا کیا گیا، کہ گھرون مین ان سے بچے اور انڈے پیدا ہوئے، اکبر نے ایک زمانے مین ہزار چیتون کو یکجا کیا اور چاہا کہ نر مادہ سے جفت ہو لیکن ناکامیابی ہوئی، جہانگیر کے عہد مین اسقدر تغیر ہوا کہ ہاتی اور چیتے، مادہ سے جفت ہوے اور بچے جنے، جہانگیر تزک مین لکھتا ہے؛

یوز تا تربیت کرده غیر جاہائے کہ می باشد، بامادہ خود جفت نمی شود چنانچہ والد بزرگوارم یک وقتے تا ہزار یوز جمع کردہ بودند بسیار خواہان آن بودند کہ آن ہا با یک دگر جفت شوند اصلا نمی شد وبارہا یوزہاے نر و مادہ در باغات قلادہ برآوردہ سر دادند درانجا ہم نشد درین ایام یوزنرے قلادہ خود را گسیختہ بر سر مادہ یوزے میرود و جفت می شود، بعد از دو نیم ماہ سہ بچہ زائید و کلان شده،

جہانگیر نے فخریہ لکھا ہے کہ میرے زمانے مین صحرائی جانور اسقدر رام ہو گئے ہین کہ شیر اور چیتے قطار در قطار، بے قید و زنجیر شہر مین چھوٹے پھرتے ہین اور کسی کو نہین ستاتے، ہتنی، شیرنی، چکور کے بچہ جننے اور انڈے دینے کا حال، جہانگیر نے تزک مین لکھا ہے؛

جہانگیر نے ایک عظیم الشان جانور خانہ طیار کرایا تھا، اسکو حیوانات کا اسقدر شوق تھا کہ اپنے ایجنٹون کو دور دراز مقامات پر نئے نئے جانورون کے مہیا کرنے کے لیے بھیجتا تھا، ایک دفعہ مقرب خان کو

[1] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۴۳

کو وا ہین بھجا کر وہان سے یورپ وغیرہ کے نادر جانور خرید کرکے لائے مقرب خان بشمار روپیہ خرچ کرکے بہت سے عجیب وغریب جانور لایا، انھین مین پیرو بھی تھا جس کو انگریزی مرغی کہتے ہین، چنانچہ اس واقعہ کو جہانگیر نے نہایت تفصیل سے لکھا ہی، اسکا اقتباس یہ ہی،

جانور

حسب الحکم با استعداد تمام بہ گووا رفت و بتے دران جا بودہ نفائیسے کہ دران بندر بدست افتاد اصلا روے زر ندید، بہ ہر قیمتے کہ فرنگیان خواستند زر دادہ گرفت، و از ہر جنس چیزہا و تحفہا داشت ازان جملہ جانورے چند آوردہ بود بسیار عجیب وغریب چنانچہ تا حال ندیدہ بودم بلکہ نام او را کسے نمی دانست،

جہانگیر نے ان تمام جانورون کی تصویرین بھی کھچوا ئین چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئے گی ان مین سے ایک جانور کا حال ان لفظون مین لکھا ہی،

میمونے آوردہ بود بہ ہیأت غریب، دست و پا و گوش و سر او لعینہ میمون ست و روے او بروے روباہ می ماند، رنگ چشمہاے او برنگ چشم باز لیکن چشم او از چشم باز کلان تر ست از سر او تا سر دم یک ذرع معمول بودہ است، از میمون پست تر، و از روباہ بلند تر ست، پشم او بطریق پشم گوسفند و رنگ آن خاکستری ست، از بنا گوش تا زنخ سرخ ست می گون، دگاہے آوازے از وظاہر می شود بطریق آواز آہو برہ، مجملاً خیلے غرائب دارد،

جانورون کی پرورش، پرداخت، تربیت، علاج وغیرہ کے متعلق اسقدر سامان فراہم کیے گئے تھے کہ انکی تفصیل اس مضمون مین نہین آسکتی، آئین اکبری اور تزک جہانگیری دیکھنی چاہیے،

سنہ ۱۰۲۳ ہجری مین ولایت زیر باد سے ایک عجیب وغریب پرند چڑیا خانہ مین داخل ہوا جسکی کیفیت جہانگیر نے ان الفاظ مین لکھی ہی،

یکے از خصوصیات این جانور آن ست کہ تمام شب پاے خود را بر سر شاخ درختے دیا چوبی

گرا او را بر این نشانیدہ باشند بند کردہ خود را سرشیب (اُلٹا) می سازد و باخود زمزمہ می کند،

آب مطلق نمی خورد، و بطبیعت از کار زہر می کند، با آن کہ لقاے حیوانات بہ آب ست،[1]

رفاہ عام کے کام

عمارات اور سڑک وغیرہ

اس محکمہ کو تیموریون نے بے انتہا ترقی دی، لیکن انصاف یہ ہے کہ سنگ بنیاد شیر شاہ نے رکھا تھا، تیموری اسکے مقلد تھے، شیر شاہ نے بنگالہ سے آگرہ، ماندو، اور سونپت تک راستہ مین مسجدین، پختہ کنوئین اور سرائین بنوائین اور حکم دیا کہ ہندو اور مسلمان سب کے لیے سراؤن مین کھانا مہیا رہے، سڑکون کے دونون طرف سایہ دار درخت لگائے، چنانچہ خافی خان اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتا ہے،

سڑک
کنوئین
سرائین

ما بین راہ بنگالہ تا اکبرآباد و ماندو و سنبت، کہ مسافت بعیدست برای مسافران مسجد و چاہ پختہ ساختہ، و در مساجد موذن و جاروب کش، بمدد وظیفہ مقرر نمود، و در سراہا طعام پختہ و خام برای مسافرین و متردین مسلمین و ہنود قرار دادہ جہت پختن آن غلامان و نوکران نگاہ داشتہ بود، گویند آتش حزان سراہاے ہند کہ بہ بھٹیارہ و بھٹیاری زبان زد مردم ہند گردیدہ اند از اولاد ہمان ہا ماندہ اند، و مقرر نمودن اسپان سرکار در سراہا برای زود رسیدن اخبار مختلفہ روزگار بہ دربار بہ طریق ڈاک از اختراع اوست، و ما بین راہ ہا اشجار میوہ دار و درختان سایہ دار برای آرام مسافران نشاندہ،[2]

جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال اس محکمہ کی طرف توجہ کی، چنانچہ احکام دوازدہ گانہ مین سے دوسرا حکم یہ تھا کہ راستون مین مسجدین، کنوئین، اور سرائین طیار کیجائین، اسکے ساتھ یہ حکم دیا کہ جو شخص لاوارث مرے اسکی متروکہ سے مسجدین اور سرائین کنوئین اور تالاب تعمیر کیے جائین، اور پلون کی

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ (۳۳۲)،

[2] خافی خان جلد اول صفحہ ۲ ۱۰، واقعات ۹۵۲ ہجری،

صرف کرائی جاے انھین احکام دوازدہ گانہ مین یہ بھی تھا کہ تمام بڑے بڑے شہرون مین ہسپتال بنائے جائین جن مین سرکاری طبیب علاج کے لیے مقرر ہون، اور دوا وغیرہ کا صرف سرکار[1] سے دیا جائے،

سال اول جلوس مین **جہانگیر** نے حکم دیا کہ تمام شہرون مین غلہ خانے قائم کیے جائین جہان راہ گیرون اور مسافرون کو کھانا تقسیم کیا جائے چنانچہ تزک مین لکھتا ہے،

"تمام ممالک محروسہ خواہ در محال خالصہ و خواہ جاگیردار حکم فرمودم کہ غلور خانہا ترتیب دادہ بجہت فقرا فراخور گنجایش آن محل طعام در و لشیانہ طبخ می نمودہ باشند تا مجاوران و مسافران بہ فیض[2] رسند"

۱۰۲۰ہجری مین اس صیغہ کو اور وسعت دی یعنے عام طور پر فقرا کے لیے لنگر خانے بنوائے چنانچہ تزک مین لکھتا ہے،

ہفدہم ذی قعدہ حکم کردم کہ در شہرہاے کلان ممالک محروسہ مثل احمد آباد و الہ آباد و لاہور و آگرہ و دہلی وغیرہ غلور خانہ بجہت فقرا ترتیب دہند،

۱۰۲۱ہجری مین اس پر اور اضافہ کیا چنانچہ اسکی تفصیل **خافی خان** ان الفاظ مین لکھتا ہے،

درہمین سال کہ مراد از بست ہزار و بست و ہشت باشد حکم فرمودند کہ بابین راہ از لاہور تا تعلقہ سرحد آلوآبہ فاصلہ یک کروہ جریبی یک میل و بابین دو میل یک چاہ بسازند و ہر جا دو رستہ درختان سایہ دار نشانند و بہ زمینداران و حکام احکام تربیت اشجار صادر فرمودند ہر جا محال خالصہ یعنی شاہی جاگیر برای ساختن سرا حکم نمودند و بہ امرا حکم فرمودند کہ در

سلہ[1] تزک جہانگیری صفحہ (۴)،

سلہ[2] جہانگیری صفحہ (۴)،

سلہ[3] تزک جہانگیری صفحہ (۳۵)،

معتقد معال جاگیر خود ہر مکانے کہ قابل سرا ساختن باشد برای نزول مسافرین و متردین سرائے پختہ و مسجد و چاہ بسازند، و اکثر جاگیرداران بموجب اشارہ بادشاہ و ہم چشمے یک دیگر بنا ے خیر احداث سرا این ہر جا یا بیچ کروہ گذاشتند،

غور کرو، ایک ایک کوس پر میل دو دو میل کے بیچ مین ایک ایک کنوان اور چار چار میل کے بیچ مین سرائین، بنوانا کسقدر مصارف کثیر کا کام ہی اور جس ملک مین یہ انتظام ہو وہان سفر کرنا کسقدر آسان ہوگا جہانگیر نے سڑک پر جو میل بنوائے تھے، وہ بڑے بڑے چوٹے مینار کی شکل کے تھے اور آج بھی پنجاب کی راہ مین موجود ہین، اور ریل پر سے نظر آتے ہین،

راستہ کی امن و امان، اور سفر کی آسانی کا یہ نتیجہ تھا کہ ایران، اور بغداد اور شام کی چیزین ہندوستان کے بازارون مین اس کثرت سے ملتی تھین کہ خود اُن ملکون مین نہین مل سکتی تھین، دیرپا چیزین ایک طرف پھل اور میوے تین تین مہینہ کے راستہ سے تازہ بتازہ پہونچتے تھے، جہانگیر نے ایک موقع پر خود اس انتظام پر استعجاب کے ساتھ خدا کا شکر کیا ہی، ۱۱؁ جلوس مین جب اسکے دسترخوان پر مختلف ملکون کے تازہ میوے ایک ساتھ چنے گئے تو اسکو بھی حیرت ہوئی، اور بول اُٹھا کہ اس نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے، چنانچہ لکھتا ہی،

در یک خوان چندین قسم میوہ حاضر آوردند خربزہ کاریز و خربزہ بدخشان و کابل و انگور سمرقند، و بدخشان، و سیب سمرقند و کشمیر و جلال آباد، و اناناس کہ از میوہ ہای بنادر فرنگ ست، و کولہ کہ در شکل و اندام خورد تر از نارنج ست، و در صوبہ بنگالہ خوب می شود شکر این نعمت بکدام زبان ادا تواند نمود (صفحہ ۱۷۳)،

یہ نہین خیال کرنا چاہیے کہ یہ انتظام بادشاہون کے لیے مخصوص تھا، بلکہ ہر کس و ناکس کو چیزین

سلہ خافی خان صفحہ (۲۹۸)

دہ مین میسر آسکتی تھین آئین اکبری مین تفصیل سے لکھا ہے کہ کہان کہان سے میوہ جات آتے تھے اور تمام
شہرون مین بکتے تھے،

آج اس وسعت، اس انتظام، اس ترقی کے زمانے مین، ہمکو بلوچستان اور کابل سے اُدھر کے
میوے نصیب نہین ہو سکتے،

نامہ برکبوتر

راستون کے انتظام اور ڈاک کے بیان مین یہ بات بھی لکھنے کے قابل ہے کہ معمولی طریقے کے
علاوہ نامہ برکبوتر بھی طیار کیے گئے اور ان سے کام لیا گیا، چنانچہ جہانگیر تزک مین لکھتا ہے:

به کبوتر بازان فرمودم که این بار آموخته کنند و این کبوتر بازان چند ضفتے را
چنان آموخته کردند که در اول روز که از مانده و پرواز آن بامی نمودیم اگر کثرت باران بسیار
می شد نہایتش تا دو نیم پہر بلکه تا یک و نیم پہر به برہان پوری رسیدند و اگر ہوا الغایت
صاف می بود اکثرے در یک پہری رسیدند (صفحه ۱۹۱)

ایجادات و اختراعات

تمدن کی ترقی کا ایک ضروری نتیجہ ایجادات اور اختراعات ہین، تیموریون کے زمانے
مین ہر شاخ مین طرح طرح کی چیزین ایجاد ہوئین، ان مین سے جو علمی ایجادات تھے ان مین
سے بعض کا حال ہم لکھتے ہین،

ایک عجیب و غریب حوض

یہ حوض، فن عمارت کی ایک ایسی بوالعجبی تھی جسکی نظیر آج بھی مشکل سے ملیگی، اسکا
موجد حکیم علی تھا جو اکبر کے دربار کا مشہور حکیم اور موجد تھا، یہ حوض حکیم موصوف نے ۳۹ سنہ جلوس اکبری
مین بنایا تھا جسکی کیفیت تھی کہ حوض کے اندر ایک مختصر سا کمرہ تھا جسمین دس بارہ آدمی بیٹھ سکتے تھے
کمرہ مین ہر طرف سے روشنی آتی تھی لیکن ہوا کا رخ اسطرح قائم کیا تھا کہ پانی نہین آسکتا تھا، کمرہ فرش و فروش
سے آراستہ رہتا تھا کھانا بھی طیار رہتا تھا، مآثر الامرا مین اسکا حال اور اکبر کے سیر کرنیکی کیفیت حسب ذیل لکھی ہے

[1] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۳۴۴،

درکنج حوض سہرے بہ آب فرو بردہ و دو سہ زینہ پائین رفتہ بدان خانہ درآمد بسیار

بہ تکلف آراستہ، درغایت روشنی، جاے دہ دوازدہ کس ست فرش خواب ورخت پوشش

مہیا و حاضری طعام موجود، چند جلد کتاب در طاق ہا گذاشتہ، ہوا نمی گذاشت کہ یک

قطرۂ آب اندرون درآید وچون بادشاہ لختے درنگ فرمود غریب حالتے بمردم بیرون وادو.[1]

سنہ ۱۰۱۶ ہجری مین جہانگیر نے اسکی سیر کی چنانچہ **تزک** مین اسکا حال لکھتا ہی،

حوض مذکور شش گز در شش گز ست، و در پہلوے حوض خانہ ساختہ شدہ درغایت

روشنی کہ راہ بآن خانہ ہم از درون آب ست و آب ازان راہ درون درنمی آید دہ دوازدہ

کس دران خانہ صحبت می داشتند،[2]

کل کی چکی | یہ چکی امیر فتح اللہ شیرازی نے ایجاد کی تھی جو ۹۱۰ ہجری مین اکبر کے حسب الحکم فتح پور مین آیا، اور امین الملک کے عہدہ پر ممتاز ہوا تھا، یہ چکی پانی اور ہوا وغیرہ کے زور سے نہین بلکہ خود بخود چلتی تھی مآثر الامرا مین لکھا ہی

آسیائے ساختہ کہ خود حرکت می کرد، وآرد می ساخت،[3]

آج تو یہ ایجاد ایک معمولی بات ہی، لیکن اس زمانے مین یورپ مین بھی عجیب سمجھی جاتی ہوگی،

توپ کی مختلف قسمین | اکبر کے صناعون نے مختلف طرح کی توپین ایجاد کین ان مین سے ایک سترہ نال کی تھی، اور ایک ہی دفعہ سب نالین سر ہوتی تھین، ایک ایسی تھی کہ جوڑیون کے حلقہ کی طرح سے الگ الگ ہو جاتی تھی، اور ضرورت کے وقت حلقے ملا دیتے تو ایک توپ بن جاتی تھی، چنانچہ ابو الفضل آئین اکبری مین لکھتا ہی

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۷۰ ۵،

[2] تزک جہانگیری صفحہ ۴۳،

[3] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۰۳،

گوناگون اختراع فرمود وجہانے بشگفت و ارافتاد، یکے برُوے کار آوردہ پورشہا

ازہم جداکردہ بہ آسانی برند، و دیگر ہفدہ رابچنان یکتائی داد کہ بیک عقیدہ ہمہ راکشادہ

ونیز عیان برساخت کہ بیک نیل آسانی کشد وآن را گجنال نامند،

گوے آتشین | اکبر کبھی کبھی راتون کو گیند کھیلتا تھا، اسلیے اس قسم کے گیند ایجاد کیے کہ رات کو شعلہ کی طرح روشن نظر آسکے،

اس قسم کی بہت سی ایجادین ہوئین جنکی تفصیل ایک مضمون مین سما نہین سکتی،

نفاست پسندی وضروریات کی وسعت آسائش کے سامان، **تمدن** کا سب سے مقدم اثر یہ ہوتا ہے کہ ضروریات معاشرت بڑھتے جاتے ہین مثلاً سادہ زندگی یہ ہے کہ زمین پر بیٹھے اور کیلے کے پتے پر کھانا رکھکر کھالیا، تمدن آتا ہے تو یہ سامان ساتھ لاتا ہے کہ چاندنی کا فرش ہے، اسپر زیرانداز، زیرانداز پر طشت یا سیلابچی، آدمی نے آفتابہ ہات مین لیکر ہات دھلوائے، پھر دسترخوان بچھایا گیا، رنگ رنگ کے مختلف برتنون مین کھانے آئے، کھانون کی مناسبت سے ہر ہر برتن کا رنگ اور صورت شکل مختلف ہے کھانا کھاچکے، تو طشت، سیلابچی آفتابہ وغیرہ آیا، اب کی ہات دھونے کے لیے بیسن بھی ہے، ہات دھوکر رومال سے صاف کیا، یہ تو قدیم تہذیب تھی، نئے نئے فیشن نے اسپر اور بھی نئے نئے حاشیے چڑھائے،

ہندوستان مین مسلمان آئے تو یا وہ حالت تھی جسکی تصویر بابر نے کھینچی ہے کہ لنگوٹی لگائے پھرتے تھے یا مسلمانون نے ایک ایک چیز مین تہذیب و تمدن کی ہزارون شاخین پیدا کردین، مثلاً پہلے گھوڑون پر ننگی پیٹھ سوار ہوتے تھے، یا کمل وغیرہ ڈال لیتے تھے، تیموریون کے عہد مین گھوڑے کے لیے جو سامان پیدا ہوئے اسکی یہ تفصیل ہے،

زین،

اترنگ

یال پوش،

پشمین روپاک،

جُل

تختہ بند،

پشت تنگ،

تگ سران،

تکتہ،

قیزہ،

دست مال،

خرخرہ،

رکاب

آئین اکبری مین ان سب کی تصویرین بھی دی ہین،

گھوڑون کی تربیت خدمت اور نگہداشت کے لیے جن نوکرون کی ضرورت ہوتی تھی انکی تفصیل یہ ہے

داروغہ[1]، مشرف[2]، دیدہ ور[3]، چابک سوار[4]، حاذی[5]، مردھہ[6]، بیطار[7]، نقیب[8]،

سائیس[9]، جلودار[10]، نعلبند[11]، زین دار[12]، آبکش[13]، فراش[14]، پیشند سوز[15]، خاکروب[16]،

آئین اکبری مین ان سب کے کام اور ان کے مشاہرے تفصیل سے لکھے ہین،

لنگوٹہ، اور دھوتی کے بجائے کپڑون کے یہ اقسام پیدا ہوئے،

دوتاہی، پیشواز، شاہ آجیدہ، سوزنی، قلمی، قبا، فرجی، فرغل، چکن،

شلوار، جامہ، کلاہ، صدری، قمیص، عبا، نیم تنہ، شلوکہ، کمربند،

ان مین آج بہت سے متروک ہین،

زنانہ لباس اور زیور اور آرائش کے متعلق **نورجہان بیگم** نے جو جو اختراعین کین، تہذیب و تمدن قیامت تک اسکے احسان سے سبکدوش نہین ہوسکتے، ہندؤن کا کیا ذکر ہے، مسلمانون مین بھی نورجہان سے پہلے، زیورات بھدّے اور ناموزون ہوتے تھے، جیسے آجکل ہندؤن کے ہوتے ہین، لباس اور وضع قطع مین بھی نازک ادائیان نہ تھین، آج دہلی اور لکھنو کی بیگمات کے لباس اور وضع کی تمام تراش خراش سب نورجہان کے عہد کی یادگارین ہین جن مین خفیف تغیرات ہوتے گئے خود **جہانگیر** کہا کرتا تھا کہ جب تک نورجہان میرے گھر مین نہین آئی، مین گھر کی زیب و زینت سے واقف نہ تھا، **مآثر الامرا** مین ہے،

اکثر زیور، و لباس و اسباب تزئین و تقطیع که معمول ہند ست اختراعی ابداعی اوست، مثل دو دامنی، جہت پشواز، و پنج تولیہ، جہت اوڑھنی، و بادلہ، و کناری و عطر گلاب، و فرش چاندنی ہمہ وضع اوست،

خافی خان لکھتا ہے،

اقسام زیور و لباس زنان ہند کہ در محل بادشاہی، و امرای مغلیہ امال رواج دارد ہمہ وضع کردۂ اوست، و زیور و پیرایہ سابق کہ بسیار کلفت و بد نما بود منسوخ ساخت، چاندنی کہ نفس الامر عجب فرش عیب پوش خانۂ نامراد و گرد پوش فرش دولت مندان است و در شبہای مہتاب نمود خاص دارد وضع کردۂ ہمان ست، و اقسام جنس بادلہ کہ قسم سنگین آن دلبہ نام بادشاہ و کارخانہ موسوم ساخت و جنس سبک کہ از ان تمام خلعت عروس و داماد مردم نامراد بہ پانزدہ و بست روپیہ تمام شود، و دیگر تصرفات بجای اوکہ برای او و برای شاہ گاہ بکار آید داده از ان ست کہ تفصیل آن توان پرداخت (صفحہ ۲۶۹)

^۱ تزک جہانگیری جلد اول صفحہ ۱۳،

آسایش اور آرام اور راحت کے جو ہزارون سامان پیدا ہوئے ان کا شمار نہین کیا جاسکتا،
ہندوستان مین قدرتی تمام اشیا پیدا ہوتی تھین لیکن لوگون کو ان سے کام لینا نہین آتا تھا، مسلمانون کی
خوش مذاقی اور جدت طلبی سے ہزارون چیزین کام مین آئین، اور ایک نئی دنیا پیدا ہوگئی، شورہ یہان
کی خاص پیداوار ہے، لیکن کسی کو ہزارون برس سے یہ خیال نہ آیا کہ اس سے پانی ٹھنڈا کیا جاسکتا ہی،
حالانکہ ٹھنڈے پانی کی ضرورت جسقدر ایسے گرم ملک مین ہوسکتی تھی محتاج بیان نہین، برف بھی پہاڑون
سے آسکتی تھی لیکن یہان کے لوگون کو اپنی وحشیانہ زندگی مین آب سرد کی ضرورت کیا تھی، لیکن مسلمان عجم
سے آئے تو وہ ایسی زندگی کیونکر بسر کرسکتے تھے، **اکبر** نے شورہ سے پانی کے سرد کرنے کا رواج دیا، پہاڑون
سے برف آکر بازارون مین بکنے لگی، خس کی ٹٹی بھی **اکبر** ہی کی ایجاد ہی، ابوالفضل آئین اکبری مین لکھتا ہی،

(حاشیہ: شورہ ۔ خس کی ٹٹی)

بہ شورہ سرد کردن رواے گرفت، و از شمالی کوہ برف و یخ آوردن کہ ونیست
بیخ ست بویا و بس خنک، آن را خس گویند بہ فرایش گیتی خدیو ادان نے بست خانہا
ساختن رواج یافت (صفحہ ۶، جلد ۳)،

(حاشیہ: عمارت)

فن عمارت مین جو نفاستین اور ایجادین پیدا ہوئین ان کا بیان **تاج گنج** اور **جامع دہلی** کی
زبان سے ہر شخص سن سکتا ہی، ہندؤن کے مکانات کی جو اصلی وضع تھی، اسکی زندہ مثالین **بنارس**
مین آج بھی ہزارون موجود ہین، یہ مکانات کروڑپتیون کے ہین جن پر لاکھون روپے خرچ ہوئے ہین،
لیکن دروازے اتنے اونچے ہین کہ سرکش سے سرکش آدمی کو ان کے آگے سر جھکانا پڑتا ہی، ہوا کو تو
کبھی کبھی ان مین آنے کی اجازت ملجاتی ہی لیکن روشنی کو مشکل سے بار مل سکتا ہی، بلند دروازے، وسیع دالان
شاندار شہ نشین، مسلمانون کی بدولت ملک مین رواج پائے،

(حاشیہ: فنون لطیفہ فائن آرٹس)

یعنی **موسیقی مصوری** وغیرہ پر مستقل علحدہ مضمون لکھون گا،

شبلی نعمانی، ۳۱، اگست ۱۹۱۰ء از ندوہ،

مسلمان اور سرجری

زہراوی

جب کوئی قوم عروج کمال سے گر جاتی ہے تو اُسکے متعلق صرف یہی نہین ہوتا کہ اُسکے علوم و فنون پر گمنامی کا پردہ پڑ گیا، بلکہ بڑا زمانہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم اپنے کمالات سے خود ناآشنا ہوجاتی ہے کون جانتا ہے کہ مسلمانون نے **فن جراحی** (سرجری) کو کس حد تک ترقی دی، اور خود ہمکو کیا خبر ہے کہ سرجری مین ہمارا کیا پایہ تھا؟ جسطرح آج اسلاف کے گذشتہ عام علمی کارنامون کا ادعا ہمارے چہرہ پہ نہین کھلتا، اسیطرح اطباے حال کی موجودہ علمی وعملی تنگدستی کو دیکھکر یہ کون تسلیم کریگا کہ **ابن جلجل** اور **ابن بیطار** نے دیوسقوریدس کے نباتات اور ادویہ مفردہ پر بہت کچھ اضافہ کیا چیچک کا علاج سب سے پہلے اطباے اسلام نے دریافت کیا کافور سنا، بیخ ریوند وغیرہ دوائین مسلمانون سے پہلے نامعلوم تھین، کیمسٹری اور دواؤن کی ترکیب وتحلیل کے موجد مسلمان ہین، عرق اور الکحل اسلامی ایجادات ہین اور پھر یہ کون تسلیم کریگا کہ موجودہ سرجری کا فن اپنے وجود مین تمامتر اطباے اسلام کی عنایات کا ممنون ہے لیکن واقعات شاہد ہین کہ حقیقت امر یہی ہے،

زہراوی جسکا نام زیب عنوان ہے، مسلمانون مین فن جراحی کا بہت بڑا ماہر تھا جسکی تصنیفات و کمالات سے گو خود مسلمان ابتک ناآشنا ہین لیکن یورپ آج سے چارسو برس پہلے اُسکی تصنیفات شائع کرچکا ہے،

زہراوی زہرا کی طرف منسوب ہے جو **قرطبہ** کے قریب اندلس کے آٹھوین اموی خلیفہ **عبدالرحمن** کا بسایا ہوا ایک شہر تھا، اسکا نام اصلی ابو القاسم خلف بن عباس تھا لیکن دنیا اسکو زہراوی کے نام سے جانتی ہے زہرا گو خود مٹ گیا، لیکن اپنی خاک سے اُسنے جس نامور کو پیدا کیا تھا، وہ اسکے انتساب سے ابتک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہیگا، زہراوی نے سنہ ۵۰۰ھ مین وفات پائی اور قرطبہ مین مدفون ہوا،

زہراوی کی سب سے مشہور طبی تصنیف **التصریف لمن عجز عن التالیف** ہے، جسنے عالت

شہرت کے لحاظ سے مصنف کا نام خود اختیار کرلیا ہے اور زہراوی کے نام سے مشہور ہے مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں مین تقسیم کیا ہے، حصۂ علمی اور حصۂ عملی، پہلے حصہ کی نسبت دوسرے حصہ نے زیادہ تر شہرت اور حسن قبول حاصل کیا ہے، حصۂ اول مین تمام امراض کے اسباب و علامات اور طریق علاج کو تفصیل سے بیان کیا ہے حصۂ دوم مین فن جراحی اور آلات جراحی کا اسقدر بسط سے تذکرہ ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ کیا مسلمان بھی سرجری کے ماہر تھے،

پہلا حصہ اب تک حلیۂ طبع سے محروم ہے، دوسرا یورپ مین بدفعات اور ہندوستان مین امسال شائع ہوا ہے، کتاب کا کامل نسخہ پٹنہ کے اورنٹیل لائبریری مین محفوظ ہے، اور ہماری نظر سے گذر چکا ہے، تقریبًا کتاب کی ضخامت ایک ہزار صفحے سے کم نہین ہے،

چونکہ فن طب سے ہمکو واقفیت نہین ہے اسلیے ہم بہ تفصیل یہ نہین بتا سکتے کہ زہراوی نے طبی تحقیقات پر کیا اضافہ کیا ہے حصۂ اول گو عام اور معمولی طب کے مسائل پر مشتمل ہے لیکن ایک عام شخص بھی اُسکو دیکھکر جس نتیجہ تک پہونچ سکتا ہے وہ حسب ذیل امور ہین،

(۱) چونکہ زہراوی شاہان اندلس کے دربار کا طبیب تھا اور عمومًا امراء و سلاطین تلخ و ناگوار دوائین نہین استعمال کر سکتے اسلیے زہراوی نے ایک خاص باب مین شاہی علاج کی سرخی سے تمام امراض کے لیے لطیف و خوشگوار دوائین جمع کردی ہین،

(۲) طب جدید کی ترقی نے ایک نیا طریق علاج یہ پیدا کیا ہے کہ بغیر دوا صرف مختلف امراض مین خاص خاص ممالک کے قیام سے صحت ہو سکتی ہے لیکن یہ کوئی نئی بات نہین اندلس کے ایک مسلمان طبیب تمام امراض کا علاج صرف مختلف ممالک، جزائر، پہاڑ کے قیام اور آب و ہوا سے کرسکتا تھا زہراوی نے ایک مستقل باب

لہ مطبع نامی لکھنؤ نے کتب خانۂ ندوہ کے نسخۂ مطبوعۂ یورپ اور پٹنہ اورنٹیل لائبریری کے منقولہ نسخہ کی نقل سے زہراوی کا دوسرا حصہ شائع کردیا ہے جسمین تمام آلات کی تصویرین بھی درج کی ہین، کتاب دفتر المعین ندوہ سے ملیگی، قیمت ایک روپیہ

امراض کا علاج غذاؤن کے ذریعہ سے بتایا ہے؛

(۳) موجودہ اطبا کا عقیدہ ہے کہ بیماریون کے اسباب وعلامات جسقدر ابن سینا نے قانون مین اور نجیب الدین سمرقندی نے اسباب الامراض والعلامات مین لکھدیے ہین اُنسے زیادہ کلیتہً تقریباً ناممکن ہین لیکن زہراوی کی تصنیف سے اسکی غلطی ظاہر ہوتی ہے زہراوی نے بعض بیماریون کے ایسے اسباب بتلائے ہین جنکو اور کسی نے بھی نہین بیان کیا ہے مثلاً کھانسی کے اسباب مین ایک اُسنے پیٹ مین کیڑون کا پیدا ہونا بھی لکھا ہے؛

کتاب کا دوسرا حصہ درصل زہراوی کے کمالات کا آئینہ ہے، اور یہی وہ معلومات ہین جنکی سطح پر یورپ نے موجودہ سرجری کی وہ عالی شان عمارت بلند کی جسنے دنیا کو محوِ حیرت بنا رکھا ہے ہم اعترافاً خاموشی سے سر جھکا لیتے ہین، جب ہمارے مخالفین یہ کہتے ہین کہ بے شبہ مسلمانون نے طب کو اس حد تک فروغ دیا کہ صدیون تک یورپ کی طبی درسگاہین ابن سینا اور ابن رشد کی تصنیفات پر چلتی رہین لیکن سرجری اور جراحی سے انکو کبھی دلچسپی نہوئی لیکن آج ہمکو اپنی منفعلانہ خاموشی سے نجات مل سکتی ہے جبکہ ہماری مردہ تصنیفات مین سے زہراوی عالم وجود مین آچکی ہے؛

گو اس کتاب کی خود اپنے گھر والون کو خبر نہ تھی لیکن اسنے اپنے وطن سے نکل کر ممالک غیر مین جو حسن قبول حاصل کیا اسکا اندازہ ان واقعات سے کرو، زمانہ تصنیف کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب تمدن و شوق علم عام نہ تھا تمام وکمال اس کتاب کا عبرانی زبان مین ترجمہ کیا گیا، کیٹیلون، اسپین کا شمالی مشرقی صوبہ ہے کیٹیلانی زبان مین بھی اسکا کامل ترجمہ ہوا، اگسبرگ مین ۱۵۱۹ء مین لاطینی زبان مین پوری کتاب شائع ہوئی کتاب کا خاص دوسرا حصہ جو فن جراحی کے متعلق ہے ۱۷۷۸ء مین عبرانی زبان مین لاطینی ترجمہ کے ساتھ پروفیسر چنانگ کے اہتمام سے اکسفورڈ سے دو جلدون مین شائع ہوا،

اس حصہ ثانی کا اخیر نصف یورپ نے عربی زبان مین لاطینی ترجمہ کے ساتھ دو جلدون مین چھاپا

جسمین اُن تمام آلات کی تصویرین درج کین جنکا کتاب مین ذکر آیا ہی سب سے آخر مین ہندوستان مین جراحی کا حصہ مع تصویر آلات
شائع ہوا، زہراوی کے ان تمام اڈیشنون مین اول الذکر اڈیشن سنہ ۱۵۰۰ء مین چھپا جسکو تین سو نوے برس
ہوے، یعنے زمانہ طبع کے تقریباً چار صدیون کے بعد ہمکو نفس تصنیف کی خبر ہوئی، کتاب کے یہ دونون مؤخر
الذکر اڈیشن اسوقت ہمارے پیش نظر ہین مصنف نے اس اخیر حصہ کو تین باب مین تقسیم کیا ہی،

باب اول داغنے کے بیان مین، اس باب مین زہراوی نے سر سے پانوُن تک ایک ایک
فصل مین تمام امراض کا علاج لوہے سے داغنے کے ذریعہ سے بتایا ہی اس بیان سے یہ نہین سمجھنا چاہیے
کہ داغ سے صرف معمولی امراض کا علاج ہوسکتا ہی بلکہ **زہراوی** نے سکتہ، فالج، مالیخولیا، ناسور، استسقا
صرع، بواسیر، فتق، جذام، برص، نقرس، سرطان، خنازیر، جیسے سخت اور مشکل امراض کا بھی داغ سے
علاج بتایا ہی،

باب دوم اپریشن یعنے شق، فصد، اور نشتر وغیرہ کا بیان، اس باب مین نہایت تفصیل کے ساتھ
زہراوی نے تمام امراض اعضا اور زخم کے اپریشن کا ذکر کیا ہی اور حسب ذیل امور کا خصوصیت کے ساتھ بیان ہی
بدن سے تیر نکالنا، دانت اکھاڑنا، ہلنے والے دانت کو سونے یا چاندی کے تار سے باندھنا، آنکھ بنانا، آنکھ
مین نشتر دینا، ناک، کان، اور کٹی ہوئی جلد مین ٹانکے لگانا، غیر طبعی شکل سے پیدا ہونے والے جنین کو نکالنا،
غیر طبعی زائد گوشت کا کاٹکر علحدہ کرنا، پتھر نکالنا، پیٹ اور آنتون کو پھاڑنا اور ٹانکے لگانا، زخم کا اپریشن
کرنا، ملی ہوئی انگلیون کا علحدہ کرنا، ورم اور رگون مین نشتر دینا جس لڑکے کے خلاف فطرت مجاری بول و براز
بند ہون یا غیر فطرتی حالت مین ہون اُنکی اصلاح کرنا، توام بچون کو اور ایک یا چند مردہ جنین کا رحم سے نکالنا وغیرہ وغیرہ
اس باب کو مصنف نے جس تفصیل سے لکھا ہی اُسکا قیاس اس سے ہوگا کہ ہر قسم کے اپریشن
کا بیان چھیا نوے فصلون مین تمام ہوا ہی،

باب سوم اس باب مین تمام شکست اعضا اور ہڈیون کی درستگی اور اپنی جگہہ سے مفصل اور جوڑ کے ہٹ جانے

آگے کے ٹیڑھے ہوجانے کی اصلاح کا بیان ہی جراحی کے ان تمام علاج و تدابیر مین سیکڑون آلات جراحی کا مصنف نے تذکرہ کیا ہی اُنکے نقشے اور تصویرین دی ہین، اُنکا طریقہ استعمال بتایا ہی، یہ تمام آلات جو کثرت سے تقریبًا کتاب کے ہر صفحہ مین موجود ہین، شکل، صورت، پیمانہ، ساخت مین عجیب و غریب ہین، اور ایک ایک کام کے لیے جو آلات ہین اُنمین سے بعضون کی بیسیون مختلف ساخت اور نمونے پیش کیے ہین، ہم نے ان آلات کی تصویرین بعض ڈاکٹرون کو دکھلائین، اُنھون نے متفقًا یہ کہا کہ جراحی مین آج بھی یہی آلات ہین مگر اب صرف شکل اور لطافت مین تغیر اور امتیاز ہو گیا ہی، ناظرین کی دلچسپی کے لیے اختتام مضمون پر ہم بعض آلات کی تصویرین بھی پیش کرین گے، وہ آلات اور زیادہ حیرت انگیز ہین جن کو مصنف نے اخراج جنین کے بیان مین درج کیا ہی، کہ آلات سے کسطرح فم رحم کو بڑھانا چاہیے، اور بچے کا سر دبایا جائے، اور اُسکے اعضا کو کاٹ کاٹ کر علحدہ کیا جائے، اور بیسیون قسم کے آلات کے اسمین حوالے اور تصویرین دی ہین،

ان امور کے علاوہ اس کتاب کے مطالعہ سے اور چند باتون پر روشنی پڑتی ہی،

(۱) **زہراوی** صرف قدما کا پیرو یا نقال نہین ہی بلکہ اکثر مسائل مین وہ خود بھی تجربہ اور رائے رکھتا ہی،

(۲) کتاب کی ابتدا ہی مین اُسنے لکھا ہی کہ اطبا کا اسمین اختلاف ہی کہ گرم و خشک مزاج والون کو آگ سے داغنے سے فائدہ ہوتا ہی یا نہین، بعضے اطبا کہتے ہین کہ بالکل فائدہ نہین ہو سکتا کیونکہ آگ گرم و خشک ہی اور گرم و خشک چیز سے گرم و خشک مرض مین فائدہ کی امید رکھنا حماقت ہی دوسرا گروہ کہتا ہی کہ چونکہ انسانی مزاج کی گرمی و خشکی آگ کی گرمی و خشکی کے مقابلہ مین گویا برودت ہی اسلیے آگ سے فائدہ ہو سکتا ہی

زہراوی کہتا ہی

وانا اقول بقولہ لان التجربۃ قد کشفت لی ذلک مرات	مین بھی دوسرے گروہ کا ہم زبان ہون کیونکہ چند بار تجربے سے مجکو معلوم ہو گیا ہی لیکن اس امر کی توقع اسی شخص سے
الا انہ لا ینبغی ان یقصد علی ذلک الا من	

فقد لا توجد فی الحذاق بالصناعة (مطبوعہ ہند صفحہ ۴)

ہو سکتی ہے جسکو داغ کے فن میں مہارت تامہ ہو،

ب اکثر اطبا کا اس پر اتفاق ہے کہ داغ کا موسم بہار کا زمانہ ہے لیکن **زہراوی** لکھتا ہے کہ داغ کی مدد سے علاج تقریباً ہر زمانے مین مفید ہے کیونکہ اُن بیماریون کے لیے جو موسم سے پہلے پیدا ہو چکی ہون اگر موسم کا انتظار کیا جائے تو مرض مہلک ہو جائے،

ج، داغ کا طریقۂ علاج اکثر اطبا ناپسند کرتے ہین اور وہ گرم دواؤن کو گرم داغ سے زیادہ مفید سمجھتے ہین لیکن **زہراوی** اُنکی مخالفت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ دوائین چونکہ پلائی جاتی ہین اسیلیے وہ تمام بدن مین پھیل جاتی ہین اس بنا پر گو بیمار عضو مین فائدہ ہوتا ہے لیکن دوسرے سالم و صحیح اعضا تک پہونچکر دواؤن کی گرمی بعض اوقات نہایت مہلک ضرر پہونچاتی ہے اور داغ کی گرمی چونکہ صرف عضو بیمار تک رہتی ہے دوسرے اعضا تک نہین پہونچتی اسیلیے اس سے باقی اعضا مین کسی قسم کا نقصان نہین ہوتا اس ہوکے کے بعد **زہراوی** کہتا ہے،

وقد اتضح لنا ذلک بالتجربة لطول الخدمة والعناية بالصناعة والوقوف علی حقائق الامور ولذلک استغنیت عن طول الکلام ولولا انه لا یلیق بکتابی هذا لاوردت علیکم فی النار سرا غامضا وکیفیة فعلها فی الاجسام ونقیها للامراض بکلام فلسفی برهانی یدق عن افهامکم (صفحہ ۶)

چونکہ مین نے اس فن کی طرف مدت تک توجہ کی ہے اور اس کام کو کیا ہے اور حقیقت امر دریافت کی ہے اسیلیے تجربے سے مجھپر یہ ظاہر ہو گیا ہے اور اسیلیے تطویل سے مین پرہیز کرتا ہون اگر تطویل میری اس تصنیف کے غیر مناسب نہوتی تو مین آگ کے متعلق دقیق باتین کہتا کہ اور ایسے برہانی فلسفی طریقے سے بتاتا کہ آگ کسطرح اجسام مین اپنا کام کرتی ہے کہ اُسکا سمجھنا مشکل ہوتا،

د اطبائے یونان کی رائے تھی کہ سونے کے آلات سے داغنا آہنی آلات سے زیادہ مفید ہے زہراوی کہتا ہے کہ یہ رائے علی العموم صحیح نہین ہے بلکہ میرے تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ یہ اجسام کے تناسب پر موقوف ہے اسکے علاوہ مین طلائی آلات سے آہنی آلات کو مین اس وجہ سے بھی ترجیح دیتا ہون کہ سونا اگر گرم کیا

جب تک سوجھا ہوا ہو اور اگر زیادہ گرم کیا جائے تو گھل جاتا ہو اور معالج کو ایک دوسری مصیبت مین مبتلا ہونا پڑتا ہو لہذا ان نقصانات سے خالی ہو،

یہ نمونے کتاب کے ابتدائی صفحات کے ہین اور اسی طرح اکثر مضمون مین مصنف کی رائے اور تجربہ کی روشنی جھلکتی ہو،

(۲) اس کتاب سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہو کہ مصنف سے پہلے شکستہ اعضا اور ہڈیون کے جوڑنے کا فن مرتب اور مدون نہ تھا قدما کی تحقیقات مین اسکے متعلق جستہ جستہ معلومات تھے مصنف نے اس فن کی ترتیب و تدوین مین بہت دیدہ ریزی کی ہو کہتا ہو،

اعلموا یا بنی انه قد یتعاطی هذا الباب الجهال من الاطباء و العوام ومن لم یتصفح قط فیه للقدماء کتابا ولا قرأ منه حرفا ..... وانما استفدت منه ما استفدت لطول قراءتی الکتب الاوائل وحرصی علی فهمها حتی استخرجت علم ذلك منها ثم لزمت التجربة والدربة طول عمری وقد رسمت لکم من ذلك الباب جمیع ما احاط به علمی و وقفت علیه تجربتی بعد ان قربته لکم وخلصته من شعب التطویل و اختصرته غایة الاختصار وبینته غایة البیان وصورت لکم فیه صورا کثیرة من صور الآلات التی تستعمل فیها انه من زیادة البیان (مطبوعہ ہند ص ۱۸۶)

میرے فرزندو! جاننا چاہیے کہ اس فن کا بہت سے عامی اور جاہل اطبا اور وہ لوگ دعا کرتے ہین جنھون نے قدما کی تصنیفات کا ایک حرف نہین پڑھا ہو..... اور مین نے جو کچھ اس فن مین حاصل کیا وہ صرف اسطرح پر کہ مین قدما کی تصنیفات برابر مطالعہ کیا کرتا تھا اور انکے سمجھنے کا شائق تھا یہان تک کہ مین نے اُن کتابون سے اس فن کو مستنبط کیا اور عمر بھر اسکا تجربہ اور مشق اور پریکٹس کی اور تمھارے لیے جو کچھ معلوم تھا اسکو جمع کر دیا اور جمع کر کے اور اختصار کے ساتھ تطویل سے پاک کر کے، اسپر میرا تجربہ رہا تمھارے لیے اس باب کے اُن بہت آلات کی تصویرین درج کین جنکا اسمین استعمال ہو کیونکہ آلات سے بیان کی توضیح اور زیادہ ہوتی ہو،

(۳) اسلامی تمدن کے زمانے مین عورتین بھی طبیب ہوتی تھین، ابن زہر المتوفی ۵۹۵ ہجری جو اشبیلیہ کا مشہور فلسفی و طبیب تھا اسکی بہن اور بھانجی علم طب مین ماہر تھین، خصوصاً نسوانی امراض کے

...ج مین کو کمال تھا، زہراوی نے ایک خاص فصل قابلہ دائیون کی تعلیم بالخصوص ...

اسکو بتایا ہے کہ غیر طبعی ولادت مین بچہ کو کیونکر نکالنا چاہیے، اور پیدائش کے طبعی حالات وعلامات کیا ہین

(۴) زہراوی صرف علمی حیثیت سے سرجری کا ماہر نہ تھا بلکہ وہ عملی حیثیت سے بھی اس فن مین کمال رکھتا تھا، ابتدائے کتاب مین اُسنے بہت سے ایسے واقعات لکھے ہین جن سے اس فن مین اسکا کمال عملی بھی ظاہر ہوتا ہے اُسنے چند مواقع پر لکھا ہے کہ کیونکر اُسنے ٹوٹی ہوئی ہڈیون کو جوڑ کر درست کیا، اور بعض امراض مین عملی طور سے اُسکو کیون ناکامی ہوئی، ایک موقع پر اُسنے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عورت اُسکے علاج مین پیش ہوئی جسکو بیماری یہ تھی کہ پے در پے اسکے دو بچے پیٹ مین مر گئے تھے جس سے اُسکے رحم مین ورم آگیا تھا اور اُس سے مواد نکلا کرتا تھا، زہراوی نے ایک عرصۂ دراز تک علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہوا آخر اُسنے ایک دوسرا مرہم دیا جسکا اثر یہ ہوا کہ عورت کے پیٹ سے ایک ہڈی نکلی اور چند روز کے بعد ایک دوسری بھی نکلی زہراوی کو سخت تعجب ہوا کہ پیٹ مین تو ہڈی نہین ہوتی ہڈیان کہان سے نکلتی ہیں پھر اُسے خیال آیا کہ ممکن ہے کہ مردہ جنین کی ہڈیان رہگئی ہون اس خیال کے اعتماد پر اُسنے پیٹ مین اپریشن کیا اور بہت سی ہڈیان نکالین عورت کو کوئی صدمہ نہین ہوا اور تھوڑے ہی دنون مین اُسکو صحت ہوگئی کیا ان کارنامون کو اعجاز نہین کہین گے،

سید سلیمان



پلک کا زائد گوشت کاٹنے والی قینچی



آنکھ کے گوشت کا نشتر



زائد مسوڑھوں کے کاٹنے کا آلہ



دانت اکھاڑنے کا آلہ



عام نشتر



ہڈی نکالنے کا آلہ





مردہ جنین کے نکالنے میں یہ آلہ استعمال کیا جاتا ہے

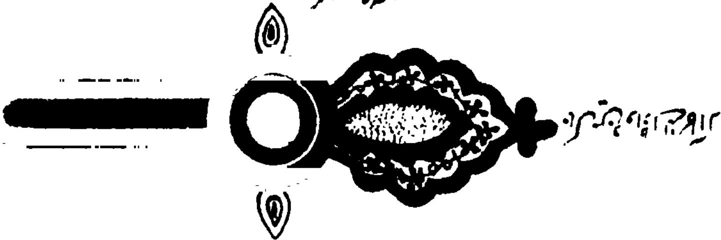
جنین نکالنے کا آلہ

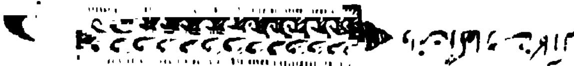


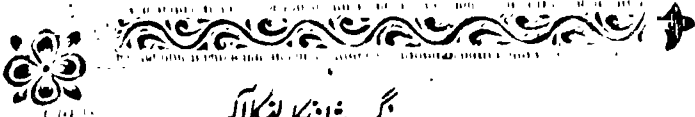
فم رحم دراز کرنے کا آلہ



آنکھ کا نشتر







گوشت چھیلنے کا آلہ



سنگ مثانہ نکالنے کا آلہ

تیر نکالنے کا آلہ

Accession Number
24682
Date 24.6.…

مردہ جنین کے کاٹنے کا آلہ



دباکر [illegible] کا آلہ

المعین کی تجارتی کتابیں

ہمارے پاس ذیل کی جدید کتابیں برائے فروخت آئی ہیں جن صاحب کو ضرورت ہو طلبی کی اجازت دیں

تفسیر

تفسیر ابن جریر ۔ [illegible]
تفسیر خازن ۔ صہ
تفسیر کشاف ۔ [illegible]
تفسیر بیضاوی ۔ [illegible]

تاریخ

الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ۔ [illegible]
العمدۃ فی صناعۃ الشعر و نقدہ لابن رشیق قیروانی ۔ [illegible]
میزان الاعتدال للحافظ الذہبی ۔ [illegible]
الریاض النضرہ فی فضائل الصحابہ العشرۃ لابن جریر ۔ [illegible]
خاص الخاص تالیف ابی منصور ثعالبی ۔ [illegible]
بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی ۔ [illegible]
امالی للسید مرتضیٰ فی التفسیر والحدیث والادب ۔ [illegible]
اخبار الحکما باخبار الخلفاء ۔ [illegible]
مقامات بدیع الزمان الہمدانی طبع بیروت ۔ [illegible]
[illegible] شامی مع تکملہ ۔ [illegible]
[illegible] ۔ [illegible]
المقامات الحریریۃ الحاشیہ مکمل ۔ [illegible]

الاشارة فی انواع المجاز و الکنایۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ ؁ ۲

نظام القرآن فی علوم القرآن

جسکو جناب مولوی حمید الدین صاحب پروفیسر میور کالج الٰہ آباد نے عربی زبان مین نہایت تحقیق کے ساتھ جدید طرز مین لکھا ہے اور سکے حسب ذیل حصہ موجود ہین

(۱)	تفسیر سورۂ تحریم	۲/
(۲)	تفسیر سورۂ قیامہ،	۲/
(۳)	تفسیر سورۂ الشمس،	۲/
(۴)	تفسیر سورۃ العصر	۳/
(۵)	تفسیر سورۃ الکافرون	۲/

فضل الرحمن منیجر المعین ندوہ لکھنؤ

نوٹ ۔ زہراوی کی قیمت صفحہ ۴۲ پر ۱۲ غلط لکھدی گئی ہے اوسکی قیمت ۸ فی نسخہ ہے

منیجر المعین

فن طب

کامل الصناعۃ ۱۲ ، تذکرہ ابو داؤد انطاکی ۱۲ ، منافع الاغذیہ ۸ ،

منطق و فلسفہ

محک نظر فی المنطق ۱۲ ، تہافۃ الفلاسفہ لابن رشد ۱۲ ،

کشف الادلہ لابن رشد ۹ ، شرح حکمۃ الاشراق ۸ ،

شرح علمۃ العین (مطبوعہ حال مصر) ۱۲ ، المحصل للرازی ۶ ،

متفرقات

الکلم الروحانیہ فی الحکم الیونانیہ ۸ ، مفتاح العلوم للسکاکی ۱۲ ،

مجموعہ رسائل فارابی ۱۲ ، منہاج السنۃ مع کتاب العقل والنقل لابن تیمیہ ۸ ،

دلائل الخیرات مجلد سادہ ۱۰ ، دلائل الخیرات مطلا ۸ ،

فضل الرحمن مینیجر المعین ندوہ ۔ لکھنؤ

ترجمہ اردو مناقب العارفین یعنی تاریخ مولانا روم صاحب

مصنفہ شمس الدین افلاکی مرید امیر عارف چلپی تصنیف ۷۵۴ھ مصنف نے دس فصلوں میں مولانا کے والد مولانا کے پیر خود مولانا کے حالات شمس الدین تبریزی صلاح الدین حسام الدین چلپی جو مثنوی کی تالیف کا باعث ہیں ۔ مولانا کے بیٹے سلطان ولد مولانا کے پوتے امیر عارف اور امیر عابد اور دسویں فصل میں بقیہ خاندان کے حالات اور سلسلہ بیعت کو لکھا ہے مصنف خود مولانا کی خدمت میں رہا ہے عجیب و غریب حالات ہیں درویشی کی چاشنی ہے اور تاریخی حالات لاجواب ہیں کاغذ سفید دبیز چکنا صفحات (۵۴۰) قیمت علاوہ محصول ڈاک دو روپیہ ۸ ،

مالک مطبع احمدی رامپور اسٹیٹ یوپی